

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_232697

UNIVERSAL
LIBRARY

فایا فاطمہ الزهراء
بفضل خالق

ذو الجلال الاکرام برین ایام فرخنده و جام بابت سحر کار عالی نظام تاریخ کاجوا
المسمی به

محبوب الزمین تذکرہ سحر ادرین

حصہ دوم

از تالیف فاضل ادیب عالم البیاض رخ محقق مولوی ابو تراب

محمد عبدالجبار خان صاحب صوفی ملک پوری سری حیدر آبادی

صدر مدرس عربی فارسی مدرستہ اعزہ

در ۳۲۹ هجری
تذکرہ سحر ادرین

اعلان

فہرست کتب مطبوعہ و غیر مطبوعہ لغت مولوی محمد عبد الحجاز خان صاحب

۱۔ محبوب الوطن تذکرہ سلاطین دکن حصہ اول - در بیان سلاطین ہند - صفحہ ۱

۲۔ محبوب الزمن تذکرہ شعرائے دکن حصہ اول (۶۱۲) صفحہ ۱

۳۔ محبوب الزمن تذکرہ شعرائے دکن حصہ دوم (۶۳۶) صفحہ ۱

۴۔ محبوب الملک تذکرہ اولیائے دکن - قریب نصف طبع شدہ زیر طبع

۵۔ محبوب النجمن تذکرہ امرا و وزراء دکن -

۶۔ محبوب نو دکن تذکرہ آثار دکن -

۷۔ محبوب الوطن تذکرہ سلاطین دکن حصہ دوم در بیان طوائف ملوک دکن

۸۔ محبوب الوطن تذکرہ سلاطین دکن - حصہ سوم در بیان سرکار عالی نظام خداداد ملکہ

المشتہر صدر الاسلام خان و کرمولف

فہرست حصہ دوم محبوب الزمن تذکرہ شعرائے دکن

نفاذ	صفحہ	اسمائے شعرا	نفاذ	صفحہ	اسمائے شعرا
		حرف الصاد	۱۰	۶۵۳	محمد مراد لائق جو پوری کا
۱	۶۰۱	صدام - محمد صدام الماک			ایران جانا صدام کی خدمت میں
		میر عبدالحی خان درویش آبادی	۱۱	۶۵۹	میرا صاحب کے والد کا لخت جگہ
۲	۶۱۱	صرفی - صلاح الدین			کیلے ہند میں آنا
		ساوجی -	۱۲	۶۷۰	صفی - شیخ محمد شیرازی
۳	۶۱۲	صادق - میرزا صادق	۱۳	۶۷۱	صادق - میرزا صادق
		ارو بادوی	۱۴	=	صادق - میرزا صادق خان
۴	=	صالی - اروستانی			حیدر آبادی
۵	۶۱۳	صابر - میر صابر اصفہانی			حرف ضاد
		برہما پوری			
۶	۶۱۴	صعود - حافظ میر محمد علی	۱۵	۶۷۲	ضیا - مرزا عطاء برہما پوری
		گجراتی	۱۶	۶۷۸	ضیا - میر محمد علی دکنی
۷	۶۱۵	صفا - میرزا الفقار خان	۱۷	۶۸۰	ضیغم - محمد عبدالمدخان
		لکھنوی			لکھنوی -
۸	۶۱۷	صادق - مرزا محمد صادق			حرف طاء
		اصفہانی			
۹	۶۵۸	صائب - میرزا علی اصفہانی	۱۸	۶۸۳	طالب - مولوی شاہ و جہاں شاہ

نسلہ	صفحہ	اسمائے شعرا	نسلہ	صفحہ	اسمائے شعرا
۱۹	۶۸۴	طیش - میر محمد اکبر	۲۸	۷۶۳	ظہوری ملا محمد طاہر
۲۰	۶۸۶	طاہر - محمد طاہر بیدری	۲۹	۷۷۵	حسرا عین
۲۱	۷	طوبی - آقا سید علی لموی			
		شوستری	۳۰	۷۸۴	عاجز - عارف الدین خان
۲۲	۶۹۴	طاہر - میرزا محمد طاہر			اوزنگ آبادی
۲۳	۶۹۵	طغرا - ملا طغرا مشہدی	۳۱	۷۹۸	عزت - میر عبد المنان
۲۴	۶۹۶	طاہر - شاہ طاہر	۳۲	۸۰۰	عنایت - میر عنایت اللہ
	۷۱۱	سفیر ایران کا برہان شاہ			جندی
	۷۱۲	شاہ طاہر کا سفارۃ علی	۳۳	۸۰۲	عاقل - محمد عاقل لموی
		کے پاس جانا	۳۴	۸۰۵	عشی - مولوی محمد فضل رب
	۷۱۳	قصہ سرگین بخارا کی تحقیق			ماچپوری -
		اخلاق و اوصاف شاہ طاہر	۳۵		عاقل - سید محمد سلطان
	۷۱۴	شاہ طاہر کا احمد آبادیہ			دلہوی -
۲۵	۷۲۱	مین جانا	۳۶	۸۱۱	غزلت - میر عبد الولی
		نظم اللہ - سلطان محمد قطب شاہ	۳۷	۸۲۳	عمر - معتبہ خان اوزنگ آبادی
۲۶	۷۴۰	طل اللہ - محمد قلی قطب شاہ	۳۸	۸۲۴	غیر - شاہ عزیز اللہ دکنی
۲۷	۷۶۲	ظفر شیخ محمد بن اوزنگ آبادی			

نسلہ	صفحہ	اسمائے شعرا	نسلہ	صفحہ	اسمائے شعرا
۳۹	۸۲۵	عالی - لغت خان	۵۲	۸۴۵	عنایت - محمد غنایت اللہ
۴۰	۸۲۹	عاصی - شیخ نور محمد بڑنپوری			براری -
۴۱	۸۳۴	عشرت - خواجہ ابوالبرکات خان	۵۳	۸۴۶	عراقی - وکنی
۴۲	۸۳۵	عرفان - میر محمد قمر الدین	۵۴	۸۴۷	عاشق - میر قاسم خان
۴۳	۸۳۶	علوی - مولوی سید علوی			اکبر آبادی -
۴۴	۸۳۷	عابد - میرین العابدین	۵۵	۸۴۹	عشرتی - نیردی
۴۵	-	عروج - میر بہار الدین حسین	۵۶	=	عاشق - مولوی سید علی بودود
۴۶	۸۴۰	عاشق - میر کلان خان	۵۷	۸۵۱	عالی - خواجہ کا سنگار خان
		کابلی -	۵۸	۸۵۳	عشق - حکیم عبد الباسط
۴۷	=	عشق - مرزا جمال اللہ	۵۹	۸۵۵	عروجی - سلطان فیروز شاہی
		اورنگ آبادی	۶۰	۸۶۲	عطی - سید فضل حسین
۴۸	۸۴۱	عاشق - مرزا عاشور بیگ	۶۱	۸۶۳	علی - ناصر علی مہر بندی
		برمانپوری	۶۲	۸۷۱	عاصی - مرزا نصیر بیگ خان
۴۹	۸۴۲	عاشق - میر سخی بڑنپوری			ایرانی -
۵۰	۸۴۳	عجب - محمد عبد اللہ			
		حیدر آبادی			
۵۱	۸۴۴	عدیل - محمد سکری	۶۳	۸۷۳	غفور - محمد صفدر خان بہادر
		کنتوری			غفور جنگ

فہرست	صفحہ	اسماء شعرا	فہرست	صفحہ	اسماء شعرا
۶۴	۸۷۸	خواص - محمد غوث خان	۷۵	۸۹۴	خدا - شیخ احمد اورنگ آبادی
۶۵	۸۷۹	غازی - غازی الدین	۷۶	۸۹۵	نکر - محمد باقر اورنگ آبادی
		اورنگ آبادی	۷۷	۸۹۶	فیاض - محمد فیاض الدین
		حسب الفاء	۷۸	۸۹۷	فرحت - لالہ خوشحال چند
		فخر الدین - میر فخر الدین	۷۹	۸۹۸	فرح - فرح بخش رکاشی
۶۶	۸۸۰	اورنگ آبادی	۸۰		فضل - شاہ فضل اللہ
۶۷	۸۸۱	فقیر شمس الدین عباسی	۸۱	۹۰۱	سکس - علامہ
۶۸	۸۸۲	قافی - خواجہ احمد شیرازی	۸۲	۹۰۲	قاریق - خان عالم خان
		نزیل جیلا پوری	۸۳	۹۰۳	قاریق - مولوی سید خیر الدین
۶۹	۸۸۳	قدانی - رضا طالب الملوی	۸۴	۹۰۴	فرحت - محمد صہبہ اشد
۷۰	۸۸۴	فقیر - میرا شتم اورنگ آبادی	۸۵	۹۰۵	فغان - اشرف علی خان
۷۱	۸۸۵	نکری - خواجہ محمد رضا	۸۶	۹۰۶	موت - خواجہ محمد اشد
		صفائی	۸۷	۹۰۷	فیروز - لافیروز
۷۲	۸۸۶	قدوسی - قدوسی خان کنی	۸۸	۹۰۸	فیض - شمس الدین محمد
۷۳	۸۸۷	لافج - اللہ شوستری	۸۹	۹۰۹	خدا - شیخ احمد اعطی
۷۴	۸۸۸	موت - مستعد خان	۹۰		فانر - آقا میرزا قاسم علی
		اورنگ آبادی	۹۱	۹۱۰	قطر - میرزا محمد حسین موسوی

نفا	صفحہ	اسماء شعرا	نفا	صفحہ	اسماء شعرا
۹۱	۹۲۴	فیضی - ابو الفیض ملک شعرا	۱۰۲	۹۴۸	کمال - میر کمال برہانپوری
		فطرت - میر ابو تراب	۱۰۳	"	کھان - میر سر کھان
		حرف قاف			اورنگ آبادی -
		قبرئ - سید شاہ ابو الحسن	۱۰۴	۹۴۹	کستہ - مرزا سفل اورنگ آبادی
۹۳	۹۳۵	قد - خواجہ نعم خان	۱۰۵	۹۵۰	کوبی - قباد بیگ گرجی
۹۴	۹۳۷	قدرت - محمد نذر آمد خان	۱۰۶	"	کرم گو - عبد الرحیم کشمیری
۹۵	۹۳۹	نقیس - محمد صدیق حیدر آبادی	۱۰۷	۹۵۱	کلیم - ابو طالب
۹۶	۹۴۱	قدرت - غلام اسماعیل خان	۱۰۸	۹۵۲	کافیم - صدیقی شاہ
۹۷	۹۴۳	قاری - خواجہ محمد فضل	۱۰۹	۹۵۴	گرامی - میر عبد الرحمن
		گجراتی	۱۱۰	۹۵۶	گوسہ - محمد باقر خان دی
		حرف کاف فارسی عربی	۱۱۱	۹۵۷	گل - مولانا علی گل ہتھلہ
		کافی - نواب میر عیاس علی خان	۱۱۲	۹۵۸	گلشن - شیخ سعدی
۹۹	۹۴۵	حیدر آبادی	۱۱۳	۹۵۹	گنا بیگم الدوف بنو سیری
۱۰۰	۹۴۷	کالا - میان محمد کالا بہار	۱۱۴	۹۶۰	گہن - میر بدر الدین
۱۰۱	"	کستہ - فقیر کستہ شاہ			حرف لام
		دکنی -	۱۱۵	۹۶۱	لطیف - مرزا علی خان
					دہلوی -

نسلہ صفحہ	اسماء شعرا	نسلہ صفحہ	اسماء شعرا
۱۱۶ ۹۷۳	لالہ سرو بنی رائے اورنگ آبادی	۱۲۶ ۹۸۳	ماجدہ تاج الامراء الملک ذوالفقار الدولہ محمد علی حسین خان بہادر۔
۱۱۷ =	لائق۔ سید گل حسین دولت آبادی	۱۲۷ ۹۸۴	اعتراض ماجد برکلام محمد قلی سلیم۔
۱۱۸ =	لطیف۔ میر طاف علی خان	۱۲۸ ۹۸۹	اعتراض ماجد برکلام مرزا مسعود افغانی
۱۱۹ ۹۷۴	لذتی۔ افضل خان	۱۲۹ ۹۹۰	مختار۔ محمد نور خان بہادر معجز۔ غلام محمد الدین
۱۲۰ ۹۷۵	لائق۔ حکیم غلام تنگیر خان	۱۳۰ ۱۰۰۰	مومن۔ میزمن بہتر آبادی مہربان۔ میر عبدالقادر اورنگ آبادی
حسین		۱۳۱ ۱۰۰۵	ممتاز۔ محمد بہادر خان برہانپوری
		۱۳۲ =	منت۔ میر قمر الدین بلوچی محب۔ مولانا محبوب علی سندی
۱۲۱ ۹۷۶	مختار۔ عظیمت احمد آبادی	۱۳۳ ۱۰۰۸	میج۔ حکیم کریم الدین کاشی
۱۲۲ ۹۷۷	مفتون۔ میر محمد شریف اورنگ آبادی		
۱۲۳ ۹۷۸	معصوم۔ میر معصوم کاشانی۔		
۱۲۴ ۹۷۹	معجز۔ مرزا معز الدین افغانی		
۱۲۵ ۹۸۱	محفوظ۔ محفوظ خان بہار۔		

نفا	صفحہ	اسماء شعرا	نفا	صفحہ	اسماء شعرا
۱۳۵	۱۰۱۱	محمود - مرزا اظف العبد بھری	۱۵۲	۱۰۳۰	سرت - شیخ وزیر علی دہلوی
۱۳۶	۱۰۱۲	متین - میر مہدی برہانپوری	۱۵۳	۱۰۳۱	شفاق - حافظ محمد تاج الدین
۱۳۷	۱۰۱۵	مقصود - میر قصو علی درنگ آبادی	۱۵۵	۱۰۳۲	محسن - ملا محسن بہدانی
۱۳۸	-	میرید شاہ میر برہانپوری	۱۵۶	۱۰۳۲	میرک - میرک معین بہدانی
۱۳۹	۱۰۱۶	منعم - محمد منعم برہانپوری	۱۵۷	۱۰۳۴	محسن - ملا محسن لاری
۱۴۰	۱۰۱۷	مہتاب - لالہ مہتاب اللہ درنگ آبادی	۱۵۸	-	مال - ڈاکٹر احمد حسین
۱۴۱	۱۰۱۸	منصور - میر منصور اسیری			مدیر اسی -
۱۴۲	-	مہتاب - الفت خان درنگ آبادی	۱۵۹	۱۰۳۵	معنی - محمد منظر الدین
۱۴۳	۱۰۲۰	مہر - میر علی اورنگ آبادی			حیدر آبادی
۱۴۴	۱۰۲۱	مزا - مرزا محمد بیگ	۱۶۰	۱۰۳۶	موزون - خواجہ قلی خان
۱۴۵	-	مقدس - محمد جان خلد آبادی	۱۶۱	۱۰۳۹	ملا عبد القیوم
۱۴۶	۱۰۲۲	مضطرب - شیخ احمد درنگ آبادی	۱۶۲	۱۰۴۸	محمود - حافظ غلام محمود
۱۴۷	-	محمد - محمد اہ اورنگ آبادی			
۱۴۸	۱۰۲۳	مراد - میر منور برہانپوری			
۱۴۹	۱۰۲۴	مہدی - میر تقی درنگ آبادی	۱۶۳	۱۰۵۵	نظام - عمار الملک
۱۵۰	۱۰۲۵	مستند - آقا صاحب			غازی الدین خان بہاد
۱۵۱	۱۰۲۶	مبارک - مبارک خان نیازی	۱۶۴	۱۰۶۰	نصرت - میر محمد نعیم
۱۵۲	۱۰۲۷	موزون - راجہ سنگھ	۱۶۵	۱۰۶۴	نیر - مہدی علی خان حیدر آبادی

نشا	صفحہ	اسمائے شعرا	نشا	صفحہ	اسمائے شعرا
۱۶۶	۱۰۶۵	مکہت - محمد یوسف	۱۸۰	۱۰۸۸	نوعی - مولانا محمد رضا خبوشانی
		برہانپوری	۱۸۱	۱۰۹۰	نصرتی - محمد نصرت وکسی
۱۶۷	۱۰۶۶	نصیر - شاہ نصیر الدین	۱۸۲	۱۰۹۲	نقیس - بہوانی پرشاد
۱۶۸		دہلوی			ایلیچپوری
۱۶۹	۱۰۷۶	نثار - مرزا محمد جان رنک آبادی	۱۸۳	۱۰۹۵	نقیس - محمد رفیع الدین حسین
۱۷۰	۱۰۸۰	نیاز - نیاز محمد خان			حیدر آبادی
۱۷۱	۱۰۸۱	ندرت - میمنہ علی خان	۱۸۴	۱۰۹۶	ناقص - قاضی خواجہ محمد رضا
		اورنگ آبادی			ملکا پوری براری
۱۷۲	۱۰۸۲	ناطق - میر محمد نذر باری	۱۸۵	۱۱۰۰	ناصر نواب نظام الدولہ
۱۷۳	۱۰۸۳	ناور - شیخ نور الدین			بہادر ناصر خٹک شہید الہی
۱۷۴		اورنگ آبادی	۱۸۶	۱۱۱۸	نامی - مولانا حاجی تراب علی
۱۷۵	۱۰۸۳	نجات - مرزا عتیق اللہ	۱۸۷		خیر آبادی
		اورنگ آبادی	۱۸۸	۱۱۱۹	اجی - سید منور حسین
۱۷۶	۱۰۸۵	نیاز - محمد علی حیدر آبادی	۱۸۹	۱۱۲۱	نعمانی - محمد عبد الحلیل
۱۷۷		نثار - میر فقیر الدین خان			ایم پوری
		اورنگ آبادی	۱۹۰	۱۱۲۴	نصرت - عباس قلی خان
۱۷۸	۱۰۸۷	ناجی - شاد قاسم شہیدی	۱۹۱	۱۱۲۵	نوائے - سید عزیز
۱۷۹		نورس - مولانا نورس قزوینی			حرف واو

اسماء شعرا	صفی	سلسلہ نشانی	اسماء شعرا	صفی	سلسلہ نشانی
واصل - مولوی محمد واصل صاحب	۱۱۶۲	۲۰۳	واصف - مولوی محمد ہدی	۱۱۲۵	۱۹۲
وزیر - میر وزیر علی بادشاہ	۱۱۶۶	۲۰۴	مدرسہ		
حیدر آبادی			ولی - محمد شمس الدین	۱۱۲۷	۱۹۳
واضح - میرزا مبارک اللہ	۱۱۶۸	۲۰۵	اورنگ آبادی کنی		
والا - نواب عزیز جنگ بہادر	۱۱۷۲	۲۰۶	واحد - میر حفیظ اللہ	۱۱۳۴	۱۹۴
والا - سید ابوسعید الخاں	۱۱۷۹	۲۰۷	اورنگ آبادی		
سید ابوطیب خان			واضح - مرزا علی صغہانی	۱۱۳۵	۱۹۵
وفائی - سلطان اسماعیل	۱۱۸۳	۲۰۸	وحشی - مولانا وحشی	۱۱۳۶	۱۹۶
غلام شاہ -			کاشانی -		
وحدت - محمد امان اللہ	۱۱۸۵	۲۰۹	واصل - مرزا ترک علی بیگ	۱۱۳۷	۱۹۷
والا - سید حمید الدین		۲۱۰	اورنگ آبادی		
وفا - مرزا عبدالباقی	۱۱۸۷	۲۱۱	وفا - محمد امین المیچوی	۱۱۵۰	۱۹۸
وصفی - مولوی سرفراز علی	۱۱۸۸	۲۱۲	براری -		
وصلی - میرزا وصلی	۱۱۸۹	۲۱۳	وحشت - شیخ عبدالواحد	۱۱۵۵	۱۹۹
واقف - مولوی شاہ میرزا	۱۱۹۰	۲۱۴	تہا نیسری -		
محی الدین قادری			وفا - ابوالعلی حیدر آبادی	۱۱۵۶	۲۰۰
واقف - شیخ نور العین	۱۱۹۱	۲۱۵	واقف غلام علیم حیدر آبادی	۱۱۵۷	۲۰۱
المستوفی ۱۱۹۵ ہجری			والہ - میر سید محمد	۱۱۵۸	۲۰۲

نسلہ نشا	صفحہ	اسمائے شعرا	نسلہ نشا	صفحہ	اسمائے شعرا
۲۱۶	۱۱۹۴	وانزع - حکیم شاہ العابدین	۲۲۵	۱۲۱۴	یار - مرزا محمد یار بیگ
		قادری -	۲۲۶	۱۲۱۷	یکدل - میر علی محمد خان
		حسبہ مائے ہونہ	۲۲۷	۱۲۱۹	یاد - مولوی خواجہ حمید الدین
		ہمز - شیخ عبدالقادر	۲۲۸	۱۲۲۰	یار - نواب منور الدولہ
۲۱۷	۱۱۹۶	ہمد - شاہ محمد تقی			احمد یار خان بہا ممتاز جنگ
۲۱۸	"	برہانپوری -	۲۲۹	۱۲۲۳	حیدر آبادی
		بادی - عبداللہادی			یکدل - محمد نور محمد آبادی
		اورنگ آبادی			
۲۲۰	۱۲۰۲	ہاشمی - شاہ ہاشم بیجا پوری			
۲۲۱	۱۲۰۳	ہاشمی - میر عاشق حسین			
		خان حیدر آبادی			
۲۲۲	۱۲۰۴	بادی - ابو الحسن داؤد			
		حیدر آبادی -			
۲۲۳	۱۲۰۵	ہنز - گیان رائے			
		حیدر آبادی			
		حرفیائے تھانی			
۲۲۴	۱۲۰۶	یوسف عادل شاہ			

حروف الصا و

صام۔ صمصام الملک میر عبدالحی خان بہادر اورنگ آبادی

صام تم تخلص۔ میر عبدالحی خان بہادر نام۔ صمصام الملک خطاب ہے۔ آپ سادات
خوفا سے ہیں۔ آپ نواب صمصام الدولہ شاہنواز خان شہید کے خلف الصدق ہیں۔
آپ کی ولادت ۱۰۳۸ ہجری میں شہر اورنگ آباد میں ہوئی۔ نشوونما کے بعد ابتدائی تعلیم سے
مدارس میں فراغت پا کر علوم درسیہ کی تحصیل میں مشغول ہوئے۔ اور چند مدت فنون
اور یہ عربیہ میں مصروف رہے اور چند سال حکمت نظریہ علمی میں گذارے۔ غرض کہ آپ
بائیس برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے۔ ۱۰۴۸ ہجری میں خطاب خانی منصب سے
سہ فرما دی گئی۔ نواب نظام الدولہ ناصر جنگ کی عنایت توجہ سے صوبہ برار کی
مدیر بنی اور نواب کی جاگیر کی منصوبہ گیری آپ کی نام پر مقرر ہوئی۔ آپ برار میں رونق افزا
ہوئے۔ خدمات موصوفہ کامر ختام عمدہ طرح سے کرنے لگے۔ پہر نواب میر الما لک صفی الدولہ
صلاحت جنگ کے عہد میں شش ہزار سی منصب نوبت اور شمس الدولہ والا اور جنگ خطاب سے
بھارت ہوئے اور جب تہ بنیاد اورنگ آباد کی نظامت اور دولت آباد کی قلعہ داری
آپ کے نام پر مقرر ہوئی۔ ۱۰۵۸ ہجری میں حیدر جنگ کے قتل کے بعد آپ کے
والد ماجد مقتول ہوئے۔ صمصام الدولہ کی شہادت کے بعد فرانس کا لشکر حیدر آباد
پر حملہ ہوا۔ اور آپ کو بھی ہمارا لیا۔ حیدر آباد میں آپ کو قلعہ گوکنڈہ میں مقید کیا۔ اور آپ کے
بہائی میر عبد السلام خان کو بیماری کی وجہ سے قلعہ دولت آباد میں بھیجا۔ پہر آصفیہ
نانی برار سے حیدر آباد آئے۔ اور میر الما لک صلاحت جنگ بھی مچھلی بندر سے پہنچے

دونوں بہائیوں میں ملاقات ہوئی۔ آصفجاہ ثانی ولیعہد ہوئے۔ مالی اور ملکی کل ہمت
 کا انتظام اپنے قبضہ اقتدار میں لیا۔ ۵ ذیقعدہ ۱۲۰۳ھ ہجری میں آپ کو قلعہ سے نکالے
 گویا از سر نو زندہ فرمائے۔ نہایت محبت قدر دانی سے منصب قدیم کی بحالی ہو روثی خطا
 کے عطیہ سے سرفراز و ممتاز فرمایا۔ اور صوبہ جات و کن کی یوانی سے معزز و مشرف کیا۔
 اور آپ کو مشیر و مقرب بنایا۔ ممالک محروسہ کن آپ کی دیوانی کے آٹ رنگاتے رنگ
 چمن ہوا۔ اور آپ کی فیض رسانی توجہ سے سیراب تازہ ہوا۔ ریاست کے کھل و جہزی و کلی
 کا مدار آپ کی رائے صائب پر تھا۔ اور آپ کی حکمت عملی سے ریاست کا رنماز عمو و بطح سے
 چلتا تھا آپ کی دیوانی میں تمام رعایا و برامہ و الحال تھی۔ تجارت و راجت کی
 یہی عمدہ حالت تھی۔ ظلم و تعدی ممالک محروسہ کی حد سے خارج تھے۔ کسی کی مجال
 نہ تھی کہ غریب و فقیر کو ستم و آہستہ آہستہ و نگہیں طبع و شکستہ زمین و موقوف
 تھے۔ ذمی مروت و عالی ہمت فرشتہ سیرت پسند و مروت تھے۔ دلائل و قضا
 میں عقل کل شکستہ یانی و نازک خیالی میں تازہ کل تھے۔ مولت و ہادی میں
 شیر دل۔ جرات و دیرمی میں کامل تھے۔ سخندان و سخن گو زندہ دل تھے۔ صاحب کلین
 و وقار۔ رحم دل و ہر دبار تھے۔ ہر کوئے خصال ملائم و شامک تھے۔ علوم ادبیہ و خیر
 و فنون حکمیہ نظریہ میں خوب مہارت کھتے تھے۔ حکیم و ادیب تھے۔ خوش تقریر
 و خوش تجربہ تھے۔ آپ کے کلام منظوم و منثور کے دیکھنے سے روز و رات اہل زبان نظر آتا ہے
 الفاظ کی نشست و استی سے محاورہ ایران معلوم ہوتا ہے۔ اشعار کی نزاکت
 معانی سے کمال صفہاں عیان ہے۔ فصاحت و بلاغت سے کمال سبحان نمایاں ہے
 آپ کی قوت مدد کہ و ملکہ و اسخا و اسفہ و درست و صحیح تھی۔ کہ بہت ملکی مالی کو بغیر اعانت

مشیر و شور می کرتے تھے۔ تدبیر ساورائے صاحب سے جو خوف تھے۔ معاملات ملکی کے
اجتہاد میں بہت کم خطا واقع ہوتی تھی۔ سیریع الفقہم نوکات ذہن میں معروض تھے
تدعی و تدعی علیہ کی تقریر سے فی الفور راست و کذب تمیز فرماتے تھے۔ قوت فیصلہ
فیصلہ دل لکھتے تھے۔ درمیان متخاصمین انصاف نمایان ہو جاتا تھا۔ دونوں
آپ کی کرامت و روشن ضمیری کے قابل ہوتے تھے۔ تواریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے
کسی طرح نے آپ کی دیوانی کے زمانہ میں بے انتظامی و بد نظمی کی شکایت نہیں کی
نہ آپ کی کسی فیصلہ پر شکایت نہ تھی۔ بہر حال لکھتا ہے کہ آپ کے عہد وزارت میں ملک کن
سیاہ و شاداب تھا۔ رعایا کی حالت قابلِ طینان تھی۔ کیا امیر و کیا فقیر خوشحال
و غافل اہل تھے۔ آپ کی اہل و عیال و فرماں برداری کو فرض عین سمجھتے تھے فحاش
کے میدان میں کبھی قدم نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ آپ کے ولین بہت کے خیال کا بھی
گذر نہیں تھا۔ جب تک امانت و ریاست کا کرتے رہے۔ حق پسند و حق شناس
رہے۔ جو آدمی جس حیثیت لیاقت کا ہوتا تھا اسکو اسی حیثیت لیاقت کا کام
نقل و ایض فرماتے تھے۔ آپ کے حنفویں سعی سفارش کی کچھ وقعت نہیں تھی۔ آپ
فرماتے تھے میرے نزدیک انسان کے لئے لیاقت ذاتی سے بہتر کوئی سفارش نہیں۔ ہاں
جو ہر شائش ہو نا شرط ہے۔ بدون جو بری کہہ رہے کہوٹے میں تمیز نہیں ہو سکتا۔ اگر حاکم
بالادست لایق ہو تو سفارش فضول ہے۔ آپ کے کلام سے یہ بات معلوم ہوتی ہے
کہ ریاست کے انتظام کے لئے لائق شخصوں کا ہونا نہایت ضرور ہے۔ تدبیر و لائقیت
کا جزو اعظم ہے۔ ہوشیار و تجربہ کار آدمی اس عمارت کا رکن قوم ہے۔ ظاہر ہے
اگر عمارت کا ستون قومی ہو تو وہ عمارت کم زور ہوگی۔ اور تھوڑی ہی مدت میں

اور ہر ایک صوبہ کے نظم و نسق کی کیفیت سے واقف تھے۔ دکن کے کل چوبہ صوبوں کے
جزو و کل سے ماہر تھے۔ بجگو آپکی خاضا یکبایض ملی اسمن دکن کے ہر ایک صوبہ
کے شہروں اور قصبوں اور دیہات کا تفصیلی حال اور ہر ایک گائون کی آبادی کی قہ
و محاصل ہی مرقوم ہے اور تمام دکن کے عمارات و قلعہ جاست اور ان کے بانیوں کے
نام اور سن بنا لکھے ہیں۔ اور عالمگیری کی کل منضبا راو نیز آصفیای امرا عہد راو کے
نام مذکور ہیں ہر ایک کی میاض سے آثار دکن کے لکھنے میں بڑی مدد ملی۔

بیماری

پہر آپ آخر انقلاب زمانہ سے امراض متضادہ میں مبتلا ہوئے۔ بہت علاج و معالجہ
کئے۔ مگر مفید نہوا کیونکہ تمام تدابیر تقیر کی مخالف تھیں۔ پتہ را بخ تادمی الادل
۹۶۷ھ ہجری قمری کو لاسک اطراف میں فوت ہوئے۔ اس وقت نواب آصفیہ ثانی
قلعہ نرمل کی فتح میں مشغول تھے۔ چند روز کے لئے آپکی نعش مبارک کو لاس میں تھما
مذفون کئے پھر حیدر آباد دکن میں لائے۔ آپکا باغی جویا قوت پور کے باہر تھیں
مذفون کئے۔ میر غلام علی آزاد نے آپکی رحلت کی تاریخ کہی ہے

افسوس کہ رفت امیر عالی گوہر	دیوان دکن صاحب فضل نہر
تاریخ وفات ابن امیر دانا	صمصام الملک عقل کل کرد سفر

من اشعاره الفارسی

دیدن آسان نیست حسن آفتاب زخمی تھا	آفتاب آئینہ باشد جلوہ رو کے ترا
کیست از عالم کند آگاہ دلدار مرا	اور فراقت می پسند دل ہم آزار مرا
در جهان عشق تو اسے شوخ علم کرد مرا	زوق جام لب میگون تو جہم کرد مرا

حلقہ زوہار صفت بسکہ گرد کمرت
 روشن از روئے تو شد در نظر ملک جود
 پیر پیری چو رسید تا منت گشت و توانا
 اسے شیخ عربی فکر جوانی واری
 ناخرا میدی بگشش داوہ خط بندگی
 ز غیر دوست پیر و از خلوت دلرا
 ما از مردک چشم شد عیان صام
 قیامت یکن پیرا بے کز خود خبر دار
 من تخم درد کا شتہ ام در زمین دل
 رحمت و جوئے خالق تعالی شد اسیر لطف
 آید گرد شمع رخت گشت تنم بیاد
 بدایت عشق پیر ستند همچو لاله مرا
 پیر کجا کہ رسم گریہ سر کفم ز غمت
 ناما کتاب چہ امشب دل خراب
 سر مین چشم پرده جان مرا
 شکون گل بود کنیز پیر من برین پیرنہا
 ہنر ور کے تواند دید زیر چرخ آرامی
 چہ پیری حالت من بظہر ابی دارم ز ہجرت
 بجز بجا صلی ندارد کردن افزائی

بند شمشیر تو در بندستم کرد مرا
 و ہن تنگت واقف ز عدم کرد مرا
 بروئے سفید و سیمہ پیچ بست جنا
 مس را نتوان ساخت تبلیغ طلا
 سرو با آزاد گیہا قد و بجوئے ترا
 نہ کعبہ مسکن لات ہست منزل عزا
 کہ کمترند در آفاق مردم دنیا
 و با لا ساخت حسن یار را آئینہ دنیا
 جز دانہ ماے اشک چہ حاصل بود مرا
 آرسہ دام صید پئے دانہ میرو د
 در محفلے کہ صرف ز پر دانہ میرو د
 ز خون خویش لبالب بود پیالہ مرا
 چوئے ز روز ازل لازم ہست نالہ مرا
 ہما ہتا سب بر کرد آفتاب مرا
 نیست ممکن صدا فغان مرا
 بہ بلبل ہم مبارک است ہ از دل کشیدنہا
 در غلطان ندارد ویا دشکل رسیدنہا
 کہ دل گاہ نبض زہم پر کوئے چیدنہا
 بہر شمشاد باشد نے جوی از سر شیدنہا

از مردم بدہ

از آفتاب

کند آلام هر دم دختر زور بر مینا
 کے خوشنمائے حسن مخفی صورت لفظی
 چہان آسان بر دم چار از دست نایابی
 دے دارم کف بہ نثار آن کف ساقی
 یارب ہمہ جرم گشتہ در پیش مرا
 ہر چند کہ افز و نہ حد عصیانم
 ہر کس کہ ز بند لب خود بہر ادب
 حق می داند بخاطرم یاد شماست
 از جیش دل نام شما سے خیر
 مارا بسوئے شمع رخت دیدن آرزوست
 ای شوخ من بیا کہ درین فصل لعل
 من بقرآن آورم کہ مرا
 خندہ زیر لب و ہراس و چہیں
 و ہر است کہ اتہام دروید نیست
 چہ دین شامان دران حکومت کرد
 اسے سچو ازان کہ صید می رام گشت
 لانعم گیرید یا دوست یفتگان
 از دیدہ من کہ بر تو حیران شدہ است
 در ہجر تو دل چو ابر نیسان شدہ است

بگردون می رسد زین نشہ طالع سہ مینا
 تہی ازے گل نیز نگاہ شد پیکر مینا
 کہ دارد در کف خود بہر قتلیم خنجر مینا
 سرے دارم بدوش خود بلا گرد سر مینا
 در فکر شدہ است جان و دل ریش مرا
 محروم کن در حمت خویش مرا
 بدخواہش را بود ہم بہت دولاب
 در کتور سبیلہ دارید او شماست
 این دانا ز سبیلہ اے او را دشنام است
 پرواز دار کرد تو کردین آرزوست
 با تو دینی شستن خدین آرزوست
 داد آواز یار آمدہ است
 بچہ انداز یار آمدہ است
 تا صبح شو دشنام دروید است
 امر و زکس نام دروید است
 شخص مینا بخلق جام شامت
 صہبائے طرب کمون کہ در کام شامت
 در عرضہ تو فرش سامان شدہ است
 در روبروہ نم از اشک نمایان شدہ است

ظالم نگهبان بداج منزل کرد و ند
چشمک زده ساختند چون وحشی رام
داشت شوق گل و تنو نهانی نگرش
از تاب حسن و تنو ناز و بچش گل
اے نوبهار غم گلستان نموده
مدشکر جز تو نیست کسے بهشتین لی
شبتی کرد و در رنگ غدا دیوان
تا بغفلت بزل من باو کد ناز می کند
مجنون صفت با من محو ای روم
در بلخ لاله گفت من با زبان حال
ز شوق چشم خوش رفت رفعت شدم
نیدانم چه نامت کرد و طالع آناهیت
بانگ کدیش جان میدهم بهایت رستم
نگه زوریده مویش کردم از شکر جرات
گل بچه رنگ کشید رخ کنش از چشمن
جستن برق رویش خواست نشان بین
شب ز چشم و خطش در زمستان بود میر می
بهر حالت رشتا قمان خود غافل شو ظالم
تو و ملک سلطنت خوش من کو چه گدائی

اوله صد جرو و جفا بر سن مهیدل کردند
تینخ ابرو نموده بسمل کردند
دوله که زدم چهره بر آورده خزانگی نگرین
دوله از خون خویش شد چمن باهوش گل
دوله که سادی وصال تو شد جوش گل
دوله که به نغمه شش تو را و گین دل
دوله که در وصف لبش بر من قند کی بودم
دوله با که تندیست فرکان تو فریادم
دوله که در من میگویند من بسیم تو نام
دوله که در این شکسته رخ تو صدمه دیدم
دوله که بیای ای دل تو صدمه پرست شکستم
دوله که در این روی تو صدمه زخما جودا نهادن
دوله که در این می کشد به شمع کرم گاه و تن
دوله که در این سطرنا ز شکسته چشمه ها آواز کند
دوله که سبلی تو شایان در دشت بهما که بختیست
دوله که در این غنچه کرد و اگر چمن
دوله که ز کعبه جام می از سومی گیر نشمار جنگی
دوله که در صحنی نداری گریه اندیشه جنگی
دوله که در شاهی سکندزند هم برهنه پانی

سر کیسیا گرت بہت رہ عشق گیر صدام
کہ بہر سیم ساقان شدہ رنگاں ملائی

مین اشعارہ العنبر

اک آن مین حیف کہل گلین بر انگہین
مین موت کے بعد ایک دم جو ہوا
نہجے کر جان کی کا حکم وہ شیرین دلاں کرتا
نہجے کرتا مین پٹنی چن سے رنگاں بنا
ار بکہ تم اب عشق کی سیلگی کہا تم
نکلا جو خط سیاہ گورے منہ پر
میں تجھ زلف مین دل رہا ہے
نہیں کہلنا بہا بہاں سون
دل صدارہ آفریما مانکا گوشت کہ ہے
نہیں کہلنا بہا بہاں سون
اسیروں کی قفس کس کس تین پڑا اور کی

پہر موند یک مین وہ ند کیا رویا
دیکھو ان تو مجھہ کئے ہے صنم گویا
کہا او سکا خدا کی سون آریا رجحان کرتا
اگر مین اپنے کا حال نیا عالم بیان کرتا
سب بچوں کے شادی کے باتیں
اسو جوشین شاید کہ بہرین دل رہا
ہمارے ماتہ مین کہل رہا ہے
یہی عقدہ مجھے شکل رہا ہے
سراپا غرق خون ہو داغ دل پر یہ قہر ہے
مگر قہر ہو کادین جلا کوں پہنچے
باری کس طرح فریاد بستیاد کون پہنچے

صرفی - سلاح الدین ساوجی

صرفی تخلص - سلاح الدین نام آپ کے ہزرگان سلف ساوہ کے ہنے والے
تھے۔ وطن اودھ سے ہندوستان آئے۔ اور یہاں سکونت پذیر ہو گئے۔ آپ بھی جد و پدر
کے تھلہ ہندوستان پہنچے اور لاگجرات مین چند مدت رہے۔ پھر گجرات سے لاہور مین گئے
شہر کو اپنا وطن بنا لیا۔ آپ درویشانہ زندگی بسر فرماتے تھے۔ صابر و قانع تھے۔

بادشاہی خزانہ سے بقدر ضرورت لطیفہ معین تھا۔ ۹۹۹ ہجری میں فیضی گمراہ
دکن میں آئے سرحد دکن میں پہنچے فوت ہو گئے۔ آپ سخن سخن میں عمدہ سلیقہ
و طبع رسا رکھتے تھے۔ کلام کو خوبی کے سانچے میں ڈالتے تھے۔ آپ کا کلام نہایت ہی
لطیف و باغزہ ہوتا تھا۔ آپ کی رحلت ۹۹۹ ہجری میں واقع ہوئی۔

من اشعارہ الفارسی

گل فروش من کہ خواہد گل بزار آورو	باید اول تاب غوغا کے حیران آورو
زراہ کعبہ ممنوعہ و گرنہ میفرستام	کفن پائے چوشت جینی خاک و خجلاش
با تو اشکم کشو بے تو جدائی چکنم	میکشم پنہا زویدن و فادیدن تو

صادق - میرزا صادق دہلوی

صادق تخلص۔ میرزا صادق نام۔ شاعر خوش فکر و خوش بیان تھا۔ وطن ہند
سے دکن میں آیا۔ شہر احمد نگر میں سکونت پذیر ہوا۔ مرتضیٰ نظام شاہ والی شہر و حکومت
لانہ نظام شاہ نے ازروی قاروانی منصب جاگیر سے سرفراز فرمایا۔ اور آپ کو مقررین کے
زمرہ میں رکھا۔ صادق مدت تک عیش و آرام کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں رہا۔ آخر
اکبر بادشاہ کے حملہ کے وقت باجل طبعی فوت ہوا۔ **ہو ہذا**

شوخی کہ بسادگی ازو کروم صبر	اکنون خطش از غبار دارد و سب صبر
از خطش اگر فزون بسوزم عجب	سوزندہ ترست آفتاب از تہ ابر

صالی - اردستانی

صالی تخلص۔ مرزا اردستانی نام سے مشہور تھا۔ وطن سے دکن میں آیا

محمد قطب شاہ والی گو لکھنؤ کی خدمت میں باریاب ہوا زمانہ دراز تکنت آبرو کے ساتھ زندگی بسر کرتا رہا۔ شاعری و شعر گوئی میں مشغول رہتا تھا۔ حساب دیوان تھا۔ اسکا دیوان نادر الوجود ہے من کلامہ
خوش آن رہو کہ رہ تنہا سپارد کہ تنہائی پس قنادن ندارد

صابر۔ میر صابر صفہانی بریلانی پوری

صابر تخلص۔ میر صابر نام۔ سادات صفہانی سے تھا۔ جہانگیری زمانہ میں واروہندہ کے شاہی ملازموں میں شریک ہو گیا۔ اولاً صوبہ گجرات کی قباغ کاری و دیوانی پر مامور ہوا۔ پھر کل صوبجات دکن کی قباغ نویسی پر مقرر۔ مدۃ العمر شاہی زمین کی محرومانہ عمر بسر کرتا رہا۔ بختا و خان ملکہ العالم میں لکھتا ہے۔ کہ خواجہ کیا جو میر صابر کا تہمتی و تہمت یافتہ تھا۔ راقم کے ساتھ زمانہ طفولگی سے محبت کہتا ہے۔ ہی الحال عالمگیری بادشاہ کی خدمت میں شرف اندوز ہے اور راقم کے ساتھ شاہی مقبرین میں شریک ہے۔ نقل کرتا ہے کہ میر صابر نے اصفہان میں ایک مدرسہ و زمانہ بنا فرمایا۔ اور تھوڑا سا قصبہ میں جو بامین شہد مقدس اصفہان ہے ایک نڈی تھی جسے اسمن طغیانی ہوتی تھی تب تمام قصبہ کی عمارات و مکانات کو خراب و برباد اور اہل قصبہ کو وطن سے بیوطن کر دیتی تھی۔ میر مرحوم نے ندی میں ایک پل جسکا عرض چھیس درجہ او طول ایک فرسخ ہے تعمیر کیا۔ اور ایک باغ اور سردار و حمام ہی بنایا۔ اسکی تاریخ یہ ہے ۵۰۰ گف آرام گاہ خلق جہان۔ انتہی کلا اور میر صابر نے ۲۰۰ ہجری عری کی ہڈیاں لاہور سے نجف اشرف کو پہنچایا۔

اور عربی کے اس شعر کی تصدیق کی ۵

بکاوش قرہ از گورتا نجف بردم اگر بہند ہلاکم کنی و گر بہ تمار
 ملا رونق حمدانی نے عربی کے مصرع کو تہوڑا تغیر کر کے عربی کی رحلت کی تاریخ
 نکالی۔ ۵ بکاوش قرہ از گورتا نجف آمد + میر صاحب نے ۶۴۲ ہجری شہر بانپور
 میں فوت ہوا۔ شاعر ذکی الطبع و خوش وضع تھا۔ کلام شستہ و اکیڑہ ووزن
 کرتا تھا۔ رباعی اکثر کہتا تھا۔ خان اعظم راستہ اخلاص را تباطر کہتا تھا۔ نیا عظم
 ناظم گجرات نے گجرات میں ایک باغ بنایا۔ میر نے اسکی تعریف میں یہ رباعی کہی ۵

خوشید گلے زبان اعظم خان است	میرا طرکے ایلغ اعظم خان است
ماہی کہ جہان منور است از نورش	ایک پر نور چرخ اعظم خان است

ایضاً

چشمی سببان دماغ و راعش کر دیم	گوشت ہواست کہ است راعش کر دیم
دیدیم کہ با ما سرنیازی داشت	مانیز نہا ختمیم و راعش کر دیم

صعو۔ حافظ میر محمد صعو گجراتی

صعو و تخلص۔ حافظ میر محمد علی نام۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی اولاد
 میں سے ہے۔ آپ کے بزرگ عجم سے ہند میں آئے احمد آباد گجرات میں قیام فرمایا
 ہوئے۔ صعو کی ولادت احمد آباد میں واقع ہوئی شہر ماہ کے ہی رتلی میں طلوع فرمایا
 کو کسب کیا۔ درجہ کمال کو پہنچا۔ دلی سے احمد آباد گجرات میں مراجعت کی۔ خلافت
 کو درس تدریس سے مستغفد کرتا رہا۔ علم نجوم و رمل شاعری میں کامل استاد و کہتا

اکثر اہل حوائج سوالات کرتے تھے وہ بذریعہ نجوم و رمل صحیح صحیح جواب دیتا تھا۔ اہل حجاز
کیا بند و کیا سلمان آپ کے متفقہ تھے۔ گذراوقات کا مدار تو کل قناعت پر
تھا اکثر باب حوائج آپ کی خدمت کرتے تھے تحفہ و نذرانہ گزارتے تھے آپ کی وفات
کی کیفیت معلوم نہیں ہوئی

من اشعارہ الفارسی

زنجبکہ حد بود وصف بستان مرا	ہمیشہ جناب بود بازبان زبان مرا
شے چنانہ ما گرترا گذرافت	بجائے کعبہ پرستند آستان مرا

صفا۔ میرزا و الفقار علیخان لکھنوی

صفا تخلص میرزا و الفقار علیخان نام۔ شاہ شہر فاد لکھنؤ سے تھا۔ فن شاعری
میں بجا۔ روزگار ویرقی میرکا شاگرد تھا لکھنؤ سے بگالہ گیا و ماہان چند مدت با۔ امرا
و روسا کی مجلس میں قصائد لکھے۔ بہت صلے و جائزے پائے آزادانہ زندگی بسر کرتا تھا
نگار سے پینا میں گیا و ماہان عزت و آبرو سے اوقات عزیز گزارا۔ پھر
میرزا و الفقار علیخان صاحب میرزا عالم دارالمہام کے عہد میں حیدرآباد وکن میں آیا۔ چند
روز میرزا عالم کی سرکار میں ملازم رہا۔ بسبب دار و مہونیکہ آپ کی زیادہ شہرت نہ ہوئی
اسی چند روز کے بعد آپ کو چھوٹے لگے۔ اور اپنا اصلی جوہر دکھانے لگے پھر تو آپ
شہرہ آفاق ہوئے۔ رفتہ رفتہ راجہ چندو لعل ہمارا جہ بہادر کے دربار میں باریاب ہو
چونکہ ہمارا راج شہر و سخن کے شیفتہ اور اہل سخن کے فریقہ تھے۔ صاحب مذاق
و قدردان تھے۔ آپ کے پاس روپیہ ہوا کر دی و درصاحب کے شہر سے شہر فرمایا

آپ تاجک مہاراج کے جلیس و انیس ہے۔ مرد با کمال تھے خوش فکر و خوش طبع
 ظریف المزاج و لطیف الواقع تھے۔ صاحب دیوان ہیں آپکا دیوان قصائد
 و غزلیات و رباعیات کا ذخیرہ ہے اور آپ نے چند مثنویات بھی لکھے ہیں۔ مثلاً مثنوی
 چو منتر و غیرہ مشہور ہیں۔ ہکمو آپکا دیوان نہیں ملا نہیں تو ہم بہت سے اشعار
 انتخاب کر کے دیئے ناظرین کرتے۔ آپ ہندی و فارسی دونوں زبانوں میں بہت
 تھے۔ آپکا انتقال ۱۲۰۰ ہجری میں ہوا۔

من اشعارہ الفارسی

<p>سخن بدر کند و بفکر مع و یوار سر تجو و من و آستانہ و بار بد و بفکر چہ تعمیر پیر استہ کار هجوم سنبل گلچن ثوابت تیار اساس نیت شمار و طبیعت اشعار مگر تعلق دل شد با بروئے و مدار کہ مثل سایہ شوم سجدہ ریز تا دیوار کہ دست گاہ فرو شمع چو ساعہ و سنجار چنانکہ خامہ ستور در کشانش کار گذار و از غرق شرم بر گوہر بار زمانہ ناز فرو شد با جوان تمار شعاع دیدہ نور شیدای بقیت تار</p>	<p>مراد لیت چہ وحشی دے کہ در گفتار برزینہ در بیت العقیق میماند فلک بدست گرفتہ رست حشمت نقد و نواز بہار آئینہ قصر لاجو و رومی بین اگر بطبع و در آید معانی و دلش بہ طرف نگرم رو بہ پیش محراب است بطالع و در دولت کشادہ شد باید کجاست گرمی بازار و مومش و ان جناب عشق بفکر عمارت و لمست چہ سروری کہ ہنگام گنج بخششی او نیم گلشن خلقش چو محفل آریاد بعد او خرد کار گاہ اکسون باف</p>
--	---

<p>زہے حمایت وورشک طفل مہدین نہ در غنایت او التماس را سے دخلے جہان مہمت و انصاف را بے چند و لعل ببارغ خلقش اگر بگذر و نسیم صبا</p>	<p>بہ بازی گل و سنبل گرفت مار و شرار نہ در سخاوت او انتظار را آستانہ کہ بہت خاک و راو طلائے دستار چہار معنان کہ نیار و سو گل گلزار</p>
<p>ولہ تاریخ شادی عہدہ بیچان</p>	
<p>شد نوید شادیانی ایکیتی استوار سال عشرت زرقم بہت و فصل کردگار</p>	<p>جشن عیش نور چشم آصف جم قدار جلوہ از مہر و قہر بہم مبارک سازگار</p>
<p>ایضاً ولہ</p>	
<p>عشرت خورشید طلعت ماہ رو از رات کیست بہت بگو</p>	<p>جلوہ گر شد باہزاران آرزو و نسل ماہ و شتری آمد نکو</p>
<p>صادق میرزا محمد صادق اصفہانی</p>	
<p>صادق تخلص - میرزا محمد صادق نام - آپ میرزا محمد صالح اصفہانی کو صاحبزاد ہیں۔ آپ کی ولادت روز شنبہ تاریخ سوم شعبان ۱۲۸۵ ہجری مطابق ہجرت جہانگیری بندہ مستقر واقع ہوئی۔ اور آپ کی نشو و نما سورت و احمد آباد گجرات کی آپ ہو میں ہوئی۔ میں شوق کچھ بیچ کے علمائے ہند سے تعلیم پائی کتب متداولہ عربیہ فارسیہ فارغ التحصیل ہوئے ہندو سندھ و کن کی سیر کی۔ اس میں میری اہمیت میں اکثر شعرا و علمائے ملازمت کی اور ہر ایک کی خدمت میں استفادہ ہوئے۔ جہانگیری شایعہ ملازمین میں پورو پسر ملازم تھے۔ آپ شاعری و انشا پر داندی میں عدیم النظیر تھے۔</p>	

اور تاریخ دانی میں مورخ محقق آپ نے ایک تاریخ بسیط مسمیٰ بصری صادق تالیف کی ہے
تاریخ چار جلدوں پر مشتمل ہے تاریخ مذکور خاتمیں نے سیروس و سیاحت اور شعرا و علما
کی ملاقات اور ان کے حالات کا مختصر تذکرہ لکھا ہے چونکہ مذکورہ دلچسپ ہے۔ لہذا فقیر
مولف ذیل میں بحسنہ گزارش کرتا ہے کہ ناظرین مطالعہ سے بطف فرمہ پائیں۔

آپ صاحب دیوان ہیں۔ فقیر کو آپ کا دیوان دستیاب نہیں ہوا صرف ایک باغی
دستیاب ہوئی ہو وہی ہو

سوئے میخانہ تباہید جنون خواہم رفت بازار عالم اسباب برون خواہم رفت
حداین بادیه جزائشک دست کسے آہ خواہم شد و از اشک فروز خواہم رفت
حججہ آپ کی رحلت کی تاریخ نہیں ملی۔ یہ بزرگ گیارہویں صدی ہجری میں زندہ تھے
گیارہویں صدی کے آخر یا بارہویں صدی کے شروع میں عالم دانی سے ملک
جاویدانی کے طرف رحلت کی۔

گل رعنا کے مولف نے لکھا کہ آپ کے والد ماجد بندر سورت میں عبدالرحیم خانخانان
کی طرف سے نیابتاً مقرر تھے۔ بندر مذکور کا انتظام عمدہ طرح سے انجام دیتے تھے۔
پس ۱۲۰۰ ہجری میں نوکری ترک کر کے احمد آباد و گجرات میں آئے ایک سال تک
بندر کے ۱۲۰۲ ہجری میں شاہجہان بادشاہ کی خدمت میں پہنچے۔ جب ۱۲۰۳ ہجری
میں بندر سورت شاہجہان کی جاگیر میں مقرر ہوا تو آپ کے والد بندر مذکور بھیجے گئے
وہاں کا انتظام کل آپ کے والد کے تفویض ہوا سفید و سیاہ کے مختار کل تھے
سیاہ و عمدہ داران بندر کی سجالی و بطنی آپ کے دست قدرت میں تھی دو سال
تک امور مفوضہ کے انتظام میں ہمہ تن مصروف تھے انتہی کلامہ۔ اب میں آپ کے

سفر نامہ کو مختصر لکھتا ہوں صوفیہ

صبح صادق کا مولف صاحبِ جملہ اپنی مولفہ تاریخِ مین لکھتا ہے کہ اُسنی مانہ مین
مولانا محمد صوفی سورت میں وارد ہوئے میرے والد ماجد سے ملے و نویں باہم نہایت
محبت و الفت تھی۔ مولانا صوفی مشاہیرِ علمائے تہ صوفی مشربِ تند خوئی و سخت گو
کسی سے ملنے جلتے نہیں تھے۔ عہدِ اکبری سے ہند میں سکونت پذیر تھے اور گجرات کو
وطن بنا لیا تھا مدت تک اسی ملک میں رہے ۳۰۰ ہجری میں جہانگیر شاہ نے آپ کو
بلایا آپ حسبِ حکم لاہور روانہ ہوئے راہ میں فوت ہو گئے۔ جگہ آپ کے نیاز حاصل تھا
مین نے آپ کی وفات کی تاریخ لکھی

بہر سال وفات او گھنٹہ رفتہ لا محمد صوفی

من اشعارہ

مرا بوقتِ جدائی دوست مردن بہ کہ زندہ با شتم و بے دوست بگرم جارا
نمی ماند این بادہ اصلاً آب تو گوئی کہ حل کردہ اند آفتاب
صادق صاحبِ جملہ لکھتا ہے کہ ۲۰۰ ہجری میں میرے والد ماجد شاہجہان بادشاہ
کی درگاہ سے رخصت ہوئے مین اسوقت برہانپور میں پہنچا اور ۲۰۰ ہجری میں احمد نگر
دکن میں آیا۔ پھر احمد نگر سے مالوہ میں والد ماجد کی خدمت میں واپس آیا میرے والد نے
سلطان پرویز کی ملازمت کا عزم کیا۔ اور شاہزادہ اسوقت الہ آباد میں تھا۔ مین بھی
والد کے ہمراہ دہلی گیا وہاں سید محمد لاجپور کو دیکھا۔ سید حکیم و شاعر خوش نویس و مصنف
تھا۔ ابتدا میں رسمی تخلص کرتا تھا۔ جب ہندوستان میں آیا اسوقت فغفور تخلص
اختیار کیا۔ آخر عمر تک شاہزادے پرویز کی ملازمت میں رہا۔ آخر ۲۰۰ ہجری میں

شہر الہ آباد میں فوت ہوا۔ ان کے تالچ طبع تدون میں۔
 خاکہ گیر کجام زندہ و شام سپگرد
 عس گویا ب حمت کن ایشب جام گد
 سر شوریدہ اربسان توان باز آورد
 این دستار پریشانست کار سر بند
 بہرین شہر مذکور میں شیخ شاہ محمد جو پنوری کی خدمت میں پہنچا۔ تہر کا کافی شاہ صاحب
 پڑھی۔ بعد ازاں شاہ صاحب جو پنور گئے۔ روزی تدریس میں شغول ہوئے۔
 میں فوت ہوئے۔ بہرین سند مذکورہ میں حکیم ہام گیلانی کی خدمت میں پہنچا۔ وہ
 شانہ اوس کے ادرے اکابر سے تھا۔ صاحب یوان ہے۔
 پاسبان شیشہ دل باش سے غافل سنگ
 یار سنگین دل فلاحی دارد دل سنگ
 پہر ایک سال نہیں گذرا تھا کہ میرے والد ماجد صاحب حکم شہر آورد و یوان صاحب سے
 شہر جوی میں پٹنہ و بہار شاہی گرامتوں کے سرور ہوا۔ ان کے چار و مان کیا
 اس وقت میرے دل میں غلامی کا شوق مرجع نہ ہوا۔ ان مولانا میرزا نے
 یزدی و مولانا عبدالشکور کی خدمت میں کتب متداولہ پڑھا۔ مولانا شاہزاد کے
 ہمر کا ہے۔ شہر جوی میں ایک مہاش کے لئے متعلق ہوئے۔
 وحی کہ جان و بدن تو فیست
 آہ کہ خاکہ میرزا شہر کا ہیست
 تین چار سال تک چٹنہ میں رہا۔ ان لوگوں میں ہوا ابو محمد حسین کشمیری کے شاگرد
 مطالعہ و مباحثہ کتب میں مصروف تھا۔ مولانا شکر لاہوری میں ہمارے
 رکھتے تھے۔ دست تک چٹنہ میں خدمت قنار و تدریس میں مشغول ہے۔
 میں فوت ہوئے۔ اور میں اسی زمانہ میں لاہور حسین قناری کا علم چیتا ہے
 خط کی مشق کرتا تھا۔ سیر فی شانہ اوس کی لازمت میں تھا۔ شانہ اوس کے بیچ کا

ٹپنے میں آیا۔ وہاں دیر تک قیام نہ پیرا۔ پہر وہاں سے بارادہ بیت اللہ لاہور
گیا۔ من الشعارۃ

از بس برآستان تو شبہا قنادم چون نقش پائے خویش ز پافنادم
چون سایہ قنادہ بالائے دلبرم اسے دوستان ز عالم بالا قنادہ ام
حکیم عارف بھی اکثر میرے والد ماجد کے پاس مدورفت کرتا تھا۔ وہ مشاعرے
زمانہ سے تھا اکبری عہد میں طنز و لطف سے مزین آیا تھا۔ چند مدت جہانگیر بادشاہ
کی خدمت میں ہی بسر کیا۔ آخر ٹپنے میں سکونت پذیر ہو گیا تھا۔ میں نے آپ کو
اسٹیم جہزی میں دیکھا تھا۔ شاعر اسرو بدعتقاد تھا۔ ۳۵ شہر جہزی میں ملک
بنگالہ میں فوت ہوا۔ من الشعارۃ

دوش و دامن زلف یار گر فتن بر سن آسان نمودار گر فتن
جام بکف نہ گیر و ز آفتاب پیامد راہ سیر تیغ کو ہمار گر فتن
پیر میں حکیم و لانا آدم کھانی سے لاوہ عازم ایران تھا۔ میرے والد کے
پاس شہر کیلئے آیا تھا مشاعرے زمانہ سے تھا۔ اولاً وطن سے وکن میں
آیا تھا۔ پھر وکن سے ٹپنے میں پہنچا۔ چند مدت کے بعد ٹپنے سے اصلی وطن گھیاں گج
روانہ ہوا۔ من الشعارۃ

ہرگز ز این طفل مزا ہے نرود از خاطر گر تباہوت روم شوخی گہوارہ کنم
انہیں ایام میں میرزا قاسم نامی اصفہانی بھی ٹپنے میں وارد ہوا۔ لطیف الطبع تھا
فن موسیقی میں مہارت کامل رکھتا تھا۔ اور شاعری میں استاد مانا جاتا تھا۔ بلوچی
تخلص کرتا تھا۔ چند روز کے بعد فوت ہوا۔ میرے والد کے دوستوں میں سے تھا۔ انہیں

میر محمد سعید یقینی ہی فوت ہوا۔ من ۲ شعارہ سرلجی

بس رخ و سیج کمرشیدیم چو آب نالان نالان بسے دویدیم چو آب
چون از منزل نشان ندیدیم چو آب در آبلہ دل آر میدیم چو آب
اور وہاں میں نے ضیائی شاہ کو یہی دیکھا۔ مدت تک پٹنہ میں سکونت پذیر رہا
پھر میر سچی بن میر ماشم قہمی موسوی ہی وہاں پہنچا۔ اکابر سادات عراق سے تھا
اولاً وطن سے ہند میں وارد ہو کے کئی سال تک کن میں بسر کیا آخر جہانگیری عہد
میں اوڑیسہ کی دیوانی و بخشی گری پر مامور ہوا تھا۔ وزارت سے معزول ہو کے
پٹنہ میں آیا تھا۔ میں نے اُس کو دیکھا۔ میرے والد کے دوستوں سے تھا۔ پہر کابل
کی بخشی گری پر گیا۔ چند روز کے بعد فوت ہوا۔ من ۲ شعارہ

آن حال سیمہ بود بر گوشہ چشم تو افتادہ سیہ مستی در گوشہ میخانہ خلیف
میر ماشم کو میں نے بایام طفلی شہریر ماپور میں دیکھا تھا۔ فی الحال درگاہ بادشاہی
میں مامور ہے من ۲ شعارہ

زلفش زد و سوگوئے رنج زایان شہر از کیطوف آمد خط و گوار زبان برد
شہر پٹنہ میں سکونت پذیر تھا۔ والد کے دوستوں سے تھا۔

اور نیز ابراہیم حسین کاہلی جو لطیف المزاج و مجلہم خلاق تھا۔ دیر ہی تخلص کرتا تھا
شاہزادہ پرویز کی ملازمت میں زندگی بسر کرتا رہا۔ خوشنجر خان خطاب پایا تھا
شاہزادے کی وفات کے بعد صاحب قرآن کی خدمت میں آیا۔ مرحمت خان
خطاب پایا۔ آخر سن ۱۲۸۰ ہجری میں فوت ہوا۔ من ۲ شعارہ

پوشد ہمیشہ مصحف رور از چشم من ز انسان کہ روزا بزر باران کتاب را

محمد فصل سال و چہارست علی زان فصلہا فصل بہارست
اور میرے والد کے دوستوں سے احمد بیگ صفہائی تھا۔ میں نے اسکو بنگالہ
میں بلکھا تھا۔ فی الحال بارگاہ شاہی میں ہے طبع درست و موزون رکھتا ہے

من ۱ شعرا

گل شکوفہ و گل غداران فرشتہ بخت باغ روز و ریلست و بخت بخت باغبان
اور انہیں ایام میں باقی شاعر جو مشاعرے آئے۔ پہر ٹپنے سے جو پور گیا۔ میں
اس سے دو نوں مقام میں ملا ہوں۔ شعر گوئی میں عمدہ سلیقہ و ملکہ رکھتا تھا
اور فن موسیقی میں بھی لیاقت مہارت سے موصوف تھا۔ شاہزادے پرویزی کی
خدمت میں چند روز رہا۔ کچھ فروع نہیں پایا۔ جو پور سے بنارس میں آیا۔ او
یہاں سکونت پذیر ہو گیا۔ جب صاحب قران ٹپنے میں پہنچا اسوقت بادشاہ
کی خدمت میں آیا۔ عنایت سے مہر فرما ہوا۔ جب بادشاہی شکر و کرب و انہ ہوا
اسوقت بنارس میں مراجعت کی۔ بنارس میں صاحب قران کی تخت نشینی تک
سکونت پذیر رہا۔ جلوس کے وقت بارگاہ شاہی میں پہنچا۔ مراحم سلطانی سے مہر فرما
ہوا۔ آخر رخصت لیکر ایران چلا گیا۔ صادق صاحب ترجمہ لکھتا ہے کہ فی الحال
سنا جاتا ہے کہ حج سے فارغ ہو کر وطن موافقہ ایران پہنچ گیا۔ من ۲ شعرا
یاد رہے یا رادواز صحبت مست رفت حیف چون عمیکہ در غم گذر و از دست رفت
اور ٹپنے میں ایک بزرگ جنکا نام سلطان محمد اور زادی تخلص تھا قیام پذیر تھے
دیوان انوری و خانقاہی خوب جانتے و سمجھتے تھے۔ ان کے فرزند محمد لطیف
لطیفی تخلص میرے دوستوں سے تھے۔ خوش مزاج و لطیف طبع تھا۔ دوستوں کو

ان کے ملنے سے لطفِ فخر حاصل ہوا تھا۔

جب ۳۰ ہجری میں صاحبقران نے بنگالہ میں پدبزرگوار کی مخالفت کا علم لیں کیا
 حسب الحکم شانہ زادہ پرویز صاحبقران کے مقابلہ کے لئے الہ آباد روانہ ہوا۔ شانہ زادہ کی
 فوج میں آباقی نہاوندی ہرکاب تھا۔ اس سے پہلے عبدالرحیم خاننمان کی خدمت
 میں زندگی بسر کرتا رہا۔ ماثر حبیبی اس کی تصنیفات سے ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 ما وبلبل غرض چاک سینہ میکرویم دوش ناز پروردگارستان خیم خلعت جہان
 راہ بیرون شدن ازیر فلک فکین نیست ہر طرف رخ قفس ملوہ کند و قفس
 میرے والد ماجد شانہ زادہ پرویز کے ہرکاب تھے۔ یہ قصائد صرفیت میں تحریر کیے
 مامور ہوئے حسب حکم جب غلام ہوئے میں جو غلام بہت مقام پر میں اس کی خدمت
 میں پہنچا۔ وہاں حکیم رکنا کاشی میسرا کر دیا وہ ایران کے کابوہنگو کے قفس میں
 مدت کاٹتا رہا جس میں فاضل کی خدمت میں زندگی بسر کرتا رہا۔ اس کا واسطہ ہے کہ وہ
 اور ایک قصیدہ کہا جس کا مطلع یہ ہے۔

گر فلک یک صبی ہم باسن گران باشہ ترش شام ہیروں بیروم جو آفتاب کشتوش
 پہر ایران سے ہند روانہ ہوا۔ ملازمان اکبری میں داخل ہوا۔ چند مدت جہانگیر کی خدمت
 میں رہا پہر وہاں سے برخاستہ خاطر مو کے گوکنڈہ وکن میں آیا۔ میروسن ہستراؤ کی
 میر جلال آباد کے لئے آیا۔ حکیم نے یہاں شیشہ شرب کے بگمان شیشہ گلاب کے سپر
 افشان کیا۔ میر بزرگ و پرہیزگار تھا۔ حکیم کی اس حرکت سے بہت ہی بخیر ہوا
 فوراً اپنے دو تختانہ پر لوٹ آیا۔ حکیم نہایت ہی شرمندہ و نامرد ہوا۔ اسی وقت جہا پور کا
 راستہ اختیار کیا۔ چند روز کے بعد جہا پور سے پہر جہانگیر کی دگاہ میں حاضر ہوا۔

آخر مہابت خان کی مصاحبت میں رہا۔ جب صاحبقران اگرہ میں تخت نشین ہوا تب یہ قلعہ موزون کر کے عرض کیا۔ دو ہزار روپیہ صلہ پایا۔ ۵

بادشاہ زمانہ شاہجہان	خورم و شاد و کامران باشد
حکم اور بر ملاک عالم	ہمچو حکم خدا روان باشد
بہر سال جلوس اگوستم	تا جہان بادور جہان باشد

پہر چند مدت ہند میں بسر کر کے مشہد مقدس گیا۔ وہاں زیارت سے مشرف ہو کے مکہ معظمہ پہنچا۔ حج زیارت سے فارغ ہو کے وطن بلوچستان پہنچا۔ مولف فقیر نے اس تذکرہ میں حکیم مسیحی کا مفصل ذکر حرف میمن میں لکھا ہے۔ اگر دیکھنا مطلوب ہو تو وہاں دیکھئے۔ من الشعا سہ

بیدوست یکدو روز صبر کم کر زفر اق چون شاخ نو بریدہ نثارم خبر ہنوز
اس ملاک در شا آوارگی می افکند کوکب نخت مرا از آسمان بیرون کنید
پہرین بار سے والد کے ہمراہ پٹنہ میں پہنچ کے جو پور میں ایس آیا۔ اور وہاں
شیخ محمد فضل جو پوری جو اکابر علماء سے تھے استفادہ ہوا۔ فنی یا ضی میں استعداد
کامل حاصل کیا۔ شیخ موصوف مجرد مصالح و تنقی تھے۔ اور شیخ محمود نمبرہ
شیخ شاہ محمد کی خدمت میں بھیجے۔ میں اپنے اکبر آباد میں بھی مشرف ہوا تھا کہ کبھی
شعر بھی موزون فرمائے تھے۔ منظر

بران می کہ نثار و خمار در لب تری مراد و چشم تو پیوستہ در خمار بود
بہر جو پور میں شیخ عبدالعزیز صوفی کی خدمت میں پہنچا۔ شرف ملازمت سے مشرف
ہوا۔ آپ تصوف میں کامل تھے۔ من الشعا سہ

”تا بر تو نظر کشودم ایدوست تنیج تو سرمہ باسن افکند
 آپ کے برادر مولوی شیخ عبدالحکیم شعرا کے زمان سے تھے۔ کبھی عطائی۔ کبھی معنوی
 تخلص کرتے تھے۔ میرے والد ماجد کے دوستوں سے تھے۔ اب ستا ہوں کروڑوں
 بہائی فوت ہو گئے۔ من ۲ اشعار

طلب گرفتہ بطمی ازین جهان رنم	بسان طفل کہ پستان گرفتہ خواب و
ہر لحظہ خطش در نظم خود بتر آمد	ہیچو خط استاد کہ مینی بتامل
سودا سرمہ ہیچو پلنگ اندر کوہ	چون شیر بدریا و نہنگ اندر کوہ
دور از وطن خویش بخوار می گردم	چون شیر بدریا و نہنگ اندر کوہ

اور شعراے جو پور سے تھا۔ ملا محمد امینی کشمیری جو لطیف الطبع سے مشہور ہے۔
 اور اسکی عمر صد سال سے زیادہ تھی۔ اور وہ ان کے شعرا میں شادابی جی تھا۔ فن
 موسیقی میں ہی میں استاد کامل مانا جاتا تھا۔ من ۲ اشعار

نمی گرد و گرد مطلب نیادان انا کہ شمع مرود را بریز نگر و پیچ پرانہ
 صادق صاحب ترجمہ کہتا ہے کہ میں جو پور میں شائع ہوئی آپ تحصیل علوم میں
 مشغول رہا۔ اور سنہ مذکورہ میں والد ماجد کی ملازمت کے لئے عازم کن ہوا
 اور لا جو پور سے اکبر آباد اور وہاں سے برہانپور میں پہنچا۔ اس وقت میر والد حسب
 شانہ زارہ برار کے انتظام کے لئے ایچپور برار میں گئے تھے۔ میں برہانپور سے ایچپور میں
 آیا اور والد کی ملازمت سے شرف ہوا۔ بمقتضائے جوانی ایک سال تک کے میں
 سیر و شکار کرتا رہا۔ اور مذاکرہ علم سے دور تھا۔ اسی عہد میں شانہ زارہ پرورینے عالم فانی
 سے ملک و دانی کی طرف رحلت کی۔ میں نے آپ کے رحلت کی تاریخ کہی۔

یہ واقعہ ۳۶ھ ہجری میں گذرا۔ من اشعار

رفت پرویز شاہ در فتن شاہ سازد از سال فوت او آگاہ
 نشانہ دوست کی وفات کے بعد میرے والد عزول ہو کے برہانپور آئے میں بھی چند مدت
 والد کے ہمراہ رہا۔ وہاں مرزا محمد حسین مہرئی قزوینی و مرزا محمد طاہر مہرئی و مرزا
 سکوتی اصفہانی سے ملاقات ہوئی۔ میرزا طاہر مہرئی اس زمانہ میں سخندان صاحب
 طبعان سے ہے۔ شروع جوانی میں طبع نقان سے ہند میں آیا۔ وکن و لاہور و ٹٹینہ
 میں سیرو سیاحت کرتا رہا۔ پھر برہانپور سے اکبر آباد گیا۔ ۳۲ھ ہجری میں بنگالہ پہنچا
 وہاں اسکو کچھ کامیابی نہیں ہوئی۔ پہرٹٹینہ میں آیا۔ فی الحال معلوم نہیں کہ وہاں
 ہے۔ من اشعار

سیاہ گشت و لحم طالب آہ تمام	درون من شدہ چود و دوکش سیاہ تمام
ز یک گاہ ہر لاف و فغان مزن	نکرد و دعوی خود کش بیک گواہ تمام
بنائے صورتش با احتیاط نہاد	چنانچہ او کرد و دو ماہ تمام
ز تملک ستی و بی طاقتی منیری	نمی شود چون نگین خانہ اشیناہ تمام

میر سکوتی بھی مستعدان زمانہ سے تھا۔ اور میرے قریب داروں سے تھا خوشنویسی میں
 استاد تھا۔ مدت تک کن میں سکونت پذیر رہا۔ اسے میں آکر وہ فوت ہو گیا۔
 آلودہ بخونم چہ کنی تیغ نگاہت مارا غم سیریت لیکن غم تیغ بہت
 نیز برہانپور میں میر قایلی گیلانی ظرفاسے شعرا سے تھا۔ خوش خلقی و صفا
 سے موصوف۔ من اشعار

ہرگز زیادہ چہرہ مالالہ گون مباد لہریز ہزار رشک صحبت صدائے عشرت

جسامِ شہرت ماجزہ بخون مباد خالی نمی ز نغمہ این از غنوں مباد
 اور شہرِ گور میں میرزا علی قلی ہی تھا۔ اسکا باپ سلیمان خلیفہ امراءے شاہ طہاسب
 صفوی سے تھا از کون کے معرکہ میں مقتول ہوا۔ میرزا لطیف طبع تھا۔ ملکی شاعر
 بسیار ملویم ازین عمر نہاد نیم کابا کش مار و دم تیغ کہ نہفتہ است
 بعد از ان میں چند روز ہر پانچویں میں مقیم ہوا۔ خانجہان لودی حاکم ہر پانچویں میں
 ماجد کی جاگیر ضبط کر لی۔ باہر لا چاری میرے والد نے دبا جہانگیری کا ارادہ کیا۔ اور
 اکبر آباد روانہ ہوا۔ میں باقضاءے جنوں جوانی ان کی خدمت میں ہر کام سے
 باز رہا۔ اور جنیر کا ارادہ کیا۔ جنیر صاحب قرآن ثانی کا مستقر و دو گاہ تھا۔ اس
 سفر میں محکمہ شہر مضاف محسن ہنا پڑا۔ منازل طبع کتبے شہر کر کے میں
 جو ملک عنبر کا مستقر و دار الحکومت ہے پہنچا۔ شہر کو نہایت آباد و خوش منشا پایا۔
 اور چند بزرگوں کے سوا کسی کو نہیں دیکھا۔ اس شہر و اپنی حالت کے بیان میں
 چند اشعار موزون کیا۔ **ہو ہذا**

سخت محنت کشیدم ز ہر سو
 چون شدم منزلی از ان دور
 رنج بر رنج افزود مرا
 را ہر شکوہ آہ بیش تنگ
 دل من تنگ تر روزی من
 و لم از راہ باد گیر شدہ
 شہر کر کے پدید شد ناگاہ

چون ہوئے دکن نہاد مرو
 رخت بستم ز شہر ہر پانچویں
 رنج غربت اثر نمود مرا
 خون دل را در ان گذر گہ تنگ
 تیرہ شد روز و نفوذی من
 ز خشم از دور و دل زیر شدہ
 چار دم روز چون سپردم راہ

شہر عنبر نسیم مشک سرشت
 خاک آن بقعہ مشک افزہ بود
 ہم در و قصرے آسمان مانند
 کناش ملک بنیکوئی
 روز دیگر شد مازان منزل
 شہرے آمد پیش من براہ
 قلعہ سرفرازہ چو فلک
 قلعہ داران عزیزون تر از انجم
 اطلالیں چرخ تنگ برتن او
 تیغ او پاسبان حسن ماہ
 نام آن شہر و قلعہ پر سیدم
 دیگرے گفت این صبا باشد
 دیگرے گفت دولت آبادست
 شہر یار و کن نظام الملک

آب او بودہ آبجوے بہشت
 راستی آن بنائے عنبر بود
 سایہ بزا برو پایہ برا بوند
 برین آمد آسمان گوئی
 آب در دیدہ آتشی در دل
 قلعہ اش بر فلک زدہ خرگاہ
 ساکنانش شنیدہ ذکر ملک
 فکر اختر شہر در ایشان گم
 شمع خورشید زیر و امن او
 دست گردون زد انش کو تار
 زیکے دیو گیر بشنیدم
 اینچنین شہر در کجا باشد
 شاہ جم دولت در و شادست
 مالک صف شکن نظام الملک

گلرغنا کے مولف نے لکھا کہ شہر کرکی بہر دو کاف تازی سے اورنگ آباد مراد ہے۔ تاریخ صبح صادق کے مولف صاحب ترجمہ کے زمانہ کے بعد اورنگ آباد عالمگیر نے اپنے نام سے اورنگ آباد کیا۔ اول اس بادی کو کرکی کہتے تھے منسوب بکرک بفتح تین بمعنی سنگلاخ۔ چونکہ اس آبادی کی زمین تمام سنگ لاف تھی۔ ملک نے اس زمین کرک میں شہر سوم بہر کرکی آباد کیا۔ اور اس زمانہ میں لکھا کہ یہی کلا

فقیر موافقے تاریخ جنیرین دیکھا کہ مولف جنیری لکھتا ہے کہ ملک عنبر حب
نظام الملک بحری کی ریاست سے قطع تعلق کر کے بجا پور میں چند روز عا و شاہی
دربار میں ہا لیکن ہاں اسکو کامیابی کامل نہیں ہوئی۔ مع جمعیت بیہوش و کنبہ
و ہاں سے برخاستہ خاطر ہو کے دولت آباد آیا اور اسکو اپنا ستقر بنایا۔ ایک روز
بطریق سیر و شکار اس میدان پر فضا جہاں شہر کی آباد کیا تھا آیا۔ اور وہاں خیمہ
و خرگاہ قائم کیا چند روز شکار و سیہ میں مصروف رہا۔ اس مقام کی سیرابی و شادابی
دیکھ کے بہت نفع مند ہوا۔ مقبرین و یاران ہم جلسہ سے کہا اگر یہاں ایک شہر آباد
کیا جائے تو نہایت ہی آرام و آسائش کا سبب ہوگا۔ یاران جلسہ ملک موافق
کی رائے اتفاق کیا۔ اور اصرار سے عرض کیا کہ ضرور آباد کرنا چاہئے۔ پس ملاکے
جس مقام میں اپنا خرگاہ قائم کیا تھا وہاں شہر کی بنیاد رکھی۔ اور اسکا نام خرگاہی
رکھا کہ کثرت استعمال سے خرگاہی کا خفف خرگاہی ہوا۔ پہر عوام الناس کے استعمال سے
خرگاہی کا کرکی و کبر کی ہوا۔ انتہی کلام۔

مولف صبح صادق صاحب ترجمہ لکھتا ہے کہ پہرین دولت آباد سے مع النحر والحق
جنیر مستقر و فرود گاہ صاحب قرانی میں پہنچا۔ اسوقت میر عبد السلام خان مشہدی
مخاطب اسلام خان نے جو صاحب قران کا صاحب سپاہ و فوج کا بخشی تھا
میرے حال پر مہربانی کی اور مجھکو بادشاہی ملازمین میں شریک فرمایا۔ شہر جنیر خوش نما
و خوش وضع تھا لیکن ویران و خراب ہو رہا تھا۔ چنانچہ میں نے اسکی صفحہ میں کہا
۵ شہر ویدم خراب چون دل ریش یا دم آمد ریار و منزل خویش
شہرے از درش پریشان تر دل مردم ز شہر ویران تر

بر سرش قتلہ بنام سنیر
دامنش رازمانہ در سایہ
تیغ بر ساق آسمان میزد
تن جو زار تیغ او بدو نیم

بود کوہے بحر غزار جنیر
کمرش راز لالہ پیرایہ
قلعہ اش راہ اختران میزد
کمرش را بر آسمان تقدیم

مین شاہجہانی لشکر میں روز ناچھ نوپسی پر مامور ہوا۔ ان ایام میں ملازمان درگاہ جہان پناہ سے ملازمت و مجالست کا اتفاق ہوا تھا۔ اور انجملہ قیصر بیک شیرازی ہے۔ لطیف الطبع و خوش خلعتی سے موصوفے۔ درگاہ والا میں حاضر رہتا ہے۔ من الشعار

فریدستان را نوازش کس از دریا کرد
قطرہ دریا می شود برکہ بدریا می رود
دوم ملاصحبی جہانی ہے وہ مہابت خان کی خدمت میں زندگی بسر کرتا تھا۔ لیکن متوہم ہو کر فرار ہوا۔ اور صاحبقران کی خدمت میں آیا۔ اس نے مانے تک ہر کام کیا کہ خانجہان افغان وقتلہ و ہنگامہ گرم ہوا۔ آخر افغانی فتنہ میں مقتول ہوا۔ من کل ام
ہیچ مکتیم چرخ میبر و پارا
برکہ نوشتی ہرات روز می مارا
عنایت لدین خواجہ ولی فتنی صاحبقران نے فصیحی کے حق میں یہ بیت کہی
خورد چربی و مال دست بر سر
چو شمع آو یختہ ہر سو صبحی
جب جنیرین یہ خبر پہنچی کہ ابراہیم عادل شاہ والی ہجیا پور فوت ہوا۔ اسکا لڑکا محمود شاہ سند نشین ہوا۔ صاحب قران نے اسلام خان کو تعزیت و تسلیت کی
ہجیا۔ میں ہی ہر کام تھا جب ہم ہجیا پور میں پہنچے۔ میں نے وہاں باقر خودہ
کاشی کو دیکھا۔ شعر از زمان سے تھا۔ عادل شاہ کی مقاربت میں تھا تھا۔ بعد از ان

بنگالہ میں گیا۔ اور حج کا عزم کیا۔ ۳۸۰ ہجری میں برہانپور شہر میں پہنچے فوت ہوا۔
 طول و عرض راہ عشق آغاز و انجام تھیں۔ ہمتیہ از کعبۃ التجانہ یکس کا مہرست و بس
 ہر کجا پرواز کر دم روانہ و دامن شمس

۳۸۱ ہجری میں جہانگیر بادشاہ فوت ہوا۔ اس خبر کے سنتے ہی شاکر فیروزی اثر
 دار السلطنت کی طرف بنگلانہ کی راہ سے روانہ ہوا۔ اولاً گجرات میں پہنچ کے اکبر اکبر کو خط
 متوجہ ہوا۔ اور وہاں صاحب قرآن کا جلوں تھل کے ساتھ ہوا۔ اسلام خان
 صاحب کمپچا پور سے حضور کے طرف روانہ ہوا۔ میں اسلام خان کے ہمراہ بنگلانہ کی
 راہ سے بندر سورت پہنچا۔ وہاں ملا مونس شاعر سے ملازمی ہوئے اور خوشتر
 تھا۔ شاعری میں عمدہ سلیقہ کہتا تھا۔ من کلام

بدوستی تو یکشہر دشمن است مرا کد ام را من تنہا بدست و پا افتیم
 پہر میں سورت سے احمد آباد گجرات میں پہنچا۔ اور وہاں سکونت اختیار کی۔ تقی بلبانی
 سے جو شیخ اوحادی بلبانی کا نواسہ تھا ملا۔ تذکرۃ الشعراء سیکی تا ایفائے سے
 یہ متعدد جلدوں پر شامل ہے۔ من الشعراء

تم از غم چنان پاشید از ہم کہ آید سچو گرد از جامہ بیرون
 چند روز احمد آباد میں قیام کر کے اکبر آباد متوجہ ہوا۔ شہنشاہ عالمگیری کی ملازمت
 سے مشرف ہوا۔ اور چند روز اکبر آباد میں بسر و قات کی۔ انہیں ایام میں مولانا
 عبد اللطیف سلطان پوری سے ملاقات کی مولانا اکابر علما سے میں علوم و فنون میں
 ہندوستان میں کوئی انکا نظیر نہیں ہے۔ محمد عید بیگ بخشی مولانا کے ملازمہ
 سے ہے۔ نیمر شہر ندکو میں مولانا روح اللہ مازندانی متخلص روحی سے ملا۔

بزرگان زمانہ سے تھا۔ طلب علوم میں مشغول تھا۔ روحی کی طبیعت خاص یا ضعیف سے زیادہ مناسب تھی۔ علم یا ضعیف کی تکمیل کے لئے دور دراز کے بلاد میں سفر کیا۔ گوشہ سے گوشہ اور ہر خرمن سے خوشہ حاصل کیا۔ میرے حال پر بہت مہربان تھا۔ اکبر آباد سے بہرائچ میں پہنچا میں نے اسکو بہرائچ میں بھی کیا۔ پہر وہ اعظم خان کے عہد میں بنگالہ میں گیا۔ میں بھی وہاں انکی خدمت میں پہنچا۔ سخندانہ و شعر گوئی سے انکی طبیعت مناسب تھی۔ خوب کہتا تھا۔ من الشعار

موس را بر جگر داغ قلم نہ
سرم را بندہ زانو پرستی
نمنا را تمنائے عدم و
مدہ و ستم مگر بہر گریبان

آہی رشتہ شو غم بکف وہ
تنم را خاک فرسا کن ز پستی
امیدم را بکف دامن غم وہ
ندارم پائے ہمت جز بدامن

نیز اکبر آباد میں علی آصفی ساک کو دیکھا۔ ذکی الطبع و خوش وضع تھا۔ سلام کا مشہدی کی خدمت میں زندگی بکرتا تھا۔ من الشعار

بادشاہ سیم بر سر سحر + صحیفہ شعرا قلم و ماہیت
گاہ و چشم بہت گہر و گوکہ بر آستین + از پریشا احتلا طیبہائے شک و تردید
خلاصہ کلام یہ ہے کہ میں چند روز اکبر آباد میں سکونت پذیر رہا۔ پہر میں نے حسب حکم
بادشاہ بنگالہ میں جاگیر پائی۔ اور وہاں کا ایڑ کیا۔ اولاً قنوج کے رستہ سے
بہرائچ میں آیا۔ چند روز میرے مقرر حاکم کی خدمت میں زندگی بسر کی۔ بہرائچ
صوبہ اور وہ میں ایک شہر بزرگ ہے وہاں سالار سعود غازی کا مزار ہے۔ آپ
سلطان محمود غزنوی کے خوشیوں سے تھے۔ آپ کی شہادت ۵۵۵ھ ہجری

بمقابلہ ہنود واقع ہوئی۔ پہرین جونپور میں آیا۔ اور وہاں سے براہ راست
 ٹبٹہ میں پہنچا۔ میرے والد ماجد ایک سال اول حسب کم جہانگیری بنگالہ گئے تھے
 چند روز ٹبٹہ میں گذارے۔ ۳۸ سنہ ہجری کے اوائل میں قاسم خان بموجب فرمان
 شائشاہی بنگالہ کی حکومت پر مقرر ہو کے آیا۔ میں بھی انکی خدمت میں پہنچا۔
 قاسم خان میر خلیق و لطیف المزاج و آشنایہ ورتھا۔ صاحبان علم و فضل کی بہت
 قدر و منزلت کرتا تھا۔ اور خاص میرے ساتھ یاد و محبت کہتا تھا۔ محل شعاع را
 نمونہ جبرس بیدلم صد انکم زبش شکستہ لم لب نجد و انکم
 مرع ہر شلخ نیمے باغبان البم بند غنہ لیم سایہ گلبن قفس با شد مرا
 بالجلہ میں قاسم خان کی خدمت میں بنگالہ گیا۔ اور چند روز کے بعد راج محل میں
 پہنچا۔ اور جہانگیر گریں قیام پذیر ہوا۔ وہاں میرے والد ماجد آئے انکی تذبوسی
 سے مشرف ہوا۔ رنج سفر سے آرام پایا۔ اسی زمانہ میں سید علاء الملک برادر
 ابوالمعالی کی ملازمت سے مستعد ہوا۔ سید مذکور علما و اکابر سے ہیں۔ باوصفا
 بزرگان اولیا موصوفے آپ کے والد ماجد علامہ میر سید نور احمد غشی تھے
 آپ نے علم والد ماجد کی خدمت میں حاصل کیا۔ اور تکمیل کے لئے شیراز گئے
 وہاں کے علما سے تحصیل کے درجہ کو تکمیل پر پہنچایا۔ اور پھر شیراز سے ہند میں
 مراجعت کی اور درس تدریس میں مشغول ہوا۔ فی الحال شانہ زوس سلطان شجاع کی
 تعلیم میں مصروف ہے۔ بادشاہ مولانا کی تعظیم و تکریم کرتا ہے میرے حال پر بشمار
 عنایت فرماتے ہیں۔ آپ کے ایفادات سے مہذب فی المنطق۔ و انوار الہدی
 فی العلم الالہی۔ و صراط الوسط فی اثبات الواجب غیر ما۔ شعور شاعری بھی آپ کی

طبیعت مناسب تھی۔ کبھی کبھی شعر موزون فرماتے تھے۔ من اللہ عار
 شہبشہم تو بربت خود خواب کند زلف تو بر وز سیر مہتاب کند
 رو را ہمہ کس لبوئے محراب کند جز چشم تو کو نشیت بجراب کند
 امیر ابو المعالی بھی فضائل و کمالات سے موصوفے۔ لطف طبع و سخن فہمین
 معاصرین سے ممتاز تھے۔ بیالینس کی عمر میں ۷۷۷ ہجری میں بنگالہ میں
 فوت ہوئے۔ مجھ سے آگے زیادہ اخلاص تھا۔ آپ نے از روئے محبت میری نسبت
 کہا ہے ہو خدا

امروز چو دیدم سیرا صادق شد سرمہ نور دیدہ عاشق را
 یارب را بخاک ہست لطف مہا جزو صل نصیب عاشق صادق را
 آپ کی تصانیف سے تفسیر سورہ اخلاص۔ و رسالہ عدالت۔ و انموذج العلوم
 و دیوان شعر و غیرین۔ پھر میں اسی زمانہ میں سید شاہ باقر حسینی کی ملازمت سے
 مشرف ہوا۔ یہ بزرگ سادات مشہد و خدام روضہ رضویہ سے تھے۔ حاصل
 فریات تھے مستقیم الہی و عالی ہمت بلند جو صلیہ تھے بخوش طبع و خوش مزاج
 و بلند حوصلہ تھے من اللہ عار

<p>توان چو ابر بر سر دنیا گریستن بر زمین ز سایہ خود بیشتر افتادہ ام کہ ہر کہ پردہ درسی کرد و در سو کند در کشتی عمر نا خدا سیم ہمہ در گوشن مانہ چون صدایم</p>	<p>با بد چو برق خندہ زمان انجہان گذشت بسکہ دارم ناتوانی چون جابنیدہ ام سچو شمع سیہ وے گشت و استم مانیم کہ در بحر فنا سیم ہمہ تا آ مدہ ایم رفتہ ایم از عالم</p>
--	--

چون کثرت خلق نمودار یکیت در چشم خرد اندک و بسیار یکیت
یک خواہ و یکے طلبکہ در حلقہ ذکر شبیچ ہزار دانہ را تا یکہ است

اور انہیں ایام میں مولانا محمد نیرودی لاہوری کی خدمت میں باریاب ہوا۔ وہ بھی
علمائے زمانہ میں برگزیدہ تھا۔ مدت تک بعد انفضل کی خدمت میں زندگی بسر کیا
پھر بنگالہ گیا۔ فاسم خان والی بنگالہ سے خدمت قضا پر مامور ہوا۔ اب غزول ہے
نیا زمند صاحب ترجمہ کو اس بزرگ سے ملتا ہے۔ اور آپ سب سا تذہ سے جھکواؤ
مانتے تھے۔ شاعری میں مذاق کامل کہتے تھے۔ من اشعار

در دل ہوس کعبہ و تنجانہ شکستیم سنگے و آمد و شد جانانہ شکستیم
آپکے صاحبزادے مسی ملا عبد اللہ و ضلّائے زمانہ سے تھے۔ جھکواؤ سے بھی سزا
ہے۔ خط و شعور و فنون سپا ہگری اور نہروں پر قدرت۔ کار و کرتا تھا۔ راج محل
میں سلطان شجاع کی خدمت میں تھا۔ من اشعار

کان می نمود و عوی ہندستی گفت دست زمانہ زین جہش سنگار خست
انہیں ایام میں خواجگی محمد شریف محقق سے ملا۔ شعرائے معاصرین میں مشہور تھا
آپکے والد خواجہ حسن علی شوستری تاجر کشمیر المال تھے۔ آخر چنپور میں فوت ہوئے
خواجگی شریف والد کے فوت ہونیکے بعد بنگالہ میں گیا۔ ابراہیم خان فتح خیل کے
آپکے حال پر بہت لطف و کرم مند و فرمایا۔ دیوانی سے اسکے لئے جاگیر مقرر کر کے
اسوقت سے صاحب ترجمہ سی بنگالہ میں سکونت پذیر رہے۔ من اشعار
چشم نرگس کہ ندارد بغنودن کاے گوئیارستہ ز آب مرہ بیداری
روشن دے چو شمع درین بزم ماندے کز تن بکاہدے و بجان در فرایدے

چون تیرگی دم کہ دمے ہم نیا سے
ورین دائرہ ز شمر غریب دوران نماند
حق است بے منکر حشمت توان بود
صورت موجود و معنیش نفی وجود

ہستی ما است بر رخ آئینہ وجود
یک نقطہ بیش نیست سپہر عجب و کار
گفتی کہ جہان چہیت نمود بے بود
مانندہ لفظ لا است ہستی و کوکون

اور اسی دیار میں میں نے محمد تقی دہدار کو دیکھا۔ علم تصوف میں خوب مہارت رکھتا تھا
سخن منج و سخن فہم تھا۔ واقف تخلص کرتا تھا۔ چند مدت عبدالرحیم خانخاناں
کی خدمت میں بسکریا۔ صاحبقران کے اوائل عہد میں بنگالہ کی امینی پر مامور ہوا
جب اعظم خان بنگالہ میں آیات سید کو معزول و مجبور کیا۔ آخر عرصے سے رہا ہو کر
ورگاہ والا میں گیا۔ معزز و مکرم ہوا۔ من ۱۲ شععار ۱۷

رشتہ پیوند خویشیت کمتر از زنا نیست
آہ سحر و لغوہ مستانہ کی است
گر خانہ دواست صاحب خانہ کی است

نہت فوٹے و زمین جھ پڑت و بہت پڑت
در مجلسین است نہ پیر مانہ کی است
از مسجد و دیر حق پرستی ست غرض

نیز قاسم خان کے عہد میں مخلص حسین تہہ زری بنگالہ میں بخشی گری پر مامور تھا
لطیف طبع سے موصوف تھا اور اسکے ہمراہ ملا سراجی بھی تھا۔ سراجی مرد کم آزار
لائق تھا۔ پس مخلص کہ آباد گیا اور وہاں فوت ہوا من ۱۲ شععار ۱۸

خال نو دلر باست نگہار خویش باش زردی کسے بخوبی نہند و نمی کنند
اور قاسم خان کے عہد میں حسن بیگ گرامی شاعر بھی بخشی گری نوارہ پر مامور تھا
شاعر پر گو و خوش سلیقہ تھا۔ من ۱۲ شععار ۱۹

ز پافادہ عشقت امید از چشم تر دارد کہ آیدیل شکے تا سترش از خاک بر دارد

نیم از وراز تو چون بو تو برگرد تو میگرم اگر روزی فراموشم کنی سرور میان کن
 اور قاسم خان کے زمانہ میں ملا درویش والد سروی بھی اس یار میں آیا۔ زکی الطبع
 و سخن فہم تھا۔ میرے دوستوں سے ہے۔ گہوڑگی تولیف میں کہتا ہے۔

پیشل و بعد مسافت نبود پنداری کا سمان وار گرفتہ است بین بغل
 اور اسی عہد میں ملا و فانی سروی بھی ہند میں آیا طبع سلیم سے موصوف تھا البتہ
 از ما پیش چہرہ کہ مابے ادب نیم کوتہ تراست از مژہ مانگاہ ما
 قاسم خان کے مصاحبوں عباسی شاعر بھی تھا۔ نہایت فصیح البیان و فصیح تھا
 خان موصوف کے عہد میں فوت ہوا۔ من الشعاعی

چہ شد شکست پیالہ چہ شد نالہ طرخی سر کرد و چو بریدی صراحی ست پیالہ
 ملا حکمی شیرازی خواہزادہ عرفی بھی قاسم خان کے ملازمین میں شریک تھا۔ چندی
 کے بعد حیدر آباد کو لکندہ میں آیا۔ قطب نے اسکی بڑی تعظیم و تکریم کی عیش
 عشرت سے زندگی بسر کرتا رہا۔ آخر باجل طبعی کو لکندہ میں فوت ہوا۔ من الشعاعی

تو آن بزرگ نوائی کہ ہر کہ پروردہ ز نعمت سر خوانت بروز کار عظام
 بریر خاک پس از مرگ ہمچو شاخ درخت بخویش بالدر استخوانش ز یاد ہم
 اور قاسم خان کے ملازمین میں سے میر عبد القیوم بن سید محمد و فانی تھا یعنی تخلص
 کرتا تھا۔ شاعر سخن سنج و خوش گو تھا مولف صبح صادق صاحب جہم لکھتا ہے کہ
 میرے دوستوں سے تھا۔ خان جو موصوف کی فات کے بعد جہانگیر میں فوت ہوا
 دل دشمن جان بود ہلاکش کردم وز خنجر آہ خاک چاکش کردم
 از خون جگر شستم و پاکش کردم در شہد آرزو بنجا کش کردم

اور ضیاء الدین یوسف تبریزی بنگالہ میں مقیم خان ابہری دیوان کی خدمت میں
زندگی بسر کرتا تھا۔ لطیف الطبع و ظریف المزاج تھا۔ چند روز بنگالہ میں بسر کر کے
اعظم خان کے عہد میں ٹپنہ گیا۔ **مو. اشعار**

بازا مشب طرفہ شورے با من دیوانہ بو دل کے آتش پرست و سینہ آتش خانہ بو
اور محمد صالح ستار خالص تبریزی بھی مقیم خان ابہری دیوان بنگالہ کی مصاحبہ میں
تھا شاعر سخن فہم و سخن دان تھا۔ **من. کلام**

اگر اسیر سیر چرودہ شدیم سبخت دل شکستہ مامو میانی میخو است
رخسارہ و لب اور و مراد و اگر د گلفند آفتابی آخر علاج ما کرد

ملا دوست محمد کشمیری شاعر لطیف الطبع و خوش خلق تھا۔ شطرنج بازی میں
مہارت کا ملکہ کہتا تھا۔ میرزا ابو سعید بنیرہ اعتماد الدولہ کی ملازمت میں بندگی
بسر کرتا تھا۔ قاسم خان کے فوت ہونے کے بعد فوت ہوا۔ **مو. اشعار**

اے خوشے نجات نماز جان را محراب ابروئے تو مسجد جہان را محراب
گردید بگرد ما فلک خم یعنی ہر سو ست نماز عارفان را محراب

اور ابراہیم صفہانی۔ آقا محمد زمان امیر بنگالہ کی خدمت میں تھا **من. کلام**
دل آتش دیوانہ گل داغ جنون بس از سر ہوس طرہ و ستار نہادیم

ملا محمد جان ظریف الطبع میرزا نور اللہ کی خدمت میں بسر کرتا تھا **من. کلام**
چون رشتہ غم تو بسوزن در آورم دل و فراق پوشم و برتن در آورم

جہا نگیر نگریں متہر و اسن نام مہند و تخلص زکی الطبع تھا۔ **من. کلام**
دست ماما گرفت دامن دوست و گرازا آستین ما بگر نخت

چون دو لایم ز چرخ پر فن سرور چاہ و رسن بگردن
سوئے اتفاق سے خانزمان بن مہابت خان ناظم بنگالہ نے اسکو قید کیا۔ قیدخانہ
سے ایک غزل حکیم رکنامیجا کے پاس بھیجی۔ اور رامانی کی بابت سفارش کی
ورخواست کی مہیجا کی سفارش سے رامانی پائی۔ غزل یہ ہے۔

سلام من کہ رساند حکیم رکنامی	ز درد من کہ خبر میدہد مہیجا را
منم قنادرہ بدام بلا بجرم سخن	سخن اسیر قفس کرد مرغ گویا را
شفاعت من کا فر مگر مہیج کند	کہ با مہیج تو لا بود نصاری را

صادق صاحب ترجمہ صحیح صادق مین لکھتا ہے کہ مین قاسم خان کے عہد مین
بخشی گری سرحد بنگالہ پر مامور ہوا۔ ولان کی حکومت پر میرزا خان شاہنواز خان
بن عبد الرحیم خانخانان حاکم تھا۔ چند مدت میرزا خان کے سایہ عاطفت مین
بسر کیا۔ میرزا کے معزول ہونیکے بعد جہانگیر مین واپس آیا۔ اسوقت خواجہ کمال
افغانی نے جو روسا بنگالہ سے تھا بغاوت اختیار کی۔ قاسم خان نے اپنے فرزند
کو مع جمعیت و امرائے ریاست باغی کی تہیہ کیلئے بھیجا۔ اور جنگوساہ کی بخشی گری پر
مقرر فرمایا۔ لشکر مین محمد منعم نام شاعر خوش طبع آقا محمد زمان کی مدد و حصرت
مین تھا من استعارہ

ز بسکہ بر تن خصمت نشستہ ہم تیغ گمان بزند کہ پوشیدہ دشمنیت جوشد
سطربا کہ بلب قندہ می نوشتان است نے جدا از لب و کو چہ خاموشان است
جب کہ خواجہ کمال کے مستقر پہنچا عجز و انکساری سے پیش آیا۔ امر کی بہت مین
حاضر ہو گیا۔ گرفتار کر کے جہانگیر مین لائے۔ مجبوس کیا گیا۔ میر شاہ باقر نے

اسکی گرفتاری کی تاریخ کبھی سہ ہرودی ہر کالے رازوالے است
 پیر میں ہی جہانگیر مگر میں شکر کے ساتھ واپس آیا۔ اسوقت چراغ بیگشاہ
 سمندر تخلص جہانگیر مگر میں آیا نہ طریقہ الطبع تھا۔ فن موسیقی میں خوبیاں
 رکھتا تھا۔ اسکا باپ امام قلی بیگشاہ ملو جہانگیری امر سے تھا۔ بنگالیہ میں فوت ہوا
 چراغ بیگ یہاں چند روز بکمر کے اوڑھ لیا گیا۔ پھر سلام خان کے عہد میں
 بنگالیہ میں بلا گیا۔ جاگیر سے سرفراز ہوا۔ آخر جہانگیر میں فوت ہوا۔ میرے
 دوستوں سے تھا۔ **۲۰ شعا سہ**

سیل شکم و خمش از بسکہ طغیان میکند	چشم تابہ ہم زخم صد خانہ ویران میکند
بیک بسم گل در چمن بیتابی	چہ خار خار کہ در دل افتاد بلبل را

اور انہیں ایام میں میں نے محنائے شیرازی کو دیکھا۔ آقا محمد زمان کی خدمت
 میں آیم سے زندگی بسر کرتا ہے حسن خط و لطف طبع سے موصوفے۔ مجھ کو صوفی
 الیہ سے نیاز و ملازمت حاصل ہے۔ **۲۱ شعا سہ**

جز چشم سید زقرہ صدر خنہ بدل کرد	با خامہ موکش نمکند نقش نگین را
تا سرو تو افکند بسریہ زمین را	جا تنگ شد از سنبہ و گل خاک نشین را
میدہ ہم دل ز لبت بوسی تمنا میکنم	گوہر سے دارم کف با لعل سودا می کنم

اور اسی زمانہ میں زنبیل بیگ خلجی فیشتی تخلص کو جہانگیر مگر میں دیکھا۔ ملاز
 سے مشرف ہوا۔ **۲۲ شعا سہ**

من بدوق اینکہ می بوسد لب جانان را	می کنم خند و نکل لب را و لب ہمانہ را
-----------------------------------	--------------------------------------

اور زینر شہزادہ کور میں سید عبدالرحی تخلص خرابی کو دیکھا۔ حسین شاہ والی بنگالہ

احفاد سے ہے پریشان حال و پرانگنہ بال تھا۔ اسکا کلام لطف مزہ سے خالی نہیں
 دل خوشہ خوشہ از تف غم شد از آنکہ من
 مہمہ عالم اگر خست ط گردد
 کیجو کف ندام از انہائے روزگار
 گریبان خرابی چاک گردد

خرابی چند روز کے بعد اس عالم خراب سے عالم آباد بقا کی طرف روانہ ہوا۔
 پس جب قاسم خان نے شکستہ ہجری میں حلت کی۔ اسکی جگہ اعظم خان ساوجی جو
 میرجعفر ساوجی وزیر شاہ طلبا سب صفوی حکومت ہنگالہ پر مقرر ہوا پس میں ساوجی کے
 عہد میں امیر علاء الدولہ غنشی شوشتری کی صحبت میں مشرف ہوا۔ علاء الدولہ بھیجو باران
 میر علاء الملک و امیر ابو المعالی صفات حمیدہ سے موصوف تھا۔ شعر شاعری
 کافریتہ تھا۔ **من کلام**

میان سروقدان قامت ترا خوش کرد
 زمانہ مصرع موزونی انتخاب دہ
 اور اسی عہد میں میر معصوم کاشی بن میر حیدر معالی و برادر میر سنجہ کو دیکھا۔ وہ بھی
 شعرا میں فرد فرید تھا۔ خوش صحبت آشنا پرور تھا۔ **من کلام**

جنون بنجا کہ فتنہ و موران از نقش پا
 بر تر و تشن ساسل نہارہ اند
 کفری از دوسری نیست چنین معلوم
 بت پرستان ہمہ صنادل جبین می مانند

پس اعظم خان ساوجی کے عہد میں میرے والد ماجد محمد صالح صفہائی بتاریخ و ہم
 سوال شکستہ ہجری اس درنا پائدار سے عالم بقا کو روانہ ہوئے۔ آپ بھی شاعر
 یرگو تھے۔ **من اشعار**

سوج شکم چون بغل بکشا و چو گفت بس
 ما و بخت بدورین اوی بامید کس
 چون بخود پیچیدم زان دیشہ گردون بس
 خاک میکرویم بر سر کہ نامون گفت بس

<p>جان نہ ہندش بعد بزم حریفان بکنا کے پیرانہ کیننی جرسیم اسے ورد کشتان شرب شیشہ کنید از بیم خمار می طید در بر دل</p>	<p>تانبہری سر پہ تیغ تیز کدورا لکھا رز خون دل مینی جرسیم از بہر دل خراب در شیشہ کنید گر نیست شراب آب در شیشہ کنید</p>
<p>مصادق صاحب ترجمہ لکھتا ہے کہ ہم چار بہائی حقیقی تھے۔ ایک محمد تقی ایران میں تھا۔ دین اور محمد سعید و محمد جعفر سربراہ پاپ کے ساتھ ہندوستان میں آئے۔ محمد سعید طبع لطیف سے موصوف تھا اور دوسرے بہائی ہی ریاقت و فضیلت سے دور نہیں تھے۔ کلام اللہ سعید</p>	
<p>گوئی جام شاد ز بس گشت روز رزم زمین پس جامے طعمہ خود زو خورد</p>	<p>از بسہ بہت بہر جو دش طہور خوان از بس قنادہ ہر سر کد لکڑ استخوان</p>
<p>والد ماجد کے فوت ہونے کے بعد ہم چھ سال مصیبتیں نازل ہوئیں۔ وبطالبات سلطان کی گرفتار ہوئے قریب تھا کہ قید خانہ میں بھیجے جائیں۔ لیکن آقامیر علی احمد انجمنی نے میری حمایت کی اور جکواور سیکر ہائیو کو اپنی حفاظت میں رکھا۔ آخر اسلام خان شہیدی بنگالہ کی حکومت پر مامور ہوئے آیا۔ میں نہایت شوق سے استقبال کیلئے روانہ ہوا۔ مقام منگیہ میں شرف خدمت سے مشرف ہوا۔ خان بچ صوف نے بہتہ و سابق عنایات قدیمہ سے سرفراز فرمایا۔ پیر خان موصوف کے ساتھ جہانگیر نگر میں آیا۔ جو کچھ امید رکھتا تھا اسکا خلاف پایا۔ مدت کے بعد مختصر جاگیر سے ممتاز ہوا۔ اسی مصیبت پریشانی کے زمانہ میں محمد قلی سلیم تخلص کو جو اسلام خان کے خدمت میں بسر کرتا تھا۔ شعور زمانہ تھا جہانگیر نگر میں دیکھا یہ</p>	

طبقہ اتراک سے ہے۔ مقام طرشت رمی اسکا مولد ہے۔ لطیف الطبع و سلیم المزاج
تھا امیر نہ شان سے رہتا تھا۔ من ۲ اشعار

ما چند دیرو کعبہ مخوان این فسانہ را ما تم دستورا پنجہاں خراب گر زمین از جبار و آرا دگان ربا گشت شب صالے اگر روز کرده دانی نخورند در گلستان گل از آب بیتو ہنر از خصم جدا شد از من عجیب مرامعانی کوتاہ دل پسند بود نہا شد	ہم چون کمان حلقہ یکے کن دو خانہ را گریہ مست و خندہ یکی مست ہمچو نخل موم مارانشہ در خاک گشت کہ آفتاب قیامت ستارہ صبح است جلوے شیشہ می نرود شراب بیتو چون رگ لعل و انار گ گردن عجیب چو گوش گشت تو تاسخی بلند بود نہا شد
---	---

اور اسی زمانہ میں میرضی بن ابوتراب شہر سی بنگالہ آیا۔ عالم فاضل شاعر کامل تھا
چند روز یہاں رہا پھر ایران چلا گیا۔ دانش تخلص کرتا تھا۔ نقیہ مولف کے حرف دال
میں آپکا ذکر لکھا ہے۔ من ۲ اشعار

بر سرم آمد و لے بسیار ز روز از من گذشت محمد شریف طالقانی اسلام خان کے ساتھ تھا۔ شریف الطبع و لطیف المزاج تھا بنگالہ سے اسلام خان کے ہمراہ دکن میں گیا۔ اور وہاں فوت ہوا من ۱	دولت تیزی کہ میگویند شمشیر تو بود
--	-----------------------------------

زادہ مخور رمی بادہ کہ سستی دارد اور میں نے اسلام خان کے عہد میں میرزا شاہ باقوا جدی شیرازی کو دیکھا۔ خوش طبع و شیرین زبان تھا خوش خلق و دوست پرست تھا۔ من ۱	مستی دارد ہر انجی ہستی دارد
---	-----------------------------

عاشق تا جان نہ در پردہ جانا بہت کے منزل اصل عشق را موی حشا	
---	--

تا بود ورون بحسب ربا ہی زندہ	موجش از بحر کے بسا حل زندہ
------------------------------	----------------------------

پس ہنہین ایام میں کوچ و آشام کے زمینداروں نے بغاوت شروع کی۔ ملک میں فتنہ برپا ہوا۔ اس ہنگامہ فتنہ میں عبدالسلام حاکم کوچ قید کیا گیا۔ اسلام خان نے اپنے بہائی میزین الدین علی خان کو مع شکر عظیم ان کی تنبیہ و تادیب کے لئے بھیجا۔ مولف صبح صادق صاحب ترجمہ لکھتا ہے کہ میں بھی جاگیر کو ترک کر کے با حالت تباہ کوچ کے طرف روانہ ہوا۔ شکر ظفر اثر میں لاحق ہو گیا۔ میزین الدین علی خان نے میرے حال پر بہت شفقت و مہربانی کی۔ چار مہینہ تک میرے ہم رکاب رہا آرام سے بسر کرتا تھا۔ اسی شکر میں عبدالرحیم بن عنایت شہابیوردی کو دیکھا لطف طبع و حسن خط سے موصوف تھا صیدی تخلص کرتا تھا۔ صلی شعارہ

چشمتش لعل تو در دام کشد عنقا را	مرزہ تیر تو بر سنج زند دلہا را
وحشیاش ہمہ چشمہ دل خجند	جگر شیر بو و آہوئے ابن صحرا را

جب بریشکال کا موسم شروع ہو گیا۔ اور سپاہ کا کوچ کرنا مشکل دشوار ہوا۔ تب مجھ کو میزین الدین علی خان نے جہانگیر لکھنوی بھیجا۔ تاکہ اپنے کاروبار ضروری کو انجام دیکر شکر ظفر اثر کے لاحق ہو جاؤں پس میں جہانگیر لکھنوی میں آیا۔ اور اسلام خان کی ملازمت سے مشرف ہوا۔ خان موصوف سے ابتدا میں عنایت و لطف بے اندازہ دیکھا لیکن آخر میں بوجہ برعکس تبدیل پایا۔ روز بروز بدحواسی کیبتا تھا۔ بامجبوری چارنا چار گزارتا تھا۔ اسی زمانہ میں میرزا محمد حسین حسینی شہیدی اس ملک میں وارد ہوا۔ میں اسکی ملازمت سے مشرف ہوا۔ یہ بزرگ خراسان کے اکابر سادات و امارتے زمان سے ہے آپ کے بزرگان سلف سے میر حسین خان خراسانی حکمرانی

کرتے تھے۔ ان کے بعد حسین خان فیروز نے سترس پر حکمرانی کی۔ اور خراسان میں اکثر کار نمایان کئے۔ آخر کسی سرکرہ میں مقتول ہوا۔ مقتول نے خراسان میں ایک حوض بنا کیا تھا۔ یادگار باقی ہے اور حوض کے بنا کی تاریخ یہ ہے۔ ۸۵۰ ہجری ہے۔
 بنجور بیا حسین + اور حسین خان فیروز کا بہائی میرزا یادگار حسین ہند میں کیا جہانگیر کی خدمت میں باریاب ہوا۔ بے نصیب سے۔ میرزا سی پانی۔ میرزا قمران ثانی کے عہد میں یادگار حسین خان خطاب پایا کابل میں فوت ہوا۔ میرزا حسین مذکور یادگار حسین خان کا نبیرہ ہے صاحب قرآن کی خدمت میں باریاب کے شکستہ چرخ بموجب فرمان شاہی بنگالہ میں پہنچا ہے فی الحال سی ملک میں سکونت میں ہے۔

مولف صبح صادق صاحب ترجمہ لکھتا ہے کہ میں نے میرزا کے حق میں کہا
 برورے زمین سوار چرتو نمود
 برورے شہر بار چرتو نمود
 اور ہنر آشکار چرتو نمود
 اینہا سخن است یا چرتو نمود

میرزا نے میرے حق میں کہا۔

امی آکر دلست با من ہیل یا است
 دست تو دمام بادلم درکار است
 ہم دشمن من است و ہم دلدار است
 تو خسروی او طلائع دست افشار است

پہر میں نے ایک غزل موزون کر کے میرزا کی خدمت میں بھیجی۔ غزل یہ ہے۔

سوئے میخانہ بیامید جنون خواہم
 حد این باد یہ جزا شکندید دست کے
 باز از عالم سباب برون خواہم
 آو خواہم شد و از اشک فرس خواہم
 کہ نیا ہم زخم چرخ برون خواہم
 را گم کردہ ام و میکدہ را می جویم

جواب میں لکھا۔

ہر عشق ز سرحد جنون خواہم فرست
ہمچو ہوش از سر دیوانہ برون خواہم فرست

من اشعار

دہر لغزش گمروان جدست
سوسی اینجا بعضا میگردد
پیچ دل نیست کہ سرگرم دل فروز نیست
رنگ کستری فاختہ بے سوز نیست

پیرمین اسلام خان کے عہد میں خواجہ سعد الدین محمد مشہدی کی ملازمت میں تھا
آپ حسنِ خلاق و محاسنِ صفات سے موصوف میں۔ آپ کے والد حاجی غیاث
تجار زمانہ سے میں فی الحال سی ملک میں سکونت رکھتے ہیں۔ من اشعار

جنس پا مال گردید از اجوشم شتری
ہمچو آتش سوخت مارا گرمی بازارا
خوش آنسان بقید کمی چو طعنا زشت
برجامیر سیم خانہ بنیا و میگروم
زندہ دارد کوکن را سگدشت زخم او
آب حیوانے کہ می گویند آب قیشہ است

جب میری نسبت اسلام خان کی بی توجہی اندازہ سے زیادہ ہوئی۔ اسی توجہ کی
عبد میں کسی بہ معاشٹ خان و صوفے میری شکایت کی اور غیر واقعہ مابین
بیان کیں۔ پس نتیجہ یہ ہوا کہ میری نسبت حکم صادر ہوا کہ ٹھانہ سلیم آباد جائے
ناچار حسبِ حکم سلیم آباد میں آیا۔ تا ماہ شعبان ۱۲۹۰ھ ہجری ٹھانہ میں قیدی
کی طرح گزارا۔ پھر تھوڑے ہی زمانہ کے بعد اسلام خان معزول ہوا۔ محکو سلیم آباد سے
ہٹا دیا۔ مگر یہاں سے جاتے وقت بھی میرے حال پر مہربانی نہیں کی۔ بلکہ جو صوبہ
رکھتا تھا اسکو بھی کم کر کے گیا۔ خان معزول کے بعد سیف خان قزوینی بروزراؤ
آصف خان میرزا جعفر بجائے عم آیا۔ میرے حال پر نظر رحم کر کے محکو ٹھانہ اور اک پور پر
مقرر فرمایا انتہی سفر نامہ میرزا صادق حسا۔ ترجمہ مولف صبح صادق۔

صائب میرزا محمد علی اصفہانی

صائب تخلص میرزا محمد علی نام۔ اُسکا باپ اصفہان کے مشاہیر تجار کے خاندان سے تھا۔ آپ ایران کے بلاد میں بغرض تجارت آمد و رفت کرتا تھا۔ اگر وقت حسن اتفاق سے تبریز میں سکونت اختیار کی۔ اور اصفہان سے وہاں اپنے عیال و متعلقین کو بلا لیا۔ پس شہر تبریز میں صائب کی ولادت ہوئی یہ ولادت کے بعد اسکے والد نے مع عیال اصفہان میں مراجعت کی۔ یہاں صائب کی نشو و نما و تعلیم و تربیت کی تکمیل ہوئی۔ اسی وجہ سے اسکو تبریزی و اصفہانی کہتے ہیں۔ صائب کا والد فرزند مہربان کے دیدار سے بہت ہی خوش ہوا تھا۔ کثرتِ محبت سے اکثر سخت ہلکے کو پیش نظر رکھتا تھا۔ تذکرہ حسینی کے مولف نے لکھا کہ ایک روز میرزا ایم لعلی میں باپ کے ہمراہ ایک بزرگ کامل و صاحبِ دل کی دوکان پر جو معافی کا پیشہ کرتے تھے گیا۔ شیخ کامل نے ریزہ بے کاغذ کو سریش میں ملا کے مرزا سے کہا بخود جان با مرزا نے حسبِ اشارہ والد ریزہ بے نکور کا ثلث حصہ کہا لیا۔ باقی چھوڑ دیا۔ شیخ نے فرمایا اگر یہ تمام کہتا تو اسکا کلام تمام عالم کو مسخر کرتا۔ اب ثلث جہان کو مسخر کریگا۔ اسکی لیاقت و بزرگی کا آوازہ گوشِ جہان کا آویزہ ہوگا۔ انتہی کلامہ پس میرزا تحصیلِ تکمیلِ علوم کے بعد شعر و شاعری کی طرف مائل ہوا۔ مفسدینِ تازہ تازہ موزون کرنے لگا۔ خاص کی طبیعت شعر و شاعری سے قدرۂ سناپ و مخصوص تھی۔ بہ نسبت دیگر علوم و فنون فنِ سخنِ سخن میں یادہ دلچسپی و رغبت رکھتا تھا۔ آزاد بلگرامی و شیرخان مولفِ مرات الخیال وغیرہ نے لکھا کہ صائب

معنی آفرینی و ایجاد عبارات رنگین اختراع تراکیب و نقشین میں فرو فرید ہے اور غزل گوئی و تمثیل میں مرد و حید ہے۔ مقصیدہ و رثنوی کے میدان میں بھی جولانی کرتا ہے لیکن جو اعلیٰ فرہ و انداز تازہ غزل سے جلوہ نامو تا ہے۔ وہ خوبی و رثنوی مقصیدہ میں نہیں ہوتی ہے۔ اور کلام میں تکلف نہیں جو کچھ کہتا ہے تکلف و تصنع سے پاک صاف ہوتا ہے۔ بدیہہ گوئی میں بھی بے نظیر تھا۔ مضامین تازہ و معانی شگفتہ اسکے گوشہ و مانع میں سجھتے تھے۔ جب چاہتا تھا اور غزل و مقصیدہ موزون کرتا تھا۔ جب اسکی شاعری کی شہرت ہوئی تب کئی گئے امتحان آیا ایک مہل مصرع موزون کر کے پیش کیا کہ آپ اسکا ثانی مصرع کہہ دیجئے مصرع یہ تھا۔ ع شمع گر خاموش باشاد آتش از مینا گرفت + صائب نے فوراً اول مصرع کہے مہل مصرع کو با معنی کر دیا۔

امشب ساقی زبیر گرم سے متخفیلین شمع گر خاموش باشاد آتش از مینا گرفت شاعری میں اسکو تلمذ حکیم رکناسیح کاشی اور حکیم شفا بی سے تھا۔ دونوں کی خدمت میں سفید ہوا۔ حکیم رکناسیح شاعر سے گزرا ہے شاہ عباس صفوی کے عہد میں معزز و مکرم تھا۔ بادشاہ اسکی بہت تعظیم و توقیر کرتا تھا۔ اکثر اوقات اس کے گہر پر آتا تھا۔ حاسدین نے شاہ کو اس کے طرف سے غیر واقعہ باتیں سمجھا کے بدگمان کر دیا۔ حکیم رکناسیح کچھ پروا نہیں کی و بار سے قطع تعلق کر کے یہ مطلع موزون کیا۔ اور وہاں سے چل دیا۔

گر فلک یک صبح ہم با من گران باشد ریش شام ہیرون میوم چون آفتاب کشورش حکیم رکناسیح کا حال اس کتاب میں مستقلاً حرف میوم میں بیان کیا جائیگا۔

صائب صاحب ترجمہ مذکور کا پابند تھا۔ عالم شباب میں شہید مقدس و حرمین شریفین
 حج و زیارت کیلئے روانہ ہوا۔ زیارت و حج سے فارغ ہو کر مراجعت کے وقت
 ایک قصیدہ شاہ خراسان کی منقبت میں موزون کیا جس کا ایک شعر یہ ہے ۵
 لشکر الحمد کہ بعد از سفر حج صائب عہد خود تازہ سلطان خراسان کروم
 چونکہ ہندوستان کی سخاوت و بخشش کی شہرت عالم گیر ہو رہی تھی۔ خاص شعرا کی
 قدردانی کے چرچے ایران کے کوہ و بازار میں دائر و سائر شعرا و علما کے
 دلوں میں ہند کا شوق موجزن ہو رہا تھا۔ پس صائب کدل بن یحییٰ خیال پیدا ہوا
 کہ ہند کی سیر کرنا چاہئے۔ چنانچہ خود لکھتا ہے ۵
 ز تجو عزم سفر ہند کہ در جہول بہت رقص سوسائے تو پہنچ سے نہیں کہ بہت
 بعالم شباب ۳۳۵ یا ۳۳۶ جہول و آخریہ جہاں لکیری میں ہندوستان روانہ ہوا۔
 صائب ماجرا وہ تھا زاد و اصل کی کچھ کمی نہیں تھی آسودہ حالی کے ساتھ کابل میں
 پہنچا۔ وہاں ظفر خان بن خواجہ ابوالحسن فریر اعظم نیا بتا با کے جانب سے حکمران
 تھا۔ علم و دست فیاضی قادر دان اہل علم تھا۔ صائب خان موصوفے ملا ظفر خان
 نے اس کی بہت تعظیم و تکریم کی اور وہاں عزیز کو مقام عزیز میں رکھا۔ تقاضا سخن تھا
 صائب کے کلام کو غنیمت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ خود ہی شاعر تھا۔ حسن خلق تھا۔ اتنا
 باہم خوش آئے ہوتے تھے۔ صائب قفا فوق قفا خان موصوف کی مدح و ثنائیں
 قضا د لکھتا تھا۔ بشمار صدائے سب بلند و ممتاز ہوتا تھا۔ اور ظفر خان اپنے کلام کو
 مرزا کی اصلاح سے درست کرتا تھا۔ مرزا کی شاگردی و اصلاح کی بدولت اس کی کیا
 دستداد و درجہ ترقی کو پہنچ گئی۔ خود خان موصوف کہتا ہے ۵

ظفرخان پیش حسن بعد ازین معلوم نیست تازہ گوئیہائے واز فیض طبع صاحب
ظفرخان میرزا صاحب میں باہم محبت و اتحاد کا ایسا تعلق و ارتباط تھا کہ جہاں صاحب کا
نہ کر جاتا ہے وہاں ظفرخان کا نام ہی لیا جاتا ہے ظفرخان کی سخن سنجی و فیاضی کی یادہر
ہند و عجم میں صاحب کی بدولت ہوئی اور اس طرح مرزا صاحب ظفرخان کی جد و جہاں شاہی میں خطا
و نصیب سے مرزا و امرا و شعرا کے مجمع میں ممتاز ہوا ظفرخان صاحب کی جنت و صحت و عیال
ہر وقت تازہ دل و شگفتہ خاطر ہوتا تھا اکثر اوقات خانہ صوف مرزا فرانس کر رہا تھا کہ شعرا
و ادیبانے دو اور بیچ چہ اشعار اور اپنے دیوان کا انتخاب مرتب کر دیجئے پس صاحب نے حسب امرش
خانہ صوف میں ہم کام کو قبول کیا اور شعرا کے تقدیمین معاہدین کے دو اور بیچ صاحب
و عرابی اشعار انتخاب کیے ایک بہت بڑی ضخیم کتاب مرتب کر دی اس کتاب کا نام میں دیوان
نہایت متجاہد اشعار کیا ہے گو باہر ایک دیوان کا نام لباب اشعار لیا جاتا ہے چنانچہ اسی عرابی
اشعار کا ایک نسخہ خوش خط و نگار عبدال فقیر موافق کتب خانہ میں موجود تھا انصوحی وہ ایاب نسخہ
جسے رباب کی تعلیمی و تفسیری میں غرق آفتاب نے سیلاب کیا اس طرح صاحب کے دیوان کا
انتخاب بھی غرق آفتاب نے کیا ہے اس قدر لائق کمال و دہشتناک فقیر و پائے دین و بدو عجب
صاحب سے زیادہ خواجہ حافظ کا قدر و معرفت تھا اور آپ کا نام بہایت سے
باد کرتا تھا خواجہ صاحب سے حسن عقداور کہتا تھا خواجہ کی غزل پر غزل لکھنا
میں وہی سمجھتا تھا ایک آدھاب کے احاطہ سے لکھ کے مقطع میں معدرت کی۔

صاحب یہ تو ان کردہ تکلیف عزیزان و نہ طرف خواجہ شدن بے بصری ہو
ایضا دوسری غزل میں کہتا ہے۔

رواست صاحب اگر نصیت ازہ و عوی
تبع غزل خواجہ گرچہ بے ادبی است

اور اپنے دونوں استادوں یعنی حکیم کرکنا مسیحا و شفا فی کا نام بھی دے لیتا ہے۔

این مغل حضرت کناست کہ فرمود	پائے تلے پیش سلیمان چه نماید
در صفهان که بدر سخن رسد صائب	کنون که نبض شناس سخن شفا فی نیست

اور ظہوری و اسیر و نظیری و عرفی کو بھی ذکر خیر سے یاد کرتا ہے۔

صائب چه خیال ست شوی همچو نظیری	عرفی بہ نظیری نہ رسا نید سخن را
صائب اشتیم سرور برگ این غزل	این فیض از کلام ظہوری بار سید
خوشا سیکہ چو صائب صاحبان کمال	تقیع غزل میرزا جلال کمال

طریق الطبع و خوش مزاج بھی تھا۔ کبھی کبھی لطیفہ و طریفہ کہہ دیتا تھا۔ اور کلام میں طرافت سے بھی کام لیتا تھا۔ چنانچہ میر غلام آزاد و مولف مرآۃ النخبال نے لکھا کہ ایک شب ظفر خان کے دولتخانہ پر میرزا صائب اپنے اشعار حاضرین مجلس کو سنارہا تھا مجلس کے ہر ایک گوشہ سے واہ واہ کی آواز بلند ہو رہی تھی محفل میں ایک جوان نوخیز و شوخی انگیز مطعون ضالوق بھی حاضر تھا۔ صائب کی شعر خوانی کا دور چل رہا تھا۔ شوخ بے باک نے چلا کر کہا۔ شعراء قدامچو کچہ مضامین و معانی تہہ کہہ کر چلے گئے۔ اب کوئی ایسا شاعر نہیں ہے کہ مضمون تازہ ایجاد کرے اور ایسا مضمون باندھے کہ متقدمین سے کسی نے ایسی بندش نہ کی ہو۔ شاعری فی زمانہ اس قدر ہے کہ بزرگانِ پیشین و شعراء متقدمین کے کلام کو متغیر کر کے موزون کر لیا ہے۔ صائب نے جوان شوخ کی تقریر سن کر یہ شعر موزون فرمایا

اہل دانش جملہ مضمون ہائے نگین تہ اند
ہست مضمون بہ بستہ بند تنان شما

جوان نوخیز خجالت و پشیمانی سے زرد رہو گیا۔ ظفر خان و اہل مجلس شعر کا مضمون

جو حسب حال تھا سمجھ کے بہت خوش ہوئے ظفر خان نے مزار کو انعام اکرام سے
سرفراز فرمایا۔ مرزا صاحب ظفر خان کی شاگردی اور اپنے خشکری پرنا کر کرتا تھا
چنانچہ اس کے ابیات ذیل شاہ حال میں۔

کلہ گوشت بخورشید و ماه می شکم ز نو بہار سخایش چو قطره ریز شوم بلند بخت نہال بہار تربیت حقوق تربیت را کہ در ترقی باد تو اپنے تخت سخن را بدست وادی ز روئے گرم تو جو شید خون معنی من تو جان ز دل جیبا مصع مراد وادی ز وقت تو بمعنی چنان شدیم باریک چو زلف سنبلیلیات من پریشانم تو غنچہ ساختی اوراق باد بڑہ من تو مشت مشت گہ چون صد بمن وادی	با بین غرور کہ مدحت گر ظفر خانم قسم خور و بر کلک بنی نام کہ از نسیم ہوا داریت گلستانم زبان کجاست کہ از حضرت سخن نام تو تاج مدح نہادی بغیر دیوانم کشید جذبت این غسل زر گ کا نم تو در فصاحت دادی خطاب سجنام کہ میتوان بدل مور کرد پنہانم نداشت طرہ شیرازہ روی دیوانم و گر نہ خار نمی ماند از گلستانم چو گل تو ز سر سپر بختی بدام نام
--	--

ان اشعار سے ثابت ہوتا ہے کہ ظفر خان نے مزار کے متفرق اشعار کو جمع کر کے
اسکے دیوان کا مکمل کیا۔ یا مزار نے ظفر خان کے فرمائش سے اپنے دیوان کا انتخاب
کر دیا۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ظفر خان مزار کے کلام پر شاگردانہ رد و قبح
کرتا تھا۔ اور معافی باریک کے سمجھنے میں بخت و تکرار۔ اس بخت و تکرار کی بدولت
خاص موضوع کی استعداد و سخن فہمی ترقی کے اوج پر عروج کرتی تھی۔ نہ خاص موضوع

مرزا کے کلام پر استادانہ مکتہ چینی کرتا تھا۔ مرزا ایسا عالی مانع و مازک مزاج تھا کہ شعرائے زمانہ کی روک ٹوک اپنے کلام کی نسبت کا اعدام سمجھتا تھا۔ اشعار بالاین جو کچھ اپنے شاگرد مدوح کی مدح میں مبالغہ کیا ہے اور اسکو اپنا ہم سنگ بنایا ہے یہ مرزا کی نفسی مدوح کی مدح سرائی ہے۔

شیخ انجن کے مولف نے لکھا کہ مرزا سننی مذہب تھا۔ باوجود سننی الذہب مدۃ العمر ایرانیوں میں کمال نقیاط سے زندگی بسر کی اور ایسے ڈھب سے رہا کہ خاص عام کے نزدیک مقبول نیک نام ہوا انتہی کلام فقیر مولف کے نزدیک قرآن و لائے ثبات ہوتا ہے کہ امامیہ مذہب تھا اس لئے کہ جب مرزا وال کے ہمراہ ایران گیا ^{طین} صفویہ کے دربار میں باریاب ہوا تا آخر زندگی ان کے نزدیک تکریم و معزز رہا اور ان کے مدح میں قصائد غزلیہ و نثر کے پیشمار جائز و مجاز پائے۔ سلاطین صفویہ امامیہ مذہب تھے۔ مذہب میں سخت متعصب تھے۔ اور اپنے مذہب کا زیادہ لحاظ رکھتے تھے۔ اگرچہ اس سنی مذہب سے تا تو کبھی صفویہ کے دربار میں معزز و ملک شعرا ہوتا۔ بلکہ میں ایران میں اسکا رہنا دشوار ہوتا۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

محمد مراد لائق جو نیوہری کا ایران جانا خاص کی خدمت میں

پیش کیا کہ مولف میر غلام علی آزاد بلگرامی نے لکھا کہ محمد مراد لائق تخلص جو نیوہر کے باشندہ جو عالمگیر کے عہد میں لاہور پنجاب کی واقعہ نگاری پر مامور تھا۔ عالم جوانی میں شعر و شاعری کے شوق میں مرزا صاحب کی شہرت کے عازم ایران ہوا۔ چچا ^{میرزا} جو شوق و دلولہ ذوق میں ہندوستان سے ایران آ گیا۔ وہ پانگیا۔ شہر اصفہان میں صاحب ^{خانہ} لا۔ صاحب نے اسکے حسن خلاق و اعتقاد کی نہایت قدر و منزلت کی اور وہاں عزیز کو

اپنے گہر میں عزت و آبرو سے اُتارا۔ مہمان نواز رچی خاطر داری میں ایک قیقہ فرو گزشت
 نہیں کیا۔ باہم شعور و شاعری کا بازار خوب گرم رہا۔ لائق کے بانی منقول ہے کہ میں نے
 مرزا کو کبھی شعری فکر میں متفکر نہیں دیکھا جب شعر کا ارادہ کرتا تھا۔ نورانی البدیہ
 کہہ دیتا تھا۔ ایک روز میر غلام عادت باع کے چمنوں میں ٹہل رہا تھا کہ میں نے مرزا سے فکر کا
 سبب دریافت کیا۔ کہا کہ فردوسی کا یہ شعر ہے۔

بغیر مودت ازین گزشتند دم اندر دم نامے ز ترین گزشتند
 استوار شغافی نے اس شعر کے جواب میں کہا ہے۔

بغیر مودت ازین برابر گزشتند چو زین سیمہ بالائے آتش نہند
 میں بھی اس کا جواب لکھنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا اگر اجازت ہو تو میں اس کام کو
 انجام دوں۔ مودت نے اجازت دی۔ تمام رات اسی فکر میں غرق رہا۔ غور و فکر کے بعد یہ شعر
 لکھ کے مرزا کی خدمت میں پیش کیا۔

بغیر مودت ازین برابر ہم نہند بہشت صبا مسندِ جم نہند
 مرزا نے لائق کے شعر کی بہت تعریف کی۔ اور کلام کی داو دی۔ دیکھو یہاں سابق
 میں کسب کمال کا بازار کس قدر گرم تھا۔ غالبین کمال ہند سے عجم و عجم سے عرب تحصیل
 علوم و فنون کے لئے کہاں سے کہاں تک جاتے تھے۔ اور سحر کی مصیبت کے تحمل
 ہوتے تھے۔ کسب کمال کے خیال میں ایسے محو رہتے تھے کہ انکو دور دراز کے سفر میں
 ذرہ برابر مصیبت مصیبت معلوم نہیں ہوتی تھی۔ جوش شوق میں انکو مسافت بعید
 کے طے کرنے میں تکلیف کا بار سہراٹھانا آسان نظر آتا تھا۔ شوق میں انکو کچھ
 تکلیف نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ کثرتِ خوشی سے تکلیف کو تکلیف نہیں جانتے تھے۔

الائق نے مرزا کی صحبت میں مستفید ہو کر ہند میں مراجعت کی۔ اور وطن بالوفور جو پور
میں مع الخیر والعا فیہ فائز الحرام ہوا۔ مرزا صاحب خوش خلقا تی و مہمان نواز میں
بھی بزرگان سلف کی پیروی کرتا ہے۔ صاحب شیل مظاہر میں از روئے کثرت تمام قرآن
و امثال میں مقدم و کامل مانا جاتا ہے۔ کلام کی خوبی، مضامین کی بندش میں سب کا شمار
کیا جاتا ہے۔ ہر ایک مضمون کو مقتضائے حال کے موافق بانڈیتا ہے۔ محاورات
فارسی و اصطلاحات کو موقع محل پر استعمال کرتا ہے۔ سامعین باطن میں مضمون کے
سطح اعلیٰ سے مخطوطا ہوتے ہیں۔ دیگر شعرا نے جی تا شیل نظائر میں جولانی کی ہے
مگر بہت ہی کم۔ جتنا کلام ضرب المثل سے مخصوص ہے اور ایک شعر جی تمبیل سے
خالی نہیں ہوتا ہے۔ کلمات الشعرا کے مولف نہ خوش اور دیگر تذکرہ نویسوں نے
لکھا کہ صاحب کی بلند خیالی و معنی آفرینی کا آوازہ تمام عالم میں بلند ہوا۔ اور اس
کلام کو عالم میں سب سے قبولیت حاصل ہوئی کہ سلاطین ممالک شاہ عباس ثانی صاحب
کی دیوان طلب کرتے تھے۔ اور بادشاہ تحفہ و ہدیہ شایان ممالک بھیجتا تھا۔ تحفہ
میں یہ تحفہ غریب تھا تا تھا انتہی کلام۔

فقیر مولف نے ایک بیاض قلم میں لکھا کہ صاحب نے لکھا ہے کہ دنیا میں صاحب کے
کلام نے تھوڑی سی مدت میں قبولیت عامہ کا تاج سپر کر لیا۔ اور مقبولیت
کی خلت فی بین کی اور اسکی شہرت کے تمام عالم کو مسخر کر لیا اور اسکی اشعار
شعار مارا کے ہزار و ہزار میں اس قدر بلند آوازہ ہوئے کہ ممالک کے سلاطین ایران
سے صاحب کی دیوان رغبت و خواہش سے طلب کرتے تھے۔ شاہ ایران تحفہ و ہدیہ
ہر ایک طالب کی خدمت میں بھیجتا تھا۔ اور شائقین جہان کہیں سکے اشعار کو ہر بار

و در آبدار کوپاتے تھے یا ض میں نقل کر کے کاغذ زر کی طرح حفاظت سے رکھتے تھے اور
 اکثر اسکے اشعار تمثیلیہ کو معینہ سینہ میں ضبط کر کے موقع محل پر میزانِ بان سے تولتے تھے
 گویا اہل محفل کے سامنے موتی بولتے تھے۔ اس زمانہ میں طبع کتاب کی ایجاد نہیں ہوئی تھی
 مگر بجائے طبع صنعت خطاطی کا بازار گرم تھا۔ اکثر اہلِ بران اس صنعت میں کمال حاصل کر کے
 فنِ کتابت کو پیشہ اکتسابِ شغل قرار دیتے تھے۔ علوم و فنون کی کتبِ مادرِ وجود خوش خط
 نقل کر کے تجارت کے ماتہ فروخت کرتے تھے۔ نچاز قیمتِ اجب یکے خریدتے تھے۔ کٹر فرشتوں
 کی تجارت رونق پر تھی شائقینِ رانجین سے من بہانے قیمت لیتے تھے خوب نفع اٹھاتے
 تھے۔ جب صائب کے دیوان کی شہرت طالبین کی رغبت عالمگیر ہوئی تب کاتبین اکثر
 دیوان کے لکھنے میں مشغول ہوئے۔ اور تاجرون کے ماتہ فروخت کرنے لگے تاجرون کی
 دوکان پر دیوان خوش خط و سلا آسانی سے دستیاب تھا۔ کہہ لیا اتفاق ہوتا
 کہ کثرتِ فروختی سے مادرِ وجود ہو جاتا تھا چنانچہ ایک لوق طالب سخن و سخن دان نے
 تمام بازار میں تلاش کیا۔ کسی دوکان پر دیوان صائب نہیں پایا۔ آخر ایک تاجر بزرگ
 کی دوکان پر پہنچا۔ جس اتفاق سے خود صائب بھی اس دوکان پر بغرض خرید کتب آیا تھا
 ایک کو تنہ دوکان میں بیٹھتے ہوئے کتب دیکھتے تھا طرفہ یہ ہے کہ طالب تاجرون صائب
 کو نہیں پہچانتے تھے۔ طالب لوق نے دیوان مطلوبہ طلب کی۔ تاجر نے متعدد دوایں
 متلا دیوانِ خاقانی و عنصری و حافظ و سعدی طہر و غیرہ پیش کیں۔ طالب نے کہا میں
 اینہا رانجی خواہم اگر دیوان صائب شد بیار۔؟ تاجر گفت۔ دیوان صائب نیست۔ این دیوان
 بہتر از صائب اند۔ در دیوان صائب چہ نواد و غرائب است۔ گفت آقا جان ما و شما۔ ہر سی
 دوایں بزرگان سلف خوب مرغوبند۔ و انچہ بزرگان گفتہ اند خالی از خوبی نیست لیکن قریب است

چنیر سے دیکر ست مضامین عجائب غرائب بجا کر رہے تھے۔ انہیں صاحب طالع نے کلام سننے ہی بہت خوش ہوا۔ جوش خوشی سے کھڑا ہو گیا۔ طالب نے کہا آئے تم آپ کو یوں جتنا دیتے ہیں۔ طالب نے گہرا لایا۔ بہت خاطر و مدارا کی۔ اپنا خاص دیوان ذکر کیا۔ اور کہا میں آپ کا نیا زمند صاحب بن۔ طالب یہ سننے ہی صاحب کے قدموں پر گر پڑا اور معافی چاہی اور معذرت کی نہایت مٹم و پشیمان ہوا انتہی کلام صاحب نے فرمایا۔

صاحب اتنے میں سے تکامل تھا۔ مضامین تازہ کے ایجاد میں قادر۔ جبکہ فی بزرگ فرائض کرتا تو فوراً موزون کر دیتا تھا چنانچہ ایک وقت اس کے شاگرد رافضی نے ایک مصرع جمل بطور امتحان موزون کر کے پیش کیا۔ کہ آپ سپر دوسرا مصرع موزون کر سکتے ہیں۔

مصرع راقم
میرزا نے فی البدیہہ کہا
از شیشہ بے عی ہے شیشہ طلب کن
حق را ز دل خفا از اندیشہ طلب کن

سیر غلام علی آزاد نے یہ بیضا میں میرزا خاضع کی ربانی نقل کیا ہے کہ ایک وقت میرزا خاضع اپنے استاد میرزا صاحب کی خدمت میں یہ مصرع جمل پیش کیا۔ مع دویدن رفقستان
مشتن حضرت مراد + میرزا نے فی البدیہہ پیش مصرع کہا یہ مصرع جمل بامضی کنز اس بقدر سکون راحت بود بگرا تفاوت را دویدن رفقستان مشتن حضرت مراد
میرزا صاحب نے شہ مجوی سے سہ جلوس شاہجہانی کا گل بل میں ظفر خان کے ولتیا پر سکونت پذیر ہوا۔ جب کہ شاہجہانی کا بل کی حکومت لشکر خان کے سپرد ہوئی تو ظفر خان کا بل سے دارالحکومت شاہجہان آباد میں پہنچا۔ میرزا بھی خان صاحب کے ہمراہ آیا۔ شاہجہان کے بارگاہ بارباب اور مزاری منصب سے تعدد خانی خطاب سے قرار ہوا۔ خانم صوف مرزا کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ جب صاحب قمران ثانی نے حضرت مجوی میں وکالت ارادہ کیا۔ تب

ظفر خان بھی بادشاہی شکر کے ساتھ روانہ ہوا۔ اور فرار خان موصوف کے ہمراہ دکن میں آیا
 دارالسرور برہانپور میں مع الخیر پہنچے۔ مرزا نے شہر کی زمین کی گرد انگیزی و غبار خیزی
 و کیمہ کے بہتے موزوں کیا ۵

تو تیا ساز و غبار آگرہ و لاہور را چشم من تا خاک مال گرد بر ما چور خورد
 اور میرزا نے برہانپور میں ساٹھ شعر کا قصیدہ صبح سے چاشت تک مین موزوں کیا۔ اور
 قصیدہ مین از روئے فخر یہ کہتا ہے۔

ہزار حیف کہ عرفی و نوعی و سخن کہ قوت سخن و لطف طبع می دیدند
 فیند جمع ہزار العیار برہانپور نمی شدند بطبع بلند خود مغرور
 زائل نظم کہ گفت دست در سنین شہو اسطرح ایک قہرستہ سے گذر ہاتھا ایک کتے کو بیٹھا ہوا دیکھا۔ کتا گردن بلند کہنے لگا
 بیٹھا تھا۔ نور اس خیال صورت حال میں ایک شعر موزوں کیا ۵

شہو ز گوشہ شبنم فزون عونت نفس سگ شستہ راستادہ سرفراز ترست
 ایک قہرستانی کے شعر کو در اسے بغیر سے درست کر دیا۔ اور شعر کے مضمون کو تارہ شگفتہ
 بنا دیا۔ شعر یہ ہے ۵

بہ بومیت صبیحہ منالان گلگشت چمن بستم نہاد دم رو بر رو گل از خوشتن رستم
 مرزا نے بدل کے اسطرح کہا ۵

بہ بومیت صبیحہ مریان چو شبنم در چمن بستم نہاد دم رو بر رو گل از خوشتن رستم
 شبنم کے لفظ نے شعر کی شان و عظمت کو زیادہ بڑھا دیا۔ گویا مضمون خیالی کو محسوس کر دیا۔

مرزا صاحب کے والد کا تخت جگر کیلئے ہند میں آنا

چونکہ فطرۃ والدین کو اولاد سے نہایت محبت ہوتی ہے۔ والدین محبت ہی کی وجہ سے انکی خدمت پر مجبور ہوتے ہیں۔ والدین کا تعلق اولاد سے قدرتی ہے اور اولاد کا تعلق والدین سے اسکا برعکس ہے۔ والدین میں عدم محبت کا ملکہ قدرتہ نہیں ہے، بخلاف اس کے اولاد میں عدم محبت و نافرمانی کا ملکہ موجود ہے۔ اسلئے اسد جلیشا نے قرآن مجید میں باجبا اولاد کو ترغیباً و تنبیہاً حکم کرتا ہے کہ والدین کی اطاعت کرو۔ اور انکو ایذا و تکلیف نہ دو یہہ آیہ شریف ہمارے کلام کی تصدیق کرتی ہے۔ قال جلیشا **لا تعقل** لہما فان الذ ترجمہ۔ مت کہو تم انکو کلمہ زجر۔ یعنی انکو سخت کلامی سے ایذا و تکلیف نہ دو اور والدین کو ہمیں ایسا حکم نہیں کرتا ہے کہ تم اولاد کی تربیت۔ اور انکی خدمت کرو۔ اسلئے کہ والدین کا خمیر اولاد کی تربیت و خدمت سے ہوا ہے، وہ خود تربیت و خدمت پر مجبوراً مامور ہیں۔ حکم و امر کی ضرورت نہیں۔ اولاد اس کے خلاف ہیں انکو حکم و تنبیہ کی ضرورت ہے۔ پس ہی محبت و کوشش نفقے مزار کے والد نے ستر برس کی عمر میں ہندوستان کا سفر قیام کیا۔ اور اپنے پیارے بیٹے کے بچانے کے لئے ^{۳۹} ستر ہجری میں دار و نہاد ہوا اسوقت ظفر خان شاہ بھجان بادشاہ ہند کے ساتھ برما پور کن میں تھا۔ مرزا بھی خاموش و کج ہر کا ب تھا۔ پیر فانی بیٹے کے شوق دیدار میں برما پور آیا۔ اور سخت جگر کو ہمارا بچا نے پر مجبور کیا۔ مزار نے باہر لا چارہی ظفر خان کی خدمت میں خدمت کی درخواست پیش کی۔ اور مدحیہ قصیدہ بھی لکھا اور اسمیں اپنی درخواست کا منضمون ظاہر کیا **ھوھنہ**

افتادہ است تو سن عزم مرا گذار
کز تربیت بود منش حق بے شمار

ستتر سال پیش وقت کراڑا صفہا
بقناد سالہ والد پرست بندہ را

آوردہ است جذبہ گستاخ شوق من
 زان بشتہ تر کر اگر ہر معمورہ و کن
 این راہ دور از سر شوق طے کند
 دارم امید رخصتے از آستان تو
 مقصود او ز آندش برون سیمت
 با جبہ کشاود تر از آفتاب صبح

از اصفہان بہ آگرہ و لاہور نسل شکبا
 آید غنائ گسستہ تر از سل بے قرار
 باقامت خمیدہ و باپیکر نزار
 اسے آستان کعبہ امیدوار روزگار
 لبے بحرف رخصت من کن گہنشار
 دست دعا بد رقتہ راہ من برابر

پس اتفاق سے اسی عہد میں یعنی ۱۰۴۱ھ ہجری شاہجہان نے دکن سے آگرہ مراجعت کی اور ظفر خان بھی مع مرزا صاحب ہمرکاب آیا ۱۰۴۱ھ ہجری کے آغاز میں ظفر خان کشمیر کی صوبہ داری پر مقرر ہوا۔ ظفر خان آگرہ سے صوبہ کشمیر میں آیا۔ اور مرزا مع والدہ بھی ظفر خان کے ساتھ کشمیر جنت نظیر میں پہنچا۔ چند روز شہر مینوچہر کی سیر کر کے باپ کے ساتھ وطن مالوہ ایران روانہ ہوا۔ وطن مالوہ میں پہنچے شاہ عباس ثانی کے دیوانہ بن باباب ہوا۔ صفویہ نے مرزا کی بڑی عزت و ابرو کی۔ اور اسکو ملک شعرائی کے خطاب سے مہراز فرمایا۔ عباس ثانی کے زمانہ تک نہایت عزت و احترام سے رہا۔ اور شہان صفویہ کے مدح میں قصائد لکھے۔ جب عباس ثانی کے بعد سلیمان صفوی تخت نشین ہوا مرزا نے تہنیت جلوس میں ایک قصیدہ لکھ کر پیش کیا جسکا مطلع یہ ہے
 احاطہ کرد خط آن آفتاب تابان را
 گرفت خیل بری در میان سلیمان را
 سلیمان صفوی نوخیز و نوخط تھا اشعار کے مضمون ناخوش ہوا۔ اور مدۃ العمر مرزا خطاب نہیں کیا مرزا نے کچھ پروا نہیں کی۔ آخر زندگی تک من ایران کہیں نہیں گیا لیکن ہند کا عیش و آرام یاد آتا تھا۔ اور یہاں کے مرزا کی بدل و بخشش و فانی نہیں کرتا تھا

آزاد نے خزانہ عامرہ میں لکھا جب نواب جعفر خان عالمگیری عہد کے شروع میں وزیر اعظم ہوا تب مرزا نے وزیر کی خدمت میں یہ ایک شعر موزون کر کے بھیجا ہے

دور بستان باہا حسا یاد کردن ہمہ است | اور نہ ہر شخص بیائے خود شعرے افکند

جعفر خان نے شعر کے صلہ میں یا بچہ زار روپیہ و نقول ابھن یا بچہ زار شمر نیان بھیجیں۔

مرزا کی وفات

یہ بیضاؤ خزانہ عامرہ وغیرہ تذکروں کے مؤلفین نے لکھا کہ ششم ہجری میں مرزا صاحب مقام صغیان میں وفات پائی۔ صاحبے فات یافت۔ مادہ تاریخ ہے۔ اصغیان میں مدفون ہے۔ مرزا کا ایک طلع ہے

در پیچ پردہ نیست نہ باشد نوا کے تو | عالم پرست از تو و نہائی سب کا تو

مرزا نے مرتے وقت وصیت کی تھی کہ میرے طلع میری تربت پر کندہ کرانا۔ چنانچہ اس کے آخر و اجابے سنگ مرمر کی لوح پر کندہ کر کے قوارچر پان کر دیا۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے مرزا کی رحلت کی ایک تاریخ موزون کی ہو چھڑا

عند رب نغمہ پرداز فصاحت صاحب | رفتن میں عالم ہوئے روضہ دار اسلام

عامہ آزاد و اشاکر د سال رحلتش | بلبل گلزار حبت صاحب علی مقام

آزاد بلگرامی نے یہ بیضا میں میر محمد مراد لائق کے ربانی نقل کیا کہ مرزا نے ایک خط مجھے تذکرہ فرمایا کہ اس وقت میری عمر ستر برس کی ہے۔ مجھ میں قدرے واند کے سخن سنجی و سخن دانی کا لطف فرہ حاصل ہوا ہے لیکن کیا فائدہ کہ اب حلت کا وقت قریب ہے مرزا کے اس کلام سے اسکے حوصلہ و رتبہ کے شان عظمت و بلندی کمال و دنیا و مافیہا کی ناپائیداری معلوم ہوتی ہے۔ دنیا میں سب سے اعمال خیر و معرفت ایسی کوئی کمال یا نہیں ہے

انسان کو دارین میں نیک نام کرے۔ انتہی کلام ہے
مرزا غزل گوئی و تمثیل میں استاد کامل ہے۔ غزل کو بطر تازہ و انداز نادرہ جلوہ افروز کرتا ہے
چنانچہ خود کہتا ہے ۵

غزل بود باین رتبه بچکده صائب — نو اسے عشق در ایام من کمال گرفت

با وجود اوصاف جلیلہ و جلالت شریفہ شعراء معاصرین و متقدمین کو اپنے اشعار میں
نیکنامی و خوبی کے ساتھ یاد کرتا ہے اور سیکونڈ خم زبان سے خستہ نہیں کرتا۔ چنانچہ خود کہتا ہے

بمور وقت سخن دست طرح دہ صائب — کرت ہو برت میلان این جہان باشی

اور حمد و رشک کو سون دور رہتا تھا۔ معاصرین شعراء عظمت کی نظر سے دیکھتا تھا۔
یاران ہم شرک باہم اتفاق محبت کی ترغیب دیتا تھا۔ چنانچہ اس ضمن میں سنزل
سوزون کی ہے ۵

خوش آن گروه مستم بیان یکد گزند — ز جوش فکرے ارغوان یکد گزند
نمی زند بسنگ شکست گوهر ہم — پے رواج متاع دکان یکد گزند
ز نند بر سر ہم گل مصرع رنگین — ز فکر تازہ گل بوستان یکد گزند
سخن تراش چو کردند تیغ الماس — ز ند چو طبع بکندی فسان یکد گزند
بغیر صائب معصوم نکتہ سنج و کلیم — و گزرا اہل سخن مہربان یکد گزند

حسن خلق و کس نفسی سے موصوف تھا۔ باوجود عظمت رتبہ و جلالت شان شعراء ہند
و عجم کو یکسوئی و خوبی کے ساتھ یاد کرتا تھا کیونکہ حقیر نہیں سمجھتا تھا۔

شعراء متقدمین متاخرین کے غزلوں پر غزلین لکھتا تھا اور غزل کے مقطع میں شعراء کا کاپ
پورا مصرع تضمین کر کے نقل کر دیتا تھا۔ چنانچہ سروازاد سے یہاں گہاٹے متفرق کا گلدستہ

گزارش کیا جاتا ہے۔ ہو خدا

این آن غزل که فیضی شیرین کلام گفت
 این جواب آن غزل صائب که میگوید ملک
 این جواب مصرع نوعی که خاکش سبز باد
 این آن غزل که اود حمدی شش کلام گفت
 جواب آن غزل است اینکه می شود گفتی گفت
 جواب آن غزل است اینکه گفته است مطیع
 این جواب آن غزل صائب که فتحی گفته است
 بطرز تازه قسم یاد می کنم صائب
 صائب این تازه غزل آن غزل شاپور است
 این جواب مصرع ابوحی که گفته است
 این جواب آن غزل صائب که ادیم گفته است
 جواب آن غزل حاذق است این صائب
 این جواب آن غزل صائب که راقم گفته است
 این جواب آن غزل صائب که می گوید غنی
 همین ز خاک فرج کامران نشد صائب
 این خوش غزل ز فیض سعید نقشند
 صائب اشتتم سرور برگ این غزل
 خوشا سیکه چو صائب صاحبان سخن

در دیده ام خلیده و در دل نشسته
 چشم تبیین باز کن تا هر چه خواهی بگری
 سایه ابر بهاری کشت را سیراب کرد
 اس روشن از رخ تو زمین و زمان همه
 چو شیراز و طرف می کشند زنجیرم
 کلید کعبه بت خانه در غسل دارم
 از فراموشان مباد آنکس که مار یاد کرد
 که جائے طالب آمل بر اصفهان سپید است
 که گران می و دآن کس که توکل دارد
 پادشاهی عالم طفلی است یاد یوانگی
 اگر منش دامن گیر خون من جوهر دست
 بهار دیدم گل دیدم و خزان دیدم
 تیغ دایم آبه رجو دارد و خون می خورد
 باد آیا میکه رنگ شوق ما سرپوش و شست
 که فیض هم ظهور می زین جناب رسید
 صائب بحر دل تبا مل رسیده است
 این فیض از کلام ظهور می بار سید
 تتبع غزل میرزا جلال کند

سلیم میرزا محمد طرشتی المتوفی ۱۰۵۶ ہجری میں سلام خان شہدی کے ہمراہ دکن میں آیا تھا۔ سلام خان کے فوت ہونے کے بعد کشمیر گیا۔ چنانچہ سلیم کا حال ردیف سین میں مذکور ہو چکا ہے۔ سلیم مرزا صاحب پرشاعرانہ چوٹ کرتا ہے چنانچہ کہتا ہے کہ دیوان کیست از سخنانم تھی سلیم تنہا نہ بریں این ستم از دست صاحب میر غلام آزاد بلگرامی نے سر و آزاد میں لکھا کہ سلیم نے میرزا کا نام صراحتہ بیان کیا اور سرقہ شہم کیا حالانکہ شعراے بلغا خوب جانتے ہیں کہ میرزا صاحب رت نوی مضامین محال ہے کہ بیگانہ کے مٹیر کو اپنا میرا یہ کرے۔ سلیم و میرزا دونوں باہم ہم سنگ ہم پائیاں جو مضامین و نون میں ایک دگر تیر و شکر کی طرح واقع ہوئے ہیں۔ ہم کو سرقہ نہیں سکتے ہاں بحسن طنز یہ کہہ سکتے ہیں کہ باہم دونوں کے کلام میں تو اور ہے نہ سرقہ۔ اب اس مقام پر دونوں کا کلام بیان کیا جاتا ہے تاکہ ناظرین مستفید ہو جائیں۔

صائب

دل را نگاہ گرم تو دیوانہ می کند
آئینہ را رخ تو پریشانہ می کند
نماند نالہ دل درویشہ مارا
بسنگ سرمہ شکستہ شیشہ مارا

صائب

از چشم نیم مست تو بایک جهان آب
ما صلح کردہ ایم بیک سرمہ دان شراب
آئینہ از رخ تو پریشانہ می شود

سلیم

مشاطہ را جمال تو دیوانہ می کند
کائینہ را خیال پریشانہ می کند
صدرا چگونہ برآید کہ این سیحہ چنان
بسنگ سرمہ شکستہ شیشہ مارا

سلیم

چشم تو ام ز ہوش تہیدست می کند
یک سرمہ دان شراب مراست می کند
ہر کس کہ دید روئے تو دیوانہ شود

غنی

<p>صائب</p> <p>خواہد فتاد او من نقش بدست من این فال را ز شائے شمشاد دیدیم</p>	<p>سلیم</p> <p>را شفتگی طرہ مقصود خبر داد ہر فال کہ از شائے شمشاد گر فقیم</p>
<p>ایضاً</p> <p>شمع بر خاک شہیدان گر نباشد گو مباحث لالہ در کوہ بدخشان گر نباشد گو مباحث</p>	<p>ایضاً</p> <p>زینت باب معنی جوہر ذاتی بس است لالہ در کوہ بدخشان نباشد گو مباحث</p>
<p>ایضاً</p> <p>حسن بالا دست را آرائشی چون غنیمت طوق قمری سرور بہتر ز طحال برست</p>	<p>ایضاً</p> <p>اگر چشم حقیقت نظر کنی دانی کہ طوق ناختم بر پائے سر و طحال است</p>
<p>صائب</p> <p>صائب ہند جگر خوار و خون می آید دستگیر من اگر شاہ نجف خواہد شد</p>	<p>سلیم</p> <p>جگر خوار خور و خون مرا چہ روز بود کہ را ہم باین خراب فتاد</p>
<p>آرا و کتبے میں کہ مضامین کی بندش میں شعرا کے شریک معنے کو بخلاف سرقہ تو ارد کہنا چاہئے تاکہ کلام حسن خوبی سے خالی نہ ہو جائے۔ اور سرقہ کا اطلاق بغیر ثبوت بیجا ہوگا۔ انتہی کلامہ۔ جہانناک ممکن ہو سیکو سرقہ سے شہم نہیں کرنا چاہئے۔</p>	
<p>من اشعار الفارسی</p>	
<p>بر دست خویش بوسہ زنداغبان ما از پئے تعبیر بامین ست بیدار می مرا</p>	<p>ز لہن تراز حناست بہار و خزان ما جلوہ برق ست در میخانہ ہمشیر می</p>
<p>کر و بر خاک لہ پر فشانے بستہ بالا مرا</p>	<p>زبان لاف رسوا کند ناقص کمالان را</p>

ولم یپاکئی دامان غنچه میسر زد	وله که بلبان همه ستند و باغبان تنها
عشق سازد هوس پاک دل عالم را	وله در چون شخه شود امن کند عالم را
سخت میخوام که در آغوش تنگ درم ترا	وله هر قدر آشفته دل را می فشارم ترا
بسا غم احتیاجی نیست چشم نیم ستش را	وله که می جویند می از پیمان چشم می پرش را
صفای سینه مرا در حرم کند قندیل	وله چو شد برون ز رنگ ده هست شیشه ما
نیز گنج چون گل رعنا درین چمن	وله خون دل از پیاله ز رسید بد مرا
گناه ماست شب وصل گر بود کوتاه	وله کند بموسم حج کعبه جمع دامن را
دل هر لحظه از دایه دیگر آمیزد	وله چو بیماری که گرداند ز تاب در دالین را
در خور پروانه ام بزم جهان شمع نیست	وله سوختم از گرمی پرواز بال خویش را
روشن شود چراغ دل از یکدگر	وله چون رشت های شمع بهم زنده ایم ما
در فکر زن هیچ کز این رخنه فساد	وله در خون گرم غوطه دهد جائی مرد را
بسته ست چشم روشن از سیرال مارا	وله چون شمع ریشه باشد در سر نهال مارا
ز شوق بیستون آینه لب رنگ شیرین	وله خوشا کاریکه بر آتش نشاند کار فزارا
چشم بر صبح آبی باز کن لب ببند	وله بهتر از خواندن بود دیدن خط اتارا
معذرت میداری ست آن کفر که ما خوش کردیم	وله سجده در دل سراسر میرود ز تار ما
تا ز زبور سل در چشم هم شیرین شود	وله بگر باشد خانه های دوستان از هم جدا
ماجت نام رکندی نیست در سیخ ما	وله گردش چشم بود بس حلقه رنجیر ما
ما خراب آب شمشیر تنافل گشته ایم	وله میتوان کردن بگردا من تعمیر ما
از عمارت ما ورو مندان آگه اند	وله میشود از زخم ظاهر جوهر شمشیر ما

در فضاے خاطر ماتیمریکان میشود	وله	نالہ میگوید و در سینه دلگیر ما
ایں که صائب است از اسن کوکوتہ است	وله	نار سائیمای اقبال است اسن گیر ما
مرا ز پیر خیالات نکتہ یا دست	وله	که غیر عالم آب انچه هست بر باد است
گنہ بارش رسیدت از پدر ما را	وله	خطا ز صبح ازل بزرگ آدمی را دست
شاد خود بینی خوبان درین رخسار چمن	وله	بر سر زانوئے گل آینه شبنم هست
کام دل نتوان گرفتن از جهان بے کس سخن	وله	آتش آوردن مردن از سنگ آتش
جز خراش هجر و چهره خوین صائب	وله	رگبر از نام چه در دست عقیق یمن هست
اسے برق چروت پارا شمرده بگذارد	وله	هر خار این میان رزق بر زمین است
از جوانی داغها در سینه مانده است	وله	نقش پایے چندین طلوع بر جا آمده
اہل کمال را لب ظہار خاموشی هست	وله	منعت پذیر باد تمام از طلال نیست
شب که صحبت جدیت نیرلف تو گذشت	وله	هر که به خاست زجا سلسلہ بر پیر کثات
درین رو بخت که بہان این چمن شدہ	وله	بخندہ لب بکشا روزگار کل چین هست
نقش پایے زلفگان ہموار ساز و راہ را	وله	مرگ را دایع عزیزان بر لب سنان کزیدہ است
در طلب مانیہ بان است پروانہ ایم	وله	سوختن از عرض طلب پیش آسان نیست
ما حجاب آلودگانرا جرات پروانہ نیست	وله	گرو و سرگردن ما گرد دل گردین هست
تا نظر واکر دہ ام چون شمع در بر مچوہ	وله	گریہ از ہر سویم براہ افتادہ نیست
پیشانی بر گرد و سرگشتن چنین سوا نبود	وله	این نبات خام پیرانہ در محفل گذشت
واسن کشیدن از کف عشاق سہل نیست	وله	یوسفین گناہ بزدان نشسته است
نہ از روئے بصیرت سایہ ال ہما افتد	وله	سبب است دولت تا کجا خیز و کجا نقد

دله	جاسے نہیں دے کی دل بد گمان ما
دله	مرا زیاد تو برد و تر اندویدہ من
دله	می خود باد دیگران ستانہ بریا بگذرد
دله	دورستان را با حسان یا و کرون بہرست
دله	زیریں حریف با انفس طامع را و بالا باشد
دله	کہ حال بر مندان پیش چشم یار می گوید
دله	گریبان پاکے عشاق از شوق فنا باشد
دله	استغوی امید باین دست گاہ حسن
دله	رفت ست نپاس لب عشق کہ مرغان
دله	مکن اعانت ظالم ز سادہ لوحیہا
دله	توان بگوہ غم دل مارا شکست داد
دله	مہر چختہ نگیر و بسر شاخ قرار
دله	سا کا نیکہ قدم درہ جانانہ زنند
دله	ستی از شیشہ و پیانہ حالی کردند
دله	مرد دستے کہ فنا نہند بعالم زندان
دله	چشم از آن حال چہ شد کہ در روز سخت
دله	لالہ در سنگ نہان بود کہ آتش و ستان
دله	عشق و ہنگامہ آغوش طرازی بہیات
دله	صاحب زہد برون آئی کہ در روز ازل
دله	تا باز گشتن تو بصد جانمی رود
دله	ستم زمانہ ازین بیشتر خواہد کرد
دله	در فرنگ این ظلم این بیدار حاشا نکند
دله	وزیر خلیعہ پائے خود غم می انگشت
دله	گداز کاسہ دیوہ از کوری مشتقی شد
دله	کہہ عجب مرگ برالین این بیمار می گوید
دله	الف سہینہ کند عزم زوق آسبا باشد
دله	این یکدوبو سہ گز شمار می چہ می شود
دله	شب نوبت پرواز بہ پرواز گزاردند
دله	کہ تیغ سنگ فسانہ سیاه می سازد
دله	از فیمل مست کعبہ محابا نمی گنجد
دله	سہ خصوص ز فامی ست کہ بردار بود
دله	پشت پاز فلک زہمت مردانہ زنند
دله	رہ روانے کہ در کعبہ و پنجانہ زنند
دله	ز ابدان در کمر سبجہ صد دانہ زنند
دله	برق در خرمن آدم ہمین دانہ زنند
دله	سکہ داغ ہنہام من دیوانہ زنند
دله	شمع دستہ است کہ بر سینہ پروانہ زنند
دله	طبل رسوائی ما بر در میخانہ زنند

از سعی کار عشق شود خام بیشتر	ولہ	بچہ بچہ بال نشان و ام بیشتر
از تماشائی پریشان جهان دلگیر باش	ولہ	والہ یک نقش چون آئینہ تصویر باش
یا داز نگاہ گیر طریق سلوک را	ولہ	در عین آشنائی مردم رمیدہ باش
قد نہال خم از بار منت شمر است	ولہ	شمر قبول کن سرو این گلستان باش
نہ آن جسم کہ از قحط خیرہ یاز بہا افتم	ولہ	ہمان خورشید تا بانم اگر در زیر پا افتم
بہر حالت کہ باشد گرد گلشن چون صبا گرم	ولہ	نیم نگہت کہ از گل در پیشانی جدا گرم
سپہرے را بتعظیم دل مانا مزد فرما	ولہ	کہ آداب نشست و خاست و محفل نمیدم
خود را شکفتہ دایہ بہر حالت کہ بہت	ولہ	خونے کہ بخوری بدل روزگار کن
ہیچ ہمدرد سے نمی یابم ہرے خوشین	ولہ	می نہم چون بید بخون سہم بخوشین
نیست از منصور کہ مروانہ میگوید سخن	ولہ	از زبان شمع این پروانہ میگوید سخن
تاریخ از بادہ گلزنک بر فروختہ	ولہ	جلگر لالہ غداران چمن سوختہ
من کجا ہجر کجا اسے فلک انصاف	ولہ	ہمین داغ بسوزی کہ مرا سوختہ
اشک دیدہ و روشنہ لان را نمیت	ولہ	زردہ میرقصہ دران زن کہ باشد روشنی

صفی شیخ محمد شیرازی

صفی تخلص شیخ محمد نام شیرازی المولود المنشا ہے۔ علم و فضل کے زیور سے آراستہ خلاق مروت کے پیاری سے پیرستہ تھا۔ سخن سنجی و نبدلہ گوئی میں سلیقہ بہتر رکھتا تھا۔ اور خاص فن سیاق میں فروید شکار کیا جاتا تھا۔ یکشش آب خورش بزبانہ سلطان محمد قلی قطب شاہ والی گونڈہ شیراز سے رکن میں آیا۔

قطب شاہ کے ملازمین میں نسلک ہوا۔ دفتر محاسبی میں خدمت میں نشی گری پر مقرر تھا مدت تک عیش و آرام کے ساتھ زندگی بسر کیا۔ آخرت میں ہجری میں فوت ہوا۔ اور میریوسن کے دائرہ میں دفن کیا گیا۔

من اشعارہ

رخسار تو مصحفی ست بے سہو غلط	کش ملک قضا نوشتہ از شک فقط
چشم و دہنت آید و وقف ابرو	مژگان اعراب خالی خط حرف فقط

صادق میرزا صادق آبادی

شاہ صادق تخلص۔ میرزا صادق نام۔ عالم شباب میں ایران سے دکن میں آیا۔ مرثی نظام والی احمد نگر کی خدمت میں باریاب ہوا۔ نظام شاہ نے اسکی بہت تعظیم کریم کی منصب و جاگیر سے سرفراز فرمایا۔ زمانہ دراز تک مرثی نظام شاہ کے سایہ عاطفت میں زندگی بسر کیا۔ آخر جب کہ بادشاہ ہند احمد نگر پر قابض و متصرف ہوا۔ مقتول ہو کر جنگ میں مقتول ہوا۔ من اشعارہ

شوخی کہ بسادگی ازو کردم صبر	اکھون خطش از غبار دارد سر جبر
از خطش اگر فزون بودم عجب	سوزندہ ترست آفتاب از تہ ابر

صادق میرزا صادق خان خاں آبادی

صادق تخلص۔ میرزا صادق خان نام۔ شاہید خاں آباد دکن سے تھا۔ نواب آصفیہ ثانی کے زمانہ میں زندہ تھا۔ صاحب علم و فضل تھا۔ سرکار عالی نظام کے

منصبداروں میں ممتاز و سرفراز تھا۔ شعراء معاصرین میں لائق و فائق تھا بطبیعت میں
 شوخی و طرافت تھی۔ یاران ہم شرکے ساتھ نہایت شگفتہ پیشانی و خندہ روی
 سے ملتا تھا۔ ذمی حروت پاکیزہ طبیعت تھا۔ راست گوئی میں شہور و معروف تھا
 بیباک و چالاک تھا۔ آزادانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ کلام رنگین و شیرین ہوتا ہے دیکھنے سے
 مزہ و لطف آتا ہے۔ آپ سنہ ۱۲۱۰ ہجری میں فوت ہوئے۔ من اشعار الہندی

ہوا آنکھوں میں آنخت جگر بند
 کرے پروا کیو نکر مرغ بر بند

بدقت اشکاب نکلا ہے شاید
 کہاں نکلے ہے تار زلف سے دل

حرف ضا د

ضیا۔ مرزا عطا برہانپوری

ضیا تخلص۔ مرزا عطا نام۔ خزان بہار کے مولف نے لکھا کہ آپکا نام جو تخلص لیا
 و میرزا عطا بیگ عرف ہے۔ فقیر مولف کہتا ہے کہ میرزا عطا بیگ نام۔ خوش کلام خان
 نقیب ہے۔ اور گلبرغا کا مولف قائل ہے کہ ضیا تخلص۔ میرزا عطا نام حمید و نقیب کے نزدیک
 آپ گروہ برلاس ہیں۔ آپکے نانا میرزا بھان امداد صاحب سینی سے تھے۔ آپکا مولد
 و منشا قصبہ بوڑھے جو ملک پور برار سے دس کھمس کے فاصلہ پر ہے۔ آپکی ولادت سال ۱۱۸۳
 شوال ۱۲۱۰ ہجری میں واقع ہوئی۔ جب آپ نہ شعور کو پہنچے تب بوڑھے برہانپور
 گئے۔ وہاں تو وطن ہوئے۔ وہاں بعض اساتذہ سے کتب فارسی و عربی بقدر ضرورت
 پڑھیں۔ مستند و لائق ہوئے۔ فطرتاً آپکا میلان شعرو شاعری کے طرف زیادہ تھا
 فارسی و ہندی میں کلام موزون کرنے لگے۔ حسن اتفاق سے انہیں ایام میں

سراج اور نگ آبادی تفرجاً برہا پور میں وارد ہوئے۔ آپ سراج سے اردو میں اصلاح
 لینے لگے پہر برہا پور سے اور نگ آباد میں آئے۔ جناب میر غلام علی آزاد کی خدمت میں
 پہنچے۔ فارسی اشعار میں میر آزاد سے اور ہندی میں شاہ سراج سے اصلاح لیتے رہے
 رفعت رفعت چند روز میں ایسے رتبہ کو پہنچے کہ امثال اقران میں ممتاز ہو گئے۔۔ اور میر ضیا
 کی خدمت میں جو کتب سیر عربی باقی رہ گئیں تھیں ان کو بھی تمام کیں۔۔۔ نوا ضیا
 فارغ التحصیل ہو کر لکھنؤ ہجری میں نواب میر عابدیار خان النخاطب رسلا حنبلیہ
 جو میر موسیٰ خان النخاطب برکن الدولہ بہادر اور نگ آبادی کے بہائی تھے ان کی
 مصاحبت ملازمت میں داخل ہوئے۔ ملازمت کی وجہ سے اور نگ آباد میں تکست
 رہے۔ نوا اصحاب کے مجلس حضرت ضیا سے روشن تھی۔ نوا ضیا سے بہت خوش تھے
 ضیا میر آزاد و شاہ سراج کی خدمت میں نیاز مندانہ و مریدانہ اکثر اوقات حاضر ہوتا تھا
 فارسی اشعار آزاد کی اصلاح سے درست ہوتے تھے۔ اور اردو اشعار کی آیت اب سراج کی
 بدولت تھی۔ آخر میں آپکا کلام دونوں زبانوں میں ہستاد کے رتبہ کو پہنچ گیا۔ اقران
 و امثال کے مجمع میں آپ کی شہرت درجہ عروج کو پہنچی۔ آپ کے ایک شغومی آزاد کی
 مدح میں لکھی ہے۔ فارسی و ہندی دونوں زبانوں میں صاحب دیوان ہیں ہم ترجمہ
 خاتمہ میں، دونوں دیوان اور شغومی سے چند اشعار اظہار کے لئے ہدیہ کرتے ہیں
 آپکا کلام دونوں زبان میں نہایت ہی شستہ و صاف ہوا ہے۔ لطافت نزاکت
 اشعار کی ہر ایک فقرہ سے چمکتی ہے۔ آپ کے مضامین شیریں و فقرات نگین کے دیکھنے
 خوب مزہ و لطف آتا ہے۔ آپکا فارسی دیوان کیا ہے جو اہرے بہا کا خزانہ ہے
 اور دیوان ہندی لالی آبدار کا گنجینہ ہے۔ ہر ایک دیوان خوبی و خوش سلوبی میں نظر

رو لپیڑ ہے۔ مثنوی کے اشعار ہی شکر یزداد لاویں۔
 آپکا مزاج فقیرانہ تھا۔ دنیوی ترک و نشان کے خواہاں نہیں تھے۔ قدرتی محتاج کے
 جو بار تھے تھے۔ آپکے کبھی زیادہ کی ہر سن نہیں کی۔ کبھی جاہ و حشمت کی خواہش
 نہیں کی۔ خوش کلام و شیریں زبان تھے۔ تجلی خلاق و مہربان و فانی تھے۔ مغرب
 خلاق و مقبول خلاق تھے۔ اقران امثال میں الائق و فائق تھے۔

آخر آپ سلمہ ہجری میں وطن بلوچستان پر پانچویں آئے۔ سب غم و اہم سے ملے
 سبکے آپکی خیر مقدم میں خوشی ظاہر کی۔ آپ بھی سبکے ملنے سے خوش حرم ہو
 دو سال تک رہے۔ دریں تدریس شعری سخن میں اپنا عزیز وقت صرف کرتے تھے
 پھر سلمہ ہجری میں شہر بلوچستان میں فوت ہوئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون

من اشعارہ المثنوی

قبل جان و دل منقلا ماست
 بعد نبی ہر چہ کہ گوئیم ماست
 او بود الحق گلین گلستان
 اوست شہ ملک خفی و جلی
 پر تو او باد چرخ و دم
 نامزد رتبہ آزادی است
 تربیت حضرت عبدالعزیز
 مرتبہ اش را بد جیسا گو است
 انوری و صائب خاقلی است

حضرت آزاد کہ استا و ماست
 مادہ عرفان زودہ ہوشیار است
 بہت سیادت چمن بیخزان
 نامش اگر بہت غلام علی
 مطلع آن مہر بود بلکہ رام
 شہر حلق با ستادی بہت
 وررہ علم آردہ او را دلیل
 اگر بشماریم کلیمش رواست
 واقعہ اسرار زبان انی است

هست سخن نامی حجت فزاست
 چون خط تقدیر بجاک آشنا
 بجز از عالم تحقیق ماند
 به ز فلاطون و ارسطو شود
 بهر تفتن بود این ساحری
 حضرت آزاد را میرا جل
 موعظه محض حکایات او
 هست ز تابش متحرک دوا
 رشوه نشان بر گل و زخار خوش
 جمله جهان بنده اخلاص او
 خانه او ما من هر خسته هست
 فیض و کریم بنده سرکار او
 مخفش آموده اغیار میت
 یک بر حوال ضیا بیش باد

شعر ترش گفت دل را و است
 نیست رقم کرده آن مقتدا
 هر که از و درس بلاغت بخواند
 هر که بجاش نظر او شود
 مرتبه اش فوق تر از شاعری
 هست بجموده علم و عمل
 صرف ریاضت بود اوقات او
 بهر حصول غرض خاص و عام
 هست غایش سحابی بس
 فیض رسانی عمل خاص او
 بسکه با مداد کمر بسته است
 علم و عمل حسا دم در بار او
 بی ادبی را بدرش باز نیست
 مرحتش مرهم بر ریش باد

من اشعاره الفارسی

طیش گناه بود صید بمل را
 که وقت خواب باز نه پشت ناخن پار
 که بهار مشق جنون ز گل بریدن نگار
 گواه باش که کروز می کشیم او را

به سلی که ادب خون مدعا ریزد
 توان میشمار کرد از سر زشتی را بخلت
 بهول که زنده دم شیر دل تنگ
 رقیب کاوش چپاز من بدل دارد

ز حال گوشه چشم تو شد مرا معلوم دل که ترک در پس بر زده گره سورا
 نباشد با سیکار آن سر مرد سخن گورا دل که موگرد و من افتد زبان بیرون کند او را
 کند تعظیم روشن گویان طفلان آن هم که در ستار می چرخد کوه کبابا حبیب
 دلم به نرم بتان و انمی شود بے او چو غنچه که بود در میان گلها
 وقت پیری از لب ربتان پر پیر کن که میر قصد ز تاشیر نمک مبروص را
 بر نمی خیزم اگر از کوه تو اوصاف کن که ز تو زنده رفتن عار می آید مرا
 صحبت اجل کس عالی بود و در زیان پر تو خورشید سازد بر صرشت ب را
 مرا بقتل سانی و ریخت بر من شک که مشت آب ضرورت منخ بمل را
 در زلف دید رویش دل شد اسیر یعنی پروا ز کم کند منخ پیش چایغ در شب
 ساعرق خویش کند از رشک قاتش دل استاد است سر و نهیما بجوے آب
 ز روشناست مباد آ زده باشم همین قدرت ملاک آمد و رفت
 روشن گهر آن را کجا هم بود البت شمشیر پسند دل ماه رمضان است
 چه میگویی که بنشین کیزان این گفته می که امر و زانکه طبع عظیم است
 خدا نخواسته باشد شکست شیشه دل شنیده ایم صدای که میخ تو را گفت
 بے کسب جابده حق نتوان یافت مرد و دمار است کس را که ز غنویت
 طبع بر بخور مراب و بعشرت کار نیست قادر و ز غمید را در خانه بیا نیست
 ز زلف و دل پر داغ مانمی ترس که مار طعمه حاصل برامی طاووس است
 گفته ش نخت مرا چند تباهی باقیست زلف نمود که بیا ریاهی باقیست
 نمی دانی که اشک من چه چیز است مرا این طفل فرزند عزیز است

دله	دران زمان که بخشتر قیام خواهم کرد	دله	ترا بیا دویم یک سلام خواهم کرد
دله	اطفال شک راندم چون بچشم	دله	اولا حضرت دل مظلومم راده اند
دله	چو غنچه که پس برگها شکفته شود	دله	تبشش پناه حجاب می آید
دله	از در خانه ما آن بد کیشش آمد	دله	آنچه ما خواسته بودیم همان پیش آمد
دله	نمی خواهم که حوری یا قصوی کفتم کنند	دله	آه ای آن بت بیگانه پرور آتشگر و د
دله	گفت روزی از غضب با من میبارد گر	دله	گفتم این از من نخواهد شد بگو کار دیگر
دله	چشم او نندگزد و داده من افزون بسجاست	دله	از ناخوش می کند در جوش گریا بیشتر
دله	چرا که بغضب تنگ بسته امروز	دله	چه شد که وی بمو قربان نگشته ام مر و د
دله	مین نگاه گیر آلودم اندازش پیرس	دله	مرغ چون در آب تر گردد پرازش پیرس
دله	آئینه چه باشد که شود باز نگاهش	دله	کز شرم رگ چشم بود تا زنگاهش
دله	خواهی بر آید که گرفته کامل رخص	دله	در خور و طاقت میدهم جان و دل رخص
دله	ناز کن اما مفعدری که لها بشکنی	دله	بر طرف آئینه داری مقابل الحفظ
دله	گویا که بر سر مضامش نظر افتاد	دله	چون دید او ز و در مرا بر کشید تیغ
دله	ناز حسنت را نیاز عشق نمی آرد جواب	دله	گر ترا شمشیر در دست است باز کیف
دله	حکایتی است که گفتم ز جور سیمبران	دله	تو بر غضب مشوا ز من ترا نمی گویم
دله	دانت کجاست که هر وقت نام من پرسی	دله	نه از مرتبه گفتم که من غلام تو ام
دله	نگذاشت او بتماز جلگه آه بر آریم	دله	رفتیم کسی را ز خود آگاه نکر دیم
دله	من بجان بنده آن طرز انکلم کردن	دله	سختی گفتن و از ناز تبسم کردن
دله	با من سخن ز خشم بر آ خدا انکو	دله	چینی که گفتنی است بنخود گو مرا گو

در حق من هر چه از جور و جفا فرموده	وله	من مقرر قابل آنم بجا فرموده
عسیر ز جها نغم باین تیره بختی	وله	بنوعی که بر جبهه من سیاه
رسی بدر و دلم گردانے خویش شوی	وله	خدا کند که چون بکلائے خویش شوی
اے محنت بے میکده کشتی نخوردی	وله	کردی غلط که کشید که کونتر آمدی
می خواستم که مرگ تنها کنم ز حق	وله	بسیار خوش که تو ام بر سر آمدی

من اشعار ۱۵ اند می

تجھے کیا یاد ہے ساقی دو عالم بھجابی کا	وله	اور تو جام کا ہنسنا اور پرونا کلابی کا
کیا ہے غم اوں ناپرور نے سواری		پرستوار جنگا آئینہ نے عیا آفتابی کا
اے ساقی لہین پیر تہ خیال من بھجابی کا		وہی سانو کا چلنا اور کھٹے دنا کلابی کا
کرتا ہے حشر بر پاساقی سے جلد کرتا	وله	گزن اٹھا اٹھا کر شیشے کا کعبہ رہنا
دیکھتے ہے اسکے خط کی شان لڑ جہا گیا	وله	اس ہو کین کو کینہ کھوین لڑا چہا گیا
رہ گیا ہے اتبواقی ایک دم کا اشتیاق	وله	ناک من جی آریا ہے دیکھنے اسکی بلاق
اور تو تم ہو و نکو تان کرتینوری چڑیا ہے	وله	اور من دلیں سہم سہم سہم مند کہتا ہوں
رنگ اڑ گیا سہل نرگس ہی ناک ہی ہے	وله	کھٹش گلبدن بن کبری سی پک ہی ہے
اے ساقی غم کی مارو کی تو نسلی کرتابی سے	وله	کلابی کا بہر آتا ہے ہندو بی جلابی سے
تیری آنکھ کو ساقی دیکھنا دید جان جاتی ہے	وله	کلابی نہہن بیٹہ نام پانی چواتی ہے

ضیا - میر محمد علی دکنی

ضیا تخلص - میر محمد علی نام - صفدر علی خان خطاب - آپ میر سکر علی خان

ہمیشہ زادہ تربیت خان عالمگیری کے صاحبزادہ ہیں۔ آپ کی نسب کا
سلسلہ سلطان حسین مرزا بن بہرام مرزا بن شاہ اسمعیل صفوی
دلی ایران سے پہنچتا ہے آپ کے والد دہرپ کن کی قلعہ داری پر مورتھے۔ پھر بندگانغا
نوابکے صفیاء نے لحاظ خاندان آپ کو حضور میں بلا کر رکھا جاگیرت کی متصدی گری
اور سرکار خاص کی دیوانی پر مقرر فرمایا۔ چند روز کے بعد فوت ہوئے۔ ضیاء کی
ولادت قلعہ مذکور میں ہوئی۔ اور آپ کے والد ماجد کے سایہ عاطفت میں تربیت تعلیم
پائی تھی۔ زری استعدا صاحب ہوا تھے۔ شوق لونی میں درست فکر و خوش خیال تھے
سکارا صفیاء بن کے صاحبزادوں میں شریک تھے آخر پندرہ سالہ سحری میں فوت ہوئے

من شماره الفارسی

خیمہ سال دریا قہر بار بلوہ اش	در بساط خود ہمیں کشت زرداریم
گرداوم زوفا ساقی حرم میں می کند	بر عبادتم تانیم کیسے مشکین گشت
بے نوا طبع کے توان بالاسیاقی نمود	آسمان را رفعت قدر از خم شست دوست
از سر و رخ تو کرد عالم کا	رجحہ صبح است آفتاب فروش
چشم ترمانند شبنم میں چین بردم	خون دل چون بعل خود از وطن بردم
ز نامت نامہ ما بزرگ گل گرد و انگشتم	خانی میشود چون خیمہ مرگان انگشتم
چو رگس تانیم ساز و چشم و لبر انگشتم	بود آئینہ در یک گلستان ساز و انگشتم
بستج سوزہ ہجران تھی ترسم کہ واسطو	تجیرش خاشد شعلہ شمع آساہم
بدستم جام می سوز و زلس و زار لب علش	بود چون شاخ گل آئینہ دار از خاک انگشتم
اگر شرح گذار سوزہ ہجران ترسم سازد	کند مانند شمع ایجا چشم تر انگشتم

برنگ شانہ دار دیکھت بانی ننگ شتم
 بود چون رشتہ تبیج عقد گہرا ننگ شتم
 بساں شاخ نرگس چشما دار دہر ننگ شتم
 چو شاخ نرگس رو چشم حیران گیر ننگ شتم
 اگر سر حلقہ گیسوے اواید رانگ شتم

ز بس تجالہ خرمین کرد برق حسرت شمشب
 ز دم دست تفکر کہ در لطف سنج شمشب
 سراپا یک چنین گلدستہ خرمین باشایم
 نوایم کفایت نامہ حیرانی خود را
 ضیا همچو ایمان صدقن زیر کین باش

ضیعہ - محمد عبداللہ خان لکھنوی

ضیعہ تخلص - محمد عبداللہ خان نام۔ آپے اپنا حال تذکرہ شعرا میں جو آپکی
 مالیت ہے لکھا ہے۔ ہم سب سے انکار کے لکھتے ہیں۔ آپچے صالح خان لکھنوی کے نوید
 ہیں۔ آپکا مولیٰ و منشا شہر لکھنوی ہے۔ آپکے آباؤ اجداد شاہین اور وہ کی ریاست میں سترہ صد
 ہر ماہ و رہے ہیں۔ اور جس خدمات کے عہد میں جاگیر بنا اور عام لپے ہیں۔ آپکے جد امجد علی
 نواب صطفی خان قندہ ماری شاہ اور وہ کی فوج کے رسالہ رہے۔ اور ہار گاہ شاہی کے
 مصاحب۔ آپکے عم بزرگوار محمد احمد حسین خان بہادر میں ہزار روپیہ سالانہ کے جاگیر دار
 ہیں۔ آپکے خالو محمد صغی اللہ خان بہادر الخاٹب سرتیف الامرا بہادر سرکار عالی نظام
 کے ریاست میں عہدہ منصب سے ممتاز تھے۔ اور اسی ریاست کے سایہ محبت میں سکونت پزیر
 تھے۔ نواب صاحب محل میں کز اب ان کے رواسا میں سے تھے جو وقت سرکار انگریزی ملک کو
 پر قبضہ کیا تو اس وقت آپکے خالو صاحب کے لئے سرکار انگریزی سے تباہین حیات میں بڑ
 روپے ماہوار مقرر ہوئی تھی۔ اور مدراس کی کونسل کے رکن بھی ہوئے تھے۔ اور انکو کلر انگریزی
 سے شرف الامرا کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ نصیلہ دل نصرت جنگ کا خطا لایا۔ ہا۔ ک۔ م۔

نواب صاحب کی بڑی عزت و آبرو کرتے تھے۔ آخر آپ کے خالو صاحب نے ۱۲۹۰ھ ہجری
میں سن ارفانی سے رحلت کی۔

آپ نے نشوونما کے بعد اوائل شباب میں کتب و کتب فیہ فیہ علماء لکھنؤ سے تحصیل کیں
افشا پرواز می عبارت ایسی میں چھی لیاقت و مہارت پیدا کی۔ پہر آپ ۱۲۶۵ھ ہجری میں
وطن باوفہ سے حیدرآباد دکن میں آئے۔ خالو صاحب کے دو تھانہ پر فروکش ہوئے۔ چند روز
کے بعد آپ کے خالو صاحب نے اپنی دختر نیک اختر کی شادی آپ سے کر دی۔ آپ اس تعلق
کی وجہ سے حیدرآباد میں متوطن ہو گئے۔ حیدرآباد دکن میں آپ کو شعر گوئی کا شوق ہوا۔
نواب عباس حسین خان ششدر کی خدمت میں شوق کرنے لگے۔ چند مدت تک سلسلہ
جاری رہا۔ نواب صاحب کی توجہ سے آپ کا کلام درست ہونے لگا۔ اسی عرصہ میں نواب صاحب
کسی مقام پر تشریف لے گئے۔ آپ کی مشق و اصلاح سخن میں ہرج واقع ہوا۔ آپ متر و موزون
کیونکہ آپ شعر گوئی کے فریقہ میں۔ مولف فقیر کو آپ کا تذکرہ دیکھنے سے یقین ہوا کہ
آپ شعر گوئی اور شاعروں کے کلام کی جستجو میں بڑی جانفشانی و دلسوزی فرماتے ہیں
آپ کو اس فن سے نہایت ہی خوب مناسبت ہے۔ محلو آپ کے تذکرہ سے وکئی و ہندی
شعرا، معاصرین کے نام و کلام کا نشانہ پتا ملا۔ میں غائبانہ آپ کا شکریہ تہ دل سے
اور اگر تاج ہوں۔ اور آپ کی ملاقات کا ہمہ تن شوق ہوں۔ بمصدق کل امر مرھوین
باوقا تھا کسی وقت ضرور مشرف ہوں گا۔ جن نون میں آپ کے استاد ششدر کہیں ہا
رونق افزا تھے انہیں نون میں حسن اتفاق سے جناب حکیم مولوی نواب یار محمد صاحب
مہوش جو حافظ رحمت خان النخا طرباب مکرم الدولہ حافظ الملک الی روہیلکھنڈ کے
بنارس سے ہیں اس شہر میں رونق افزا ہوئے۔ آپ حکیم صاحب موصوف کی خدمت میں

اپنا کلام پیش کرنے لگے۔ آپ حکیم صاحب صوف کی عنایت و محبت کے شکر گزار ہیں
 آپ کے کلام سے پختگی و شستگی نمایاں ہے۔ آپ خوش مزاج و خوش خلق ہیں شگفتہ طبع
 و خندہ پیشانی ہیں۔ یاران ہم مشرب کے جلسہ کے رونق میں نظریف و لطیف گو و لطیف
 و بذلہ سنج ہیں۔ بخندان سخن فہمی میں بنے نظیر اب ہم آپ کے چند اشعار آبدار مدیہ نمایاں
 کرتے ہیں تاکہ مطالعو سے حظ و لذت اٹھائیں۔ فی الحال کی نذر تمھیں جالیس کے
 قریب ہوگی۔ طالع مند بقاہ۔

من اشعارہ الہندی

<p>رحمت سے ہے ہر احوال اس گناہ کا گردوں جو بنایا ہے جو ان میری آواز کا اوتا تھا پر تو وہ وہ تیری جلوہ گاہ کا ملتا نہیں نشان جا رہے مزار کا</p> <p>کیا پوچھتے ہو حال شب انتظار کا فرقت ہی ہو نصیب لب فیضان ہو وہ گل نہیں جو مورچہ رخسار ہو کوئے زمین یار کہیں آسمان ہو</p> <p>خاک چھنوا تی ہے لے یار کدورت تیری بول ٹہری پر تو کہ کیوں آئی ہے تیرا تیری میری نظروں میں پہر کرتی ہے صورت تیری جب سیطخ نظر آئے نہ صورت تیری</p>	<p>جستے ہو اپنے عشق رسالت پناہ کا کہاں ملو ایوں کسکی میں تیغ نگاہ کا جس اورے کہ سر پہ کیا کوہ طور کو گم راست سے کیا تھا خیال کمر میں جو</p> <p>بس کا تار تار تہاں تیرے لئے ہے شوق خلق یہ کہ کسی پر عیان نہ ہو کیوں خطا ہو تو نہ کیوں مکر ہے بہار گردش سے بخت کی یہی ضیعم ہے جگہ جگہ</p> <p>درجہ دار ہو پہرانی ہے محبت تیری ڈال دی صبح شب وصل جو خسار پہ زلف شکل آئینہ ہون میں محو تیر جب سے نکلی کیوں صورت سیما تیرا کونلار</p>
---	--

حرف طاء

طالب مولوی شاہ جہاں شاہ

طالب تخلص۔ شاہ جہاں شاہ نام۔ آپ محمد حبیب اللہ عظیم آبادی کے فرزند
 ولیندہ ہیں۔ آپ کے والد سوداگران متمول سے تھے۔ طالب صاحب ترجمہ کی ولادت
 شہر مذکور میں ہوئی۔ نشوونما بھی مان کی آب ہوا میں پائی۔ جب صاحب غسل شعور
 ہوا وہاں کے علما و فضلا کی خدمت میں تحصیل علوم و فنون میں مشغول ہوا۔ چند
 کے بعد فارغ التحصیل ہوئے حضرت شاہ منعم دہلوی کی خدمت میں شرف بیعت سے
 مشرف ہوئے۔ پھر آپ کے والد ماجد سے زانیہ عالم جاوہرانی کے طرف روانہ ہوئے
 آپ کے والد کے فوت ہونے کے بعد تمام مال اثاثہ البیت مساکین غریب کو دیدیا۔ اور
 خود لازم حرمین شریفین گئے۔ حرمین شریفین پہنچ کے حج و زیارت سے فارغ ہو کے
 مکہ منورہ میں رہ رہے۔ نواب نصیر الدولہ بہادر کی خدمت میں ملازم
 ہوئے۔ بارہ برس تک نواب کی خدمت میں سکونت پذیر رہے۔ نواب صاحب کی
 بہت عزت و آبرو فرماتے تھے۔ پھر دوبارہ آپ کے دل میں حج و زیارت کا شوق پیدا
 ہوا۔ نواب صاحب سے رخصت ہو کر حرمین شریفین روانہ ہوئے۔ پھر حج و زیارت سے
 مشرف ہوئے اسی ملک میں واپس آئے اور تہ چنالی میں سکونت پذیر ہوئے
 پھر چند دن کے بعد ملازم زیارت ہوئے۔ اور حرمین شریفین روانہ ہوئے۔ پھر آپ
 صاحب نے اہل علم کی تعلیم میں مصروف ہوئے۔ آپ کو
 شعرو شاعری سے دل چسپی تھی خوب ہی موزون الطبع تھے کہیں کہیں کلام موزون کرتے تھے

اپنا کلام پیش کرنے لگے۔ آپ حکیم صاحب صوف کی عنایت و رحمت کے شکر گزار ہیں
 آپ کے کلام سے چنگی و شستگی نمایاں ہے۔ آپ خوش مزاج و خوش خلق ہیں شگفتہ طبع
 و خندہ پیشانی ہیں۔ یاران ہم شرک کے جلسے رونق میں طرف و لطیفہ کو لطیف
 و بذلہ سچ ہیں۔ بخندان سخن بھی میں نے نظیر اب ہم آپ کے چند اشعار آبدار بدیع نظر
 کرتے ہیں تاکہ مطالعہ سے حظ و لذت اٹھائیں۔ فی الحال آپ کی عمر تخمیناً چالیس کے
 قریب ہوگی۔ طالع شہ بقاہ۔

من اشعارہ الہندی

رحمت سے ہے ہر انوار من گناہ کا
 گردوں جو بن گیا ہے وہ ان یہی آگاہ کا
 اوتا تھا پر تو وہ وہ شری جلوہ کا
 ملتا نہیں نشان جا سے مزار کا
 کیا پوچھتے ہو حال غیب نظر کا
 فرقت ہی ہو نصیب لب فرماں کا
 وہ گل نہیں جو مور و مرغزار کا
 کوئے زمین یا رکب میں آسمان کا
 خاک جہنوا تی ہے اے بار کدورت کی
 بول ٹھی پر تو کہ کیوں آئی ہے تباہی
 میری نظروں میں پہر کر تی ہے تصویر
 جب سیطح نظر آئے نہ صورت تیری

جستے ہو اے عشق رسالت پناہ کا
 گہا مل جو اسوں کسکی میں تیغ نگاہ کا
 جس اورے کہ مر مر کیا کوہ طور کو
 گم نیست نے کیا تھا خیال کمر میں جو
 بسے کا تار تار تھا تھر تھر سے لے
 ہے شرط خلق یہ کہ کسی پر عیان نہ ہو
 کیوں خطا ہو نمود نہ کیوں کرٹے بہار
 گردش سے بخت کی یہی ضمیمہ ہے جگہ خوف
 دربار و بقعہ پراتی ہے محبت تیری
 ڈال دی صبح شب وصل جو خسار یہ لطف
 شکل آئینہ ہون میں محو تیر جب سے
 نکلے کیوں صورت سیاب تیر کون ار

حرف طاء

طالب مولوی شاہ جہاں شاہ

طالب تخلص۔ شاہ جہاں شاہ نام۔ آپ محمد حبیب اللہ عظیم آبادی کے فرزند
 ولیدین۔ آپ کے والد سوداگران متہول سے تھے۔ طالب صاحب ترجمہ کی ولادت
 شہ نیکو میں ہوئی۔ نشو و نما پٹی مان کی آبے ہوا میں پائی۔ جب صاحب شغل شعور
 ہوا وہاں کے علما و فضلا کی خدمت میں تحصیل علوم و فنون میں مشغول ہوا۔ چند
 کے بعد فارغ التحصیل ہوئے حضرت شاہ منعم دہلوی کی خدمت میں شرف بیعت سے
 مشرف ہوئے۔ پھر آپ کے والد ماجد سرفارانی عالم جاوہرانی کے طرف روانہ ہوئے
 آپ کے والد کے فوت ہونے کے بعد تمام مال امانت بیت مساکین غرا کو دیدیا۔ اور
 خود غلام حرمین شیرعین مجھے۔ حرمین شیرعین پہنچ کے حج و زیارت سے فارغ ہو کے
 شہ جہاں میں آئے۔ وہاں سے نواب نصیر الدولہ بہادر کی خدمت میں ملازم
 ہوئے۔ بارہ برس تک نواب کی خدمت میں سکونت پذیر رہے۔ نواب صاحب کی
 بہت عزت و آبرو فرماتے تھے۔ پھر دوبارہ آپ کے دل میں حج و زیارت کا شوق پیدا
 ہوا۔ نواب صاحب سے رخصت ہو کر حرمین شیرعین روانہ ہوئے۔ پھر حج و زیارت سے
 مشرف ہوئے اسی ملک میں واپس آئے اور تہ چنالی میں سکونت پذیر ہوئے
 پھر چند شے کے بعد غلام زیارت ہوئے۔ اور حرمین شیرعین روانہ ہوئے۔ پھر آپ
 صاحب الطبع اصحاب آئے۔ نواب صاحب کی تعلیم میں مصروف ہوئے۔ آپ کو
 شعر و شاعری سے دل چسپی تھی خوب ہی موزون الطبع تھے کہیں کہیں کلام موزون تے تھے

آپ کا کلام صاف شستہ ہوتا ہے۔ آپ صاحبِ بوان تھے۔ آپ کا دیوان کثیر الحکم ہے
 شہر حیدر آباد میں بطور سیر سیاحت آئے تھے۔ چند روز سکونت کر کے مدراس چلے گئے
 آخر آپ ۱۲۹۹ ہجری میں اس زمانہ پانڈار سے دارالبقار وانیہ ہوئے۔ آماد وانا اللہ
 آپ خوش خلق و غبار دوست تھے۔ اور نہان نوازی اور آتش پرستی میں شہور تھے
 جو کچھ پیدا کرتے تھے دوست اُجاب کو تقسیم کر دیتے تھے۔ اللہم اغفر لہم

من اشعار الفارسی

بسی دست نبود حاجت مرد سخن گورا	کہ روزے از زبان چون جامہ نرم میر سدا
کجا ست طالع بیدار تا شبے سازم	دل چو شمع گرم بہرہ تو آئے صنم جا را
تکیہ بزندگی خویش کن مچو جباب	دل کہ بیا چشم زدن کار نامہ ست خبا
بہار حسن را ہر دم تماشائے دیگر باشد	دل گلے گرمیہ و وزیرین گلستان گیر شود میدا
حدیث شوق گرم سازم رقم صفحہ کاغذ	دل چو مرغ نامہ بزرگ نامہ مال پی شود پیدا
ونجم سبے ز قول رقیبان بہر دم بار	دل در صحن باغ خوش نبود شور زاغہا
شک در جلو کہ حضرت جانان رفیع	دل شمع سان داغ بدل شکستہ مان فتم
شب کہ دل شوق دیدار خست بیتاب	دل سوئے زلفش تاروئے استنش بیدہ ام
دست از خاک سازگارین نگار من	دل آتش مرن جان و دل بقرار من
شبے حال ال پر داغ را طالب رقم لزم	دل بدستم صفحہ کاغذ شدہ چون بال طاووس

طیش - میر محمد اکبر

طیش تخلص - میر اکبر لعل - آپ کے بزرگ بدخشان سے شایخ مرزا شاد ہر وہ کلمہ

وارد ہند ہوئے۔ بادشاہی خدات برسر فراز و ممتاز رہے۔ شاہ رخ فرار سے بھی
 علاوہ خدات سرکاری تعلق رہا۔ آپ کی ولادت ہند میں ہوئی۔ آپ بھی سن شجر کے
 بعد آباؤی موروثی خدات پر مامور رہے۔ اور شاہ رخ مراکشی اولاد کے ہی بدستور وطنی تعلق
 رہا۔ یہاں تک کہ نواب فتح علی خان شہید جو شاہ رخ مراکشی اولاد میں شاہ رخ مرآت تھے
 ان کی خدمت میں بختیگری کے عہد پر مقرب تھے۔ نواب کی شہادت کے بعد قضیہ ہند
 خاندان آسے اور حضرت شاہ حسین قادری کے مہدموئے۔ اور مذہب میں پیر کیونچے
 سکونت پذیر ہوئے۔ کچھی زبان اور گجراتی مذکورہ شعرا میں لکھتے ہیں کہ آپ
 حیا میں پیش تنوع کوئی کی شوق کرتے ہیں۔ کلام کو مرتبہ کمال پہنچایا۔ فارسی و ہندی
 دونوں زبان میں پختہ کلام ہے۔ آپ صاحب دیوان تھے۔ فارسی دیوان میں تقریباً
 چوبیس ہزار اشعار ہیں اور ہندی دیوان ڈھائی ہزار۔ علم حساب سیاق میں کامل قدرت
 رکھتا تھا۔ عربی و فارسی میں بھی عمدہ استعداد و مہارت رکھتا تھا۔ باوجود تمام کمالات
 نہایت متواضع و منکسر المزاج تھا۔ ذوق الطبع و ذوقین تھا۔ میر عبد القادر مہربان
 اور گجراتی کے دوستوں میں سے تھا۔ یہ صاحب طبع کی بڑی تعظیم و توقیر کرتے تھے
 اور فقیر سے بھی حسن اطلاق و صحبت سے ملنے سے انتہی کلامہ۔

تذکرہ جی میں طبعی رنگ بار میں بطریق سیریاحت رونق افزا ہوا تھا۔ عین القادری
 مہربان کے کان پر فوکش تھا۔ چند مدت رہا ایران ہم مشرب کے ساتھ خوش معاشرے
 و جلسے ہوتے تھے۔ پہنچ بار مراجعت کی ۱۱۹۲ھ ہجری میں فوت ہوا۔

من اشعار الہندی

مرا داغ جگر اب سون ہوا ہے ایک تپلی کا

نہیں ہوں سسکے میں گواہوں کی تسلی کا

سرنیزہ ہر آہ حسرت بین مری الرشیدان کس گلے میں نہیں تہا رہی لفظ زار کفر	بس کیا ہوں پیکے پلکوں سے گناہ خوشیاں تم کس سے بن آتی میں بیہ کافر کشیان
---	--

طاہرہ محمد طاہر میری

طاہرہ تخلص - محمد طاہر نام - آپ کا مولد و نشاۃ بہار بد روکن ہے - آپ علم و فضل سے
آراستہ تھے طبیعت کی تیزی اور ذہن کی جولانی سے شعر گوئی و سخن فہمی میں گیارہ گیارہ
تھے - شاہ حبیب اللہ بنیرہ شاہ نعمت اللہ کے مصاحب تھے - صوفی الشریعہ زندہ دل
تھے خوش خلق و خوش کردار تھے - افسوس کہ ہلکوار کا کلام نہیں ملا صرف ایک تاریخ جو
آپ کے شاہ حبیب اللہ کی کہی وہ ملی ہم اسکو ذیل میں نقل کرتے ہیں - آپ ہمایون
بہمنی کے زمانہ میں زندہ تھے نظیری شہیدی کے ہم طرح ہے میں - دونوں میں
نہایت اتحاد تھا - آپ کا انتقال شہر ہجری میں ہوا - من الشعارہ

تاریخ شہادت شاہ حبیب اللہ

مر شعبان شہادت یافت روز ہند روان طاہر شش تاریخ می جہت	حبیب اللہ غازی طاب مشواہ بر آمد روح پاک نعمت اللہ
--	--

طوبی - آقا سید علی الموسوی شوشتری

طوبی تخلص - آقا سید علی نام - افضل العلماء والکرام خطاب - آپ شوشتری
شوشتری الموسوی کے فرزند رشید ہیں آپ کے والد وطن لودشو شوشتر سے حیدر آباد کوکن
میں آئے - سرکار عالی نظام میں خلد اسد ملکہ اہل نصاب کے سلسلہ میں مقرر ہوئے

یہاں عزت آبرو سے زندگی بسر کرتے رہے نواب رسالہ جنگ تختہ الملک کے مدیر الملک ہاں
 سابق نے آپ کے علاوہ منصب سہ دارالعلوم میں صدر مدرس فارسی کی خدمت بھی
 عطا کی تھی۔ آپ نے زندگی صدر مدرس پر مامور رہے۔ فارسی عربی کی تحریر و تقریر
 میں علامہ عصر و قہار زمان تھے۔ حضرت استاد مہجوبی صاحب ترجمہ کی ولادت
 اسماعیل شہر حیدر آباد دکن میں ہوئی۔ اور نشو و نما بھی یہیں کی آپ ہو امین پانی
 جب آپ کی عمر چار سال ہوئی تب لدا جہد نے آپ کو دکن سے شوشہ تربیت و تعلیم
 کے لئے بھیجا۔ آپ کی نشو و نما کی پوری تکمیل علوم و فنون کی تحصیل شوشہ کے
 علماء و فضلاء کی خدمت میں ہوئی۔ فارغ التحصیل ہو کر حیدر آباد دکن میں آئے
 عالم شہرت بنے۔ آپ کی طبیعت بحر علوم میں مواج تھی۔ آپ یوں فصاحت و بلاغت
 کے سراج تھے۔ آسمان تجویز و تقریر کے آفتاب تھے۔ آپ جامع العلوم و جمیع الکمال
 و افتخار تھے اور فاضل علم کے میدان میں ایسی جولانی کی تھی کہ تمام اپنے مثال
 و اقران سے سابق قدم ہو گئے تھے۔ نظم و شعر کے لکھنے و موزون کرنے کا ملکہ تادمہ
 رکھتے تھے کلام منظوم و کلام منثور کا لکھنا ان کے نزدیک سہل الوصول تھا۔ جب
 ارادہ کرتے تو منثور و منظوم نو موزون فرماتے تھے۔ صبح سے چاشت تک
 ساتھ ساتھ شمار کا موزون کرنا مشکل نہ تھا۔ نواب لار جنگ نے آپ کے اولاد کو
 کی اتالیقی پر فخر فرمایا۔ پھر خدمت کے بعد فضاہائے سامہو کار کی عدالت میں
 مامور کیا۔ بعد ازاں خدمت عدالت علیہ ہو گئے گوشہ گزین و خانہ نشین ہو
 کہیں کہیں وزیر و مراسم ملتے تھے۔ آپ نواب مختار الملک ثانی و منیر الملک ثانی کے
 بھی ایک زمانہ تک استاد و اتالیق رہے ہیں۔ پھر آپ بیجا پلک انتہا علیہ صریحاً

دائم طلبہ کی مقاربت و مصاحبت میں چند روز عزت آبرو سے بسر کئے۔ حضور کی مدح میں اکثر قصائد موزون فرمائے۔ عین۔ آپ شاعری میں ماہر کامل تھے اور علم و بین بھی صاحب کمال تھے۔ آپ عربی و فارسی و نون بان میں شعر موزون فرماتے تھے آپ کے قصائد قافی کی طرح بلاغت و فصاحت میں وہے ہوئے ہوتے ہیں۔ آپ کی عربی و قطعات و مخمسات بھی لطف و مزہ سے خالی نہیں ہیں۔ آپ طبع آپ شعر عبارت لکھنے میں بھی قوت کا لہر ملا۔ تاہم کہتے ہیں

اقا سید علی کے اخلاق و عادات کا ذکر

آپ خلاق حمیدہ و اولاد پسندیدہ سے موصوفے ہر کس کی اس کو دائم خلق میں مسخر کر لیتے تھے۔ اگر دیا مایہ نہ ہو کہ پیڑ تھے لیکن تعصب نہ ہی سے علی تھے آپ کے نزدیک امامیہ و شیعہ ساوہی الدرجہ تھے بلکہ آپ سنیوں کی بہتے طواری و مدارا کرتے تھے۔ اجماعی سن خلق کی وجہ سے دونوں فریق باجماع شیر شاہ کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ مہمان نواز و غواہ پرور تھے۔ اکثر غواہ ایران کے لئے آپ کا دولخانہ مسافر خانہ و آرام گاہ تھا۔ مہمان نوازی میں نظر فرماتے۔ کوئی دیرسا نہیں ہوتا تھا کہ آپ کے مکان پر درجنیں غواہ جمع ہوں آپ۔ ایک غریب سنی و کوشش کر کے بادشاہ و امراء دکن کی خدمت میں پہنچاتے تھے۔ اور سفارش کرنے میں نہایت چست چالاک تھے۔ امر و زور کی خدمت میں آپ کی سفارش موثر ہوتی تھی۔ آپ کی طبیعت و روشنامہ ہی دنیا و مافیہا سے تعلق نہیں تھے تھے۔ ہزار روپیہ ماہوار پاتے تھے۔ تنخواہ آتے ہی ایک ہفتہ کا خرچہ کر کے بکرتے ایک ہفتہ کے بعد تہید دست و دست نگر غلام فروش ہوتے تھے جو کہ مطلوب ہوتا تھا

قرض منگو لیتے تھے۔ مدت العمر تنگ دست سال رہے تنگ دستی
تنگ حالی بسبب غبار و رمی و سنگی ہی مینوایاں تھی۔ جو کچھ آمدنی ہوتی تھی فقر و غبار
پر صرف فراتے تھے۔ آپ راک پوشاک میں تکلف و زیبائش پسند نہیں کرتے
تھے۔ بقدر ضرورت استعمال فرماتے تھے۔ بہر طرح فرش فرنیچر کی بھی خواہش
نہیں رکھتے تھے۔ ان کا فرش پوریا تھا۔

آپ کی درمن اندر میں کی فکر

آپ علامہ عسکریؒ فرماتے ہیں کہ۔ جامع کمالات صوری و محنوی۔ درمن اندر میں
سائنس اکثر علماء آپ کے چشمہ فیض سے سیر نکلا۔ جو کہ تھے۔ آپ جگہ سے ہٹا دیا
مستور تھے۔ آپ کے آئینہ اول و ثانیہ اور نظر اول و ثانیہ تھے۔ شعر و شاعری
میں سما کا دل تھے۔ سب سے زیادہ شاعری سے لگے ہوئے تھے۔ آپ کے ہاں مستند
میں۔ خاص میں کئی طبیعت سخن منجی و بدلتہ گوئی کے مناسب تھی مضامین تازہ آپ کی
تخلیق میں جی جوتی آتے تھے۔ آپ مضامین کی زندگیوں کو با محاورہ عبارت عربی
و فارسی میں جرات و درون فرماتے تھے۔ آپ کی ذات میں مضامین تازہ کی آمد تھی
تازہ۔ انھیں جو اہل آپ کے چند اشعار و اخبار میں گردش کر چکا۔ آپ کے تصانیف عربی
و فارسی میں نمایاں ہیں۔ ہر ایک قصیدہ اپنا نظیر آپ ہی ہے۔

آپ کے ہاں قصائد کسی نے ایک خط مدائن نہیں کئے آپ کے ایک شاگرد رشید
میرزا محمد علی شاہ آپ کے تاج طبع کا ذخیرہ جمع کیا تھا۔ ذخیرہ نظم و شعر عربی و فارسی
زبان کا تھا۔ یہ ذخیرہ موسیٰ ندوی کی طبعانی میں نذر سیلاب ہو گیا۔ میں نے آقا صاحب
کے فرزند بزرگ مولانا سید عبداللہ الخطاب بہ نیت خجندیہ سے آقا سے مرحوم کے

حالات و نتائج طلب کیے۔ امروزہ فردا کا وعدہ کیا۔ لیکن وعدہ کو ایسا نہیں فرمایا
مجھے بہت تلاش و جستجو کے بعد قصائد عربی و فارسی دستیاب ہوئے۔ انہیں قصائد
سے بطور مشق نمونہ چند اشعار بدیہ ناظرین گزارش کرتا ہوں۔

آقا سید علی صاحب ترجمہ کی تصنیفات سے محض قصیدہ بردہ و قصیدہ ہمزہ وغیرہ
میں قصائد کے دیکھنے سے آپ کی فصاحت و بلاغت کی تصدیق ہوتی ہے۔ شعرا
کے محاورات و خوبی بندش سے ثابت ہوا ہے کہ آقا صاحب جمہ عربی الاصل
والنسل ہیں۔ و نصائحے ارب بلنداء عرب کے قصائد و مراسلات و بیہ کے
مرضا میں با محاورہ عربیہ کو دیکھ کر کہتے ہیں واللہ ہذا عربی نہیں مجھی۔

آقائے طوبی صاحب ترجمہ کی وفات

۱۲۲۳ھ ہجری میں آقا سید طوبی ببارفنجار بیمار ہوئے۔ یونانی معالج شریع کیا گیا
اطباء یونانی متواتر دوا میں استعمال کرتے تھے۔ لیکن کچھ فائدہ نہیں جاتا تھا
بلکہ مرض بڑھتا جاتا تھا۔ آخر داکٹر می علاج کے صرف جمع ہوئے۔ کوئی دوا موثر
نہیں ہوئی۔ طبیعت میں ضعف اتنا ہوا کہ گئی۔ آخر آپ اسی مرض الموت
میں تاریخ ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۲۳ھ ہجری میں ۸۱ سال رفاہی سے بہشت بریں روانہ
ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اعزہ و اقارب! جب آپ کی رحلت سرایا
مصابیت کا نہایت رنج و غم لاحق ہوا۔ اور شہر کے علما و فضلاء و طلبہ پر آپ کی حرکت
سخت صدمہ واقع ہوا۔ آپ کی تجویز و تکفین میں شہر کے اکثر اہل علم و طلبہ شریک
ہوئے۔ تمام آپ کی رحلت پر آہ و نالہ و شور و غوغا کرتے تھے۔ تلامذہ کی یہ حالت تھی

زار رار روتے تھے اور دامنِ دل کو رنج و الم کے ہاتھوں سے چاک کرتے تھے اور سر مرنہ پر خاک اُڑاتے تھے۔ آخر وہ اولاد کی بیقرار مٹی دل گداز مٹی کی طرح کے اہل مجلس کے قلوب پر چلتے تھے۔ عاقبت الامت تمام غم و افارب جہائے زمینی المعارف نے اُس علوم و فنون کے خزانہ بے بہا کو کوہِ موبہ کے خاک میں دفن کئے۔ شعراءِ زمانہ نے آپ کے رحلت کی تاریخیں موزون کئے۔ پنچولہ تواریخ فقیر و افک آپ کے شاگرد حکیم میرزا رش علی لعلہ کی تاریخ دستیاب ہوئی ہو چکا

از جہانِ رفت حضرت طوبی	منزل و بہشت و ماوس ہست
زورِ شمس لک لک لعلہ سال وفات	جائے طوبی بہشت اعلیٰ ہست

ولہ ۱۸۸۱ ایضاً

رفت اوینا فصل بے مثل صد حیف و تنہا	شد جہانے را در گونِ حال زین رنجِ لال
ما توفیقی کہ گوشت لعلہ صخروں گوشت	را بے گلزارِ جنت شد او بے دل سال

ولہ ۱۸۸۲ ایضاً

واسے ویلا اور یغا رفت زوارِ محن	عالم و فاضل فرید عصر مکیائے مہن
خوارم شعارسامانی را کہ بس شکل پو	کالے گرفت زینجا مثل او پیدائش
روز با بایکہ تا یک شت پشم ز پشتیش	زادے را خرقہ گرد و یا حماسے رارسن
مفتہ ما بایکہ تا یک نیمہ دانہ را بگل	شاہدے را حلقہ گرد و یا شہیدے را کفن
ماہ ما بایکہ تا گردون گردان یک شے	عاشقی و وصل بخشید یا غریبی وطن
دور ما بایکہ تا یک سنگ از آفتاب	لعل گرد و در بدخشان یا عقیق نہدین
قرنہا بایکہ تا یک مرد صاحبِ شہود	بایزید اندر جہانسان یا ادیسند ز قرن

چون سنا دال ملک طوبی کامل استاد فن
شد سنا دال ملکیتا وائے امر و سازد کن

عہد با ما یکد باز آید ششتر و در کن
گفت سال رتخا لش لمعا یک حساب

ایضاً

بروز الجنان حرجه
قلت - دال النعیم مضمعه

قد مضی سید سنا دال ملک
انا سرحت عام رحلتہ

من قصاید الفارسی

وے جو تو و بود تو حلال سائل
دیوان وزارت تو چون برج سلاسل
و گوشتن بناید نگار گشت لازل
بر سیمبر رخسار بجای غلظت بلال
پس از چہ گراین بخوبی شامال
وز حد صفا و او و قد سما ل
سنگین بگوشی چو عادات حوال
آنجا که بود هر کس از سعی حاصل
پس چون بشود جو منی فاعل و جاعل
گردند مخالف نگر ایم بر لازل
مزیستم از دودہ حلال مشاکل
کی قطره از بحر بود کل فضائل
چون ذات خداوند منزه از عائل

اے روئے تو وے طے نور آلال سائل
دیوان مشا از تو چون کاخ نور نق
ختریم تو جهان کرده که آواز خروش
عدل نور سید دست بجای کریمت
گر کار بغیمت بدست بکیاست
از انمل مخصوص و از چشم کحل
زنگین بگوشی چو مشاط صائل
آنجا که بود هر کس از جهد معاون
پس چون نشود مثل منی آمر و نامی
من کیستم آم که اگر روئے زینم
هر مشکلی آسان کنم از روئے منور
نظر همه رباب فضائل و فضائلش
اصل کرم و فرج هم علت ایجاد

ختم است بر او بعد خدا جل معاضل
 مخلوق میست آنچه خدا است مجال
 بر عزت این صدر فزاید حق بازل
 اسے صدر تو هم را حل می ز دل

در وازہ علم نبی و عالم عالم
 او صنع خداوند خداوند همه صنع
 حق دی آن یازده تن کش و گدستند
 طوبی است چو مداح تو از دل بخدا بستا

ولہ

در آمد از دم آن ماه آفتاب جمال
 سیاه تر ز شب هجر دلبر نش خال
 لب تکلم او طوطی خجسته معال
 ز فراق تا پا غنچ و دلال حسن جمال
 قناده در دل خورشید شعله جمال
 صدر کل مختار ملک رستان
 چون تو فردے برابر ایشان گفت
 دشمن اریا جوج باشد کویا
 از تو محکم کار و بیا د همه
 در همه امرے کلاست ستقیم
 جائے تو دار و دست زبیا المکین
 وے عدل تو خزان دہ اندر ہمار
 در حکمت تو حقہ بہر سودا ز ظلم
 گوئی کہ نام نیست گرا ز شعار ظلم

صباح عید بعد گنگ بو و غنچ دلال
 شکستہ تر ز دل زار عاشقا نشن لعل
 گل شامیل او آفتاب عنبر چتر
 ز پائے اسمہ زار و کرشمہ و نحویری
 در آسمان مباحثہ غیرت رویش
 اسے ہزاران فاضلت ہرستان
 چون خدا خلقے بغزت کرد جغت
 کروایت سدا کنند ہرنا
 دادہ تدبیرات تو دادہ همه
 رائے تو صائب تر از رائے حکیم
 شکر شد کز ہمہ روئے زمین
 اسے از تو منہدم شدہ بنیاد کا ظلم
 از نصفت تو رفتہ بہر جا قرار جور
 باشد چنان شعار عدالت شدہ بدہر

مختار ملکی و ہمہ در اختیار تو است
گر ظلم کس کند کبے انتقام ازو
الم کشیدہ مصیبت سیدہ جبرائیم
ہمیشہ خون خورم ز غصہ و بجانہ خویش
شبم بگریہ و روزم باہ و نالہ و افغان
تفقدے کنی اے خدایگان آخر
بجز تو کیست ز بعد خدا مرا اور

آن شدم از نبادہ تو در اختیار سلم
من میکشم ز لطف تو نے عذاب ظلم
ز جان جمع اگر چہ دے پریشاںم
زور می تو شہا گوینا بزندانم
بتنگ آدم آخر مگر نہ آسانم
مگر نہ من ہم از جیل زیر دستانم
بغیر درگ تو در گہے نمی دانم

طاہر - میرزا محمد طاہر

طاہر تخلص - میرزا محمد طاہر نام - صفائی الاصل ہے سیاحین صغوی کے امر سے
علم و فضل کے زیور سے آراستہ - مع برادر محمد علی خلد مکان عالمگیر بادشاہ کے عہد میں
صفائیان سے دکن میں پہنچا - میرزا محمد طاہر صاحب ترجمہ اور مترجم علی
دونوں بہائی عالمگیری دربار میں خطاب و منصب سے سرفراز ہوئے
برادر اول صاحب جمہ انتفاست خان دوم ملتفت خان خطاب سے
ممتاز ہوئے - انتفاست خان بیضر ضلع اورنگ آباد میں مدت تک مت فوجدار
پر امور رہا - بعد ازاں گجرات خانہ میں غیر مقامات میں اسی خدمت پر معین رہا
امور مفوضہ کو نہایت ہوشیاری سے انتظام کرتا تھا - آخر موبہ لہو سے دہلی جاتا تھا
جب کہ کون کے اطراف میں پہنچا وہاں نہ فوج کے ہاتھ سے لے لیا ہجری میں مقتول ہوا
ذکی الطبع و صاحب عقدا و خدا داتا تھا - شرفیسی میں ایسی قدرت کاملہ رکھتا تھا

تین تین مشیون کو خود عبارت لکھا تا تھا۔ اور فقرات لاحقہ ہر ایک کو بدو ن
غور و تامل کہتا تھا۔ اور کلام کے ربط و ضبط میں خطا نہیں کرتا تھا۔ اور حالت
میں آپ بھی کتابت میں مصروف ہوتا تھا۔ شعر گوئی سے بھی دل چسپی رکھتا تھا کہی
کہی موزون کرتا تھا۔ کلام صاف و شستہ دیکھ رہے ہیں۔

من اشعارہ

شہید یکسوم پوشیدہ ام بعد فمائی خود شہرت حسن نوشدار کشتہ دیدار تو	برنگ مردہ فیروزہ نیلی در عزائے خود از نسیم بال بلبل شگد گلزار تو
---	---

طغرا - ملا طغرا مشہدی

طغرا استخلص - ملا طغرا نام مشہدی الاصل ہے۔ شہر نویسی میں طرز جدید کا
موجد ہے۔ اور عبارت تازہ کا مخترع ہے وطن بلوچ سے رخصت ہو کے ہند میں آیا۔
چند مدت شاندار و ملا بخش بن شاہ جہان بادشاہ ہند کی ملازمت میں ملا۔ شاہزادہ کے
ہمراہ مالاک کن کی سیر میں مشغول ہوا۔ آخر کشمیر پرست نظیر میں پہنچا۔ گوشہ نشینی اختیار
کی۔ چند روز خوشی سے بسر کر کے مقام صلی کے طرف روانہ ہوا۔ ابو طالب کلیم
کے قبر کے قریب مدفون ہوا۔ طغرا کی انشا پردازی مشہور ہے۔ اسکی انشا نہایت نگین
و شیریں ہے۔ طلبائے درجہ انتہی شوق سے پڑھتے ہیں۔ طلبہ کی استعداد طغرا کے
پڑھنے سے درجہ کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ نظم میں بھی ایسا ہی نازک خیال ہے۔ نئے نئے مضامین
خوش سلوبی و خوبی کے ساتھ موزون کرتا ہے۔ من اشعارہ الفارسی

ز جعد پر شکنت دل بصد فغان افتد	چو کود کے کہ زبالا نمی نر بان افتد
--------------------------------	------------------------------------

ولا چو شمعِ رگِ گردِ نعلایم کن	وله	ز بہرِ دادِ نعلایمِ خویشِ قائم کن
کجِ نیا بد کام دل بے اتفاقِ رستان	وله	تا بقدرِ انت شوقِ باتیرِ میسازد کمان
اگر چہ آئینہ سترِ اقدم شوی یک چشم	وله	بسوئے دوستِ نگر سوئے خودِ نگاہ کن
عروسانِ ابلہ جملہ توان برد بے ساری	وله	با دُورِ فتنی و خنجرِ زارِ مینا کن
باید چو برقِ خندہ زانِ ز جہان گذشت	وله	توان چو ابر بر سرِ دنیا گر بستن
سوئے سرِ کافِ ز سرِ ہرگز نمیکرد و سفید	وله	عیشِ غربت کی کند پیریِ نصرتِ در جوان
سایہی افتاد از طغیادِ ایامِ شباب	وله	پیر چون شد بخود از سایہ طغیادِ زین
مینا پائے ساغرِ چن سرِ بندِ سجده	وله	چیزی دیگر نخواہد غیر از عاے یار
در سہ فصلِ عمر باید منجیبِ غم کشید	وله	ماتہ فتنی همچو گل یک فصلِ خندان بستن
شاید بیدارِ بخت با کرد آسمان	وله	از دو و آہ سرِ بختِ ستارہ کن
خوش آن ساعت کہ نرم آرائشینی بہرِ جوئے	ر	خطائیت بہت چشمِ قدح را گرد آبروئے
میان می بینم و چیزی بچشمِ در نمی آید	ر	بدان ماند کہ در آئینہ باشد سایہ سوئے
ز بس آسبِ نزاکتِ خود و دلال	ر	شدش خطِ نظرِ سوئے پیالہ

طاہر شاہ طہار

طاہر تخلص - و شاہ طاہر نام - تذکرہ بہفتِ اقلیم کہ مولف نے لکھا کہ آپ کے آباء اجدادِ سلاطینِ وقت کی خدمت میں ہمیشہ مکرم و معزز رہے۔ اکثر اوقات رو و بارِ قزوین میں اقامت کتے تھے۔ جب شہرِ سلطانیہ کو الحاکم توخان نے آباد کیا آپ کے بزرگانِ سلف کو اس میں سکونت کی اجازت ملی جس کے بزرگانِ سلف سلطانین

سکونت پذیر ہوئے۔ شاہ طاہر صاحب جمہ سلطانیہ میں متولد ہوا۔ ابتدائے
 میں تیز میں تحصیل علوم و فنون کے لئے کاشان میں آیا۔ چند مدت میں جامع لفنون
 و حاوی العلوم ہوا۔

درجہ ان چوں اوندیدی حکیم شرع شعر قاف قاف بحسنی قیران تا قیران
 حبشہ طاہر کی ایاقہ قابلیت کی حقیقت شاہ اسماعیل ماضی صفویہ کو معلوم ہوئی
 چاہا کہ اسکو خلعت صدارت کے سفر فرار کرے۔ حاسدین اسکو مذہب اطل سے متہم
 کیا بادشاہ کو عرض میںہ وقتہ نگیز اتون سے ورغلا یا اور اسکی ذلت خواری کی سہمی
 کر نہ لگے۔ وکیل سلطنت شاہ حسین جو اسکے متفقین میں سے تھا۔ شاہ طاہر سے کہا کہ
 اسوقت مناسب جمہ علوم ہوا ہے کہ آپ یہاں سے چلے جائے اور ایسے مقام میں
 سکونت اختیار کیجئے کہ وہاں مخالفین کی دست اندازی نہ ہوئے۔

شاہ طاہر نے ۱۱۹۱ھ ہجری میں کاشان سے مندر و اندہ واپس تھوڑی مدت میں برآمد
 بحرینی وانی احمد مکرکن کے پاس پہنچا۔ بادشاہ کے نزدیک سیسی ترقی پائی کہ اسکا ولایت
 واعیان ریاست سے برہ گیا۔ رفتہ رفتہ درجہ و کالت سلطنت کو فائز ہوا۔ تمام مہاک
 مارالمہام ہوا۔ اہل کن و اہل عجم عرب س کے آستانہ بلند پایہ کو اپنا ملجا و وادی سمجھتے
 اور شاہ کے توجہ سے بہر منہ منت تھے۔ مذہب امامیہ کا شیوع ملک کن میں آپ ہی کی
 بدولت ہوا۔ اور برہان نظام الملک بحری کو شاہ طاہر کی کوشش سے منجانب سلطان
 بہا و گجراتی نظام شاہ خطاب ملا۔ باوجود شغل نہات سلطنت اہل علم کی صحبت و
 محاکمت سے محروم نہیں ہوتا تھا۔ اور ہمیشہ بات کی فکر کرتا تھا کہ مذہب امامیہ افشا
 کامل ہو جائے۔ اور اہل کن علم و فضل کے زیور سے آراستہ ہو جائیں اس کام کے لئے

عرب عجم سے اکثر فاضل علامہ کو بلایا۔ احمد لکھنؤ دارالعلوم بنایا۔ بادشاہ کو ترغیب دے
ایک مدرسہ عالی شان بنوایا۔ اور مدرسہ کے اخراجات کے لئے متعدد دیہات بلوگت
انتمغا مقرر کر لیا۔ مدرسہ کی عمارت و درگاہ میں طلبہ کے حجرے متعدد بنائے منجملہ
عمارات فی زمانہ احمد نگر میں سب سے متعلقہ مدرسہ غیرہ موجود ہے فی الحال سید ابیہام
عاشورہ محرم میں عظیم قائم کیا جاتا ہے۔ اور کوٹلہ کے نام سے مشہور ہے۔ فقیر مولف
نے محبوب وطن تذکرہ مسلمانین دکن کے حصول میں دس کے ذکر میں مدرسہ احمد نگر کا
ذکر کیا ہے یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں۔ انتہی کلام مفت تعلیم۔

مفت تعلیم کے مولف شاہ طاہر کا حال مجلہ لکھا جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے۔ لیکن ان کی بیٹی
کے مولف و فرستہ نے شاہ موصوف کے حال بہ نسبت مفت تعلیم شرح و تفصیل لکھا ہے
بناءً علیہ میں یہاں بجا نقل کرتا ہوں اگرچہ ناظرین کے نزدیک یہاں ذکر ہے لیکن بظاہر
و غرض میں قدر ذکر سے کم نہیں ہے۔ شاہ نقیہ سلطانہ سے مستفید ہوں گے۔

شاہ طاہر علوم ظاہر و باطنی میں بزرگان سلف سے مقدم تھا۔ اور مرتبہ میں تمام سبب لکھا
مصر و بخارا و سندھ و قزوین و غیرہ بلاد کے گروہ شیعہ اسکی معیت کرتے تھے۔ تمام
ایران میں شہرت عظیم پائی۔ شاہ اسماعیل صفوی جو پیری و مریدی کی بدولت درجہ
کو پہنچا تھا۔ چاہتا تھا کہ تمام شاخ خاصہ شاخ خودیہ کے سلسلہ کو مٹا دے۔ مگر
منقطع کرے میرزا شاہ حسین اصفہانی ناظر دیوان شاہ اسماعیل نے جو شاہ طاہر سے حسن اتفاق
رکھتا تھا۔ ایک شخص شاہ طاہر کے پاس پہنچا اور بادشاہ کے ارادہ سے آگاہ کیا۔ شاہ طاہر
سجادہ نشینی کے بستر کو طی کر کے ۹۲۶ھ ہجری میں سلطانہ میں آیا۔ میرزا کی وساطت سے
بادشاہ کے مقبرہ میں داخل ہوا۔ بادشاہ کو کبھی کسی طرف عبرت سے دیکھتا تھا۔

پس شاہ طاہر میرزا کے ذریعہ سے کاشان کے مدرسین منصب یس پر مقرر ہو کر
وہاں چلا گیا۔ وہاں اتفاق سے طالبین مریدین جمع ہو گئے تعلیم
و تعلیم کا بازار گرم ہوا اور اطراف کے مریدین بھی کاشان میں آنے لگے۔ شہر کے معزین
حکام نے از روئے حدایک عریضہ بادشاہ کی خدمت میں پہنچا۔ اور لکھا کہ فرقہ اسماعیلیہ کا
نامند حسن صبح بیان علیہ ہو رہا ہے اور شاہ طاہر اس فرقہ کا تقدی و امام ہے۔
مذہب کے رواج میں کوشش کرتا ہے اکثر لاحدہ و زنا و فحش جمع ہو گئے ہیں فی راننا
بیان شریعت محمدی کا بازار بند ہے اور سلاطین طرف سے بھی حکایت جاری ہے
شاہ اسماعیل بہانہ جو وقابو طلب تھا فوراً حکم دیا کہ اس کے قتل کا پروانہ لکھیں۔ میرزا
اس قضیہ پر مطلع ہوا اور دیکھا کہ یہ معاملہ اصلاح پذیر نہیں ہے۔ سرعت تمام ایک
معتبر شخص کو کاشان روانہ کیا۔ اور پیغام پہنچا کہ ابی آپ کے قتل کا پروانہ پہنچا ہے
اب مناسب یہ ہے کہ آپ خود فوراً اس ظالم بادشاہ کے ملک سے کہیں باہر چلے جا
شاہ طاہر پھر جمع ہو گئے تمام مال و اسباب ترک کر کے تنہا مع عیال و اطفال
سنہ مذکورہ میں فرار کا راستہ اختیار کیا۔ آخر سنہ مذکورہ میں سخت جاٹے کے
موسم میں ہند کی طرف روانہ ہوا۔ بذریعہ جہون میں پہنچا۔ حسن اتفاق سے ہندوستان
کی کشتی تیار تھی۔ ماز جمعہ او اگر کے کشتی میں سوار ہو گیا۔ مجمعہ دیگر ہندو گروہ میں پہنچا
سورضین نے لکھا کہ بادشاہی سپاہ کاشان میں پہنچی۔ اور سنا کہ شاہ طاہر فرار ہو گیا
نقاب میں برق و باد کی طرح دوڑے۔ شاہ طاہر ان کے پیچھے تک بلا درکن میں پہنچ
کہتے ہیں کہ شاہ طاہر ہندو گروہ سے بچا پور میں آیا۔ اسوقت وہاں اسماعیل عادل شاہ
حکمران تھا۔ اسماعیل اہل السیف و العلم سے زیادہ دل چسپی رکھتا تھا۔ بناء علیہ شاہ طاہر

کے طرف ملقت نہیں ہوا۔ پس شاہ طاہر نے غم خیزم کیا کہ حرمین شیرینین و دیگر
مشاہد مقدسہ کی زیارات و حج سے مشرف ہونا چاہئے۔ وہاں سے حرمین شیرینین
روانہ ہو بندر چبول میں کشتی میں سوار ہوا۔ حرمین شیرینین و دیگر مقامات شہرت کی
زیارت و حج سے فارغ ہو کے اس راہ میں تھا کہ اطمینان کے ساتھ وطن بغداد جمعیت
کرے لیکن بمقتضائے آب خورش طلوعہ پر نژاد کن میں وارد ہوا۔ مخدوم جہان کنی
سے جو امرائے ہمنیہ تھے ملا خواجہ نے مولانا کی تعظیم و کرم کی و بہانہ تمام توقف کی
اتماس کی۔ شاہ موصوف نے مخدوم کے طرے سے توقف کیا۔ مخدوم کے فرزند شاہ موصوف
سے کتب علمیہ پڑھنے لگے۔ اتفاقاً انہیں ایام میں برلمان نظام شاہ بحری نے اپنے
استاد ملا پیر محمد شروانی کو سفارتہ مخدوم خواجہ جہان کنی کی خدمت میں بھیجا۔ ملا وہاں
شاہ طاہر کی ملازمت فیض بخش سے مشرف ہوا۔ اور دیکھا کہ مولانا صورتہ آدمی
سیرۃ فرشتہ میں۔ اور عالم جامع العلوم والفنون میں سے

عیسوی گاہ دانش آموزی یوسفی وقت مجلس افسروری

مولانا کے وجود فایض لہو کو نعمت غیر مترقبہ و دولت منعمہ جان کے تقریباً
تالیہ یکسال تحصیل علوم کی تکمیل میں مشغول ہوا۔ کتب ہیئت مثلاً محیطی و غیرہ مولانا کی
خدمت میں ختم کیں۔ پس کن میں یہ شہرت ہوئی کہ پر نژاد میں ایک ایسے علامہ و
وارد ہوئے ہیں کہ ملا پیر محمد استادان کی شاگردی سے فخر کرتا ہے۔ جب ملا پیر محمد نے
احمد نگر میں مراجعت کی۔ اور برلمان نظام شاہ سے ملا۔ بادشاہ نے ملا سے سبب تالیف و تالیف
کیا۔ عرض کیا کہ میں اس سفر میں ایک ایسے علامہ متبحر سے ملا کہ میں نے مدۃ العمر اسکا
نظیر ہندوستان و ایران میں نہیں دیکھا تھا۔ لہذا علامہ کی خدمت میں استفادہ ہوا

اور کتاب طبعی کو ابتدا سے انتہا تک پڑھا۔ بحکم مولانا کی توجہ سے بیشمار اسرار و تحفہ معلوم و منکشف ہوئے۔ رہا ہے

در وصف کمالش عقلا حیرند بقراط حکیم و ابو علی نادر اند
باین علم و حکمت فضل و کمال در مکتب علم او الف ہے خوشنہ

بریان نظام شاہ جو علما و فضلا کی صحبت کا جو بارہا رہتا تھا مولانا کے دیدار فیاض و نوار کا سہرا مشتاق ہوا و مصروف ایک خط شوق آمیز و محبت انگیز لکھنے کے بعد دست ملا پیر محمد مولانا شاہ طاہر صاحب ترجمہ کی خدمت میں قلم پر بندہ روانہ کیا۔ فرما چوا و صبح گذر کن سوئے حدیقہ انس پوچھو سوز و آرزو قدم رنج کن باین گلزار۔ شاہ طاہر صاحب ترجمہ نے خواجہ جہان سے اجازت چاہی۔ خواجہ جہان نے طوعاً و کرہاً اجازت دی۔ اور سفر کا سامان مہیا کر دیا اور ۹۲۸ھ ہجری میں مع ملا پیر محمد احمد گروانہ ہوا۔ جب مولانا اس مقام میں پہنچے کہ شہر حمد گروان سے تھمنا چارکوس کے فاصلہ پر تھا۔ ارکان و اعیان حکومت استقبال کیلئے آئے شاہ موصوف عزا و اکرام ساتھ شہر میں لائے۔ شاہ اپنی ملازمت سے بہت خوش ہوا۔ آپ کو عنایات شانہ سے فرما کر فرمایا۔ اور قریب کے زمین کی کیا تو چون گوہر قیمتی غم مدار کہ ضایع نگرداندت روزگار
اگر زیرہ زرزندان گزار بیفتد بدمعش بچو مید باز

چند روز کے بعد برائے مولانا سے درخواست کی کہ آپ سبھی جامع میں جو قلمیین واقع ہے مجلس منعقد فرمائے۔ مولانا صاحب کم نقیضین و زو مان کے درس فرماتے۔ علیا پائے تخت درس میں شیرکے تے تے علم کی کرہ و مباحثہ خوب آتا تھا۔ طلباء و علما مستفید ہوتے۔ نظام بھی اکثر وقتاً جلسہ میں شیرکے آتا تھا۔ اور بے بیہوشا تھا۔ جب درس تمام نہیں ہوتا تھا نہیں

اٹھتا تھا۔ ایک روز مباحثہ دینکھنہ مقننہ ہوا۔ برہان شاہ مباحثہ کے تمام ہوتے ہی شدت ضرورت بول کی وجہ سے فی الفور حرم سر میں گیا۔ اور دایہ سے کہا کہ جھکو کلام مرغوب سنتے کا اس قدر شوق ہے کہ اگرچہ ضرورت بول کی شدت سے بدن میں جھپٹا رہی پیدا ہو جائے لیکن تا وقتیکہ کلام تمام نہ ہو جائے میں جائے سے نہیں ہوتا ہوں بادشاہ کی قدرانی علم و ہنر آفرین و تحسین کے لائق ہے۔ بادشاہوں کی شان ایسی ہی ہونی چاہئے۔ علم و فضل کی ترقی بادشاہوں کی توجہ سے درجہ عروج کو پہنچتی ہے۔

شاہ طاہر کی توجہ سے احمد نگر دارالعلوم بن گیا تھا۔ مدت کچھ سے اندیس کا دور چلتا تھا اکثر علم و فضل کے زیور سے آراستہ ہو گئے۔ شہر کے کوچہ و بازار میں علمی مذاکرہ کا بازار گرم تھا۔ ہر ایک سبب ملت کی تحقیق کرتا تھا۔ اس عہد میں فرقہ بندی جو پوری کو جو مان عہد کے جلیلیہ زیور تھے۔ سلطنت سلطان پر اس قدر تسلط ہو گئے تھے کہ بادشاہ نے اپنے خاندان کی ایک لڑکی ان کے خاندان میں کسی ایک بزرگ سے منسوب کر دی تھی پس گروہ ہندو یہ مذکور شاہ طاہر کی حسن سعی و حکمت علمی سے خارج البلد ہوئے۔ اسی اثنا میں شاہ نادرہ عبدالغادر دربار حقیقی شاہ نادرہ حسین خلیل ہوئے تب محرقہ میں گرفتار ہو گیا۔ برہان شاہ نادرہ سے نہایت ہی محبت رکھتا تھا۔ سخت جگر کی حالت دیکھ کر مضطرب الحال ہوا تھا۔ حکیم قاسم بیٹے دیکر حکمائے اہل اسلام اہل اصنام بلا لیا کہ میرے سخت جگر کے معالج میں کوشش ملینے کریں۔ اگر معالجہ کے لئے جگر پارہ مطلوب ہو تو میں دینے میں کوتاہی نہیں کروں گا۔ آؤ میرا پیلا چیر کے جگر پارہ کال کے اس سخت جگر کا علاج فرمائیں۔ میں اسکی زندگی اپنی زندگی پر مقدم سمجھتا ہوں ہر چند کہ علما علاج میں کوشش کرتے ہیں۔ کوئی دوا موثر نہیں ہوتی تھی۔ روز بروز

مرض بڑھتا جا تا تھا۔ برطان شاہ نہایت بیقراری سے براہمہ کی تحریک و ترغیب سے
 نذر و صدقات تجانوں میں بھیجتا تھا۔ اہل اسلام اہل اہنگام کوئی فروتنیں چھوڑا کہ
 اس سے دعائے خیر کی درخواست نہ کی ہو۔ شاہ طاہر ہمیشہ اس فکر میں رہتا تھا کہ مذہب
 اشاعہ شری کو رائج کرے۔ اسوقت موقع پاکے عرض کیا کہ شاہزادے کے شفا کیلئے میرے
 دل میں ایک بات گذرتی ہے لیکن اس کے اظہار میں خوف و خطر کو دیکھتا ہوں۔ برطان
 فرزند کی صحت کا جو باتھا۔ اس کلام کے سنتے ہی شاہ طاہر سے اصرار کیا فرمائے کیا مجھ
 میں اسوقت اسکے کرنے میں کوتاہی نہیں کروں گا۔ اور ایسا بندوبست کروں گا کہ کوئی
 آپ کو تکلیف نہیں دیگا۔ شاہ طاہر نے کہا میں کسی بچکانہ سے نہیں ڈرتا ہوں بلکہ مجھے
 خوف یہاں تک ہے کہ شاید بادشاہ کو پسند نہ آئے اور محکوم خود کرے اور آپ سے
 جلا ہو کے مخالفین کے لعن طعن میں مبتلا ہو جاؤں۔ برطان شاہ فرزند کی صحت
 و شفا کی خبر و تجویز سننے کا مشتاق ہوا۔ شاہ طاہر نے جرأت و دلیری کر کے کہا
 عہد و نذر فرمائے کہ اگر شاہزادہ آج کی رات شفا پائے تو مبلغ ہیشمار حضرات ائمہ
 کی نذر کروں گا۔ برطان شاہ نے کہا ائمہ کون ہیں۔ شاہ طاہر نے بیان کیا۔ اول
 علی مرتضیٰ محمد علی امجد علیہ وسلم کے داماد و براہر چچا زاد ہیں۔ و امام حسین امام حسن وغیرہ
 ہیں۔ اور باقی ائمہ کے بھی نام و صفات بیان کئے۔ برطان شاہ نے کہا کہ میں آیام
 طفلی میں اپنی والدہ سے دوازدہ ائمہ کے اسمائے تھے۔ پہر اسوقت سے اب تک
 کہہ ہی یہ نہ ذکر نہیں سنا تھا۔ مگر آپ نے اسوقت بیان کیا۔ بمقتضائے محبت فرزند
 میری حالت ہے کہ تجانوں میں زرنیاں بھیجتا ہوں اور فرزند کی صحت چاہتا ہوں
 پس ممکن نہیں کہ نیاز و نذر فرزند ان حضرت مرتضیٰ و بی بی فاطمہ زہرا و جاناہ لاؤں

شاہ طاہر نے بادشاہ کو معتمد و مطیع و مکہ کے کہا کہ میرا مقصد محض ان کے نام سے
 نذر و نیاز کا بجالانا نہیں ہے بلکہ میرا دعا و سہری چہر ہے۔ اگر بادشاہ عہد و پیمان کرے
 جو کچھ میں عرض کروں اگر پسند طبع نہ ہو تو مجھ کو امان جان ہو مجھ کو اور میرے عیال و اطفال
 کو حرمین شریفین روانہ کریں۔ برہان شاہ نے قبول کر کے عہد و پیمان کیا۔ اور قرآن مجید
 کی قسم کھائی کہ میں آپ کو ہرگز تکلیف نہ دوں گا۔ اور بات کو بھی جائز نہیں کہو گا اگر کوئی
 دوسرا آپ کو تکلیف پہنچائے۔ قنوی

بدارندہ اس سمان زمین کز وایہ دارد ہمان و ہمین
 خدائے کروہر کہ آگاہ نیست خرد را بدن بخرد راہ نیست

کہ ازمانہ مینی بجز بطف ہر اگر از روش باز ماند سپہر
 جب شاہ طاہر کو اطمینان کامل ہو گیا۔ بادشاہ کو دعا دیکے کہا کہ آج کی رات شربت
 بادشاہ منّت مانے اور نذر کرے کہ اگر خدائے تعالیٰ بہ برکت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم و دوازدہ ائمہ علیہم السلام آج کی رات میں شانہ زوہ عبد القادر کو صحت عطا کرے
 تو احمد نکر میں دوازدہ ائمہ کے اسما کا خطبہ پڑاؤں گا۔ اور مذہب مامیہ راج کرے گا
 برہان شاہ فرزند کی صحت نامید ہو چکا تھا۔ شاہ طاہر کا کلام سنکے خوش ہوئے اور قیوت
 حسب ہدایت شاہ طاہر عہد و پیمان کیا۔ اس وقت شاہ طاہر شانہ زوہ کے پلنگے کے
 قریب بیٹھ گیا۔ اور شانہ زوہ پر لحاف ڈالا کہ ہوا شانہ زوہ پر تصرف کرے۔ شانہ زوہ
 لحاف کو حرارت کی وجہ سے پھینکتا تھا۔ برہان شاہ نے کہا مولانا معلوم ہوتا ہے کہ
 عبد القادر آج کی رات ہمارا مہمان ہے لحاف ور کر و تاکہ ایک ساعمت دنیا کی ہو
 خوشحال ہو جائے۔ پھر شاہ طاہر دو تختانہ پرایا اور بادشاہ صبح تک غلگین پلنگے کے

سہرے کیے ہوئے سو گیا۔ اسی خواب میں دیکھا کہ ایک نورانی بزرگ سامنے آتا ہے اور اُسکے جانب یمن و یسار میں چہرہ بزرگ میں۔ برہان شاہ نے آگے بڑھ کے بزرگ نورانی کو سلام کیا۔ اور اُسکے ہمراہی بارہ بزرگوں میں سے ایک نے کہا یہ بزرگ کون ہیں۔ یہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کے دہنے اور بائیں طرف دوازدہ ائمہ ہیں۔ پس حضرت نے فرمایا اسے برہان اعلیٰ اور اُسکے اولاد کی برکت سے خدائے تعالیٰ نے عبادتِ خدا کو صحت عطا کی۔ میرے فرزند طاہر کے کئے کہنے سے خلاف نہیں کرنا چاہیے۔ برہان شاہ خوش خرم خواب اٹھا۔ دیکھا کہ شانہ زوے پر بحال ہے اور آرام سے سویا ہوا ہے۔ شانہ زوے کی والدہ وادیہ سے پوچھا کہ ہم نے لحاف دور کئے تھے کس نے اوڑھ لیا۔ تمام نے کہا کہ ہم نے نہیں اوڑھ لیا خود بخود شانہ زوے نے اوڑھ لیا ہے۔ برہان شاہ نے شانہ زوے کو دیکھا کہ بخار کا اثر باقی نہیں آرام سے سویا ہے۔ بہت خوش ہوا اور خدا کا شکریہ ادا کر کے شاہ طاہر کو بلا یا شاہ طاہر اسی دعا میں مشغول تھا کہ خدا شانہ زوے کو صحت عطا کرے۔ بادشاہی نقیب کے آتے ہی کہہ لیا۔ کہ شاید بادشاہ میری ہدایت سے ناخوش ہے یا عبادتِ خدا و نفوت ہو گیا ہے۔ اسی تردد میں تھا کہ دوسرے نقیب یا شاہ طاہر کے دل پر زیادہ خوف ہوا۔ چاہتا تھا کہ فرار کا راستہ اختیار کرے۔ اسی طرح متعدد استخاوص کیے بعد دیگر آئے شاہ طاہر راضی بہ قضا ہو کے اہل بیت کو وصیت کر کے بادشاہ کی خدمت میں پہنچا۔ بخلاف عادت برہان شاہ استقبال کے لئے آیا۔ اور مولانا کو شانہ زوے کے پاس لایا۔ کہا مذہبِ شناعشری کے جو کچھ قواعد و اصول میں ہدایت کیجئے تا میں اُنہیں عمل کروں شاہ طاہر نے کہا اولاً واقعہ بیان کیجئے اسوقت جو کچھ اصول و فروع میں عین غرض کروں گا

برہمان شاہ نے خواب لحاف کا قصبہ پورا بیان کیا۔ پہلے شاہ طاہر نے دوا زودہ اسمہ کے
اسما و صفات و قواعد مذہب اشاعتی بیان کئے۔ برہمان شاہ اہل بیت کی محبت میں
مست ہوا اور بہ شعر پڑھا

چہ مبارک سحرے بود چہ فرخندہ شبے آن شب کہ رک این تازہ برانعم دادند
شاہ زادہ عبدالنقاد حسین اور انکی والدہ بی بی آمنہ وغیرہ اہل حرم۔ شہرباب اعتقاد
و محبت اہل بیت کے بہرہ ور ہوئے۔ صبح ہوتے ہی برہمان شاہ نے چاہا کہ ائمہ اشاعتی
کا خطبہ پڑائے اور خلفائے ثلاثہ کے اسما خطبہ سے کالے۔

حکمت عملی

شاہ طاہر نے منع کیا کہ جلدی نہ کیجئے مصلحت یہ ہے کہ ابھی سن از کو فاش نہ کریں اور
چاروں مذہب کے علماء خفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی جمع کریں اور کہیں کہ میں سب
حق کا طالب ہوں۔ تمام علماء ان چار مذہب کے ایک اختیار فرمائیں۔ تاکہ میں مذہب حق
کو پہنچ سکوں اور دیگر مذہب سے دست بردار ہو جاؤں۔ برہمان شاہ نے حسب منہ
شاہ طاہر علامہ میر محمد شروانی استاذ و افضل خان شیرازی د ملا اور دہلوی وغیرہ
علماء کو شاہ طاہر کے دست گل وین جو اندرون قلعہ ہے جمع کیا۔ تمام علماء باجماعت تکرار
کرتے تھے ہر ایک نے مذہب کی حقیقت بر دلائل برائین بیان کرتا تھا۔ اور کور
کے دلائل کو رد کرتا تھا۔ برہمان شاہ بھی اکثر مجلس مباحثہ میں شریک ہوتا تھا۔ اسے طرح
چہرہ عینہ یک مباحثہ ہوتا رہا۔ برہمان شاہ نے شاہ طاہر سے کہا کہ عجیب مباحثہ ہے کہ
چہرہ عینہ سے ہوتا ہے ہر ایک نے مذہب کج کہتا ہے اور ہر ایک مدعی ہے کہ ہمارا
مذہب صحیح ہے۔ فرماتے ہیں چاروں میں کو نسا اختیار کروں۔ اگر کوئی مذہب میرا ہو تو

پیش کیجئے تاکہ میں اسکی راستی و ناراستی بھی دیکھوں۔ طاہر نے کہا ایک دن سہرا
 مذہب کے اسکو اثناء عشری کہتے ہیں اگر حکم ہو تو انکی کتاب میں پیش کروں برہان نے
 فرمایا لاے۔ شیخ احمد نجفی کو بلایا۔ وہ آیا اور علمائے مذاہب کے بعد سے معارضہ کیا
 اور شاہ طاہر شیخ کی تائید کرتا تھا جب علمائے احمد گئے دیکھا کہ شاہ طاہر مایوس
 تمام نفاق کر کے شاہ طاہر سے مخالفت کرنے لگے۔ پیشہ طاہر نے خلیفہ اول کی
 خلافت باغ فدک وغیرہ کا ذکر کیا۔ برہان نے دیکھا کہ شاہ طاہر تمام علمائے مذاہب
 ہے۔ موقع سے بد الفتاوری کی بیماری خواب قصہ مخاف بیان کیا۔ اسی مجلس میں
 اکثر علماء و مقربان بادشاہ و امیران و منصبداران تھیں تا قین ہزار اشخاص نے مذہب
 اثناء عشری اختیار کیا۔ اور خطبہ سے خلفائے ثلاثہ کے اسمائے کالے۔ اور وزارہ آئین
 کے سارا خل کئے۔ اور چتر سفید کو ہر رنگ بہ تبدیل کیا۔ ملا پیر محمد و دیگر علماء و امراء
 و اہل مناصب آشفتمہ ہو کے مجلس سے برخاست کر کے چلے گئے۔ احمد گریں شور و غوغا
 واقع ہوا۔ اکثر امراء کو ملا پیر محمد کے دو تھانہ پر گئے اور کہا ع اے اے اوصبا این
 آورہ قست + یہ یہ سید جو ہمارے دل و دین کی بلا ہے کہاں سے لایا۔ یہ عالم
 متبصر ہے علوم عربیہ فنون عجیبہ سے ماہر ہے ہمارے مالک نے شاہ کو گمراہ کیا اور ہمارے
 علماء کی زبان افسون و غل سے بند کر دی۔ اب کیا تدبیر کرنا چاہئے۔ بعض نے کہا کہ حملہ کر
 شاہ طاہر کو قتل کرنا چاہئے ملاذکور نے کہا تا وقتیکہ برہان شاہ زندہ رہیگا۔ آپ
 اس راہ میں کامیاب نہیں ہوں گے۔ مناسب بہتر یہ ہے کہ برہان شاہ کو معزول
 کر کے شاہزادے عبدالقادر کو تخت نشین کریں۔ شاہزادے کے جلوس کے بعد شاہ طاہر کو
 عجز قتل کریں گے۔ پس ہزار ہزار سوار پیادہ باہم جمع ہو کے مع ملا پیر محمد مقابل

دروازہ قلعہ و قریب لاجپوتہ حاضر ہوئے۔ صحابہ کی تیاری کئے۔ اور شاہ طاہر کا
دولتخانہ مع فرزند ان سپاہ کے حوالہ کر کے فتنہ عظیم برپا کیا۔ برہان نظام شاہ نے حکم دیا
کہ قلعہ کا دروازہ بند کریں۔ اور اہل قلعہ برج و بارہ پر چڑھ کے مخالفین کی مداخلت میں
کوشش بلینے فرمائیں۔ جب فتنہ عظیم مشور و غوغا برپا ہوا تب بادشاہ نے شاہ طاہر سے
کہا اسکا انجام کیا ہوگا۔ شاہ طاہر جو علم رمل و جفر میں ماہر کامل تھا۔ قرعہ ڈال کے حکم کیا
کہ قلعہ کا دروازہ کھول دیکھے۔ اسی وقت فتح ہوگی اور معاندین متفرق و پراگندہ ہونگے
برہان نظام شاہ فی الفور سارچھو کے مع چار سو سوار ایک ہزار پیادہ و پانچ ہاتھی
باچتر سبز و علم شاہ طاہر کے ہمراہ قلعہ سے برآمد ہوا۔ شاہ طاہر صاحب ترجمہ ایک بیت
پڑھ کے مشت خاک پر دم کیا اور مخالفین کے طرف پہنکا۔ اور سپاہ کی ایک فوج کا حصہ
منتخب کر کے فرمایا کہ مخالفین کی فوج میں پہنچ کے منادی کرائیں اور فرمائے جو کوئی بادشاہ
کا خیر خواہ ہو بادشاہ کے تخت میں حاضر ہو جائے۔ اور جو کوئی حرام خوار و بدخواہ ہو لاپیر محمد
کے طرف مراجعت کرے اور بادشاہی سیاست کا منتظر رہے۔ جب سپاہ نے بادشاہ کے
حکم کی تعمیل کی۔ تھوڑی دیر کے بعد امر و افسران سپاہ آمان نامہ طلب کر کے بادشاہ کے
ہمراہ ہوئے۔ لاپیر محمد بادشاہ کا مقابلہ نہیں ہوا مع چند سپاہ اپنے دولتخانہ پر واپس آیا
برہان شاہ نے ملک احمد میرزے کو جو مصاحبین سے تھا اور خواجگی محمود کو جو میرزا
جہان شاہ کا نواسہ تھا مع فوج کثیر لاپیر محمد پر حملہ آور فرمایا۔ برہان شاہ نے فرمایا کہ
لاپیر محمد کو قتل کرو۔ شاہ طاہر صاحب ترجمہ نے معافی کی سفارش کی بادشاہ نے
اگرچہ اسکو قتل نہیں کیا لیکن قید کر دیا تھا چار سال تک قید خانہ میں رہا۔ شاہ طاہر
کی درخواست و سفارش سے ملاکور یا کر کے منصب باقی پر بحال فرمایا۔

جس مقام میں برہان نے خواب لکھا تھا وہاں ایک عمارت عظیم نشان بنا کی اور اس کا نام بغداد رکھا۔ اور جس مقام میں شاہ طاہر کا مدرسہ تھا وہاں حسین نظام شاہ نے اپنے زمانہ میں ایک مسجد کی بنائ رکھی۔ مرقضی نظام شاہ کے عہد میں باہتمام قاضی طاہرانی تمام کو پہنچی۔

فرشتہ نے برہان شاہ کے خواب کو پورا قصہ لکھ کے آخر میں لکھا کہ یہ قصہ خواب غلط ہے اکثر اہل مذہب ائمہ نے مذہب کے رواج و شیوع کے لئے ایسے قصے بناتے ہیں و العلم عند علام الغیوب انتہی کلامہ۔

پھر برہان نظام شاہ نے اہل سنت جماعت کے وظائف موقوف کر کے اہل امامیہ کے نام پر جاری کئے۔ اور قلعہ احمد نگر کے مقابل میں ایک حائط چار دیواری کچھ پتھر سے قائم کر کے ایک مدرسہ بلند بنایا۔ اور اس کا نام ننگر دوازہ امام رکھا۔ اور چند دیہات مدرسہ کے لئے وقف کئے۔ ہر روز چاشت کے وقت مومنین کو آتش بچتہ دیتے تھے۔

شاہ طاہر نظام شاہ کی بہتری و ملک کی آبادی چاہتا تھا۔ مچان خاندان حضرت رسالت کو اطراف اکناف سے بلاتا تھا۔ اکثر شرفاء جمع ہو گئے تھے۔ بادشاہی خزانہ بشمار زعفران و عجم و خراسان و فارس گجرات و آگرہ بھیجے اہل شیعہ کا طالب ہوتا تھا ملائحہ دوازہ ہزار ہن برہان سے لیکے مولانا اسماعیل صفوی خواجہ معین صاعدی کو گجرات سے یہاں بلایا۔ اور شاہ حسن انجو کو بھی بلدہ احمد نگر میں لایا۔ اور برہان نظام شاہ سے ملایا۔ مقبرین کے زمرہ میں داخل کیا۔ سیطرح شاہ جعفر اور شاہ طاہر و ملا شاہ محمد نیشاپوری و ملا علی گل استرآبادی ملا رستم جرجانی و ملا علی مازندرانی و ابوالبکر و ملا عزیز اللہ گیلانی و ملا محمد امامی استرآبادی وغیرہ افاضل و اکابر کن میں آئے

اور احمد نگر کو اپنے قدم مہینت لزوم سے رشک گلستان ارم کیا۔ اور سید حسن مدنی جو نقباء مدینہ سے تھا بادشاہ نیکو کی دامادی سے مشرف ہوا۔ بیشمار مال و دولت و جاگیر سے سرفراز ہوا۔ اور کر بلائے معلیٰ و نجف شرف کو زرخیز بھیجے روضات متبرکات کے بجاوین و زواریں کو احمد نگر میں بلایا۔ اکثر جہاں مذہب الامید و تبترا ایمان فرقہ انما عشرہ خلفائے راشدین کی نسبت زبان دراز کرنے لگے۔ بناء علیہ سلطان محمود گجراتی و میران مبارک شاہ فاروقی و ابراہیم عادل شاہ و عماد الملک باہم عہد و پیمان کے عزم جزم فرمایا کہ ملک احمد نگر پر شکر کشی کرنا چاہئے۔ اور کامیابی کے بعد باہم تقسیم کریں۔ جب برہان شاہ ان کے ارادہ سے واقف ہوا تب سنی خان نام عرب کو مہایون بادشاہ ہند کے پاس سفارت پہنچا۔ اور عرضداشت پہنچی اس میں درخواست کی کہ آپ گجرات کے طرف فوج کشی فرمائیں۔ چونکہ مہایون اس وقت شیر شاہ کے فتنہ میں پریشان تھا۔ عرضداشت سے کسی قسم کا فائدہ میسر نہیں ہوا۔ راستی خان بدون کامیابی ہندوستان سے واپس آیا۔ پس برہان شاہ نے حسب ہر مودہ شاہ طاہر سلطان گجراتی و واما برہان پور کی خدمت میں تحائف پہنچ کے دونوں کو ہوار و مدگار بنایا۔ اور سپاہ مغل غربا کو جسکو ابراہیم عادل شاہ بر طرف کر کے شہر بدر کر دیا تھا۔ اپنی فوج میں نوکر کرکھا اور اکثر عہدے داروں کو عطیہ جاگیر سے ممتاز فرمایا۔ اور مغلوں کی اعانت مہر سے عجا پور پر فوج کشی کی۔ جنگ جلال کے بعد برہان شاہ غالب عادل شاہی توپخانہ و چند بجزیر فیصل پر متصرف ہوا۔ سالما و غامنا احمد نگر میں مراجعت کی۔ اس فتح و فیروزی کا آوازہ بلند ہوا۔ باہم چار سال تک جنگ کا سلسلہ جاری رہا۔ ہر جنگ میں برہان ہی غالب رہا۔ آخر شاہ طاہر نے باہم صلح کرانی۔ برہان شاہ نے پنج پٹیہ مفتوح مقبوض شدہ ابراہیم

عادل شاہ کو واپس لے۔ یہ صلح ۹۴۹ ہجری میں ہوئی۔ اور ۹۵۰ ہجری میں شاہ نے شاہ طاہر کو جمشید قلی قطش کی خدمت میں اپنی تقویت کیلئے بہیمانہ ہتھکڑیاں جلاہیں پہنچا۔ قطش شاہ طاہر کی آمد نہ سکے۔ بہیمانہ شکار اسٹالاب پر جو گو لکندہ سے سو لاکھ روپے کے فاصلہ پر تھا پہنچا۔ اور وہاں شاہ طاہر کی ملاقات سے مشرف ہوا۔ مولانا کا اعزاز و اکرام ہے انتہا بجا لایا۔ اور پیری مریدی کے طریقہ کو منظور کیا۔ اور مولانا کو قلعہ عظیم و مکریم کے ساتھ دار السلطنت کو لکندہ میں لایا۔ پھر سی زمانہ میں برطان شاہ نے عہد شکنی کی۔ اور صلح سابقہ کو بالائے طاق نہ کیا۔ اور عادل شاہ سے انتقام کے لئے مستعد ہوا۔ اور ملج و قطشہ کو مہاراجا دلاشاہ کے تسخیر کی ترغیب دی۔ شاہ طاہر نے گو لکندہ سے مراجعت کی۔ برطان شاہ کی چھاونی واقع شولا پور میں پہنچا۔ عادل شاہ نے دیکھا کہ مخالفین کی فوج جہاز مملکت پر حملہ آور ہے۔ مصلحتاً پنج پٹہ نظام شاہ کو دیے۔ اور ملج کو تحائف دیئے۔ راضی کر لیا۔ بہر حال دونوں کو روانہ کیا۔

سفیر ایران کا برطان شاہ کے پاس آنا

ماتر برطانی و فرشتہ کے موافقین نے لکھا کہ شاہ طاہر کی بدولت برطان نظام شاہ کو وہ رتبہ حاصل ہوا کہ شاہ اسماعیل صفوی نے رسالت و سفارت کا سلسلہ نظام شاہ سے قائم کیا۔ ۹۵۰ ہجری میں شاہ اسماعیل صفوی نے سنا کہ برطان نظام شاہ احمد نگر وکن میں اہل بیت کی محبت اختیار کی اور مذہب الہیہ کی شاعت میں ہمد تن مصروف ہے۔ آقا سلیمان طہرانی عرف مہتمم جہاں چہ را نغمی باشی کو مذہب کی مبارکباد کے لئے احمد نگر میں پہنچا اور اس کے ہمراہ ایک غلام شاہ قلی نام و ایک عدد الماس بزرگ قیمتی ہمایونی اور ایک قطعہ زمرد جس پر تصحیف اللہ خلیفہ عباسی کا نام منقش تھا۔ اور دیگر تحائف و ہدایاے ایران

برمان شاہ کے لئے بھیجے۔ اور ایک گشت تری حقیق جسیہ کلمہ (التوفیق من اللہ نقس تھا شاہ طاہر کے لئے بھیجے۔ مہتر جمال حمزہ گریں پہنچا۔ اور شاہ ایران کا نامہ و تحائف پیش کئے نظام شاہ نے اولاً سفیر کی تعظیم و تکریم پورے طور سے ادا کی۔ آخر سفیر سے بہت خوش ہوا۔ ناخوشی کا سبب یہ تھا کہ سفیر تہذیب و ادب و خوشنظام شاہ کی محفل میں زبان و زبانی کرتا تھا۔ اور شاہ طاہر سے بی ادبانه پیش کرتا تھا۔ اور اکثر باتیں وحشت آمیز کہتا تھا نظام شاہ نے باریابی سے مانعت کی۔ اور سفیر کو چند روز کے بعد روانہ کر دیا۔ اور شاہ ایران کے لئے کوئی تحفہ و ہدیہ نہیں بھیجا مگر شاہ طاہر نے اپنے فرزند شاہ حیدر کو جو علم و فضل سے موصوف تھا مع تحائف ہند اپنے جانب سے شاہ ایران کی خدمت میں بھیجے۔ اور رسالت و مکاتبت کا سلسلہ جاری کیا۔

شاہ طاہر کا سفارتہ علی برید کے پاس جانا

جب عادل شاہ و نظام شاہ میں جنگ واقع ہوا۔ عادل شاہ غالب نظام شاہ مغلوب ہوا پس برمان شاہ نے شاہ طاہر کو علی برید کے پاس بھیجا اور استعانت کی۔ علی برید نے اعانت سے پہلو تہی کی۔ خان جہان عم علی برید جو موزوں الطبع و شوق مزاج و خفی اندز تھا تسخیر مجلس میں شاہ طاہر سے پوچھا۔ طین البخارا طاہر یعنی بخارا کا گل و سرگین طاہر ہے یا نجس۔ شاہ صاحب نے فرمایا اس سئلہ کی تحقیق حافظہ کے خزانہ میں نہیں ہے جب حمزہ گریں جاؤ گا تو از روئے کتاب آگے مطلع کرو گا۔ خان جہان حاضرین مجلس شاہ طاہر کے کلام کو سمجھ گئے کہ یہ تہدید ہے لیکن بغا فلا باتوں میں مشغول ہو گئے

قصہ سرگین بخارا کی تحقیق

مشہور ہے کہ موسم بارش میں شہر بخارا میں بہت کیچ ہوتا تھا۔ اہل بخارا آمد و رفت میں

تنگ تے تھے۔ اور طہارت جاسہ میں سرج واقع ہوتا تھا۔ کثرت بلوے سے علمائے
اتفاق کیا کہ بخارا کے کلی و سرگین کو طہارت کا حکم دینا چاہیے پس تمام نے کہا علین بخارا
طاہرست۔ خاجہان نے یہ روایت سنی تھی۔ بے ادبانا عدا کہا۔ فرشتہ نے اس
روایت کی نسبت لکھا کہ شہر بخارا دارالاسلام و معدن العلوم تھا بزرگان دین و شاخ
یقین کا مقام تھا۔ زمانہ افغنی و نارنجی کا نام و نشان نہیں تھا۔ مخالفین عدا و
و قصصاً اس شہر کو بلند آوازہ کیا انتہی کلامہ۔ واقع میں کیونکر علما صحیح
و ناپاک کو طاہر قرار دیں گے یہ بات ہر ایک جاہل عالم کے نزدیک متنعناست ہے
فقیر و فکے کہیں اس روایت کو نہیں دیکھا۔ الا اصل ایما۔

برہان شاہ نے احمد نگر میں خواجہ کی شوخی و گستاخی بیشک طاہرست کے انتقام کے لئے
آمارہ ہوا علمی بریکے ملک مسکرا دیا۔ فرشتہ میں فصل مذکور ہے۔ دیکھو شوق کے
سلاطین علما کی قدردانی و عزت افزائی کا کستور خیال کہتے تھے۔ ان کے اغراز و
اکرام کے بحال مبرور رکھنے کے لئے ہا اکٹ درہم برہم کر دیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ
اسوقت علم و فضل کا بازار گرم تھا۔ دانش و ادب کا دائرہ وسیع تھا۔ طلبہ ذوق
و شوق سے تحصیل علوم میں مہین مصروف ہوتے تھے۔ فی زمانہ علم کی کسا و بازی
ہے عالم و فاضل کو کوئی وقعت کی نظر سے نہیں دیکھتا۔ بلکہ حقارت بکرات
سجی قہر کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں کوئی تحصیل علم کمال کی طرف توجہ نہیں کرتا
حقیر و بے زبانہ آئیگا کہ علم کا نام ہی نام رہ جائیگا۔ علی ہذا القیاس علما بنیام ہی
کے ہوں گے۔ خدا ہم کب نیکٹ بیت کرے۔

اخلاق و اوصاف شاہ طاہر

فرشتہ نے لکھا کہ شاہ طاہر و نیداری پر نیز گارمی مروت سخاوت و تواضع و
انکساری میں معروف تھا اور علوم و فنون مثلاً تفسیر و حدیث فقہ و اصول
و ریاضی سائر حکمیات و رمل و جفرین و نظیر و ہنر میں تھا۔ صاحب تالیف و تصنیف
تھا۔ من تصانیفہ شرح باب حادی عشر علم کلام۔ شرح جعفریہ در فقہ امامیہ
و حاشیہ تفسیر بیضاوی و شرح تہذیب اصول و حاشیہ شرح اشارات و حاشیہ
شرح محکمات و حاشیہ شرح بحسطنی و حاشیہ شفا و حاشیہ مطول و شرح گلشن باز
و شرح تحفہ شامی۔ و رسالہ بالکی وغیرہ۔

شاہ طاہر کا احمد آباد میں آنا

شاہ طاہر بن نظام شاہ بھری کے طرف سے احمد آباد میں آیا۔ ارکان دولت
و اعیان سلطنت کے شاہ موصوف کا استقبال عظمت شان سے بجالایا۔ اور علی برید
نے آپ کی بہت تعظیم و تکریم کی۔ شہر کے طلبہ بھی آپ کے زیارت سے شرف ہوئے مگر ایک
بزرگ جو علمائے دکن سے تھے۔ اور اپنے کو اعظم العلماء سمجھتے تھے کمال غرور سے
شاہ موصوف کی فروگاہ پر ملاقات کے لئے نہیں آئے۔ چند روز کے بعد ارادہ کیا
کہ شاہ طاہر کی منیافت کرنی چاہئے۔ اور اپنے مکان پر لا۔ پس ایک شخص کو شاہ
موصوف کے پاس بھیجا۔ اور رقعہ میں لکھا۔ قال البنی صلی اللہ علیہ وسلم الا حسا بہ
سختہ موکدۃ النہ جب شخص مذکور نے شاہ موصوف کی خدمت میں رقعہ پیش کیا
شاہ موصوف نے رقعہ میں قال البنی النہ کے تحت میں لکھا کہ زیارتہ اتقارم فاذا
تعارضا تسا قطا۔ یعنی دعوت قبول کرنا موکدہ ہے۔ اور ہمان آئیوائے کی زیارت
کرنا سنت موکدہ ہے۔ فاضل ہندی شاہ طاہر کے جواب سے سمجھ گیا کہ وہ علامہ صریح

خود شاہ طاہر کے لئے کیلئے آیا۔ اور ملاقات سے مشرف ہوا۔ مصافحہ و دست بوسی کر کے غدر خواہی کی۔ اور اپنے کو شاہ کے مقابلہ میں ایسا دیکھا کہ ایک قطرہ دیا کے مقابلہ میں ہے۔ نہایت ہی شرمندہ ہوا۔

شاہ طاہر کی وفات

بمصدق کل نفس فی القہ الموت ۹۹ ہجری میں شاہ طاہر بعارضہ بخار مرض الموت میں مبتلا ہوا۔ اطباء یونانی و ہندی و مصری معالجہ میں مشغول ہوئے۔ لیکن کبھی علاج موثر نہیں ہوا۔ بخار بدستور رہا، اطباء عاجز ہو گئے۔ آخر شاہ موصوف سنہ ۸۷۰ھ میں اسرافانی سے ہلاکت و دانی روانہ ہوا۔ بادشاہ و اہل شہر کو نہایت رنج و غم عاید حال ہوا۔ امانتہ احمد نگر میں مدفون کئے چند ماہ کے بعد مرحوم کی استخوان بوسیدہ کو کرپاسے علی روانہ کر دئے۔ حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے گنبد کے قریب بجا مصلحت نیم گز دفن کئے۔

شاہ کی اولاد

چار پسر تین دختر تھیں۔ اسامی پسران شاہ حیدر۔ شاہ رفیع الدین حسین شاہ ابو الحسن۔ شاہ ابو طالب۔ چونکہ شاہ موصوف کی اولاد میں جامع علم و فضل شاہ حیدر عراقی المولد تھا۔ والد ماجد کی رحلت کے وقت ایران میں شاہ ظہار سپہ بادشاہ ایران کی خدمت میں تھا ایران سے مراجعت کے بعد حسب الوصیت والد مرحوم سجادہ نشین ہوا۔ اور صاحبان ارادت کا پیشوا ہوا۔ اور دوسرے فرزند دکنی المولد تھے۔ شاہ موصوف کے چاروں فرزند پڑھے لکھے تھے۔ لیکن شاہ حیدر فاضل شجر تھا متقی و صاحب تعداد تھا اس لئے باپ کا جانشین ہوا۔

تنبیہ

فرشتہ و ماثر بر بانی کے مولفین نے شاہ طاہر صاحب ترجمہ کو لکھا کہ اسماعیلیہ طائفہ
 کا پیرو تھا۔ اور اسی فرقہ کا مقتدی و امام مانا جاتا تھا اور اسی فرقہ کا سجادہ نشین
 فرقہ مذکور کی اشاعت میں ہمہ تن مصروف تھا تھا۔ پیری میدی کا بازار گرم کہنہ
 شاہ اسماعیل صفوی بادشاہ ایران علمائے اشاعتی اس فرقہ کو دشمن ماننے لگے
 اور اس فرقہ کے آئمہ کو زندہ و الحار سے مسموم کرتے تھے۔ جب شاہ طاہر کی پیری میدی
 کا بازار کا شان میں گرم ہونے لگا۔ اس وقت حاکمین مخالفین نے بادشاہ صفوی کی
 خدمت میں عرضداشت پہنچی کہ شاہ طاہر کی وجہ سے ملاح و زوارہ لڑائی کر رہے ہیں
 خوف ہے کہ آئندہ اس فرقہ کی بداعت شکل ہوگی۔ پیشکش و قیاس و قیاس و قیاس
 کرنا چاہئے اور پس بادشاہ عرضداشت کے۔ کہتے ہی درجہ و درجہ اور طاہر کے تمام
 فرمان جاری کیا۔ نوایان جاری ہوئے ہی اظہار و ان کے جو شاہ مذکور سے عقیقت
 رکھتا تھا۔ شاہ طاہر کے پاس ایک قہر شخص لکھا اور پیغام دیا کہ آپ کے لئے قتل کا
 فرمان صادر ہو چکا ہے اب چھپتا ہے آپ نے کسی دوسرے مقام میں چلے جائے
 شاہ طاہر فوراً وہاں سے مع عیال و اطفال برآمد ہوا۔ نہایت پر لگند و حال
 و حواس باختہ تھا۔ اتفاق سے بندر گاہ ہند پر پہنچا۔ دیکھا کہ کشتی تیار ہے سوار
 ہو کے ہند میں آیا چنانچہ صدر میں مذکور ہو چکا ہے۔
 اور مولفین مذکور نے شاہ طاہر کو احمد زکریا میں مذکور شاہ عشری کا ماری
 اور اسماعیلیہ مذہب کی بابت سکوت کیا۔ کیا وجہ ہے؟ کہ شاہ طاہر نے جو اسماعیلیہ
 مذہب کا امام متعصب مانا جاتا تھا۔ اپنے اصلی مذہب کی اشاعت و توفیق کی

ایران میں باوجود موانع اشاعت سے باز نہیں رہتا تھا اسلی شاعت کی بدولت
 جلاوطن ہو کے بندین آیا۔ یہاں اسکو کامل آزادی ملی کسی قسم کی روک نہیں تھی
 پس لعین اثنا عشری کا بیان دروہا سے خالی نہیں۔ ایک یہ کہ شاہ طاہر نے
 بیان اسمعیلیہ کو ترک کیا ہو۔ یا تقیہ مذہب کا اخفا کیا ہو گا۔ دوسرے
 یہ ہے کہ مولفین اثنا عشری نے غلامانہ فتنہ لکھ دیا مولفین مذکور شاہ طاہر کے
 ایک صدی بعد میں گذرے ہیں۔ نو فتنہ کو کوئی ایسی تاریخ دستیاب نہیں ہوئی
 جس سے یہ مدعا مزید آگاہ شاہ طاہر نے وکن میں ابتدا اسمعیلیہ کی اشاعت
 کی تھی ابتدا طالعہ سے قبل فیصل میں لکھا: والہ اعلم بالصواب۔

قاضی نور احمد شہسوار نے جو فتنہ شیعہ گری میں لکھے ہیں وہ محال و منہین میں لکھا
 کہ شاہ طاہر صاحب ترجمہ خلافت علویہ اسمعیلیہ کی اولاد سے ہے۔ اور وہ
 واقع میں خلافت اور سردار مذہب اثنا عشری کا پیرو تھا۔ اور اہل ایران اسکو
 اسمعیلیہ سمجھتے تھے اور شکاف حدت اسکو نہایت ملحد کہتے تھے۔ اور بادشاہ کو
 اسکی نسبت قیام و قیام کے قتل پر مارہ کرتے تھے۔ بناء علیہ شاہ ایران کے
 خوف سے جلاوطن ہو کے وکن میں آیا۔ غلام فضل کے ذریعہ سے نظام شاہ دہلی
 جاکر وکن کے دربار میں درجہ ترقی پر عروج کیا۔ بخلاف اعتقاد اہل ایران جو اسکی
 نسبت کرتے تھے کہ اثنا عشری کو شیعہ کیا۔ شاہ جنوفا کی بدایت تمام کن میں مذہب
 اثنا عشری رائج ہوا۔ انہی کلامیہ میرے نزدیک قاضی صاحب کی تحریف و تصنیع سے خالی
 نہیں ہے۔ اگر قاضی صاحب فتنہ و آثار کے موافق اسمعیلیہ کہے تو وکن میں گئے انکو گویا
 اور مذہب یہ اثنا عشری کی طرف رجوع ہوا۔ تو بہتر ہوا۔ والہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

شاه طاہر کی شعر و شاعری کا ذکر

شاه طاہر صاحب ترجمہ فارسی و عربی زبان میں ادیبِ کامل و منشی فاضل تھا۔ دونوں زبان میں لفظاً و منشاءً مضامین شیریں بیان کرتا تھا۔ آپ نظم کیا تھی گویا لالی شکر تھی۔ اور نثر درمختار و آہلکامِ بلاغت و فصاحت میں ڈوبا ہوا۔ اور لطافت و نزاکت میں بہرہ وافر تھا۔ آپ کا شعر و شاعری سے دل جیسی و شگفتہ لگی تھی۔ اکثر ائمہ علیہ السلام سلاطین عظام و امراء کے کراہ کی شان میں قصائد و مدحیہ لکھے اور آپ کا کلیات قصائد و غزلیات و رباعیات کا مجموعہ ہے میرے پاس جو ہے وہاں موسیٰ مدی حیدر آباد کی طغیانی میں مذریعہ موت کے تلف ہو گیا۔ اب سامی شہر میں کچے مکانات فیروز مرادات بلینڈ کا ایک مجموعہ ہے۔ یہ کلیات لفظاً و معنیاً وہی کلیات کے ساتھ ترقی آپ ہو گیا۔ اب میں آپ کے چند شعرا جو میری یاد آتے ہیں انہوں میں محفوظ ہے۔ ان کا ارشاد کرتا ہوں **ہو**

زخواب زکون غنچہ - اب رہا
شمال سے ابدار و شیشہ چہا
اگر کون مدھے روسن ہستار
چنا کردہ دل وانا جو ہر ہر
مگر باتم ہر زین ازاد و سوار
خجل زگر ہر پیداست جوئے تانار
رناب نہ ہر جا بھی گرفتہ قرار
سہی ندان صنوبر خرام خوش رفتار

چو غنچہ لب لب - ابد سحر بنالہزار
صدانہ لب غنچہ و نباتیت ثوق
بدہ زبان کنز آیات صنع القیر
ہزار قطرہ شہم درون غنچہ نہان
ہر ہنہ گشتہ ہر کردار عالم ہر
زیر پید شکستہ ست قدر از و شک
بہر ہر ہنسان طاس و بید
پری و شان ملاک - فریب مرقم ش

همه سخن بروسمین تن و سمن ساعد
 درین زمان که ز می لاله را پاله میرسد
 فلک بجام دل باستان نمیکرد
 بهر طرف که روی زیر نه سپهر و رنگ
 اگر سلوک ه راست آرزو دار می
 کدام ده ره شرح بیمهر مرسل
 نهی که چرخ کند با هزار مشعل نور
 گلے که در چمن جان بوصف قدم
 نه در فواعد امرش کثافت اگر آه
 بنور شمع خجالتش پروان توان بران
 ز به پیشین لطف نماند باغ و مرغ
 پیشین میگوگر گل نقاب کشاید
 جمیع مرغ دلم در کعبه سا حل شوق
 درین جبال که باید به سیاری فکر
 ز خوسه زبانت خود آزرده خاطر مجید
 مرا ز نقد بصیرت نهیست دیده دل
 بنوک خامه تصویر مبدع فیتوم
 برو ز خیمه خیمه کشای شیر خدا
 بحق عزت مهد مطهر زهره

همه شکر لب شیرین زبان و شیرین کار
 پیاله گیر بر دے بتان لاله عذار
 فغان ز کج روشها کے کجرقبار
 رشش جبهت شورت کاروان غصه چار
 براه کعبه صدق از صفا قدم بردار
 محمد غربی کان علم و بحر و قار
 ز آفتاب خورش استفا ده رفوار
 شعود نغمه مرا بلبلان نکتہ گزار
 نه در غموا بط نعیش کراست اخبار
 ز ملک دل بی جا سوسن هم در شتار
 بشیر ابر نوال نو تازه طفل بهار
 عیان شود همه را که چه دار و اندر دار
 شسته غمزده و شسته لب چو بوتیمار
 ز بحر نعت و ثناء موز کر کند منتقار
 بلوت معصیت آلوده و امنم بیار
 مرا ز اشک ندامت پرست جیب کنگار
 بعد ز نامه تقدیر احمد خنجر
 بحر مت کعبه نیاز حیدر گزار
 بنور عصمت ذات ائمه طهار

کر نامه علم گر چه از گنه سیت
 باز وقت است که بر طبق تقاضا فلک
 بشکر و صبح شبنجون آرند
 مجلس نکش گل تا بنویس طرب
 ساختنی خانه معمور فلک ویران
 شاد باغ لطیف دلی خوشنودی
 هر کمانه که امین بود از نقص و ال
 خفیر است که چو کائنات نام خزان
 به پیران ستم دیده آید مخران
 عاقل آن که کند عطر طواف چمنی
 انجمن گلشن روح شده عالیقدر است
 مرقعانی پادشاه صورتی معنی کرد
 او با غیار جدا پیشه چوب است وار
 بدل تقدیر می تقدیر آید خلط
 می نمایی که بود پیش نه و دانش نو
 هر کس را بکست دست نوشل محکم
 عاقل از اولت عصیان نبو آورد پناه
 دست گیرش زره لطف که تا روز جزا
 محل مهر آید به شستان محل

وله

وله

وله

مدد کنی که بشویم آب استغفار
 انگند بر سر دیوان چمن گل تو شک
 تنگ چشمان شکوفه چو سبزه اوز پاک
 کشته قبل غمی شاخ گل تو غمی محجک
 بر سر فیل سحاب ز نزدی برق کجاک
 گزشتی ز میانی حسن لطافت نیک
 باش آن در نظر زنت و اما اندک
 سینه زبرد در دوازده گلشن جو پاک
 ساز از شمشاد شمع شبنم بر بی تنیک
 که خزان از تنوان آورد با شایک
 که ز فلک بطواف نقش آیند پاک
 انشاء و رابط صورتی معنی بستیا
 می شناسیم چو یغان که را پاک
 زان که تحقیق شد این که را پاک
 حکمت فاسد به زنی از مشو کوزک
 پس عاقل سومی جنگ بی مهاد
 فکر او ز کنی کان سن الدان پاک
 و لکه کوب معاصی نبو ستم پاک
 لاله فانوس برافروزد و نگرش شعل

چون شفق جلوہ کند لالہ در طراز جیل
 شویدا زنا صلیہ شل بر بہار ہی صندل
 قاصد باد صبا سوئی یا چین مرل
 حضرت شاہ فلک نیت خورشید عمل
 کجا رفت کیخسرو آن شاہ عادل
 ملک عدم الہ پی ہم قوا فل
 شدے بہر مند از قبول فضائل
 در افتام حکمت نوشتی رسائل
 ور فکر بحال میکنی می گذرو
 ہر نوع خیال میکنی می گذرو

ولہ

عہ

گل چو خورشید بر آید سحر از مطلع شاخ
 کوہ از درو سحر ہمچو وی سرت کنون
 شد ز دیوان بہار ز پی آتش باغ
 فکر آسنگ تماشاے گلستان دارو
 کجا شد فریدون فرخندہ سہرت
 روانست پیوستہ از شہر ہستی
 ہمان گیر کہ فیض فضل آہی
 نعلک بدیع البیان معانی
 گر کسب کمال میکنی می گذرو
 دنیا ہمہ بسر خیال است محال

ظہار شد۔ سلطان محمد قطب شاہ

ظہار شد تخلص سلطان محمد قطب شاہ نام۔ قطب شاہی کے موافقے لکھا کہ آپ کی
 ولادت بروز چار شنبہ بہشت سوم چہشتہ ہجری میں واقع ہوئی۔ آپ کا مسقط الرأس
 گولکنڈہ ہے۔ آپ محمد بن محمد ہریم قطب شاہ کے فرزند و محمد قطب شاہ بانی حیدر آباد کے
 برادر زادے ہیں۔ محمد علی قطب شاہ کو اولاد نہ رہی۔ ایک خسر نکاح ختم مسماۃ حیات النساء کیم
 صرف حیات بخش تھی۔ کوئی فرزند نہ رہا تھا۔ برادر زادہ کی ولادت کی خبر سن کر
 بہت خوش ہوا۔ اور اپنے برادر سے فرمایا کہ یہ فرزند بلند منجگو عطا کیجئے۔ تاکہ میں
 شاہزادے کی تربیت و تعالیم کروں اور اسکو پیادہ عہد بنائوں۔ محمد قطب شاہ کے والد نے

قبول کیا۔ تا ایام رضا عمت اپنے پاس کہا۔ جب شاہزادہ چار برس کا ہوا والدہ ماجدہ نے اس راہنما سے دار بقا کی طرف رحلت کی۔ پس محمد علی قطب شاہ نے برادر اسے کو اپنے محل خاص میں لایا۔ اور آپ کی تربیت و تعلیم میں مشغول ہوا۔ قاضی محمد سمنانی کو جو پرہیزگاری کے زیور سے آراستہ تھا تعلیم تربیت کیلئے مقرر فرمایا۔ اور چنانچہ یوسف دکنی کو بھی جو شمشیر بازی و تیر اندازی وغیرہ فنون سپاہ گری میں استاد مانا جاتا مقرر کیا۔ دونوں استاد آپ کی تعلیم میں مصروف رہتے تھے۔ آپ کی طبیعت نہایت ہی ذکی و تیز تھی۔ آپ علم شباب میں علم و ہنر و فن سپاہ گری میں ماہر کامل ہوئے۔ بادشاہ نے اپنی دختر نکاح کر کے شادی برادر زادے سے کر دی اور آپ کو ولیعہد کیا۔ چنانچہ میرک معین سہواری سفیر حسین نظام شاہ بھری نے ایک قطعوہ نقد مبارک کی تیاری میں کہا اھو جھنڈا

دوش کردہ خیال مرہ بر می چو بہشت	اہل ان بنیم چو جوان ہمہ نورانی چہر
بزم عیشے کہ ملا یک تماشا شدہ چشم	سہ برون کردہ جو انجم ملہ حبیب چہر
مغفتم این بزم کہ عیش چہ تارختر صیت	کہ زافاک بر ایام ہی بار و مہر
عقل کو بود چو من ست می حیرت	عید مولودی بزم شد و عقدہ مہر
چاہیے کن این قطوہ معین میشاید	در چنین نظم ترا بر گزرد قافیہ سحر

جب سلطان محمد علی قطب شاہ نے مسئلہ ہجری میں دار فانی سے بعالم جاودانی رحلت کی دفن و کفن کے بعد حسب وصیت مرحوم بیچوس استر آباد کی کیل دولت و امرے دولت نے آپ کو تباہیے از یقعدہ مسئلہ ہجری تخت نشین کیا۔ تمام امرا و خوانین اکابر دولت نے مبارکبادی کی نذرین میں بادشاہ نے تمام عیان رو

دارکان سلطنت کو نشانہ عنایت و خلعت سے سرفراز فرمایا۔ اور عدل انصاف
 و رعایا پروری کے طرف متوجہ ہوا۔ ملک میں امن و امان قائم کیا۔ یہہ واقعہ یعنی جلوس
 مبارک روز شنبہ ۱۱ ماہ ذیقعدہ سنہ ہجری میں واقع ہوا۔ بادشاہ عدالت گستر
 جلوس میں منتانوس کے بعد رعایا کی رعایت و ملک کی حفاظت کی طرف ہمت
 مشغول ہوا۔ اور نیرسان کی طرح خلاق کے دلوں کے دامن کو پیرور کیا۔ اور ان کے
 امیدوں کے بانہات کو بذلِ نوال کے پانی سے سیراب تازہ فرمایا۔ مہات ملکی کے
 انتظام میں صاحب لڑے تھا۔ صواب کی رائے صاحب کے ساتھ مثل عرض با جہر
 لازم تھا اور خطا آپ کے گمان سے مثل یا مئی تاریکی کہ چشمہ آفتاب سے منعکس
 قطب شاہی کے مولف نے لکھا کہ یہ بادشاہ نوجوان متقی و پرہیزگار تھا۔ باوجود عالم
 شباب لذت لسانی کے طرف راغب نہیں ہوتا تھا۔ و اکثر شواغل سلطنت کبھی
 احکام شریعت و صفات نہیں کرتا تھا۔ یعنی معاملات کو دنیوی معاملات پر
 مقدم کرتا تھا۔ جو مملوہ کا پابند تھا۔ آپ کے اوصاف پسندیدہ بیشتر ہیں
 اگر ان کا حشر شیر ہی لکھا جائے تو مضمینہ انتہا پر نہیں پہنچ سکتا۔ لہذا مذکورہ صدر پر
 اکتفا کر کے اس قصیدہ کے چند شعرا جسکو ساریت پناہ میر محمد مومن ستر آبادی
 وکیل سلطنت نے جلوس مبارک کی تہنیت میں لکھا بطور نودہ گزارش کر کے انھوں نے

کہنہ جانی میفتاح پیش جان نوی
 عہد سلطان توسع و عید قربان نوی
 ایدرینا کاش بودی ہر دم جان نوی
 باز جنبت شد جہان ز فیض باران نوی

و العجب باز فتح و تقدیر پیمان نوی
 خستہ بہائم کہنہ یکن جانفشانی تازہ نوی
 بہر دفع چشمہ بد پریش چشمان شوش نوی
 جوج اگر چہ آتش دوز و بہالم ناگہان نوی

یافت عالم از مسیح تازہ جان نوحی
آنکہ ہندوستان ز قیقت گشتہ ایرانی
رو بہر جانب آری مانع رضوان نوحی
اسے فدائے خاک پایت ہزاران جان نوحی
حیدر آباد از نوش رشا باصفایان نوحی
جملہ عالم نو بہاری شہزاد سلطان نوحی

گرچہ از حکم قضا جان جہان بر باد رفت
یادگار جد و عم سلطان محمد قطب شاہ
و جہ ایران چنان ایران کہ بید در نظر
سرمہ شد خاک تلنگانہ ز فرج پارسے تو
کز صفایان نوح شد از شاہ جہان عباس شاہ
خو استم تا یسج فرخندہ جلوست عقل گفت

بادشاہ کی بندل سخاوت کا ذکر

تخت نشینی کے بعد بادشاہ نے لازمان خلاص کنیش کو دو چاند اندام شاہرہ مسکینہ فرمایا۔ قطب شاہی دو تھانہ میں یہ سہم تقبی تمام خاصہ خیل کی تنخواہ سالانہ دو لاکھ متعین تھی اور رقم منہا شدہ خزانہ شاہی میں جمع رہتی تھی۔ چنانچہ پٹاپاٹ کے دو لاکھ پچاس ہزار ہون جمع تھے آپنے معاف فرمایا۔ اس طرح دیگر دو لاکھ بھی حسن سلوک عظیمہ برگزائے سر بلند کیا اور اسی سہری میں میرزا محمد امین میر کلہ نے زیارت کربلا کے معنی کے لئے رخصت کی درخواست کی۔ آپنے منظور کی اور میرزا کو دس ہزار ہون خرچ راہ نیکے رخصت فرمایا۔ آپ کو تعمیر عمارت کا بہت شوق تھا۔ اکثر عمارتیں آپ کی یادگار تھیں فی زمانہ از انجملہ بعض موجود و بعض معدوم۔ عمارت ابھی محل۔ جامع محمد شاہی جامع مسجد المشہور بک مسجد۔ شہر سلطان گڑ۔ محمدی محل۔ دامحل جدید۔

مکہ سجا کی بنا کا ذکر

محمد قطب شاہ پابند صوم و صلوة تھا۔ یں تمیز و شعور سے کبھی نماز تہی قضا نہیں کرتی

برابر داکرنا تھا۔ جب ۲۷ ہجری میں مکہ مسجد کی بنائ شروع کی۔ بادشاہ نے
 بنیاد کا پتھر رکھتے وقت تمام اراکین دولت و سپہ سالاران و سپاہ مملکت سے
 با واز بلند کہا کہ اس مسجد کا سنگ بنا وہ شخص رکھے جسکی نماز تہجد کبھی قضا نہ ہوئی
 ہو۔ تمام امراء و افسران سپاہ و چشم خوا موش ہوئے کوئی بنیادی پتھر رکھنے کیلئے
 مستعد نہیں ہوا۔ اسوقت بادشاہ نے کہا خدا و رسول اللہ گواہ میں کہ بارہ
 برس سے آج تک کبھی میری نماز قضا نہیں ہوئی۔ میں اس عمارت متبرکہ کا
 بنیادی پتھر رکھتا ہوں۔ مسجد کے پایہ کی بنائ نہایت عمیق کہو دی گئی تھی خود بادشاہ
 پادشاہ بچے اور اپنے دست مبارک سے بنیادی پتھر رکھا پھر مسجد کی نیازی کا
 حکم دیا۔ مسجد کی تاریخ ۲۷ ہجری ہے۔ اور عبداللہ قطب شاہ و تانا شاہ ابوجن
 خاتمہ سلاطین قطب شاہیہ تک مسجد کی تعمیر جاری رہی۔ آخر عالمگیر نے تکمیل کر دی
 طواف کعبہ شرف میرٹ گرفت ۵ بیابہ کعبہ ملک کن عبادت کن
 اور آپ کے تعمیرات سے ہے قصبہ سلطان پور۔ و باغ محمدی۔ و آہنی محل
 و محمدی محل۔ و اماں محل و بی باغ وغیرہ

مولف کلر عنا و عیضہ مذکرہ نویسون کی غلطی

کلر عنا کے مولف نے لکھا کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ بانی حیدر آباد کا تخلص
 نطل شد ہے الح واقع میں یہ سلطان محمد قطب شاہ کا تخلص فارسی میں ہے اور اردو
 میں قطب شاہ ہے اور سلطان محمد قلی قطب شاہ بانی حیدر آباد کا تخلص قطب شاہ فارسی
 میں اور ریختہ میں معانی ہے۔ فقیر مولف کو یہ تحقیق خاص دونوں بادشاہوں کے
 دواوین سے ہوئی ہے۔ میرے نزدیک نون کے دواوین فارسی ریختہ فلمی خوشخط

ویرینہ موجود تھے۔ طغیانِ حیدر آباد میں غرق ہو گئے۔ ان کے منتخبہ اشعار سیری
 یادداشتوں میں موجود ہیں۔ انہیں سے بطور نمونہ گزارش کرتا ہوں۔ فی زمانہ
 دونوں داوینِ نختہ عالیجناب سہ سالہ جنگِ مرحوم کے کتب خانہ میں خوشخط
 قلمی قدیم موجود ہیں۔ فارسی اشعار قطب شاہی کلان مولفہ خورشادہ کے
 مکمل قطب شاہی خوردین مرقوم ہیں۔ اسوقت فارسی داوین نامہ الوجود
 میں۔ شاید اگر کسی میر نامور کے کتب خانہ کے گوشہ میں پڑے ہوں گے۔ حیدر آباد
 میں اکثر کتب الوجود امر کی بی تو جہی سے گوشہ گمنامی میں خورد و برودیک
 ہوتی ہیں یا پڑے پڑے تلف ہو جاتی ہیں۔ کاش اگر مراے دکن کتب خانہ
 کتب خانہ آصفیہ میں داخل کر دیں تو ملک قوم کو ان سے نفع عام پہنچے۔
 اور معطی کا نام نامی یادگار باقی رہے خداے تعالیٰ ہم کو ایسے کا حیرت انگیز
فائدہ محمد قلی قطب شاہ و محمد قطب شاہ و عبداللہ قطب شاہ کے داوین
 دکنی فارسی امیرت ثابت ہوتا ہے۔ کہ دکن میں اردو زبان میں ملی دکنی سے
 ایک صدی قبل دیوان مرتب ہو چکے۔ چنانچہ تینوں داوین ہمارے پاس موجود ہیں
 پس صاحبِ بحیات و دیگر کردہ نویسان ہند کا یہ قول کہ ولی ترتیب ان
 میں تمام شہزادے ناظمین ریختہ سے مقدم ہے اور عالم ترتیب نظم کا آدمی
 پایہ اعتبار و تحقیق سے ساقط ہے۔ علاوہ داوین ایک کتاب تاریخ منظوم
 مسہمی علی نامہ مولفہ نصرتی شاعر ملک لشعرا جو علی عادل شاہ کے عہد میں
 گذرا ہے میرے پاس موجود ہے۔ چنانچہ فقیر مولفہ تسلیم کر رہا ہوں بعض میں
 نصرتی کتاب مذکور سے چند اشعار بطور نمونہ لکھیگا۔ تاکہ ناظرین بالانصاف

نزدیک ہمارے قول کی تصدیق ہو جائے کسی کو انکار کا موقع باقی نہ رہے۔
فانظر واو کو نو امن است اگرین۔

شعر و شاعری کا ذکر

تاریخ قطب شاہی کے مولف نے لکھا ہے کہ قطب شاہ صاحب ترجمہ تحریر نظم و شعر میں مہارت کامل کہتا تھا۔ فارسی و دکنی زبان میں کلام موزون کرتا تھا کلام کی بندش و ترکیب اہل زبان کی طرح ہے۔ اور محاورات فارسی کو بھی اہل زبان کی مانند استعمال میں لاتا ہے۔ آپ صاحب یون میں۔ آپ کے دو دیوان ایک فارسی زبان میں۔ دوسرا دکنی زبان میں ہے دکن کے کتب خانوں میں دائر و ساکت ہے۔ فی زمانہ ناما اور الوجود میں۔ اب میں آپ کے دونوں دیوان سے ذیل میں اشعار منتخبہ گزارش کرتا ہوں تاکہ ناظرین مستفید ہو جائیں۔

وفات محمد قطب شاہ صاحب ترجمہ

روز چہار شنبہ سید و ہم جمادی الاول ۱۰۳۱ ہجری اس جہان فانی سے بلک جاویدانی رحلت کی۔ آپ کی عمر ۳۳ سالہ تھی۔ مدت سلطنت ۴ سال۔
لنگر دروازہ امام کے باغ میں جو بیرون قلعہ گو لکندہ ہے مدفون ہوا۔
گنبد بلند یادگار ہے۔

من کلام سلطان محمد قطب شاہ متخلص ظل اللہ در بیان توحید

پنہان شدہ ز شرم زبان دروان ما
حیران و صفت یقین گمان ما

یارب چہ برتری کہ ز وصفت سان ما
در حضرت یقین و گمان چو راہ نیست

ہد ہر چگونہ شرح دہ طول عرض بحر
جائے بود مقام خداوندیت کہ بہت
تالاب شہد ذکر تو کردیم آشنا
جز بے نشانی از تو نشانی نیا فتم
بر بحر مابہ بخش ایا قادر رحیم
بخشائے بر عیان و نہا نم کہ آگہی
طل شد از سر و بدن در پناہ

در بایے وصف تو ز کجا و بیان ما
صد خندہ عقل از چنین چنان ما
تلخ است شہد بایے جہان دہان ما
بر در کہ تو نیست بجز این نشان ما
معلوم تست غایت تاب توان ما
بر تست آشکار عیان نہان ما
ایدر کہ جلال تو دارالامان ما

نعت و مدح

مرصطفی و مرتضی چون ستار نجم
آن یکے فرمان رواے ہر نبی ہر ولی
آن یکے کان مردت دین گر بحر کرم
ہر یکے را گر بہ سنجی با گر خاجان حق
ہم جو ظل شد بانی شاہ زہ از بہشت

نعت و مدح ہر شہدہ را میگویم با ہم ادا
وان دگر سندی نشین بارگاہ کبریا
نعت آن از حق بعد کہ مدح این را فتمی
نیست جائے انید گوید این کجا و آن کجا
گر بدانی بعد پیغمبر علی را مستعدا

من عمر کیا تہ

از انکشاف ابر علی مقام ما
شام و صباح است پوشام صباح
شد پائمال شادی و صلت نعم فراق
در شرح عشق نیست وایات دست
ترسم ز اشک تازہ خورم شترے دگر

گردون زوہ ست سکہ شامی جام ما
بر یاد دوست خوش گذر و صبح و شام ما
دوران چہ خوش کشید ز بحر نظام ما
را بہ تو غافل ز حلال حرام ما
قاصد بگوش یا رچہ گوئی پیام ما

آن خوش سخن که وصف یار خویش کرد
 نخل شد احترام چو از دست یافتم
 شمع در دل زور دمنده می گوشت کن
 نسبت بنحو ای دل جان امروز نیست
 خانه دل رشک خورشید تابان شد تو
 سکه شاهی طلب سلطان بدلا از عیش
 یافت قبول تو دلم صدف صفای دریا
 میرود جانب نظر از به تو صفا
 تا بغیر از سی غمزه لغو لای را
 ره نمایان همه در عشق تو گم کردم
 سخن از دهن من هرگز میگذرد
 آهی در دهان جانم که در دهان
 چون نهاده ای بر عشق ندانم نخل شد
 دلم مالان دست دوری است
 تو خود شیدی و من چون در میان و
 به بیدار می نیم یک ز جواب
 چو نخل شد زستانم و میسکن
 قرب یارم ز عشق و دولت است
 پادشاهی کجا و شوکت عشق

مسکین ندیده منصف بر خرم ام ما
 زان خلق عالم ندیده احترام ما
 اینقدر درد سوز افسانه می باید ترا
 زین سبب گم کرد دل بختانه می باید ترا
 پر تو زین خانه در کاشانه می باید ترا
 سرور و چون موزم زادانی باید ترا
 اثر مهر گریخت و فایا دریا
 خیز و گم کرده همه به من یار دریا
 در شب بحر دل خسته ما دریا
 که ازین ره دل به راه نمار دریا
 حرف بهر دست یار به نمار دریا
 شوکت چیست مرغان خدا دریا
 اندرین درخش شاه و گدای دریا
 هنوزم حسرت مجور می شست
 دلم از ان کتاب دور می شست
 دلم ز خنده از سرور می شست
 همه حمدا نعل ز مستور می شست
 زین همه چشم بهمت و ست
 شوکت جسم غلام شوکت است

عشق محمود کرده صیدا یاز
 مست از باده نیست ظل الله
 در محبت خزان از اطاعت عانیست
 بسکه از حد پیش می خواهم بدل مهر ترا
 در گلستان محبت گرد آئی چون خلیل
 تا تو در دل مدی غیری ندارد ره درو
 شبیه تر دوستی دان قصه موسی خضر
 لذت خواب حور پیش چشمی ندیست
 مدعی گرد عوی دارد سلم داشتیم
 کار من و دل همین پیار است
 بر دست بدامن ست در خورد
 هر چند بچار مد گردون
 بر خصم مظفریم سلطان
 خوش شوا بدل خوش که کارت با من خواهم ست
 اما امید از خود کن در لیل چنان امید
 گفت و گوئی رفا و واریم سلطان در میان
 خواهم پیار در دلم مختصر رسد
 غافل مشوز ناله و آه ضعیف دل
 سلطان با گرچه سوخت ز شوق نگاه تو

وله

وله

وله

وله

نه مطیعش به محض قدرت است
 سرخوش از باده های صحبت است
 ملک عشقت این اینجا حاکمی جز باریست
 صد جهان مهر تو دل دارم و بسیار نیست
 روشنست گرد که آتش تر از آتش نیست
 در حیرم حاصل ناصحان را باریست
 غافل ز محبت اقل سر از نیست
 گر خیالی رفیقا تا سحر بیدار نیست
 روشنش با که ظل الله دعوی دار نیست
 ما را کبسه و گرچه کار است
 دست من و دامن نگار است
 هر سو نگریم کارزار است
 با ما نظر ز پشت چار است
 یار را با ناساز ما با و خواهیم ساخت
 گر نسازی کار و باری گو خواهیم ساخت
 زمین شیم جبار و مشک خواهیم ساخت
 ما گفته به سخن که از آن در و سر رسد
 شبها که وقت ناله مرغ سحر رسد
 سوش نظر کن که مباد افطر رسد

لاله رویان ز غم و هرجا غم داوند
 نقشه باوه ز آتش بلغم نشانند
 ظلمت سینه شده محو تا شائے صفا
 بریاض سخن آن ظل آبی که ز غیب
 بعدمان فلک آنه فتنه نجاستم داوند
 مرغ آن تاز به شتم که ز مقام رخت
 شکر این و زبان دارم چو ظل الله
 بت دارم که از غلش شراب زندگی با
 تو آن گلی کو در بهارستان رنگینی
 چو ظل صد خیال غلش بر دیده چون
 گاه در صومعه گیر معنای گردیدیم
 از همه راه دورش رست چینه را مارا
 پیش ما سود و زبان همه عالم نجوایت
 بسکه دل به پس شرح غمی بود بدست
 مستی عشق ترا برده نهان کردن باز
 که جوان گشت ز ریخا بدعائے یوسف
 پر تو دوست چو تابید با ظل الله
 عجب رعنا و زیبائی چه گویم
 منور از تو گردید دست چشم

وله

وله

وله

وله

از شراب لبخند آب حیاتم داوند
 و ز طرب خیال نه دل نقل صفاتم داوند
 گل گلزار فروغ حسنا تم داوند
 عند لیب آسار نگین نعماتم داوند
 برگستان ارم تازه بر اتم داوند
 غم کوثر ز لب آب حیاتم داوند
 شناسی و دانش و دین از بركاتم داوند
 ز گلبرگ رخ رنگینش بزندگی بار و
 گل ز رخسار در عین ثناب ندگی بار و
 بجائے عکس روشنی ثناب ندگی بار و
 هر کجا در طلب دست توان گردیدیم
 عمر ما بهر همین گرد جهان گردیدیم
 گرد عالم نه پے سود و زبان گردیدیم
 همچو سوسن ز سه پایے زبان گردیدیم
 آه گردوست بلند که چنان گردیدیم
 بی دعا وصال تو جوان گردیدیم
 بر همه خلق جهان نور فشان گردیدیم
 بخوبی عالم آرائی چه گویم
 تو نور چشم و پیشانی چه گویم

<p>بنفکر هیچ دانا و در نیاید ز تعریف زبان در کار مانده بطل اندر اگر بر سر نیایی چاره تلخ نکاهت بخندان کرده ترک حشمت که شکست بهمان داده غرق هویت بدریا تو صد گشتی نوح غم ز دشوار فلک نیست مراطل اند</p>	<p>عجب از ک معانی چه گویم چو از تعریف بالائی چه گویم چو حسن خویش خود را می چه گویم ز سر را نوش لب چشمه حیران کرده من چه گویم که چه با جان عزیزان کرده بحر حسن تو چگونه یک چه طوفان کرده لطف حق مشکلی سر بر آسان کرده</p>
--	--

تذکره یب بند و مرتبه حضرت سید الشهدا امام حسین علیه السلام

<p>آن دورانمست که از نعم امان نماند آن روزگار تلخ که چندان بگری آشفتگی و بهر نام خوب مدار عهد عصیت است که تنه میبران دوران محنتی است که سلطان اولیا آن صعباتی است که خیر لسا از پیرو جوان به چو طفلان بگیرد اند از زندگی خلق جهان در تعجبم ظل الله انچه گفت این دشمنیست</p>	<p>آن عهد غم که عافیت تاب توان نماند از شهید پاک عیش عالم نشان نماند در عهد دما می که سر و روان نماند بی سوز گریه کینفس کین مان نماند یک لمحو خالی از الم پیکران نماند فارغ دمی ز نو و آه و فغان نماند لذت از زندگانی پیر جوان نماند بعد از چنان قضیه که جان جهانمان کز سوز و درد قدرت شرح و بیان نماند</p>
---	---

من مرآت

<p>دوران غم ز راه محرم رسیده است</p>	<p>هنگام آه و ناله و ماتم رسیده است</p>
--------------------------------------	---

بر چرخ بسکه آہ دما دم رسیدہ است
تاب سخن نماند بس غم رسیدہ است
رنج و بلا شاہ شہید از حد گذشت
بیدار دل فتنہ و طغیان از حد گذشت

ولہ

نزدیک شد کہ دود بر آید ز نہ فلک
ظلم شد از مصیبت سلطان کربلا
وا حسرتا کہ فتنہ دوران از حد گذشت
وا حسرتا کہ بر شد دنیا و دین حسین

من اشعار الہندی

اُو تَن عکسِ پی چند نہی آپا را
بن اسکی پرت کج نہیں اُس پیا را
نکر سنی اُو سنی ہوو سستی اُو تارا
اُسی نین نہ پتہ مین جگ سارا
کہ جس رتی ہے صبح آشکا را
سجھن بن مکر سی نے ہوو کوئی نوآ را
کہ آپ جو مین تیرا کیتا ہے ہٹا را
نراکت عجب سبز رنگ مین دکھایا
کہ آپ نکسن جگ نکیلیان ریچھایا
تو اُس شاپ موتی سون جگ جگ گایا
پی آچے شیا سون تو گل پانہ با یا
پیا بن سنٹا تا مدن بالی بالا
ہووے تن کون سکے جبے پیو بالا
بھلایا ہے منج جیون اُو اُجھالا

ولہ

ولہ

چلی چندنی مین جب لٹک پیو ہمارا
بہسی جس میان پرت ہم سچ کے
جہنی سائین کی عشق کا نہ پیا ہے
جگونی مانی ہے سائیکے سن جہرے
پیا نوربتا ہے سچ دل جہک مین
سکی پیو چٹا لکنا ہے ہم کو
بنی مددے قطبا کا من تچ سون لایا
پیا ساناو لا من ہمارا ہو لا یا
رگیلی دھڑی ادھریون سہا ہے
تہسی اُس کول کہہ ہی جہرے مین مٹی
بتی مددے قطبا سون مل مد سجن جب
ہوا آئی ہے لیکہ ہنی تہنڈ کا لا
رہن باسکی من پیا باج دیکھی
سجن نہ شمی باج اُو جالانہ بہا ہے

جورات آوے چند نیکی منجھو سنتائے
 نبی صدقے قطبا اندا نسون ملکر
 سخن میری چنچل آنہی پیسہ مانتا
 میری حقیت کرتے ہیں ساجن پرت سون
 چند امین عید می بشارت دکھایا
 آدھ ہر دم کی گھڑ کون کلف تھا سو گھرا
 کروں سپوہ یک چیت سون بد پکیرین
 محمد نبی فیض تہی عید آ کر
 مومنان خوشیاں کروں آج دن بھوکا
 مصطفیٰ ہو مر قضا اس دن میں کھینچے
 جبے ابر رحمت اس جگہ پہ ہوا فیض آ
 جب نبوت کا علم پیدا ہوا نبوت جہر
 فارس کا اگر بوجہ حاجت میگہ رحمت برآ
 چاروہ محصور کی میں واس جلتی تھی بے
 جب نبی صدقے ہوا ہے واس قسیر قطب
 خوشیاں کروں الیاں مبعثت رسول یا
 اول برات روزی روزید فیروز می
 شامان میں تہہ عالی قطب شہی ہوا لی
 صدقے نبی ترکمان جہم راج کرتون عیشاں

ولہ

ولہ

ولہ

ولہ

کہ چند نامنجی مین نین سوز لا لا
 اپس ساکین سون ہیومی جہم بد پیا لا
 سکلیان کون پیا بات رنگین سو بہا تا
 اسیستی سدا برہ کون مین سناتا
 بہوان یقینی ساقی اشارت دکھایا
 سو کی کیلی گھل دن عمارت دکھایا
 کہ منجائے کا منجی اجازت دکھایا
 محمد قطب کون سدا رستہ دکھایا
 مرتضیٰ بادامان عید ہے معبود کا
 جن کرت پیچیدہ و طالع سعود کا
 شیعیاں کی تین اکہا وہ دن مکر پیو کا
 طاق کسری نشان لیتا عدم عقود کا
 سرک تن کیتا جگت تین آگن مرو کا
 پیشوا حضرت ہی کا تھا سون داود کا
 دو جگت مین میں ترکمان عاقبت محمود کا
 بہو دیات آند سوران عیشا شکات لیا
 اس بعد عید قربان جس تھی دو جگ گھایا
 مبعثت رسول عالی چند بند سون گنایا
 شاہ علی نبی تھے منگ سچ شہی دلایا

جو شہرات جہلک سون جگمگین آیا
 شرف شہرات تہی سب رات پائی
 تجلی یون دیا حق قطب شمع کون
 خدا کی کرم سیتی شہرت آیا
 براتان لکڑ آیا سایا لکی خوش ہو
 اماں مہیا ہے محمد قطب پر
 بنی صدقے امرت سہرا قطبے کون
 کھٹو پر سدا ہے سبحان کا اجالا
 طبع کا سوٹھا رائے اندشت ہشت
 اس محل کون سو رکبت ہیکل کس کا ہے
 قطب باہی کے صدقے آند کس محل میں
 چہیلی سون لکھا ہے من ہمارا
 صبور ہی کو نہیں ہے تھار دل میں
 میا کرنا کرے معشوق آپے ہو
 اہو آئی مدد تو ہن پیارا
 پیا کون پاؤں پر جیا منا وون
 بست کہیلین عشق کے آپارا
 بست کہیلی ہمین ہور سا جانیون
 بنی صدقے بست کہیلیا

ولہ

ولہ

ولہ

ولہ

تو سب جاگس جہلک تہی جگجگایا
 شرف سب رات تہی شہرات آیا
 کہ نسکون دختی روشن روشن کر پیا
 خوشیان کا اجالا جگت میں کہا یا
 خوشیان عشتا نسون کہ جگ جگجگایا
 بنی ہور علی کے دیا سون سہا یا
 سو ساقی کو شریا لی پلا یا
 تو خلق سر سر کرے رحمان کا اجالا
 اُس نور تل چہیا ہے اسمان کا اجالا
 جانو جہلک تاوان شہ مردان کا اجالا
 بستا ہے اسمین شیرے نیرانکا اجالا
 کہ اس بن نہیں ہن یک تل قرار
 صبور ہی کیون کرے سو کر تہا را
 کہونا کیا کرے عاشق بچارا
 پریم سو کہینچتا انچل کنا را
 نہیں ومانتا کہیا ہمارا
 تھین مین چاند مین ہون جون ستارا
 کہ آسمان رنگ شفق پایا ہے سارا
 رنگیلا ہور رہیا تر کوک سارا

صبحا می او کہ دیکھ پینا شراب
 تیری حسن تھی دان دی شاہ کون
 عشق ساز کی تار مطرب بجاؤ
 ازل تھی بنی جب قطب پیوتا
 جب سین دیکھو توں آتا میرے خواب
 میرے رُون رُون تھی بدل غم دھین
 جگت حسن میں ہے تیرا حسن محبوب
 تیرا حسن یونہی معون کرتا ہے لاف
 بدن مست بدن مست کج مست پری
 نظر تجھ پر ہے کیا تاشا کا حاجت
 میرا دل ہے زرا الفت کا کارخانہ
 زمین مدعا تھی نابو جسے کچھ
 قطب شہ نور روری کوئی جو نہیں
 نہیں کے نام نہ سنی لکھ کر تھی محبوب
 قطب شہ شہ ہمارے ہے گشت خدا
 امن نبی ہندو کا سن ہر کون شکایت
 بے دام اسکا نہ مست گزرا اپنی دسوں
 بدن مست بدن مست کج مست پری

دلہ

دلہ

دلہ

دلہ

فرح بخش ساعت میں لینا شراب
 او کہ کی عرق تھی سو پینا شراب
 کہ قانون تانان میں لینا شراب
 تیری پیالی سون ساقی پینا شراب
 رات دن نہ سون کم آتا میرے خواب
 چاند سورج توں دیکھا تا میرے خواب
 میں طالب تیرا ہوں سیر توں ہر مطلق
 تیری آرزو میں ہیں تمام جو مقول
 ہوئی مست بدن مست کج مست پری
 نہیں ہنر خطا کی جس کا حاجت
 نہیں نکلون بازار والا کا حاجت
 نکلو جت کر نہیں ہے غوغا کا حاجت
 کہ اس عالم میں نہیں دانا کا حاجت
 بہت نیک بڑا کا مدعا لکھ کر تھی محبوب
 کھڑے میں رشتہ سن جان نور باج
 میں لکھی ہیں مخرج تاریخ اس کا بت
 دیتی میں نام لکھ کر تھی ہر کون
 ہوئی مست بدن مست کج مست پری

دلہ

دلہ

دلہ

دلہ

میرا دل ہے زرافت کا کارخانہ
 ہمیں دعا مدعی نابو جھے کچھ
 قطب شہ تیرا زرگری کوئی جو چین
 نہیں کی نازستی یکہ کر سرتی ہو است
 قطب شہ شہان میں شہنشاہ خدا
 اس جہنی ہندو کا کس پر کزن شکایت
 بے دام اسکا خدستہ کرما ہون بی دل
 منجے جیوئی از رتبی ہے جاناکا اختیار
 دو جہان میں حق جیسے پاشن میں انیا
 بنی صدقے محمد قطب شہ سیس
 نیکی آج پیالا اندک کا پلا منج
 ہویدا ہی ہوا جون جان کر یہ
 جنت میکی سولان نعمتان سون
 درستی زوئی سپہ پوریان کی عید
 محبت پیالا پریان کی کھویان
 کر یہ عید آیا صلوات بر محمد
 بارا امام نجین کا مہر جم جا ہو
 شہد و شکوفات تھی ہے ریح اور نذیر
 سکی تیج زلف ہے جیوان کی آخذ

نہیں منجکون بازار والا کا حاجت
 نکو بحث کر نہیں ہے غوغا کا حاجت
 کر اس عالم میں نہیں ہے مانا کا حاجت
 بہوت یکا بر کا دعا کا کام منجست
 کھڑے ہیں تہ نش جان و دربان
 غین یکہی میں متخرج تاریخ اس حکایت
 دیتی ہیں دام انکون کر کوفی میں عین
 غم کی جنگل میں آہنی رننوان کا اختیار
 قطب شہ سکین کن یون جنت کریشا تلج
 شہی برجیسں یسا بخت کا تاج
 ویدا قوت اوہل کی ستی وامنج
 کیا سب جگ سون آبادان کر یہ
 کیا تازہ جگت کا جان کر یہ
 شہ دریں گیت ہوئی حویان کی عید
 ویسی یون آشن میں جیون سور چند
 آند علم آجا یا صلوات بر محمد
 منج سس چہا نو چہا یا صلوات بر محمد
 لاگی تو قد سر و کون سو جو بن شریذ
 دس تیری آہن رننوان کی آخذ

علی نامان سو کھیا یو غزل قطب
 سورج چاند کون کیوں کروں تیج برابر
 بنی صدقے قطب سون راستی ہے
 منج تیج جیکے از ہے کسوں نکر نامی فاش
 از زبش کست بین آہیں کتیر می و نون ہر
 ہوئی تیج ٹین تیلی دل میں رفاص
 قطب شہ پامیا ہی بے بہادر
 رانی دکن کی شاہی جھنن خاص
 ازل تہی ہے مجھے خوبان سون خلاص
 بنی صدقے قطب کیجھت ہے
 سکی تو ہر گھڑی منج پر نکر غیظ
 بنی صدقے تجھی سون ہے خدا کی
 عشق پھولا تون گوند می ہے مرصع
 بنی صدقے سو تر جاگ دیکہ کہتی
 میرے دوستان کون تون تے حبت
 چنچل کہ تیرا دیکہ ڈہلتا شمع
 تیرے حسن کون دیکہ شرمون سیتی
 مروت میٹھی زبان ہے یار کا متاع
 اسی ہے اس جگہ تیج کہ عجب شن چران

ولہ

ولہ

ولہ

ولہ

ولہ

ولہ

ولہ

ولہ

ولہ

علی نامان ہی سبک نام کی اخذ
 ہمن منین کا نور ہے تون پر یوش
 اگر چہ ہے اک دک او نار او باش
 ایزا ایسا منین کیوں کی جا کر ٹہرا فاش
 سبویا کی نشانیاں کنی او عمل شکر پاش
 سدا منج منین کے منزل میں رفاص
 ہوئی آپ لاج تہی کا دل میں رفاص
 بنی صدقے ترکمان کو میا تہی خاص
 ابد لگ مج ہے محبوبان سون خلاص
 سدا ہر تہی تو خوبان سون خلاص
 محبت پر نظر رکھ کر سب غیظ
 قطب سون آگلے لگ چوڑ کر غیظ
 نوئی چوہا سون کیتی ہے مرصع
 قطب شہ کا سو مجلس ہے مرصع
 میرے دشمن کون اگن یا سمیع
 سو عاشق تیرا ہو کہ ڈو لتا شمع
 غش کے بہانے تہی گلستا شمع
 خوش شکل خوب صورت دیدار کا متاع
 دیکہی نہیں جنوں کہیں اس کا نہ کہن

زندمان پامال عزیزان سوختہ حال
زندمان ماری گئی اچھلدا رگت لال
علی ہو آں دامن تیری رتھو ال
بنی سپیداپنی گایا مرگ سال
تیری دو گال میں خوبی کے گال
کہے میں عارفان سب سکون تمثال

انندان سیتی ہی آبا مرگ سال
کنارے آسمان کے نین شفق رنگ
بنی صدقے نگو کر غم تون قطبا
قطب مولود کرتا دیکھہ امنک سون
تیری دو نین میں دست متوال
جہان ہے سیمیا کا نقش اُس تھے

ہی صدقے قطب ہم عیش کر عیش
کہ تیج و پر کہہ رہے میں فتح و اقبال

دلہ جیکو بچا یقین سون کی پی سب پائے کام
میں غلطی بات اُنوں کن ہی ترا جام
قرآن ہو رحمت سون کیب کر کلام
او چایا ہے یا نو چمن میں سلم
تیری ہمت ہی میں ہو جام جم
آدم کیا ہے کوہ سہرا ندیپ تر مقام
جیل نے وارے بلقان لیانی حور شین
میں بندہ عاجز ہون تم دار و دربان تین
چند کی پیالی میں آفتاب کہاں
نقل مد کا کہاں کہاں
رتی میں نکر تی تیج یاد بن تون تابہر بچون

پہونکہ آرسی میں ویسا ہی سچ آپام
ستان کون جا چوتھیں استی
انجانی میں جوانی گیا پندنا سنا
بنی کے صدقے سہوتا رہے ہم
سکندر کون تھی آرسی جہم کوں جام
نابت رہ آپکا مین دنیا کون میں فنا
مرتضی مولود آیا ہے بہوت نور استین
شاعران چچاری تیر و صف کہنی کا سین
ساقیا آشراب ناب کہاں
مد کی پیالیان کا دور بہتر ہے
پیا تیج آشنا ہون میں تو بیگانہ نہ بچون

کہ دونو حکیم کی ادھال ہے خیال بر شرجیوں
 سب لیا کی سنکا اسرار یا علی تون
 لی بہیک نگ عقیقان نگین ہوئی مین
 ویسا نہیں کوئی تار باریک پیر من
 کہ پیلا ہے رنگ عاشقی کی نشانی
 کہ ہوئی جون تن چیم جون دیوانی
 بہت سعی ہون میں سولت چھانی
 تو آسین جنت کی نگارن گاری
 سورج چاند تارے سوا سستی نگاری
 مگر دہرت پر قدیان لیا کہ تہاری
 بن مد پھلی جہاڑ خوش ندیسی
 بن پیالہ کنار خوش ندیسی
 چتر نار یا نین رستی ہے چھیلی
 پراوا حسن کا کرا کہ میسی
 ہم پس حسن تون عاشقان لہلہانی
 محکون سو محمد علی کے کیش سون بخش
 دشمن کو نکر رحم سہی خویش کون بخش

بنی صدقہ قطب شہ کون نہیں آید بار کا حیات
 دنیا و دین کا حق سنکار یا علی تون
 دولب تیرے رنگیلی باقوت کون درنگ
 بار یک سج کوڑیکہ بارک ہوامون جون بال
 سنو لوگ میری پریم کی کہانی
 شمس عشق مہدیہ ہے منج بانی بالا
 محبت کے لذت فرشتان کونین ہے
 خدا داد محفل کون محمد سنوارے
 بلند می محل کا ہے آسمان جیسا
 نہ اس حکیمین دیکھی کوئی ایسی محل کون
 پہل بن رخ یا خوش ندیسی
 گشت چمن و ہوائے کلیان
 عشق کی تیلی ہے گور می رنگیلی
 بنی صدقہ قطب شہ سون او پیار
 پیارے پریم ناز سیتی شہاتی
 اے بار خدا اپنی درویش کون بخش
 دشمن کون تون توڑ دوستان کو توں نواز

طلال شاہ - محمد قلی قطب شاہ

بقول مولف گلرخا و صبح گلشن وغیرہ محمد قلی قطب شاہ بانی شہر حیدر آباد کا

تخلص ظل اللہ ہے۔ مولفین کا قول خلاف واقع ہے اسلئے کہ فقیر مولف کے پاس سلطان محمد غلی قطشہ ہانی دوالی حیدر آباد کا دیوان فارسی و ریختہ موجود ہے دیوان مذکور غلی قدیم خوشخط ہے اس سے معلوم ہوا کہ موصوف ایہ صاحب ترجمہ کا تخلص فارسی میں قطشہ و ریختہ میں معانی ہے۔ چنانچہ اشعار ذیل فارسی ریختہ واضح ہوگا۔ اور واقع میں محمد قطشہ ہراور زرد محمد غلی قطشہ کا تخلص فارسی میں ظل اللہ اور ریختہ میں قطشہ ہے چنانچہ قبل میں مذکور ہو چکا ہے۔ نہیں معلوم مولفین کس وجہ سے غلطی کے گڑھے میں گرے ہیں شاید محمد غلی قطشہ و محمد قطشہ ہ میں تمیز نہیں کیا ہوگا۔ دونوں کا مصداق ایک ہی بات کو سمجھا ہوگا یا مولفین کو دونوں کے دواوین ریختہ فارسی ستیاب ہوئے ہوں گے یہ نہیں پتہ ایسی غلطی کرتے۔ واما علم بالصواب۔ پس صاحب ترجمہ کا ذکر حرف تاف میں بیان کرنا چاہئے تھا لیکن فقیر مولف نے اظہار غلطی کے لئے یہاں گزارش کیا۔

معدور سمجھ کے نشانہ ملامت نہ بنائیں۔ واقع میں صاحب ترجمہ کا تخلص فارسی میں قطشہ ہے کہی کہی غزل میں تخفیفاً قطب ہی پر اکٹھا کر لیا ہے۔ اور ریختہ دکنی فارسی آمیز میں معانی تخلص لاتا ہے۔ آپ یعنی صاحب ترجمہ امام پیغمبر قطشہ کے فرزند بزرگ ہیں۔ والد کے فوت ہونیکے بعد بارہ برس کی عمر میں تخت نشین ہوئے۔ ملک لنگانہ کو عدال انصاف سے آباد کیا۔ علم و فضل کے زیور سے آراستہ تھا۔ علم دوست و ہنر پرور تھا باوجود انتظام امور سلطنت تحصیل علوم کے شغف سے باز نہیں رہتا تھا۔ علمائے دربار سے درس جاری رکھتا تھا۔ لاتدن میں ایک خاص وقت علمی مذاکرہ کے لئے مقرر کیا تھا۔ اسی سلطنت کے زمانہ میں تحصیل علوم

و فتوحات ممالک سے فارغ و فائز المرام ہوا۔
 فرشتہ و مولف قطب شاہیہ نے لکھا کہ ابتداء سلطنت میں بمقتضا عالم شباب
 بہاگمتی طوائف پر فریقہ و شیفہ ہوا تھا۔ ہزار سوار اسکی پیشی میں ملازم کئے گئے
 وہ روزانہ دربار میں شجمل و طمطراق کے ساتھ آمد و رفت کرتی تھی۔ اسکی شان امیرانہ
 تھی۔ اسکا دربار شانمانہ ہوتا تھا۔ امرائے دولت و اعیان مملکت اسکی خدمت میں
 سلام و مجراؤں کرتے تھے۔ عقیدہ و فہیمہ تھی جس جمال میں رشکائے ہرہ و شستری
 ناز و انداز میں غیرت حوروں پر رہتی تھی۔ فقیر مولف نے اسکی تصویر سلطان محمد قلی ضا
 ترجمہ کے دیوان میں دیکھی واقعی تصویر کے دیکھنے سے سورضین کے تھری کی تصدیق
 ہوتی ہے۔ اسکے حسن و خوبی کے بابت جسقدر قلم فرسائی کی ہے واقع کے مطابق
 ہے جس نے تصویر دیکھی مولفین کے مبالغہ و اغراق کو خلاف واقع پر حمل نہیں کیا
 تاریخ نظامی و قطب شاہی کے مولفین نے لکھا کہ صاحب ترجمہ نے اپنی محبوبہ بہاگمتی
 کی فرمائش سے گوکنڈہ سے چار کوس کے فاصلہ پر موسی مذی کے کنارے ایک شہر
 آباد کیا اور اسکو اپنا دار السلطنت بنایا اور اسکا نام بہاگ نگر رکھا۔ محبوبہ جب زندہ رہی
 بہاگ نگر نام ہی زندہ رہا۔ جبہ فوت ہو گئے علماء و فضلا کی بصیرت سے اس نام
 کے رکھنے سے پشیمان و شرمندہ ہوا۔ نام مذکور کو باؤنڈا ہی حکم سے منسوخ کر کے
 حیدر آباد نام رکھا۔ اور سادھی کر دی کہ کوئی نام سابق کو زبان پر نہ لائے۔ نہ فاد
 و تقا ویمین قلم سے لکھیں۔ اگر کوئی خلاف حکم کریگا۔ مستحق نذر ہوگا۔ لیکن زبان
 خلافت نقارہ خدا ہے خلافت میں بہاگ نگر ہی رہا نہ حیدر آباد۔ فی زمانہ ابھی
 منہود تلمکے و کنٹرے اپنی پوتھیوں و بیاضوں میں حیدر آباد کو بہاگ نگر ہی

لکھتے ہیں۔ سہکارسى دفاتر قطب سى مین بادشاہ کے حکم کی تعمیل ہوئی۔ اور اہل اسلام
بجائے بہاگ نگر حیدر آباد لکھنے و لکھنے لگے۔

یہ بادشاہ نہایت ہی خوش اخلاق و نیک صفات تھا۔ اور رحیم و رؤف تھا۔ بھلا
شامان سلف بہا میون و قرائدارون کے ساتھ حسن سلوک کرتا تھا۔ اور ان کو
اپنی مصاحبت و مقاربت میں کہتا تھا۔ اور صاحبانہ سلوک فرماتا تھا۔ اعزہ
واقارب بھی شکریہ ادا کر کے مطیع و فرمانبردار رہتے تھے۔ مدۃ العمر کسی کسی نے
بادشاہ کا خلاف نہیں کیا۔ پہلے یسی عطیہ لہی تھی کہ شاید کسی کو اور انصیب ہوئی ہوگی
شاہ میرزا میر جگہ کو موقوف کیا۔ چند روز قید میں رکھ کے وطن مانوفہ اصفہان
روانہ کیا۔ میرزا کشتی میں سوار ہوا۔ ابھی منزل مقصود کو نہیں پہنچا تھا کہ کشتی
میں فوت ہوا۔ یہ واقعہ ۹۷۵ ہجری میں واقع ہوا۔

میر جگہ مرحوم نہایت ہی لائق عالم فاضل تھا۔ شہر حیدر آباد میں چوک سى تھام سے
آباد ہوا تھا۔ اس لئے بنام میر کا چوک شہور ہے اسی چوک کے قریب میر کا نشان
دولت خانہ تھا۔ فی زمانہ اولی دولت خانہ باقی نہیں رہا۔ لیکن دولت خانہ کی طرف کمان
موجود ہے جو بنام شاہ میر کی کمان شہور تھی عوام کثرت استعمال سے اس کو
سو کے میر کی کمان کہتے ہیں۔ شاہ میر مرحوم کے بعد میر مومن استر آبادی کو جو قدیم سے
وکیل السلطنت تھا مختار کل کیا۔ تمام ہاتھ کا انتظام میر کی رائے پر چھوڑ دیا اور خود
فراغت سے عیش و عشرت میں مصروف ہوا اور اس شعر کو زبان حال سے پڑھتا تھا۔

ہر وقت خوش کہ وہ بد مغنم شمار
کس کو وقوف نیست کہ انجام کار حکایت

اغریو سلطان سفیر شاہ عباس با دشاہ ایران تشریف آوری کا ذکر

سلطان محمد قلی قطشہ مثل جد و پدر شاہان صفویہ سے حسن خلاق و اعتقاد رکھتا تھا۔ بناء علیہ شاہ عباس صفوی بادشاہ ایران نے اپنے معتمد اغریو سلطان کو ۱۲۰۰ ہجری میں سفارتہ قطشہ کی خدمت میں مع نامہ و تحائف روانہ کیا جب شاہ راہیہ گورہ بندرین پہنچا تب مخبرین نے اسکے تشریف آوری کی خبر معروض کی۔ قطشہ تشریف آوری کی خبر سے نہایت خوش ہوا۔ سیادت پناہ مرصیا الدین محمد نیشاپوری کو سفیر کے لائیک لئے مع تشریفات شاہانہ و ہدیہ و ہجرات لائق بندرند کور روانہ کیا۔ سیادت پناہ نے بندرین پہنچ کے سفیر کے حالات کی۔ اور سفیر کو رو کر ہوا لیکر قطشہ ہی دربار کے طرف متوجہ ہوا۔ ہنرمندان مقام میں سفر کی تعظیم و تکریم ہوتی تھی۔ اور ضیافت ہمانی کے رسوم تکلف کیے تھے ادا کئے جاتے تھے۔ جب دار السلطنت کے قریب پہنچے۔ قطشہ مع شکر و امیران سلطنت استقبال کے لئے برآمد ہوا۔ محمد نکر کے قریب اغریو سلطان ملاقات کی۔ سفیر نے شاہ ایران کے طرف سے محبت و اتحاد کا اظہار کیا۔ اور بادشاہ کا محبت نامہ و تحائف نفائس پیش کئے۔ تحائف قبول تھے۔

صع ایک تاج مرصع۔ و کمر مع خنجر مرصع۔ و چالیس عربی گہوڑے با زین و لحام مرصع و چند عباہے زرینت اور پانسو طاوہ محلل اطلس زرینت و بارہ جوڑ تانین اور بارہ زرہ وغیرہ تحائف ایران۔ قطشہ بہت خوش ہوا اور شاہ ایران کی عنایت کا شکریہ ادا کیا۔ اور سفیر کو خلعت فاخرہ سے سرفراز فرمایا۔ مکان

پیر فضا میں اعزاز سے اتارا۔ اور سفیر کے ہمراہیوں کو بھی تشریفات لائق سے سہ بلند کیا۔ ہمراہی سو سوار تھے۔ اتفاقاً سفیر کو چھ سال تک یہاں رکھا۔ سالانہ دو لاکھ مہن سوائے انعام خرچ دیتا رہا۔ اور قنبر علی خادم محمد کو مع تحائف بڑا کیا۔ لائق شاہ ایران کی خدمت میں بھیجا۔ پہر اغریو سلطان کو مع سلطان یغلی طاش کو با تحائف اقسام مرصع آلات بھی روانہ کیا۔ اور صفویہ سے محبت و اتحاد کی بنیاد مستحکم کی۔

عمارات قطب شاہی کا ذکر

قطب شاہی کے مولف نے لکھا کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ صاحب ترجمہ تعمیر عمارات کا شیفتہ تھا۔ اور اسکو محلات رفیعہ کے بنانے سے نہایت مہم لگی تھی۔ مندرجہ ذیل عمارات بنا کیا تھا۔ فی زمانہ انہیں سے بعض موجود اور بعض معدوم ہیں۔

آکھی محل۔ باغ محمدی۔ نبات گھاٹ۔ عمارت کوہ طور۔ مذہبی محل۔ لنگر دار ^{الذ} مسجد جامع و مدرسہ و خانقاہ و دارالشفاء و حمامات وغیرہ۔ مسجد جامع و مدرسہ خانقاہ موجود ہے۔ اور دارالشفاء و حمام کا نام بھی باقی ہے۔ میر ابو طالب ناظر الہماک نے گوشتوارہ و کن میں لکھا کہ تمام عمارات کی تعمیر میں ستر لاکھ مہن خرچ ہوئے۔

خیرات کا ذکر

مسجد و مدارس و خانق و لنگر و وازدہ ائمہ کے اخراجات کے لئے سادہ خیرات ہر سالانہ وقف کر دیا تھا۔ یہ رقم محرم کے بعد مجاورین و خدام و طلبہ کو

تقسیم ہوتی تھی۔ علاوہ وقت سالانہ غزوہ محرم میں طلبہ و علما کو بارہ ہزار ہن
عطا کرتا تھا۔ اور تمام ہن سپاہ و رعایا و لشکر کو مانتی سیاہ لباس سرکار
شاہی سے دیا جاتا تھا۔ اور دو مقام میں الاوہ ہزار طاقی آباد کیا تھا۔ ہر الاوہ چھ
علما و ارکان سلطنت گریہ و ماتم کرتے تھے۔ اہل ماتم کو دس وز تک کہا نا اور گریہ
کو ایک ایک ہن دیا جاتا تھا۔ خوب ماتم ہوتا تھا۔ واد بلا و احسرا کا شور و
غوغا زمین سے آسمان تک پہنچتا تھا۔ قطب ہی بزرگ کے موافق لے لکھا کہ
اسی بادشاہ تخت نشین ہونیکے بعد کردگریہ و زکوۃ معاف کر دی تھی۔ سالانہ
تختیاد و لاکھین کی آمدنی ہوتی تھی۔

بادشاہ کے اخلاق کا ذکر

یہ بادشاہ نیک سیرت و نیک محض تھا تینتیس برس سلطنت کی مدۃ العمر کیلو
اپنے ماتم سے قتل نہیں کیا۔ معاملات قتل قصاص کو قصاص کے سپرد کر کے
حکم دیتا تھا کہ خوب غور و فکر کے ساتھ حرب حکم شرعی شریف قتل قصاص کا حکم
نافذ کریں۔ بادشاہ کے زمانہ میں ایسا عدل انصاف تھا کہ زن پیر ویرینہ سال بیخوف
و خطر مال زرماتم میں لے ہوئے جنگل و صحرا سے گزر جاتے تھے۔ کوئی رن و ڈاکو
مزاحم نہیں ہوتا تھا۔ علما و فقرا کو بہت چاہتا تھا۔ اور ان کے علم و فضل کی بہت
قدردانی کرتا تھا۔ اسکے زمانہ میں اکثر علمائے ایران جمع ہو گئے تھے۔ بادشاہ کے اخلاق
نے عرب و عجم میں ایسی شہرت پائی کہ اکثر علمائے فرس و عرب کن میں لے
اور متوطن ہو گئے۔ بادشاہ کی عنایت سے وطن کو غربت و رعبت کو وطن بنا لیا
وکن میں ایسے جیسے کمر کے اٹھے۔ فی زمانہ ان بزرگان سلف کے باقیات و صالت

موجود دیا دگا رہیں۔ اسی بادشاہ مرحوم کے عہد میں میری مومن استر آبادی نے کربلا علی سے خاک شفا جہازات پر لا دے سنگوا کی اور شہر کے اندر ایک مقام میں اُس متبرک خاک کو زمین پر فرش کر دیا اور اُس مقام متبرک میں مومنین امامیہ کے لئے دفن کی اجازت دی۔ اور چند اشخاص مُردے کی کفین و تغیل کے لئے مقرر کئے اور انکو سرکار سے انعام و وظائف معین کرایا وہی اشخاص غسال کے لقب مشہور ہوئے فی زمانہ انکی اولاد سے بھی یادگار موجود ہیں اور آبائی پیشہ پر قائم ہیں۔ وہی مقام میری مومن کے دائرہ کے نام سے معروف ہے۔ اسی بادشاہ نے عامہ خلایق کے لئے حمام بنوا دیا اور حمامی دلاک و اصلاح ساز و سامان غسل بھی ہیا کر دیا تھا۔ غرا و مساکین سے کچھ حق بخدمت نہیں طلب کرتے تھے۔ ہاں امر احام جی و خدام کو بھی انعام دیتے تھے۔ تمام شکر گزار رہتے تھے۔ دیکھو بادشاہ رعایا پروری کا کس قدر خیال رکھتا تھا کہ رعایا کے مطالبات اپنے مقاصد پر اختیار کرتا تھا۔ کہی تن پرور و آرام طلب نہیں بنتا تھا۔ جفاکش و متحمل المزاج تھا۔ سادات اہل بیت کی بہت خدمت کرتا تھا۔ دربار میں سادات و علما کو نشست کی اجازت دیتا تھا۔ کورنش سے جو نیم سجدہ کے مساوی ہوتی تھی معاف کھتا تھا

بادشاہ کی دختر نیک اختر کی شادی

بادشاہ کو سوائے دختر کے کوئی اولاد نہیں تھی محمد قطب شاہ برادر زادہ کو فرزند بیٹا لیا تھا تعلیم و تربیت کے بعد بعلالم شباب ۱۰۱۰ ہجری میں برادر زادے کی شادی دختر نیک اختر سے نہایت کلف و تجمل کے ساتھ کر دی بیشمار زور و جواہر و خلایق فاخرہ و عطیہ وافرہ سے خلایق کو سرفراز فرمایا۔ قطب شاہی مولف نے لکھا کہ بیس ہزار خلعت

گران بہا عہدہ داران و ملازمان سرکار شاہی کو عطا فرمایا خلعتیں تمام مخمل ناز رفت
 و اطلال خطائی و دیبائی روحی کی تہین اور علما و شعرا کو بھی انعام و اکرام سے سربلند
 کیا۔ ایک مہینہ تک روزانہ شادی مبارک کے جشن منعقد ہوتے رہے عیش و عشرت
 کی مجلس کا ہنگامہ خوب گرم رہا رقص و ہود کا آوازہ آسمان بریں تک پہنچا۔ نائے نوش
 کا شہرہ بلاد کن میں شہرت پذیر ہوا۔ طوائف الملوک سے نظام الملک بحری عا و شاہ
 بیجا پوری و عا و شاہ براری شریک جلسہ تھے۔ پادشاہ نے مہمانان اعزہ کی خاطر داری
 و مدارات میں ایک قید فرود گزاشت نہیں کیا۔ باہم خوب لطف فرس سے خوش
 ہوتے تھے۔ بتقریب مبارکبادی عرو سین پر رز و جواہر تصدیق کئے۔ خدم و حشم رز و جواہر
 سے مالا مال ہوئے طوائف الملوک کے امر و خوانین و اکابر و اشراف و سلا حداران
 و شکر بان بھی صلوات وافرہ و عطیات شکارہ سے مغرور و مکرہم ہوئے۔ شادی
 تمام ہونے کے بعد ہر روز اسے کو اپنا و بیعہ بنایا۔ وزیر و اہل و سپاہ نے ولی عہدی کو
 تسلیم کیا۔ اور نہایت خوشی سے شاہزادے و شاہ کو تہنیت کی مذہب پیش کین
 اور مبارکبادی کی رسم ادا کی۔ شعرائے سلطنت و علمائے مملکت نے مدحیہ قصائد
 و دوعائے پیشکش فرمائے۔

حداق السلاطین کے مولف نے لکھا کہ جو قطب شاہ اکثر اوقات شعرا و علما کے ساتھ
 ہم صحبت و ہم جلسہ مینا تھا۔ شعر و شاعری و مذاکرہ علمی سے دل چسپی کہتا تھا۔ مرزا
 نظم و نثر میں عالی رتبہ و بلند پایہ تھا۔ فارسی و ہندی و کئی دونوں زبان میں کلام
 موزون کرتا تھا۔ کلام شیریں با مضامین رنگین مکتوب و سخن ہوتا ہے۔ اسے صلا حداران
 میں۔ انتہی کلامہ۔ فقیر مولف کے نزدیک قطب شاہ کے دونوں دیوان فارسی و ہندی

پہر پر روز سوم فاتح خوانی کے بعد دوبار عام منعقد کیا گیا۔ حسب رسم سلاطین ہند
شاہزادے کو تخت نشین کئے اور وزیر و علما و شعرا و عا یا و سپاہ نے نذرین مین
اور خوشی کے نقائے سجائے اور سلامی کی توہین فیہ کی گئیں۔ شعرا نے مبارکبادی
کے قصائد پیش کئے۔ انعام و صلوات سے سرفراز ہوئے۔

من اشعارہ الفارسی

<p>کاش زندا ز رشک تو پروانہ خود را چون سرکش ز گس ستارہ خود را کیفیت تہ جرغہ پیمانہ خود را بستم دور و دور ز نہ خود را خواہیم جان گو ہر کیدانہ خود را مردانہ ہی رو رہ مردانہ خود را لب میگون ہما چون سرجامست مرا ایچہ سودست کہ بازلف چہ شامست مرا خال تو دانہ آنزلف چو دست مرا بر سر کوئی بلائے تو مقامست مرا ملک چین پیچ بادشاہ ندارد دید تجر حسرت نگاہ ندارد دل سرد پروائے خانقاہ ندارد آئینہ دل کہ تاب آہ ندارد</p>	<p>باشع بگو گرمی دیوانہ خود را ہوش و خرد از پائے درافتد چوستان مستان بخت بد عالم نفروشد باید تو عاشق کشد منت خوشید گر جملہ جہان پر شود از گوہر یکتا اے قطب شد آخرہ مران عشق بے لب لعل تہان بادہ حرامست مرا با سوزلف تو سودائے سیاہی دارم بر سر کا کل تو مرغ دلم نہ شدست ہر زمان از پی دیدار تو آیم بدست ملک محبت کہ داد خواہ ندارد گر جہہ عمر نظر بروئے تو باشد منکہ را بد نہ ایم وز بد و لیکن بین کہ چہ طوفان آتش عشقش</p>
--	---

تکبیر که قطبش چو دگران نیست
 حرفی ز لبش شنیدیم شنیدیم
 مردم همه در سر بهبوده دارند
 اعجاز محبت منکر کم درین راه
 این بکه تماشای گلستان تو کردیم
 هر چند که حشیت دل آن نیست که گوید
 اے قطب شد ز در دل خویش چه گویم
 در ره دوستی لایست ضرر دانستم
 خوش بیدار شدم و کم تو وفا می آید
 ناهنجار جهان سوز تو کارم افتاد
 فتنه می بار و از آن شمع تو هم میدانی
 قطبش دوش که در گلشن کوی تو بودم
 بدو ر خط چشمیت کم شد شوخی صیاحی
 در آن ادبی که آتش می شود گلشن آزارند
 اگر چه نیست ہے بعد از او ناسان را
 بلکه عشق از سد سکندر کس نمی گوید
 خرابی ها که دل ز تر کنایه عمر ما دارد
 و کز دوستی آن پیران گشت حیرت
 غم یاریکه در دل قطبش دار و عجب نبود

جز کریم دوست تکیه گاه ندارد
 صد شکر که این باو چشیدیم چشیدیم
 گرد و سر از باو کشیدیم کشیدیم
 بے بال و پیر از شوق پریدیم پریدیم
 گریه و وصل تو نچیدیم نچیدیم
 از بار سنگر چه رسیدیم رسیدیم
 مشتاق تر از خویش ندیدیم ندیدیم
 سخن اجل عرض بود خطر دانستم
 لشکر یاری که ترا بار و گردانستم
 روش سوختن آتش تر دانستم
 از چه کم میکنی یسوع نظر دانستم
 ذوق کیفیت مرغان چمن دانستم
 که این نام دگر شد بهر دلبا خطا آدمی
 هزاران جنت است اینجا چو دوری این آدمی
 از آن زینده تر ماند با شوق از تو بیدادی
 درین مکان بار و نداشت نبیادی
 فدای آن خبری باو معمور می آبادی
 مسلمانان مبادا بچکس دست فیرادی
 گریز خاک روش بر ندارد و کین نفس آدمی

نقل دیوان محمد قلی قطب شاہ متخاصن معانی بیچہار لوح
 و ہر لوح باتصویر بخط مولانا زین الدین علی خوشنویس حضور
 بزبان و کسبی

اس مکہ شریف شہر آفتاب تھا
 میں روتے تھا سب یوں کہ او وقت خواب تھا
 جیو اس میان بصورت معنی خراب تھا
 و بوانہ سبیں آگ برہ ہی کہا ب تھا
 اس کیا ہی اختیار گناہ شراب تھا
 تمن کے مراوان کی بہری جام دو یگا ^{دلہ}
 جی کوئی اپنی نام سون دل را م دو یگا
 اسے خون جگر دارو کے نام کام دو یگا
 ہر ایک پستی میں تنجکون ملند نام دو یگا
 تجھے دارو کے صحت سون شفا جام دو یگا
 خدا سے رقیبان کی گلی و ام دو یگا ^{دلہ}
 جس حال سون رکھیں گاہے او خوش حال ہمارا
 جی کو خبر سولیا و کہ پہول کا مہرا
 ہے شرع احمدی تیج انصاف کر خدا را
 او خیال کہ بخاوی ہم بہر ہی نام بہرا را

کل کو تو نور دیدہ بسو شتاب تاب تھا
 تا دین میں لاشہ مکہ سور نور و دست
 مجلس انہار پر سچا نہ کسکل
 سوا زہر و نک نینو چو پیکانہ بین واک
 ساقی تو آہ گرم معانی کی نہیں خرچ
 و لا منک خدا کن کہ خدا کام دو یگا
 دو عالم کے دروازہ پہلی بین عیش کی خاطر
 جسے دل میں محبت علی و آل علی نہو
 مکہ ہا غم تو زمانے کا تیرا کام خدا سون
 آپن سخت حقیری ہی کہ دین دل میں کر غم
 رقیبان کی دیکھوں سستی قطب تون کر غم
 سب اختیار میرا تیج مات ہی پیارا
 ینان آنچہ سون ہوون پاک پاک سون جہاں
 تیج عاشقان میں ہوتا جبکہ جبل سون
 تیج خیال کی ہوس ہی ہر جیو ہم سوزیدہ

جب تون لکھیا قطبہ مجھ بت دل
نبی کی دعا تہی برس کا پختہ پایا
پیاہون میں حضرت کے حق آب کوثر
میرا قطب تارا ہے تاریاں میں نخل
فلک دور تھنے سو منڈپ اچا کر
سورج چند آبی مال ہو کر بحین تب
کرے ششتری رقص مجھ بزم میں
کلیاں عشق کی حجب میں کہلا کر
میر گلستان تازہ اس تہی ہوئے
زندہ ہی شمعناں کو سو بجھا ملا کر
خدا یا معافی کی امید بر لیا
نہا کی رضا سون برس کا نہ آیا
دعا کے اماں تہی مجھ راج قائم
کل مصطفیٰ سیتی سیرا گنداکر
تیرے ہوشاں کی حق میں تہی لا منجھوٹا
کیا عرض تجھ کو یہ بھانسون پرکاشانی
و غلطیری تو معافی بندہ میکہ دل یارب
دیکھو کہ کیوں انو ہننا ستین و فا
لکھی سو پایہ ہون نہیں کچ یا نکا گناہ

ولہ

ولہ

ولہ

ہے شش حبت میں تجھ کوں کا تو ادھا
خوشیاں کے خبر کے ماسے بجا یا
تو شامان اُپر مجھ کس کر بنایا
تو مجھ پر فلک نگ کا چتر جہا یا
جڑت سبتا ہی ہوں سپر چڑھایا
سندل ہو فلک تم تیاں بجا یا
برس گل ٹہ میں زہرہ کلیاں گایا
پہو لان غم کی ل بوتان تہی گنوا یا
مجھ اُس باغ بیوہ دلمہ کہلا یا
سو اسپند کے پاتراں کرنا چایا
کہ جیو سانت کی سیونتی جگ سب اکہا یا
سہس شکر کرتوں برس کا ٹہیا یا
خدا کی زندگانی کا پانی پلا یا
مجھ اُس گل کا سیرا حامل بنایا
میرے وردا کوں بدلتی تہی ہے شفا
غم بچہ میں عشق خوشی کا ہے صفا ہو صفا
کرو آمین نبی علی تہی اسکی دعا
یک تل نہیں ہوا کہ کری مہر تہی جفا
جن ظلم کے تو اسکوں ہی درد بی روا

کرتے ہیں دعویٰ شعر کی سب اپنی طبع سے
 سجن تجھ کو عرق بند بہت زور دستا
 معانی قطب کس معرکہ روضہ نانی پیو کا
 نکو پلا مچی ساقی پیالہ بہر بہر کر
 دلیل پایہ یون تو زلف ستین کجیات
 تیرے خیال کی مرغان موی میں جاکے
 نکو کرو نیکی ہم بال پر سون مغروری
 تمہاری یاد بغیر میں ہے نرم مورنگین
 سدا تو مدح نبی و علی کہ کہتا ہے
 مکہ تیرا دیکھ کر میں آج مست
 کو عرق میں زورستی ہے عجب
 خال نہ دو کا بہلا کر مہج کیا ہے بت پرست
 اسی معانی توں چہا کر کا ہی مینا ہے تیرا
 خورشید کہ اوپر دسی ابرو دلال عید
 خرم خوشیاں سون شہو کی سینوں بہر پرست
 سچ خفا کا شکر دمی منجی شیر خرمی میں
 خدا جیو کی جان کون دکھا یکا
 سمند ناز کا گرد سرما کر و
 کرے کن دلیل و دلال سوان عشق

بخشیا فصیح شعر معانی کی تین خدا
 اولہ او مدح کو پئی عاشقان دستا اب
 کہی جی مجلس کا سو پچا حور دستا اب
 اولہ کہ پی تے میں ہمیں نام پیا کر اسکی دست
 اچھی جو زندگی کا تیر تیری زلف میں دست
 تمہاری یاد سون پجری تیری مرغ دل جوت
 کہ بی پنکھان سیتی تم میں ہوا مہج دست
 کہ میری ہماگ لکھیا ہے عیش و رست
 معانی شہر تیرا تو لکھی میں دست پرست
 اولہ تیری گم کی تین ہوا مہج بت پرست
 میری زردی میں رنگ لعل دست
 اولہ سب خیال ان آپس کے گم تیرے مہج دست
 کو تو لان لکھیا ہے بان تیرے دست پرست
 اس پروان کو سجد کیا ہے حال عید
 ساقی پیالہ کہ آیا کمال عید
 شہر بت پلاؤ مہجین کہلیا کمال عید
 اولہ تو کہاں عرفہ کر نعم کروں خوار و زار
 کہ لکھیاں دچکے سو مہج سے قرار
 دلیلان میں لہجی میں عالم ہزار

جہلک نین شمشیر تھی تو نڈر
 کرنا لے سچ ناز زلفان تھی جن
 معافی دھاگا بند ہے زلف سون
 صبر زان سب کے عینان تھی کہ بین باہر
 بانڈیا احرام کہ تیرا کرونگا جیون کا نون
 مین کلبان تو علم کیاں پڑا ہون بہشت
 کتب ل کر مبارک دہی عید غدیر
 ہوشان کون شاہی روضیاں کیا جی
 مہربانی عید کا جگت بن گنا و پیش
 مع کینا کہوں کہ انکے مع کون پایا مین
 کر عاتون ہیج حملو اتان محمد پرست
 ہے محمد قطب شہ بارہ امام کا غلام
 کھلیاں مین کیاں پوستی جیون بہار
 دیدار جب یہ ہو کہ عینت دو گہری
 تیری یاد ان سون فی پتا ہے پیلا دام
 وچن دکھائے جیو لم خانہ خانہ کر
 اپنی نہ بھاکر کل جو کیا تازہ امی صنم
 لطف ندا کرے کرواے زفرم صبور
 بیدار ہم شمن سون ہماری کہانی ہے

نمک چاک کر ہم ہوئے اختیار
 و و مجلس تھی کراہی سکون بہار
 اسی تھی وی مصطفیٰ و و انار
 جیو جیون ہو اسرتی تمنا زاکر
 لعل نگنچہ مین کونین ہونا صر
 گال خط شکین جی تا پرتہ نہ ہونا آختر
 خوشی کی بھی خوشیاں دسین احم صغیر
 تو خوشی کے بحر کون آیلدا موج کبیر
 سلطان لیا کروگو اور دگ مورلا و عبیر
 گردانو کی لعل کل سہرا کر مین شاہ وزیر
 اسن عاصلوہ تھی گوتھے فتح کبیر
 مین سو عاجز واس تیرا علی منج و تگیر
 می پلا ساقی ہوا ہون مین بی اختیار
 سب گہریاں اوجھو ہے ڈو گہری تھکون
 اپنی پیاراں تین تو جو تھہین اسکا خار
 عشقی تو مجھ نعم زان وستی بہانہ کر
 او غمرہ نازد تازہ تیرا عارفانہ کر
 میر سے دلم میا نہ رفر نہانہ کر
 او چشم سحرانہ تیرا ٹوٹہ ٹانہ کر

پیوستہ باد معانی عروس عیش
 ہندوئے ہند جب کرے موج جاک آرام پر
 ساقی آبار یا جام کہے اوجھی آب حیات
 دنیا کے پانی میں سدا مودل ترانے میں کہ
 قصا ہے گلین لیلی مجنون ہو زربار کا
 گالیان سیتی آواز زمین مجب اور کر گریبا
 ہم بہت پرستی چور کر زائد کہ جو جو صوم
 دنیا کا حکمت باوجودین ہرگز حکیمان عالموں
 شعور معانی ان بندہ میانی میں گلین حسن
 سورنن چالہ میں ساقی شراب پور کر
 میرے خیال کہیں پہنچتے ہیں فلان بعد
 باد سحر کتا کرے بیہوشی و واروی
 صبر میں ہے نتیجا صبر توں نیک چہن کہا
 اندامی شہر پر خورشید تابان ہو کر
 کیا عرصہ سنو میں از سو کہ کی ہے منجھکوں
 کرنی ایران میں پراوشانی ہے جس غم
 سو انہیں خیر لغاموں کتیا کو تو لڑا ہے
 تباہے غلش ہے روشن ہوا چاند میں گلین
 غباری خط سو اس کہ پر عجب ہے جو بچا ہے

قفل کی صوت بختی ہے مجلس شہانہ کر
 مایات مصری مسکون میں اسکے جام پر
 پیکر ادھوتا میں کروں رفا صحت نام پر
 کوڑیاں نیلیان میں چل لیا ہے ستھیا پر
 اب عشق میرا جلوہ کر ہے تیر ہی پیغام پر
 اب لی کروں قربان میں شام کی لغام پر
 ہم کام میں تج کیا غرض وہ لالا کام پر
 گا و ترنا عیش کل سنن پیا کے نام پر
 بڑی مست مونی جیلائے ایزام پر
 شوغم ویرسا کہوں یکد و قح سون کر
 جانو نجا نو کہیں کچ کہیں ہیا کے سور کر
 یکد و خبہ خوشی کے لیا نمودل جان کر
 اتون معانی عشق سنو درد و جہا طلب کر
 آہا لان آہ کے آتے میں منہ سینے کے کر
 غور و آہ کہتے میں کتاب حسن کے کر
 دن کا تیان سونا ہوں پیا توں کہ سر کر
 سدا داغ غلامی کے منہ جی جگر میں غنہ کر
 و کر زنگ ہلکے ہے سچ بن خاک سر کر
 سو پرنی اس ترقی اس کے ہے بہت کر کر

ہمارے ہی وہ کی شعلیاں تہی پایا ہے شفق لالی
 خدایا لطف کا باران ہیج اُس شعلہ کے اوپر
 رقیبان کہنیاں شکر ہمارے ہو ہیں حیرت
 شیعیاں کا عید ہر گز آئیا ختم عید
 آیت قرآن ازل چون ہوا حضرت کہین
 انبیا ہو راویا میں حق کیا تمنا بڑا
 مصطفیٰ کے اور ہر نبین و نین آیا چند
 دین دنیا دہانی میں حضرت تے قائم ابہ
 کل عالم سب میں خدمت کون باندھی میں
 ازاںزل تہی ہے غلام مصطفیٰ قطب مان
 ہمیں میں بے ہنگر ہوے نظر یار
 نظر ہیج پر آہی کا ہوا ہے
 دنیا کا پہول اچھا ہے جفا سون
 صحبت می دسی اُس کہ صفا میں
 دیا استاد منج تعلیم کچھ ہو
 صراحی کے اوپر پالا چھا ہے
 درد و جاعے حکیم خوب دانا
 معانی پر نظر اُس یار کا ہے
 مو نظر سامنے نہیں ہے یار

ولہ

ولہ

ولہ

اُسا سان و میری تہی پر چھایا منظر کر
 کہ لپٹو نمود کی آتش میں براہیم سرور کر
 معانی اپنے دل میں علی کا مہر منظر کر
 دو جہان شب شنی پایا سو اُس عید کبیر
 مرضی میں میں جگ میں جیوں جھڑی نظیر
 ہیج تمین دادا پیغمبر میں علام الجبر
 مرضی فرمان سون ہر گز آئیا مہر نیر
 دو جہان کی ملکستان میں شہی روشن ضمیر
 منج بندگی بچارہ کون باندھو و ستیکر
 منج غلام کترین کون دست پکڑ دیا ہیر
 ہنر داران میں دسین گے ہنر دار
 قبولی تہی میں شہان سب تیر دار
 پتہ میں کہہ خدا یا منج اُس آزار
 بہن پیلے می می بہر ساقی گلزار
 ہمیں کج دیکھ کہ باندھی میں زمار
 کہ اُس چھچی بغیر چھچھ میں بیکار
 ہمارا درد کیا بو جہین گے اغیار
 سدا اُس نہ سون بیدار و دیدار
 نین پانی میں تیرتا دلدار

پلک پرین پلک جتا موندون
 قبلہ کا پتہ نہ کوئی دکھاوے ساج
 سامری سحر میں جتا کہ کروں
 دارو کرتے ہزارو وضع طبیب
 عشق ناگر کیا زمین دل کا
 بارود میری جھاڑ کون یارب
 ہے معافی گنہ گار مبتلا
 شکل باغ پانی تھی ہوتا ہے پرورد
 ہند و ریت کون تھے میں تم روا جان
 تیزی یاد کا بحث غم ستین کرتے
 ہوا ہے میں قہقہہ یک بی ستین بند
 بلائے منج اوں زمین مست ہو کر
 کا قند زابات کا کیا کروں گا
 صفا مکہ تھی پتیا ہوں می رعوانی
 تیرے مکہ کے پانے پہ ظلمات ہے
 تیرے عشق کے نیہ تھی میں ہون زند
 معافی کی شاخان کو نابات لا گیا
 قرآن کی ہے آیت سبستین راجوٹ کر
 تیج دیکھ کر پہلی میں سب کا فروسلان

وون بھی نکلی بہر پھالی مار
 منجکون جو نہ ہر ناز سیک قرار
 باطل السحر ہے بچن درکار
 تون دکھا غمزہ ناز سون کیبار
 سون آنجھو کہ ہو می شجر دربار
 پہول پہول ہونے تا سہی گلزار
 رکھتے صحبت نظر سون تیج دربار
 ہمیں شاخ بن پانی ہوتا ہے سرور
 کو تھانہ بننے ہے ٹوپے ہمیں سرور
 ہمیں جلیست اسکاٹ کرتا ہے عور
 جی کوئی بسیم نا جانے ہے خر تہی کمتر
 سدا کہہ یارب دوستی کا شکر
 سو مکہ پہولی تھی بانڈیا گیا قند تھر
 نو وندیاں سون لڑتا ہے منج ختر
 ندستا کہاں چوں اللہ اکبر
 ازل تھی سے ہوا ہے یہ روزی مقدر
 و و میٹھائی رکھتی میں شہان میں گھر
 اس پتہ میں ہوں دوں الیجا منج اسکی وار
 نا جانوں ریت کیا اسکا ہی گرم بازار

شرح محمدی کون لیا و و مارے میانے
 آیا ہے وقت قہدی ہادی جگت میانے
 اس بادینے جنگونی اسکو نہیں کدین غم
 پیاکہ تہی چوتما شراب منور
 چکا نقل ہوٹان کا مستی سون منجکون
 شیشی بے شرم غورین ہے و ہوا رنج
 تیرے کام میں کام لاکھا ہون میں تو
 منجی آگ کو لیان کی کر سی نہ تا تیر
 براہیم کا قصہ پچھا ہے جگ میں
 عشق کے مناری اوپر جیو دل سون
 تم میں میں کی باتان بیان تہیان راست
 تیج تخلص معانی منجی کے گچ سون بہر یا
 نہنی سانولی پر کہا ہون نظر
 تیرا قد سرو نکلی جب چند سون
 پون سیتی ہت را کہی ہے آپ کمر
 میں اس غور سون بدیا ہون کیا عجب
 تو دور می ڈراوے منجی و دور تہی
 معانی کے باتان تہی جہر تا نک
 نازک نہنی بالی محبت میں سونا جانی ہنوز

ولہ

ولہ

ولہ

ولہ

حک کر عی کی نپان ٹہا و سنیا کی طو مار
 جسکون اچھی کجھینا اسکون کہلین گے ہلار
 نعم تو نگہا معانی منجکون خدا ہے غمخوار
 پلاکد و پیالی مہن ساقی بہر بہر
 خوشی سات غم کون بسا روگکا از سر
 پنٹ کور دل میں سون ہووے برابر
 دیا عشق شبا ہشی کے منجکون چادر
 تیرے عشق کی آگ کا ہون سمندر
 نکو لیا و بھی کوئی کہانی آذر
 معانی کہی بانگ اشد ہو اکبر
 رات کیان باتان صبا میں میں تہیں شمن ضمیر
 تو محمد میم تہی پایا دو عالم کا میر
 خبر سب گنوا کر ہو ا پیخیر
 و سن جوت منجکون دس جیون فر
 سورج چند نمن جہکی و وزر کمر
 دو جگ روشنی پایا کس نین خبر
 دو کہا بو جہی ہو دل میں ہے تو نگر
 جی چاکھی کہے ہے نک سون شکر
 لوچن کجھل جھلین کی بارنی نہ پچا ہنوز

نہ پرستوں ہر تہی نہیں شیشے سہا برہی نہیں
 امید مج تیرا ہے سچ قول کن سیرا ہے
 نہیں بچ کی کھیل مولان نہیں مڑا تو لائی نہیں
 قطب کو جان توں کی بچن کن آن توں
 سبز گمہ پر دنیا ہے سبز ہوا مستی خیز
 دائرہ ما و حریفان کبریٰ میں دنیا ل
 کیوں چھپا کیوں میں ہی پہلان گلزار ہے
 دنیا کے پول میں ن باں خاکا نہ منگیں
 کہاں کچھ دارا سکندر حبشید
 شعر تیرا روگو ہرے معانی سب میں
 دیکھا ہوں نہیں کہ مچانہ کا ہو دربار
 سجائی سو بخت کیا کم آویگا منج کون
 ہمیں متوجہ کرین او کرے برائی کی بات
 تمہارے کہہ کی کہے کون جن طواف کرے
 معافی آس نہیں کیا بوجہ میں اسی سچو را
 پیا مکہ نوروز تہی ہے جاودان ہم عید ہم نوروز
 مبارک ہیں تیری مکہ نوروز ہم عید ہم نوروز
 شہان آئی میں ریت کیلئے ہم عید ہم نوروز
 کیا کسوت زمین نوروز پہوں کنو پکیان

پیالی میں بد کرتی نہیں عرض نامانی ہنوز
 معشوق توں میرا ہی جانے دلانی ہنوز
 کہ صائین لان نہیں آپ سرخ با جانی ہنوز
 دی عشق گری ان توں کتیا آپس تانی ہنوز
 دل آرزو مدد چو دی منج جو می تہی چون گلرین
 ہوش سون را کہہ قدم کاتی میں منج چہ نرین
 کہ صراحی کے لعل میں ہر قاضی تیر
 کہ سبھی پہل ان جو یہ لگتی میں کٹے دکانیز
 دل پیالی میں بہرین ساتی شرب لبریز
 شعر حافظ کہ سہا رو پڑا ہے تاج پر وین
 کرونگا فکرت گزارونگا سود گانہ نہ مانہ
 ہمارا وہی بخت کہ آوے خم تہی آواز
 سوال دنی سگ کرتا ہوں درد پر نیاز
 نہیں ہے حاجت اسی جاوونی کون تا بھجار
 تمہاری نرم من کرتی ہے شمع بات مجاز
 سوچ آو حمل یا نہ عیان ہم عید ہم نوروز
 خراجاں لیکہ اے میں شہان ہم عید ہم نوروز
 شہان کا شاہ دیو دولتان ہم عید ہم نوروز
 اوکسو طرح کہہ مولیٰ تاجان ہم عید ہم نوروز

محمد کی غلامی کا منہج خطابی بلند ہی ہے
 خوشیاں آئی محمد دور تھی منہج گہرا نند اسون
 جشنِ نیت نیت عیدِ جوشِ نوروز کا کیا جی
 سہیلیاں دوستاں گ دو کہ غم کا سب بربہا گیا
 خدا منہج نجاتِ دولت کا ہے سب سے بہاں اوپر
 پیاسا شمعِ دل بولیا نہ ہو امید ہو زرزو ستہیں
 تمہارے صفِ کفے سے ہوا منہج شعرِ نورانی
 تمہارا فیضِ بخشش کا بہت ہی عام خاصان پر
 دعا سون ختم کر لیکن غزلِ قطبِ ان تون
 خدا یا عیدِ نوروزِ شادمانی کہہ ہو ہریان
 اسی خیالِ بجا دو تو خبر میرے پیاس پاس
 دن رات او جالا آچھی اودن تون خاکر
 رازِ نیک تم ستین کہنا ہو س
 بی کچی کلیاں بہری باغانِ منی
 بزمِ تیرا دستا ہے رنگینِ بہشت
 کوئی ڈالی کون لگے پہل رنگِ نگہ
 سب بہشتی حور اس باسانِ جویں
 شاعرانِ پڑتے معانی شعرِ لیک
 ہوا ہے فرحِ بخش ہو رسا تی کسرش

ولہ

ولہ

ولہ

ولہ

سوچ کر زاسون اندھی سیابانِ ہم عیدِ نوروز
 بیہوش کر شکرِ ارمین سکھانِ ہم عیدِ نوروز
 سوچی ماسی مرتبہ ترانِ ہم عیدِ ہم نوروز
 خجریا یا خوشیاں کا نورِ زمانِ ہم عیدِ ہم نوروز
 تو منہجِ دربارِ کرہین گجانِ ہم عیدِ ہم نوروز
 دیو تشریف گنجِ لامکانِ ہم عیدِ ہم نوروز
 اوشعراں کون پرین شبِ اعرانِ ہم عیدِ ہم نوروز
 ہمیں خجوشِ عشق کے لاریاںِ ہم عیدِ ہم نوروز
 کرین آمین ملکِ تقدیرانِ ہم عیدِ ہم نوروز
 کروں تا خدمتِ خدا زمانِ ہم عیدِ ہم نوروز
 منہج تائیں طلبِ زندگی کا نیرِ اس لباس
 مقبولِ عا ہو تیرا غم جاوے کر سہاں
 تیرے باتِ انکار کا استنا ہو س
 رس کی کلیاں بلعِ شمع چننا ہو س
 کید و باتانِ پیالہ سون کہنا ہو س
 اُس پہلاں سیتی طرا گندنا ہو س
 روح کون اُس لباس ہے سنگنا ہو س
 شعرِ حضرتِ مدح پر پڑنا ہو س
 سمندِ ناز پر باندھی ہیں کس پیکر کش

و خوشبوئی سنگی تی عطار بغیش
ہمن مین کا نور ہے تون پر می و شس
کہ ٹیپڑا ہے تیج بات انجل سبروشس

سو اس لعل کل گرو غنبر ہے جیو کا
سو سرج چاند کون کیون کروں تیج برا بر
معانی ریاترک کر عیش سمن آچہ

ظفر شیخ محمد برہان رنگ آبادی

ظفر تخلص شیخ محمد برہان نام آپ اور رنگ آبادی المولد و المنشا میں۔ شعور
و تیکر بعد آپ کے کتب درسیہ متعدد اساتذہ سے پڑھیں۔ فارسی عربی میں استعداد کامل
حاصل کی۔ اور عروض و قافیہ و علم ادب حضرت آزاد بلگرامی سے اخذ کیا۔ مکمل سخن گنجی
میں ظفر مند و میدان شاعری میں فیروز مند تھا۔ آخر آپ کے سن ۱۳۵۰ ہجری میں دنیا
فانی سے بعالم جاودانی رحلت کی۔

من اشعارہ

گرد و ہد موسم گل حصد گلزار مرا
پاس گلین خودم ساختہ کہار مرا
خم شدن بہر تواضع بہود بار مرا
بغل گیری بود مقراض قطع آشنا بہا
خندہ می گردند گلہا بر شعور عند لب
بدل طلعت و باغ جنان اینہم نیست
گر نشد سود و رین کا زبان این نہم نیست
پر حذر باش کہ چیدہ بہم مائے چند

بنود شکوہ ز صیاد دل آزار مرا
ہست گویائی من قدر جواب سائل
بید مجنون صفتم سہریر زین تسلیم
درین ہمہ دست لغت ہستہ سامان جدایہا
بے ادب بر شاخ گلبن آشیان خویش ہست
عوض ہوئے علش دل جان این نہم نیست
دل بسودائے سہر لاف کسے وقت نرست
مشمم بیدل کہ بود زلف صنم تائے چند

ولہ	نہیں تائیدم شود با آن پر ہی صحبت برد
ولہ	دست و رنگ خا خیلے آسانی گرفت
ولہ	از وطن آوارہ گشتن بہت استقبال مرگ
ولہ	حاجت رواد عالم محتاج کس نہ کرد
ولہ	گلزار خدایک از تو در خون طپید
ولہ	نقش قدم طغر سر راہ تو دیدہ گفت
ولہ	از عہد شعور می پرستم کردند
ولہ	در گلشن اتیا ز مثل گرس
ولہ	بہریم آتشین رویان دل یوانہ کم کردم
ولہ	مبارک ایچکس بار بچوس آوارہ مجنونے
ولہ	من ہوا بوسہ وارم وز من وار و کنار
ولہ	آرزو وارم چنین دست من قندنگار
ولہ	بر میاوارے شریر بہر خدا نخل رنگ
ولہ	بر شیشہ نگاہ شد تقلید جام کرن
ولہ	نرگس شوق دیدن چشم تو دیدہ
ولہ	از دامن کہ ریختہ گلہائے چیدہ
ولہ	دیدند ز اہل ہوش ستم کردید
ولہ	چشم شہ و اجام بدستم کردند
ولہ	سپیدی داشتہ ما در آتش جانہ کم کردم
ولہ	کز آبازی جدا افتادہم و برانہ کم کردم

ظہوری - ملا محمد امیر

ظہوری تخلص - ملا محمد طاسرام - نور الدین لقبی - ترشیزی المولک - طین
 فالوہ میں من شعور و تمیز کو پہنچ کے علما و فضلا کی خدمت میں کتب سید سے فارغ ہو کے
 شعر و شاعری کے طرف راغب ہوا - قدرۃ موزون الطبع تھا - تہوڑی ہیئت میں کلام
 موزون کرنے لگا - اور کلام کو شبیہات و استعارات کے زیور سے ایسا آراستہ کیا کہ کلام
 کا رتبہ درجہ بلندی کو پہنچا - شعرائے معاصرین اس کے کلام کی داد دینے لگے - اور اس کی عظمت
 و بزرگی تسلیم کرنے لگے - یہی طرح متاخرین نے بھی اس کی بزرگی و استاد کی کو مانا ہے - جہاں
 اس کا نام لیتے ہیں عظمت کے ساتھ لیتے ہیں چنانچہ میرزا صاحب کہتا ہے

صائب التستیم سرور برگین غزل این فیضی کلام طہوری ہمار سید

تاریخ جیاجور کے مولف نے لکھا کہ طہوری کو فن شاعری میں ملا وحشی نیرومی سے تلمذ ہے
طہوری کی طبیعت کیا تھی۔ بحر متواج تھی۔ سخن سنجی کے میدان میں ایسی جولانی کی کہ
افران و امثال سے بڑھ گیا۔ نظم و نثر میں فصیح اللسان و بلیغ البیان ہے۔ اس کی نثر
بے نظیر و اہم معانی کا گنجینہ اور نظم لائق خوش بیانی کا خزانہ ہے۔ بازار سخن نے اس کی
رنگین بیانی سے رونق تازہ۔ اور گلش کلام نے اس کے شگوفہائے معانی سے شادابی
بے اندازہ پائی۔ انتہی کلام۔

بہارستان کے مولف نے لکھا کہ طہوری کی گذراوقات کا مدار کتابت پر تھا۔ باوجود علم و فضل
مفلوک الحال تھا زندگی تنگی سے بسر کرتا تھا۔ عالی ہمت بلند حوصلہ تھا۔ مال دولت
کو محض لاشی جانتا تھا۔ بذریعہ کتابت جو کچھ دستیاب ہوتا تھا اسی پر قانع و صابر رہتا تھا
مشہور ہے کہ تاریخ روضۃ الصفا سومر تہ لکھنے کے فروخت کیا تھا۔ انتہی کلام۔
مرات الخیال کے مولف نے لکھا کہ تحصیل علوم کے بعد طہوری کو سپر و سیاحت کا شوق پیدا
ہوا۔ پس وطن لوندہ سے برآمد ہو کر عراق عجم کی خوب سیر کی شعرا و علما کی محبت
میں مستغید ہوا۔ اسی سیر سیاحت کے سلسلہ میں سیر کرتے ہوئے شہر ہجری میں وطن
ماکو تہ بلدہ جیاجور کن میں پہنچا۔ مذکورہ ہمیشہ بہار کے مولف نے لکھا کہ اولاً احمد گریز
پہنچنے کے ملک قمی نریل حمد گریز کے پاس فروکش ہوا ملک قمی اس وقت جیاجور سے سفارتہ
احمد گریز میں آیا تھا ملک قمی طہوری کے ساتھ وہاں نوادری میں کوتاہی نہیں کی۔ اور
طہوری کی محبت کو دل میں متکمن کیا۔ جب ملک قمی نے احمد گریز سے جیاجور میں مراجعت
کی تب چند روز کے بعد طہوری بھی جیاجور میں پہنچا۔ اس وقت براہیم عادل شاہ ولمان

حکمرانی کرتا تھا۔ حکیم الحکما میرزا محمد یوسف بیجا پوری کے مکان پر فرود کش ہوا
 حکیم صاحب مہمان دوست و غریب نواز تھے۔ آپکا خوان کرم کشادہ تھا۔ اکثر
 غریب آپ کے دروختخانہ پر مہمان جتے تھے۔ آپ مہمانوں کی خاطر داری و مدارا
 نہایت خندہ پیشانی سے کرتے تھے۔ حکیم صاحب نے ظہوری کے ساتھ حسن سلوک
 فرمایا۔ اور مہمان کو عزت و آبرو سے عزیز مکان میں رکھا۔ اور مہمان نوازی کے حق کو
 کامل طور سے ادا کیا۔ چند روز کے بعد ظہوری صاحب ترجمہ نے حکیم صاحب کی
 مدح میں ایک قصیدہ طویل لکھا۔ اور شعاریں کنایہ مدوح کے نام کے طرف
 اشارہ کیا ہے اور اسمیں اکثر اصطلاحات علم طب بتقریب حسن طلب مروج فرمایا
 اور اپنے حالات فلاسفی بھی ظاہر کیا ہے۔ شعرے سخن فہم سکے ہر ایک شعری دُر
 دیتے ہیں۔ جو شخص علم طب کے اصطلاحات واقف ہوگا۔ قصیدہ کے مطالعہ
 سے محظوظ ہوگا۔ حکیم صاحب نے اسی قصیدہ کے ذریعہ سے ظہوری کو بادشاہ عادلشاہ
 کے دربار میں باریاب کرایا۔ اور اسکو فقر و فاقہ کے شکنجے سے آزاد فرمایا۔ اب میں قصیدہ
 کے چند اشعار بطور نمونہ گزارش کرتا ہوں۔ **ہو ھو ھو**

کہ لب مہند ز مدح اجلۃ الحکما
 مستمی خیر خلا لوق عزیز مصر بقا
 نیا فرید خدا نون متصل بابا
 گیاہ گلشن جود تو سدرہ و طوبی
 باعبدال جہد نبض موجہ دریا
 عجب نباشد اگر زر باشد شمشیر

خمش چون شوم ز غیب می کنندا
 مسیح عصر شفا خضر و دمی الہام
 زہے کریم نہاد می کہ درنی کلشن
 چراغ نزم ضمیر تو ثابت و تیار
 عجیب نیست کہ از زمین نبض گیر می تو
 بعلت یرقان طمع گرفتارم

چرا سیر نیاشم بقرحہ احشا
 کہ غیر شربت دینا رنیت میل روا
 نمیشود ز کسند خاق فاقہ روا
 کسے رنیت عناب شک ای شفا
 چنان بجلد دل آورد و عروس جا
 کہ سچیل شود غم بزم صفرا
 تمام غم لطف شد بچتن سودا
 ز بغم لرح خطا تمکلی اعضا

زمانہ ریختہ شور آب حشر تم در حلق
 ہمیشہ سُدہ افلاس بر جگر دارم
 چه حالتست کہ ہرگز نگوی روزی من
 ندید در تپ ہجران یا رستہ دین
 و در بجائے سفقور بخت بد کا فور
 چرا ہمیشہ نباشد دمان عیش تلخ
 نیافت مادہ احتیاج ہنوز
 کجاست سہل سقمو نیامی بود کہ شد

کل قصیدہ ابتداء انتہا تک اصطلاحات طب پر مشتمل ہے۔ قصیدہ کے اشعار
 ستراسی ہیں۔ ابراہیم عادل شاہ ظہوری کی ملاقات سے بہت خوش ہوا۔ خلعت
 و منصب سے سرفراز فرمایا۔ خود عادل شاہ سخن فہم و علم دوست تھا شعرا و علما کی بہت سی
 قدر کرتا تھا۔ چنانچہ میر سنجو معانی کا شہی ابراہیم عادل شاہ کی مدح میں کہتا ہے ۵
 در شاہ شاعر پرور بلند نام شدند
 ز بے لوارش شاہ وز بے ظہور سخن
 اس شعر میں ملا ملک قمی و ملا ظہوری کے طرف اشارہ ہے۔ ظہوری کی لیاقت
 و مہارت دیکھنے کے نہایت ہی خوش ہوتا تھا۔ اوزما ز کرتا تھا کہ میر سے دربار میں ایک ایسا
 فرد فرید آیا کہ کہیں روسا ہند کے دربار میں اسکا نظیر نہ ہوگا۔ اکثر ظہوری کو اپنی مصائب
 میں رکھتا تھا۔ باہم مالک ملوک میں ایسا اتفاق و اتحاد تھا۔ جیسے باہم اعزہ و اقارب
 قریبہ میں ہوتا ہے۔ اس قرب اتحاد کو حاسدین دیکھ کر رشک حسد کرتے تھے اور کہتے تھے

ظہوری عادل شاہ پر فریفتہ ہے۔ اور عادل شاہ ہی اسپر شیفتہ ہے واقع میں ظہوری
 بادشاہ کی قدردانی و جہم شناسی لکھ کے بادشاہ پر قربان ہوا تھا۔ ستاسی نامے
 و قصائد و حلیہ لکھ کے پیش کرتا تھا۔ عادل شاہ صلوات و عطیات سے سرفراز ہوا تھا
 حاسدین شک و حسرت سے جلتے تھے۔ پس ظہوری تھوڑی ہی زمانہ میں دل کے خوان
 احسان سے ہیشمار مال زر جمع کر لیا۔ و نیوی مرتب مناصب سے بلند ہوا۔ ملک قوی
 جو دربار عادل شاہی میں مغز شعرا سے تھا۔ ظہوری کی لیاقت و استعداد و ترقی خدا
 دیکھ کے محبت و اتحاد کی بنا باہم قائم کی اور اپنی دختر نیک خیر سے مولانا ظہوری کی شادی
 کر دی۔ مولانا کو دادی کی عزت سے مغز کیا۔ بہر خیر و دامادین باہم ایسا اتفاق ہوا
 کہ دونوں باہم تالیف و تصنیف میں شریک ہوتے تھے۔ اور صلوات انعامات کو بالمشافہ
 تقسیم کرتے تھے۔ چنانچہ ظہوری خوان خلیل کے دیباچہ میں لکھتا ہے کہ (قبل زین و در
 پیرانش گلزار ابرامیم و کنون در گستران خوان خلیل ہیم عبد الملک الکلام ست الخ)
 بہارستان کے مولف نے لکھا کہ ظہوری نے ابراہیم عادل شاہ کے نام پر خوان خلیل
 و گلزار ابراہیم و کتاب نورس مولفہ عادل شاہ کا خطبہ لکھا۔ عبارت نشہ و نظم کو
 تلامذہ شبہات و استعارات بل مبالغہ و اعزاقات کے ساتھ ایسا آہستہ کیا
 کہ شعراے نازک خیال سکی بی نظیری و عدم المثالی کو مانتے ہیں اسکا ہر ایک فقرہ
 مسجع و مقفی ہے۔ جامع معنی تازہ و شگفتہ ہے۔ یہ نہ شہرہ نہ شہر ظہوری مشہور ہے
 دکن و ہند میں منتہی طلبہ کے درس میں دائر و سائر ہے۔ اور ظہوری کا ساتھی نامہ جو
 برہان نظام شاہ بھری کے نام سے لکھا ہے مغرب طبع سخن سنجان نازک خیال ہے
 ساتھی نامہ میں سخن جوئی کی خوب داد دی ہے چنانکہ تمام ارباب سخن کا اتفاق ہے

کہ ظہوری کا ساقی نامہ تمام شعرا کے ساقی ناموں پر فائق ہے کیسا ساقی نامہ کامیاب
 نہیں ہو سکتا ہے بخشنی ملک بہت خان ولد سلام خان بخشی عالمگیری نے تقریباً
 سا تہ کے ایک سو بیس ساقی نامے جمع کئے کیسا ساقی نامہ کے ساقی نامہ کا سنگ
 و مقابل نہیں ہوا۔ انتہی کلامہ۔ کلمات شعرا کے مولف سرخوش نے بخشنی ملک
 کی نقادی پر بہت ساقی نامہ زور دے فخر اپنے طرف منسوب کی۔ کہتا ہے کہ میں نے
 ایک سو بیس سا تہ کے ساقی نامے جمع کئے لیکن کسی استاد کا ساقی نامہ ظہوری کے کلام کا
 مقابل وہم سنگ نہیں ہوا الا فقیر سرخوش کا ساقی نامہ جو بنام عالمگیری بادشاہ ہے دوش
 بدوش پہلو بہ پہلو ہے انتہی کلامہ۔ واقع میں اگر انصافاً دیکھا جائے تو ظہوری کا
 ساقی نامہ چہرے دیگرست و سرخوش کل ساقی نامہ چہرے دیگرست و دونوں میں فرق تین
 ہجڑ آسمان و زمین ہے جو شعر و سخن سے دلچسپی کہتے ہیں وہ خوب اس عرف کو سمجھتے
 ہیں۔ اور تمیز کر سکتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب ذیل میں بطور نمونہ ہر ایک کے ساقی نامہ
 سے چند چند اشعار گزرا رہے تاکہ ناظرین مطالعہ سے تیز کر لیں گے۔

اور سرخوش وغیرہ تذکرہ نویسوں نے لکھا کہ جب ظہوری کا ساقی نامہ بریال نظام شاہ
 والی احمد نگر کی خدمت میں پیش ہوا تب بریال شاہ نظام الملک نے باوجود نا آسانی
 سخن سا تہ لائق نقدی زور و جس سے کہے ہوئے صلہ و جائزہ پہنچا۔ جسوقت پہلہ
 پہنچا اسوقت قہوہ خانہ یا حمام میں بیٹھا ہوا تھا اور علیان کشی و قہوہ نوشی میں مشغول
 تھا۔ ہر کارون نے صلہ تذکرہ پیش کر کے قبضہ حصول طلب کیا۔ تو بارہ کاغذ پر
 مستغنیات لکھ دیا کہ تسلیم کروم و تسلیم کروم۔ بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا کہ کل صلہ
 کی نقدی حمام چلی اور حمام کے خاویں کو تقسیم کر دی۔ عرفاً کل کا تقسیم کرنا نامعلوم ہوتا ہے

واقع میں اس میں سے کچھ قدر معتدبر رقم دیا ہو گا۔ تذکرہ نویسوں کا قول مبالغہ سے خالی نہیں ہے۔ والعلیم بحقیقۃ الحال عندنا۔

ابراہیم عادل شاہ کی توجہ و قدر وانی سے ظہور رنجی ہندو کن میخج ب شہر تپانی۔ اسکی نظم و نشر کے چرچے شعر کے مشاعروں میں ہونے لگے۔ جب ۹۹۹ھ ہجری میں اکبر بادشاہ نے بغض فیض کی وکن کی سفارت پر مقرر کیا۔ فیضی سب حکم کن میں آیا۔ سفارت کا کام نہایت خوبی کے ساتھ انجام پایا۔ اور بادشاہ کی خدمت میں ایک عرضداشت بھیجی اس میں ملک کن کی کال رپورٹ لکھی اور اسی عرضداشت میں لکھا کہ جو گرین دوشاعر خاکی ہناد و صافی مشرب ہیں۔ شعرو سخن میں تہہ بلند کہتے ہیں۔ ایک ملک قبی ہے جو گو گوٹھ کم آمیزش رکھتا ہے۔ تنہائی کو پسند کرتا ہے۔ دوسرا لاطہوری رنگین کلام خوش خلاق تمام ہے ہر ایک آستان بوس کی شائق ہے اور عرضداشت میں بہ نقل بھی لکھی کہ لاطہوری کی عجب سے نقل کی کہ ایک زعفران کے عطیہ دار بن جمع تھے اور افرادہ بی آرام ہی حوض پر بیٹھے ہوئے ہم صحبت تھے اور ہم کلام کا دور میل ہاتھ سلسلہ کلام میں ایک بزرگ ماوراء النہر نے کہا کہ فرار یعنی بوز قیامت اسی طرح حوض کوثر کے چاروں کو نو پیر خلفائے اربعہ بیشک کوثر میں کو آب کوثر ملائیکے۔ اسوقت ایک شیخ جکا نام محمود صبیح نیشاپوری کھڑا ہوا کہا ہے اس وقت کیا کہتا ہے حوض کوثر مدور ہے اس کے ساتھی علی مرتضیٰ ہیں۔ یہ فقرہ کہے فرار ہو گیا۔ انتہی کلام مولانا آزاد گلاری فرماتے ہیں کہ تغیر بعض کوثر جو احادیث میں وارد ہوا ہے گواہ کیا جاتا ہے حوض کوثر مربع ہے چنانچہ حلال لدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کتاب بدور السافرہ میں لکھا ہے کہ اخراج احمد والبنائرخن جابو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲۰ علی الحوض انظر من یرون علی والحوض مسیور شہر زوایا علی السویۃ یعنی عرضہ مثل طولہ الخ انتہی کلامہ۔ تاریخ بجا پور سے معلوم ہوا کہ ملک قبی لاطہوری بجا پور

احمد گریفی کے لئے کے لئے تھے۔ فیضی کے قیام تک احمد گریفی سکونت پذیر رہے
اکثر اوقات فیضی سے ملتے تھے باہم مکالمہ و مشاعرہ کا خوب دور چلتا تھا۔ فیضی کو دونوں کی
ملاقات سے لطف و مزہ حاصل ہوتا تھا۔ دونوں فیضی کے ہم خیال و ہم مشرک تھے۔ دونوں نے
اپنے دیوان فیضی کو ہدیہ دئے۔ فیضی نے نہایت خوشی سے دونوں کے تحائف اورہ کو
حسن قبول سے لیا۔ دونوں کا شکریہ ادا کیا اور مطالعہ کی کتب میں رکھا۔

خزانہ علم میں آزاد بلگرامی نے لکھا کہ ظہور می عرفی کے درمیان مواصلات و مراسلات کا سلسلہ
جاری تھا۔ ایک دفعہ ظہوری نے ایک شال کشمیری عرفی کے لئے تحفہ میں بھیجی۔ شال معمولی
درجہ کی تھی مگر یہ کے لائق نہ تھی۔ عرفی نے شال کی جھومین میں ایک باجی لکھی۔

این شال کہ وصفش حد تقیر است آیات رعونت مرا فقیر است
نامش کنی قماش کشمیر کرو صدر خند بکار مردم کشمیر است
مست ہوئے کہ ظہور می ملک قبی نظیری مینا پوری کو مانتے تھے اور اسکی بابت شاعری
کی راویتے تھے۔ اسی طرح نظیری بھی دونوں کو عظمت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ باہم جوتانہ
تھا۔ خط و کتابت کا روانہ باہم کثارت سے کرتے تھے۔ سلسلہ جوتی میں ظہور می ملک قبی
نے اپنے دیوان نظیری کے پاس تحفہ بھیجے تھے۔ نظیری نے ان کے بعض نجاتی غزلیات
غزلین لکھیں۔ مذہرہ ماخوذہ من تذکرہ تمنائے اور کتاب لکھی۔

مرات الخیال کے مولف نے لکھا کہ اکیروہ شیخ ناصر علی سرہندی کی مجلس میں شعرا و سلف کا
تذکرہ ہو رہا تھا۔ شیخ نے کہا کہ تمام روئے زمین میں ظہوری سے بہتر کوئی شخص مدح نہیں
حاضرین مجلس سے ایک شخص نے کہا آپ کیا فرماتے ہیں؟ متقدمین سے ایک شیخ نظامی
ایسا فرمے کہ اسکا کلام ظہوری کی سمجھ میں نہ آیا ہوگا۔ ناصر علی گرم ہوا۔ اور کہا کہ ظہوری

شیخ کے کلام کو لائقِ نجانا ہوگا۔ مشہور ہے کہ ظہوری نے ایک قسٹ فیضی کی خدمت میں ایک قعہ لکھا تھا۔ اور اس قعہ میں ایک غزل بھی لکھی تھی فیضی نے جواب نہیں پہنچا۔ فقیر مولف کو قعہ دستیاب نہیں ہوا مگر غزل دیوان میں لکھی

ہو وہاں

سرمد حیرت کشیم دیدہ بدید دہیم
در خلش غمزہ خون کچکیدن دہیم
یوسف یعقوب کف ببردین دہیم
اشک سبکام راپائے دویدن دہیم
نالہ شبگیر را تار سیدن دہیم
فاختہ عقل را بال پریدن دہیم
برگ گل لالہ را نوک خلبدن دہیم
حضرت امیر سب زریب وریدن دہیم
گرین ہر مور را گوش شنیدن دہیم
بختی امید را سر سجدین دہیم
بازوئے اقبال را زو کشیدن دہیم

از دم تیغ نگہ تن بطبدین دہیم
از روش جلوہ آہ بر آہ افکنیم
بند نقابے کشیم تیغ و تبرج اویم
گوشہ دامان آہ ماندہ کوہ ضعف
گرچہ نثار دکنند کنکار یوان وصل
بہر تماشائے حسن برہ شاہین عشق
از حسن و خرام ہی حسیست گلستان کنیم
تو بہ پرہیز را کردہ شکستن دہست
آمدہ نزدیک لب حرف کسی دورست
محل دل در حرم پائے بدامن کشید
بخت ظہوری بسعی دامن دل گرفت

جب فیضی کی تفسیر سواطع الہام یعنی تفسیر غیر منقوطہ ۲۰ سہ ہجری میں تمام ہوئی تب شعرا و علمائے تاریخین اور قریظین مکین لا حیدر کا شانی نے پوری قلم ہوا اللہ سے تاریخ نکالی یعنی سورہ مذکورہ کے حرفوں کے عدد شمار کئے جائیں تو (۱۰۰۲) عدد ہوتے ہیں۔ ظہوری و ملک قمری نے یہی قصیدہ اور رباعیاں لکھیں۔ بلوچ

مندرجہ ذیل میں ۵

پیدا است نقاطش ز چہ پایہ پیداشد	دانا کے ازین دفتر کل دریا شد
شد سیر تمام قطرا دریا شد	شد وقت حصار و انہا خرمن گشت
بوی بوزید صفی مشک افشان خست	از چین سخن گران سخن نتوان خست
ہر نافہ کہ چید در نعل پنهان خست	صنید خیال از پئے آہوئے قلم
رو ساخت شاگردی استادان را	این نسخہ کہ شاو کردنا شاوان را
ور بند روا آمداشت گزوان را	ہر نقطہ ز تار خط نیفکند کم
تا پیش روم موافق رہ پس کن	اے بخت بیایاری این یکس کن
شد صرب سخن ظہوری پس کن	ہر نقطہ کہ کردند ازین نسخہ برو
فراست ویرن شد سیما بشدند	این خروہ چہ خروہا کہ نایاب شدند
خورشید برآمد اختران آب شدند	از پر وہ لفظ حسن معنی بدید
از لوح خرد ستر و آثار حجاب	فیض زلال ز چہرہ بر افکند نقاب
نیلو فر نقطہ سر فرو برد بہ آب	سرد خورشید معنی از مشرق لفظ

ظہوری کی وفات

بمصدق کل من علیہ اقامہ ظہوری بعد از تہ تجارتیاز ہوا۔ معالجہ کیا جاتا تھا لیکن کوئی دوا موثر نہیں ہوتی تھی مرض روز بروز بڑھتا گیا۔ آخر ششماہی میں اس دار فانی سے ہلک بقرار وائہ ہوا۔ بیجا پور کے مقبرہ میں دفن کیا گیا۔

اب میں ظہوری کے دیوان سے اشعار مندرجہ ذیل گذارش کرتا ہوں کہ ان اشعار ہر دم ہوس نہ بخن در زبان ما

مہرے جو سہ کاش نہی بردان ما

دلبر برودن دل ما کرد و لیری
 در بارگاه سوز و گدازیم صفت نشین
 گریه خوش رنگین بساط چیده در بازار عشق
 زود بر نخل هوس نه بار معنی ندید برگ
 بهار آمد جنون دیگر بصر احمی بردار اوله
 بگوشتش نیست مملکت عشق از سیاه چرخ
 کرده ام سر مرده خاک آهش را اوله
 شبانه شرکان تر ز فتم غبار آستانش را اوله
 بر تناید جگر و در کشان در مان را اوله
 خلق را غرق و آسایش خواب و درم
 شد طبع با محبت مغتش بر جان ما اوله
 رونق بازار را باب محبت ظاهر است
 آبا و کرده عشق تو جان خراب را اوله
 یکس ویدست آفت کشت جان و دل
 بر بیم نیمم همه شب دیده که بر شک
 هوا که صبح بخت نازگی گلهاست خورم اوله
 ز به طالع که گریه در شعله زهر بر گزینم
 در کوشش است در عشرت میم تا شب اوله
 بدین راده ام از هر بن مو دیده دیگر

جانان تسم بخور و الا جان ما
 کرسی بر آید و ان نهاد استخوان ما
 می چکد با قوت تر از پنجه مر جان ما
 نرزه حسرت چنین گریه میدانشان ما اوله
 خموشی باز بر منگامه بندی و غوغا
 شکیمبا که تواند کرد واضح اشکبارا اوله
 دیده ام جو هر نگاهش را اوله
 پشیمانم که کار می یاردم پاسبانش را اوله
 نه پسند و شوریده سمران سامان را اوله
 ضعیف آه زبر سخنر شیدا فغان را اوله
 محنت ما راحت ما در دوران ما اوله
 مشتری جز ما که باشد بر در دکان ما اوله
 در خرمین عطش زده برق شراب را اوله
 لطف است بر ما ز غار رض نقاب را اوله
 الماس دیزه در تن پهلوت خواب را اوله
 چه نسبت با گل تر مرده مایض شبنم را اوله
 نیفتد سایه بر پشت مایه بر بی خم را اوله
 شبنم خوش شب میکنم با آفتاب شب اوله
 حکم دولت بیدار در خواب خواب را

دلها شکار آهوی صیاد گیرشت
 خود را بآب گریه دهم یا بباد آه
 نیاز موده که روز غرور تا چند است
 مرو که میرودم جان ز تن مرو نیست
 دل غریب وطن کرده شهریار دکن
 زو ظهور می دهم شاگرد می
 شیدای تو بادیر و حرم کار ندارد
 جان گرچه دهد طرز خرام تو زمین
 آنا که جز بنگهت کا کل گرفته اند
 دیده حیرت زده شد خضت دیدن ارد
 گفتم براس دیده جان تو تیار رسید
 خورشید را که در بغل زده دیده است
 انبار حسرت از غم خرمن نهاده ام
 خام است دل بر آتش حسرت کباب
 بر باد کنج کشته ظهور می خراب کرد
 تحت رسید و رام نشد خر می هنوز
 ترسم دولت ز مرگ ظهور می شود طول
 خوشا فرقی که افسر یافت از خاک کف پایش
 برون می آمد آخر از زوال کج کا میها

آه زاد کیت آنکه بصد جان است
 گریه تیم غبار ضمیر منیر است
 اگر حریف ضرور است عجز ما اینجا
 غریب استنم در وطن و مرثیت
 بسو یاد وطن در دکن مرو نیست
 فیض استاد ی شاه دکن است
 افکنند ز کف سجده و زنا ندارد
 بنشین که زبان قوت رفقا ندارد
 در بوستان دماغ سنبل گرفته اند
 وقت غوغای خموشست شنیدن ارد
 ناگفتم این غبار رسیده از هوا رسید
 این آرزو بنیاط من از کجا رسید
 خوش آفتی بمرغ مهر و فانی رسید
 داد از خار عشوه ساقی شراب باد
 آ بادیش بدولت جان خراب
 مرویم و ره نبرد بغها کمی هنوز
 در چاره ممکن است میجا دمی هنوز
 خوشا چشمه که حیران گشت بر زریما
 ازین چشمه که حسرت و خوت برعل کشتن

دردنداره می زرداواچه خط	دلم	دردم کش از ناله عداچه خط	دلم
دردنهان گرد بدم فرست	دلم	گویم ازین ناله رسواچه خط	دلم
سزیدیم بسامان چه نزارع	دلم	جان سپردیم بجانان چه نزارع	دلم
دل مارا سرسواکی نیست	دلم	نیست که عشوه پنهان چه نزارع	دلم
دید باغ اشک بگل معدن داغ	دلم	مهر از داغ نهم هم بدرخزن داغ	دلم
خورد سنبلی تاب هم تاب	دلم	شد اگلر رشک شکم داغ	دلم
برداشتی نقاب دیدن بر آدم	دلم	درگفتن آمدنی شنیدن بکرم	دلم
از خودی بسین دیدن سید کار	دلم	شاد و نم نگاه دیدن بکرم	دلم
شهر بر ناله دفعتان دارم	دلم	همچنان مهر بردمان دارم	دلم
عشق تشریف زنده پوشی او	دلم	شال را رشک پرنیان دارم	دلم
زهر تلخ ست کام را نازم	دلم	راه دورست کام را نازم	دلم
آن همه الفت این همه حشمت	دلم	همه رگ گشت و رام را نازم	دلم

دربهار از ناله داغ دل بهامون میبزم	دلم	میدهم عرض جنون عرض مجنون میبزم	دلم
هر کجا خیم نشان پاسته ابر بر سیم شاه	دلم	در تبارش گوهر تاج فریدن میبزم	دلم
آفتابی در نقاب زره پنهان میکنم	دلم	میشوم کم در خود این کار نمایان میکنم	دلم
اینقدر بیلدمی ورا پرستی خوب نیست	دلم	حق دهد فرصت ظهوری ایشان میکنم	دلم
از تو وقت صبحی کم کمال پریشان ساختن	دلم	وز صبا مغز جهانی عنبرستان ساختن	دلم
کا کله دارم چگونه طره داره دیکس	دلم	خاطرش جمعست از خاطر پریشان ساختن	دلم
نوبهار آمد جنون دارد و کر جان نوی	دلم	سال نو گردیده آور دست فرمان نوی	دلم

نغمه را که دست گل هم شوخی و هم بختگی انجمن افروزی انجم ظهوری شد کهن	عذیب سال خوردی گلستان نوی میکنم بر سینه از داغش چراغان نوی
--	---

من سابعیات

بترانه هجر طپیدن چکنم عیبی است عظیم زندگانی بتو هر حرف که هست داستان منی اوست در رشک عیش و عشرت یکدیگر یم	سرم کرده صبرم آر میدان چکنم وارد خجلم امید دیدن چکنم نقد و جهان جلفی کان منی اوست زین مازو نیازی که میان منی اوست
--	--

از ساقی نامه در بیان دور شراب

بیاساقی ایختر من گل بیاس برویم در رخنده بستن چرا چه گردیده واقع که چشم بیاد چه دنبال ابرو گره کرده بیاساقی بگذار آن روز را گر از انمی توبه دل زخم خود درست است موعول زندی تن در آن توبه امید بهبود نیست بیاساقی اے باز خاطر شکار ز گلبن چمن گشته طاوسم بدنه ما درین دامگاه مجاز	تو گل من خیزان دیده بلبل بیا بسم لب لب و شکستن چرا نگه باز گرداند از بیم باد کمان سیه تو زده کرده بده آتش معذرت سوز را توان جان تبریاق عفو تو برو که با کاکلت توبه شد هم شکن که چون لعل ساقی می آید نیست که خونی ست چنگ علقا خمار برون آرخون کبوتر زده زخم ز کنج شک من و آخور و شاهینا
---	--

کسے چند باشد چنین تنگدل
اسیر خارم شرابی کجاست
بکش خنجر انتقام از غلاف
دل تیره ام را صفائی بده
بیا ای نک یاش زخم جلگر
بین تلخی عمر شیرین من
برافروز آتش بکانون جام
بیا ساقیا جان فدا می کنم
ز لعل تو تلخی که سر میزند
بیا ساقی ای دین و ایمان من
از آن قمری آغها هم بدست
بقوم در زمین جینم بکار
ز پیری ضعیف هست بازو حال
جوانی هوس کرده ام زان عصیر
بدستم ده آن رشک یا قوت را
کسے را خدا سخت بیدار داد
نیارم بسجد دل داغ داغ

سرت گروم ای ساقی سنگدل
دلجم بردم سوخت آبی کجاست
سرت گروم ای ساقی سینه صفا
اگر صاف حیف ست لالی بده
که بنجتم ز اشکم بود شور تر
بده ساغری بگذر از کین من
مگر شه عیشم پذیرد قوام
تو دشنام ده من دعا میکنم
ره کاروان شکر میزند
فدایت دل جان من جان من
کز رودشت را کرد آتش پرست
که نیلے ست ز سیلی روزگار
سرت گروم ای ساقی خورد سال
که گردید باغ ازو عقل پیر
که سازم جوان عقل فروت را
که هر صبح چشمه برویت کشاد
کز نذر خرابات شد این جانیغ

خراب ار شود کاخ کون و فساد

چه پروا خرابات آباد باد

حرف العین

عبداللہ سلطان عبداللہ قطب شاہ

عبداللہ تخلص۔ سلطان عبداللہ قطب شاہ نام۔ قطب شاہ ہی تاریخ کے مولف نے لکھا کہ آپکی ولادت باسعادت بتاریخ نسبت ہشتم فیقہہ سنہ ہجری میں بروز دوشنبہ حیدر آباد دکن میں واقع ہوئی۔ آپکے والد ماجد سلطان محمد قطب شاہ فرزند کے تولد سے بہت خوش ہوئے اور اس خوشی میں بیشمار روز نقد و تشریفات فاخرہ خاصہ عام کو تقسیم کیا۔ علما و شعرا و طلبہ کو بھی صلوات و خلعتھائے لائقہ سے سرفراز فرمایا۔ شعرائے زمانے نے ولادت کی تاریخین و قصائد تہنیت میں موزون کر کے پیش کئے۔ ایک شاعر فاضل نے یہ مصرع کہا۔ ع
موجب فیروز می سلطان محمد قطب شاہ۔ اور دوسرے شاعر نے موزون کیا۔ س
ببائع مجددو معالی کل نشاط شگفت نہال دولت دین را بر سر پدید آمد
اور تیسرے نے کہا۔ س

ازین عشرت کہ دوران از سر شد	طرب را روز بازار و گر شد
بہار آمد عشرت پائے کو بان	ز باد صبح گاہی جہانے رو بان
بیغزو و آسمان را صوبہ بر سور	جہان زد سکے نور علی نور
حبیب بہر مبارکبار و برخاست	کہ از حبیب چمن شمشاد برخاست
ز عطر افشان کہ ہوش از دست میشد	طرب بہجت و عشرت مست می شد

غرض بادشاہ نے شانہ و عہدہ عبداللہ صاحب ترجمہ کی تربیت و حضانت کا عمدہ اہتمام کر دیا۔ چونکہ صاحب ترجمہ مدت دراز کے بعد پیدا ہوا تھا۔ منجین خلایق نے

حسب راج و رسم عام بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ شاہزادہ کو دس گیارہ برس کے بعد دیکھنا چاہئے۔ اس سے قبل دیکھنا مناسب نہیں۔ بادشاہ نے راج عام کو منظور فرمایا۔ اور شاہزادہ صاحبِ جہم کی تربیت و حفاظت کے لئے مولانا فیض الدین نعمت اللہ جو قریب داران قریب سے مقرر فرمایا۔ پیش شاہزادہ صاحبِ جہم دس گیارہ برس پیدر پیر گوار کے دیدار سے غائبہ کے تعلیم و تربیت پاتا رہا۔ مدت موعود و ایام معیوبہ کے گزرنے کے بعد بادشاہ نے شاہزادے صاحبِ جہم کے دیدار کا جنس عظیم نشان مستعد فرمایا۔ اعیان دولت ارکان سلطنت شریک جلسہ محفے۔ شاہزادہ کو دربار میں لاسے۔ بادشاہ فرزند دلبند کے دیدار سے مسرور و شاد کام ہوا۔ زور و جواہر شاہزادہ کے مہر و تہنہ نکلا گیا۔ اور تخت پر بٹھایا۔ تمام ارکان دولت کے تہنیت دیدار کی نذرین پیشین سادات و طلبہ و صاحبان اسحقان اور زعفر و تحائف لے۔ پہر چند مدت کے بعد سلطان محمد طہ شاہ نے اس دربار کی سبکدوشی و بدانی رحلت کی۔ یہ واقعہ سنہ ۳۵۵ ہجری میں واقع ہوا۔ پہر حسبِ صحبت بادشاہ زعفر سلطان عبداللہ صاحبِ جہم تخت نشین کیا گیا۔ منصور خان حبشی مالک لہاس مالک سنہ مالک غنہ و قاسم بیگ کو توال بلدہ و حسن بیگ مالک توال وغیرہ ارکان سلطنت کے جلوس کے وقت ایسا انتظام کیا کہ کوئی فتنہ و فساد کرنے نہیں پایا۔ نظام الدین احمد ابن عبداللہ شیرازی نے اپنی مولفہ تاریخ میں لکھا کہ سلطان عبداللہ صاحبِ ترجمہ اربعین پنج ماہ و گیارہ دن کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ ہونہار و ہوشیار تھا۔ دانشمند و قدر شناس تھا۔ علم و فضل کی صفات سے موصوف تھا۔ علم دوست و بہر پرور تھا۔ علما و فضلا و شہداء و حکماء کی بہت قدر کرتا تھا۔ اسکے زائین عجم و عرب کے علما و ہنرمند بلدہ حیدر آباد میں مجتمع ہو گئے تھے۔ اور علما نے اسی بادشاہ کے

نام سے چند رسائل و کتب مثلاً برہان قاطع لغات فارسی وغیرہ تالیف و تصنیف کئے۔ صلات انعام سے سرفراز ہوئے۔ یہ بہادر شاہ مذہب کا پابند تھا۔ عادل و باذل و سخی و دلیہ تھا۔ ۴۸ برس سلطنت کے بہات کا انتظام عمدہ طرح سے کیا۔ مثل جد و پدر عمارات کا شائق تھا اکثر عمارات تعمیر کیں اور جد و پدر کی عمارات کی ترمیم بھی کرتا تھا۔ اور جو عمارتیں کہ تمام تہذیب انکی ہی تکمیل کی مثلاً مکہ مسجد و جامع مسجد و عاشور خانہ بادشاہی وغیرہ۔ باوجود کاروبار سلطنت مذکورہ علم سے دلچسپی کہتا تھا اور شعر و شاعری کے میدان میں جولانی کرتا تھا۔ فارسی و ریختہ دونوں زبان میں کلام موزون کرتا تھا۔ فقیر مولف کو فارسی اشعار دستیاب نہیں ہوئے مگر دیوان ریختہ مہدست ہوا۔ اُس سے ذیل میں اشعار انتخاب کر کے گزارش کرتا ہوں آخر ۴۸ برس سلطنت کر کے بمضمون کُل نفس فائق الموت اس درفانی سے منزل بقا میں روانہ ہوا۔ امرا و اکابر و علما و فضلا جمع ہوئے تعسیر و تکفین کر کے فکر فیض اُتر میں مدفون کئے۔ یہ واقعہ تاریخ سوم محرم ۱۰۳۷ھ میں واقع ہوا مدۃ عمر ۶۰ سال و ۷۳۷ھ ہجری میں تخت نشین ہوا تھا۔ اولاد نہیں تین دختر ایک منسوب بلا نظام الدین احمد روم منسوب بہ ابو الحسن تانا شاہ جو بعد میں تخت نشین ہوا۔ اور میری محمد سلطان شاہ اردو عالمکی کو دی گئی تھی ریختہ اشعار دکنی و بہا شاہ فارسی آمیز زبان میں نہایت شیریں و دلنشین ہیں مطالعہ سے لطف و مزہ آتا ہے **ہو خدا**

سعادت کی تیری بات نہ انجام دو گجا
اُسوں لاکر اُسی یاد کہ دمِ کلم دو گجا

دلا حق کی طرف ہو کہ حق را م دو گجا
اگر تیری نظر اُپر ہے تو سدا صدق

بنی صدقے ے تون نام سے عبد اللہ علی کا
 جو کچھ راز پر سے منے غیب کے مین
 بنی صدقے سے عبد اللہ دم علی کا
 گلشن میں شریعت کی پہل پہلی طریقت کے
 جو میرا دل طلب پیمانہ کیست
 تیری کہ شمع کے دیکھہ روشنائی
 رکھہ عشق پہ دلی آنکھہ نبو اس
 اسے یا را گیسے زندہ دل تون
 معشوق و مہی جو جسکی کہہ تھی
 عبد اللہ علی ولی کے صدقے
 جہلمک مولود کا ہی جگہ مین آیا
 عجب مجلس ہے عالی لا ابالی
 بسنت آیا پہلا پہول لا لا
 چمن میانی پہلیاں بے پہول گانگ
 بھلا یا من میرا موہن پیارا
 حسن جیون تبون ہی لکون کیتج پیناچ
 بنی کے صدقے عبد اللہ عاشق
 تیری نگہ رنگ تھی رنگ پایا ہے لا لا
 تیری پیشانی پر ٹیکا جہلمک

کہ حجم فتح و ظفر تجکون دہنی نام و یگا
 سو مخفی نہیں سپہ ہے آشکارا
 میرے دم سون ہدم رہیا ہے سہارا
 پرل سون حقیقت کے دن دین محمد کا
 سو جانچ لب پہ تل ہو خانہ کیتا
 ہو عاشق آپس مین پروانہ کیتا
 سینا کی طرف تھی رام لیتا
 یون نام کہ حجم ہو جام لیتا
 خود شید جمال و ام لیتا
 معشوق سون خط و ام لیتا
 جگت سب س جہلمک تھی جگمگا یا
 کہ جنت دیکھہ لا جون سرتو یا
 سکھی لیا اب صراحی ہو رہیا لا
 چٹ ازک اکیس تھی ایک آ لا
 تو سٹیرا من کری کیا من بچا را
 نہیں چلتا ہے کچھ اسٹہار چارا
 عشق مین سب مین اوہی تون ہے سارا
 تیرے بالان تھی بکران باس با لا
 تماشا ہے اُجائے مین اُجا لا

بنی کے صدقے عبداللہ لاکن
 نکلتا ہے چند فی مین جو چاند ہمارا
 جوانی کون دیکھ اپنی مغرور ہوئی تو
 تر اوصاف کہ جام جیون جگمگایا
 اپنی دم کون دم کہ کہیا جا جس
 گفتہ کہ اسے پر تمی ہے فتنہ زمانا
 گفتہ کہ در جہان بالیلی ہوئی ہے تون
 گفتہ کہ خال زلفت کیا ہے سوبول منجکون
 گفتہ کہ در ہوا بیت پتھر ہون درد ہون
 گفتہ کہ خانہ توکان ہے نشان سنج
 گفتہ کہ در دانت امریت کا ہے چشمہ
 گفتہ کہ گیت اینجا تیرا پران پیارا
 یود نکشا عشرت محل مطبوع اوتارا ہوا
 سلطان یان خوش طرح کا دستاویز چا فرج کا
 انکبیاں سون چند سور کی دیکھ کانا در کے
 دیوین ہنغا دیو اسو لک نقش شہار شہار سو
 ماز کہ چنبابی بدل لکین بہرا ایسا محلی
 جیون پرانی زابن منی جیون پرانی زابن
 صدقے بنی کے پادمان اسر محل میانی نہرانی

ہوا ہے تجھون ملنے بہوت آتما لا
 تو گلٹا ہے لاجون تھے چاند ہوتا را
 روانی جوانیکون کیا ہے پتیا را
 جم اس جام کا ہو کہ مین فزوق پایا
 تیری یاد سون جم کل جی دم آ یا
 گفتہ کہ راست گفتی امی گن بہری منجا نا
 گفتہ کہ من چو مجنون پائی ہون تیج ودانا
 گفتہ کہ زلفا مست ہو حال ہو ہے دانا
 گفتہ کہ در دل کی ہون از لبتی خانا
 گفتہ کہ زور پرو سوج نہون تون آ نا
 گفتہ کہ حضور تون اس شبی پاس ہا نا
 گفتہ کہ شاد عبد اللہ ہے میرا پرانا
 جوتی زمین کی ہرے پر جیون شستری لہو
 عاجز ہوا سکی شرج کا جوان بیسار ہوا
 عاشق ہوا سکی نو کی کیا خوب ہے ہا ہوا
 خوش زبان یان عمارت نو فرو کل بار ہوا
 باندیانہ کوئی آخر ذل جیشید یا دارا ہوا
 تیون آج اس کہن نہی یو محلی تم سارا ہوا
 جسم جہا لاشہ تر کمان بہو گی گتہا را ہوا

خیر تو ہے جو ادھر پرٹ ہے اور ہر مو میں آج
 اگر تیرے حسن کا بازار ایسا ہے جو آج
 شاہ عبدالعزیزی کے صدقے تیرا عشق میں
 اسے پری پیکر تیرا کہ آفتاب
 یاو ایسا تاؤد کہا تا ہے ہنوز
 میں تجھے بقیں کہوں تو کیا عجب
 قند مہور نا بات لگتا ہے اجہوں
 تجھے بہشتی حور کون دیکھا ہے جن
 شاہ عبدالعزیزی صدقے تجھے
 گر خدا بینی پہ ہے تیری نظری کلیاب
 اب ہو دیا سون ملجا تجھیں گرم اتحاد
 را کہ کیا نا تا زنی کے صدقے پوچھ گیا
 مطلع غیبی سو تیرا گال ہے اے مہتاب
 بنگلہ کا سوسو چور ہے آسمان ابرار کا
 اول سیا میری زمین ہے یہی ہر سات
 دو جا امید یہی ہے جو تندرستی سوان
 آج زہے جنت جانی سواوت کی رات
 روپ میرے لال کا آئے نہ تحریر میں
 اسکی قد انکی شہم کرنی سہر کوں تجھ

ولہ

ولہ

ولہ

ولہ

ولہ

دیکھتیرا نور ہوتا سر پہ جیون طور آفتاب
 اس آنکھی دستا ہے منج جیون رکھ کر آفتاب
 یون ہوا مشہور حکیمین جیون منج آفتاب
 دیکھتا ہوں تو رہینا منج میں تاب
 دیکھتیرا زلف کا ویرج قباب
 ساج ہے بلقیس کی تجھ کوں خطاب
 وی نہ سک تیری بیٹھی لبک جواب
 جم حرام اسپر ہے روض کا عذاب
 خوب رویاں میں کیا ہے انتخاب
 تو خودی کا دور کر زلی توں سیانی ہی حجاب
 فی الحقیقت توں اسی رویا میں کہ ہے حجاب
 شاہ عبدالعزیزی کو پوچھا کہ ہے حاضر جواب
 مطلع اس غیبی سون بولیا ہوں میں سک جواب
 عین تیرے نور کے سحرور کہ ہے جیون حجاب
 جونت رفیق ہو تو رفیق حق چہی منج ستا
 منج اس جہان میں خدا ربوے بشمار چتا
 چاند سون میری ملائم ہی منج وی نجات
 چاند عطار د اگر ہو وین قلم مہر دوتا
 باو آڑا تا پر ہے چمنی چمن پات پات

صدقے نبی کے تیری ولیمین رہتا ہے تم رنگ بہرہ گہر میں آج آیا بسنت	جیو ہوشاہ بعد لا خسر و عالی صفات غیب تھی تا ز اطرب لیا یا بسنت
جیون ابہال لیکر تھی چہایا اتفاق پر دکھون ترے پرتسون لگیا دیکھ یدام بحث	رنگ کا برسانت برسایا بسنت کرتی مین تن پہ چیب ہو رون رون تمام بحث
آب حیات تھی ہے زیادہ کہ لب تیرا کام مروان کی نکو جان تو امی عام بحث	کرتی مین منجون خضر علیہ السلام بحث کہ جگوئی مر مین کرتے ہنیں دو کام بحث
ہوش کا گوش نہیں تیز جسی سستی کون	غیب کے اسکی لکھین رستی مین الہام بحث

عاجز عازلہ دین خان اور رنگ آبادی

عاجز تخلص۔ عازلہ دین خان نام بلخی الاصل اور رنگ آبادی لوطن ہے۔ آپ کے والد ماجد عالمگیری عہد میں بلخ سے ہند میں آئے۔ نواب میر غازی الدین خان فیروز بہادر اول کے دربار سے بادشاہی منصب رہوئے۔ عازلہ دین صاحب ترجمہ کی ولادت ہند میں واقع ہوئی۔ نشوونما بھی ہند کی زمین میں پائی۔ آپ صغیر سن تھے کہ والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ محبت پدری کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ مصیبت کا زلہ ہمیشہ آیا۔ نواب شکر خان مخاطب رکن الدولہ نصیر جنگ جوائے آصفیہ سے تھے آپ کی گذراؤات کے کفیل ہوئے اور آپ کو تحصیل علم کی ترغیب دی۔ آپ مدت دراز تک نواب کے سایہ عنایت میں تربیت تعلیم پاتے رہے چنانچہ آپ کہتے ہیں ۵

مدنے بودم بہر مہر بی زبانی بستہ لب در سخن آو و در لطف تیر شکر خان مرا
آپ جب سن شعور کو پہنچے۔ تب آپ کے ولیمین تحصیل علم کی تکمیل کا شوق پیدا ہوا۔

علما و فضلاء کی خدمت میں مستفید ہوتے رہے چند مدت میں فارغ التحصیل ہوئے۔ بعض
 لکھا کہ بقدر ضرورت ایسا کرتا تھا و حاصل کر لی۔ ایسا وقت و استعداد کے
 بعد پیشہ نوکری کو اختیار کیا۔ نواب موصوف کی رفاقت ملازمت میں مدت تک ملا
 اور نواب ہی کی رفاقت میں ہند سے اورنگ آباد وکن میں آیا۔ اور نواب کی سفارش
 سے آصفیہ کی خدمت میں باریاب ہوا۔ آصفیہ نے منصف خطاب خانی و جاگیر سے
 سرفراز فرمایا۔ بعض نے لکھا کہ نواب امر جنگ شہید کے عہد میں خطاب جاگیر سے سرفراز ہوا
 جاگیر کو تبدیل تھی لیکن نواب نصیر جنگیلا درمیشہ عانت ہمدوی فرماتے تھے۔ اور بعض
 نے رسالہ کی بخشی گری کو جاگیر و منصب کا ضمیمہ کر دیا تھا۔ اور پکا مزاج قانع تھا۔ جاگیر
 و بخشی گری کی آمدنی میں نہایت فراغت خوشی سے زندگی بسر کرتے تھے قناعت پسند
 و صاحب غیرت باہمت و حمیت تھے مدۃ العمر کسی سے ترقی کے خواہاں نہیں ہوتے
 موزوں الطبع تھے شعرو شاعری سے طبیعت مناسب تھی بذریعہ فکر سا طبع صفا کلام
 پسندیدہ موزون کرنے لگے۔ آپ کی طبیعت میں جولانی و تیزی قدرتی تھی۔ تھوڑے ہی ماہ میں
 پلٹے۔ شعراے معاصرین میں کمی قائم آگے کل گئے۔ اشعار میں تازہ تازہ مضامین کا رنگ
 دکھانے لگے۔ اور شگفتہ شگفتہ معانی کے گلدستے بنانے لگے۔ رفتہ رفتہ کامل شاعر ہوئے
 ہم عصرین میں مشہور ہوئے۔ اس وقت شہر و رنگ آباد شعرا و علما و شایخ کا مرکز تھا۔ عرب
 و عجم کے کلام موجود تھے۔ آپ باوجود لیاقت و استعداد ہر ایک خرمین سے خوشہ و ہر ایک سفرہ
 سے توشہ لیتے تھے ہر شمع انجمن سے روشنی اور ہر ایک ان نعمت سے چاشنی حاصل کرتے تھے
 آہستہ آہستہ رتبہ استاد کو پہنچے۔ طریق الطبع و پاکیزہ وضع تھے۔ طبیعت میں شوخی و
 چالاکی بہت تھی۔ دلیری و جستی ہی جزو ذاتی تھی کیا نرم کیا نرم ہر ایک نگ بن ہر نگ بنے

نرم زمین حریفان ہم شرکے ساتھ وہ گل نشانیان کرتے تھے کہ سب کے دل باغ باغ ہو جاتے تھے۔ اور میدان نرم زمین ایسے کارنایان دکھلاتے تھے کہ دوست خوش دشمن داغ داغ ہو جاتے تھے۔ نواب لشکر خان بہادر کی نسبت فرماتے تھے کہ عارف لدین خان اہل قلم کے نرمہ میں ہمیشہ اہل علم کے حلقہ میں بے بدل ہے جامع سیف القلم ہے۔ یہ عطاء رحمانی و دادِ یزدانی ہے ہر ایک کی حصہ نہیں انتہی کلام۔ تاریخ گوئی میں وحید عصر و بدیع فی میں فرید و ہر تھے۔ گلرخان کے مولف نے لکھا کہ آپ شہر اور گاہ میں ایک وزیرِ فضل خان قاتل مولف تحفہ الشعراء کے مکان پر قاتل پورہ میں رونق فرما ہوئے۔ اور فضل سے ملے جس کمرے میں آپ جلوہ افروز تھے کہ فرمایا تعجب ہوا تھا افضل نے شوخی و خوش طبعی سے کہا کہ آپ تاریخ گوئی کے مدعی ہیں اس مکان جدید کی تاریخ اسی وقت بدلتی ہے کہ آپ کمرے اور نرمایا کیا صلہ دو گے۔ افضل نے کہا جو چاہئے حاضر ہے۔ تھوڑی دیر فکر کی اور تاریخ کہہ کر دینیا دچو میزرا افضل

منزل عیش بازار چار محل
گفت تاریخ بنائش باطن

منزل جاہ و مکان افضل

آپ ریختہ و فارسی و دونوں زبان میں صاحبِ یون ہیں۔ آپ کا کلام دونوں زبان میں نہایت شستہ و صاف ہے مضامین دلچسپ اور مستحویون سے پیرا ہے فارسی کلام محاورہ و نرمہ ہے کہیں کنایہ و کہیں استعارہ ہے۔ ریختہ اشعار اکثر سنگلاخ زمین میں کہے ہیں چنانچہ خود فرماتے ہیں۔

کہتے ہیں سنگلاخ زمینوں میں ہم تو شعر پانا ہمارے شوخی معنی کو ہے بکٹ
ایہام الفاظ و وسعین سے کام لیا ہے۔ ظرافت تو آپ کی طبیعت کا جزو لازم تھی کہ وقت آپ مرضِ اسہال میں مبتلا ہوئے بیماری سخت تھی معالج مفید نہیں ہوا تھا ضعف ہوتا جاتا تھا

زندگی سے یاس مع کیا تھا۔ آپ نے ایسی حالت میں میرا معزالدین موسوی خان قمی خوانی کی
 خدمت میں پہلا پہنچا کہ آپ میری رحلت کی تاریخ کہہ دیجئے۔ میں عنقریب میں رحلت ہو گا
 میرا صاحب آپ کا پیغام سن کر خوب ہنسے اور جواب میں کہلا پہنچا کہ آپ تاریخ کوئی میں
 لائق فائق میں خود ہی تکلیف فرمائے میان عاجز صاحب ترجمہ میرا کا جواب سنکے
 مسکرائے اور تاریخ کی فکر کرنے لگے۔ اپنے نام و تخلص کے اعداد جمع کئے ایک ڈرائیو
 فرمایا کاش اگر موت ایک سال کی مہلت دیوے تو یہ تاریخ ہم نام و ہم تاریخ رحلت جو سبکی
 حسن اتفاق سے آپ کی دعا مقبول ہوئی۔ دو ایک زمین آپ صحیح و سالم ہو گئے سال ختم
 ہونے کے بعد بہشت بریں روانہ ہوئے۔ میرا لاد حسین کا بیٹا بلگرامی نے بھی مادہ تاریخ
 یہی یعنی آپ کے نام و تخلص سے نکالا۔ توار ہو گیا۔ تاریخ فوت (عارف الدین خان عاجز)
 نام و تخلص کے مجموعہ اعداد میں۔ پھر آپ اسی سال صحت کے بعد ناویر میں رونق افزا
 ہوئے تھے۔ آخر سال تک ہیں اسے سال تمام ہوتے ہی عہد موعود پورا ہوا۔ اسی مقام میں
 مدفون ہوئے۔ آپ نے اردو میں لال گوہر کا قصہ نظم میں لکھا ہے۔ نہایت ہی عمدہ و مرغوب
 ہے اس کی طرز و ادب ہی خوب ہے۔ عاشق و معشوق کا قصہ ہے دونوں کی سچی محبت و عشق کا
 تذکرہ ہے۔ عاجز صاحب ترجمہ نے اس نظم میں خوب ہی عرق ریزی کی ہے۔ تنوئی کے
 ہر برگ و بیشہ میں شعلہ بھڑک اٹھے ہیں مضامین سوز و گداز کے بیان سے دل پھرتے ہیں
 اس تنوئی میں جو بیان ہے بے نظیر ہے۔ اس کی ہر ایک داستان بدر منیر ہے۔ ہر تنوئی کے
 چند اشعار بھی بطور نمونہ اشعار کے ساتھ آخر میں بیان کرینگے۔ آپ بذکرہ کوئی دلطفیفہ سنجی میں
 مشہور تھے۔ گلرخا کے مولف پچھمی اُن شفیق و رنگ آبادی نے ایک روز آپ سے کہا کہ آپ
 مضامین فارسی ہندی میں سنگلاخ میں لکھتے ہیں۔ اور شکل شکل خیالات ظاہر فرماتے ہیں

اور تخلص عاجز کرتے ہیں بجا طعنا میں آپکا تخلص صحابے عاجز غالب ہونا چاہئے کیا وجہ
کہ آپ کا عجز اختیار کرتے ہیں آپ نے فرمایا خاکساری کی ظلمت میں غلبہ کا آب حیات موجود
ہے۔ اور صائب کے شعر پڑھا

افتادگی ز خاک بر آورو روانہ را گردن کشی بخاک نشانہ ریا
تاریخ گوئی میں مشہور تھے۔ شاہ شریف نے جب رنگ آباد میں مسجد بنا کی آپ نے
بہرہ صریح تاریخی موزون کیا (این مسجد شریف حرم جہان نام)

نواب صریح شہید آپ کی بہت خاطر و مدارات کرتے تھے۔ وقتاً فوقتاً حسن ملک سے
سفر فرماتے تھے۔ آپ نے نواب کے احسان کی شکر ایک ہی بیت میں ادا کیا ہے۔
لطف صریح کر دیا زبان مگر وہ درندہ عاجز بود از قفل لب افغان
مگر غلام کے مولف نے لکھا کہ عاجز مری باک دہن ویدہ نہا مشاعرہ میں شعر کو باور
بالند پڑھتا تھا۔ اہل مشاعرہ اشعار عاجز کو سننے سے قہر وادہ کہتے تھے کہ مکان کے
رود و یوار سے صدا گونجی تھی۔ عاجز بعض وقت اپنے اشعار آبدار پر ناز و فخر کا اظہار کرتا تھا
چنانچہ کہتا ہے

پسرا زنا صریح عاجز گھر یز آمد نکوئی گرد و زمین بھرنیکہ تر شود پیدا
اب میں آپ کے تانچے طبع کو ناظرین سے ملاحظہ کئے گئے گزارش کرنا ہوتا۔

من اشعار الفارسی

نشاندم بہ سخت حرف نین شاہ طبع را بہرہ حجاب چشم باشد پرواے ساقی دل ز شوق آتش سوخا ز نقش بلکہ سخت	بسم اللہ نہادم بہر شہساز جہاں نکین کیسور کے خویش چن خورشید برقع را میزد بے نیم دو غنبر آہ
---	---

بسکه در هم گشت از گرد و دشت جان ما
شب ندانم پاسبان گلگون که در خاطر گشت
بوصف کامل تر باشد و شب رقم کردم
در تغافل مانده از این بگلشن سنگها
تا نوید آمد از خود رفته ام و نه گشت
نقط باشد که بعد از یک نیکو شود پیدا
عروج غمزه را باشد از غمزه کرون
بس زان حال علی عاجز گهر زین سخن آمد
و در غم از غم خط پشت لب خنک ترا
چشم امید را خوش شود و ام که کم
نه بشهر آرام حاصل شد نه در محو امر
شبه در خوابم آمد که کل مشکین تابش
سبح می مآ و کند بند نقاشش را
بصحرای که آن گلگون قبا گرد کار گلشن
نمود چون شمع بر غم زین قد و جوشش
غبار بهر ریزد از غبار و دشت آمو
بهزلیف بیچشم رقم کرد و انجمن عاجز
چو خیال ده شوق او گذری کند با باغ ما
به بهار گلشن انجمن از جفای با و حیران غم

وله

وله

وله

وله

وله

وله

وله

وله

وله

خاک میریزد بجای شکاف مژگان ما
شد خون دل ضیاعی نچه مژگان ما
در آوردم سحر طبع در بنجر یا ران را
ریخت چون خون بر زمین از شیشه گل لکها
می برد تا صد بجای نامد ام هوش مرا
چو گرد و خاک گریه خاموش خاکستر شود پیدا
نزدای تمیث شمشیر چون جوهر شود پیدا
نکونی گرد و زین بحر نیکو تر شود پیدا
میدم درین فاحش غلط خون ترا
نکته از مردک دیده گریبان ترا
تا کجا خواهد فلند این رخشه سودا مرا
سحر دیدم با لین موج سیل عطر غنچه را
شود رنگب گلستان موج شبنم آفتابش را
ز خون صید بحر لاله سازد سرایش را
کند از خون دل پروانه رنگین رکابش را
چو بین سایه مژگان چشمیم جو خوابش را
که میل هر سپهر زنده بر سر خط کاشش را
ز نیم نشسته بخودی خلق رسد بدایع ما
ندمید بره و کشت ما نشسته غنچه باغ ما

زلفانی سرفه قمری نه گلے نه غنچه بلبلے
 فلک ز روئے خودے مجبین نقاب آب
 نگاہ نرگس مست تو قنادہ در بحر
 عرق نشان گذر اے شوخ از سر دریا
 سخن پیرن عاجر بوقت جوش مرشدک
 تانہان در نظرم کا کل جانان شدہ است
 دادہ ام جان بیہ بیان ز غم خوش چشمی
 نگہ گرم کرد و در دل گلشن آتش
 وصف یاقوت لبش تاکہ نمودم تحویر
 عاجز از جہنہ نم ریخت بدو رخ آبی
 رنگ برق آری خون ز لب بوسی ریخت
 شب ندانم بفاک سرمہ نگاہی کہ فشانہ
 شد خائے کف پایش نہ زاکت در باغ
 تا جنون بہر نہا شد رفتن صحرای عجب
 سازم چو دصف کا کل و بر کنار موج
 آنکہ ز خار ترا مانند بستان کرد و طرح
 سازد چو رنگارضا در انتر آب سرخ
 از گرمی نگاہ بت شعلہ خوسے من
 بیادقد تو چون از دل آہ بر خیزد

چو رویم عاجز ازین چمن کہ سید بوی سرخ
 کہ تا کتب بہ تماشائے ما متابے آب
 شدہ است دیدہ ما ہی خم شرابے آب
 کہ تا حباب شود کا سہ گلاب در آب
 کہ بچکنش دہد حرف را جوابے آب
 مزہ از خون جگر نشانہ مرجان شدہ است
 خشت زیر سرم ز چشم غزالان شدہ است
 کہ ز نرگس ہمہ جوش چیرغان شدہ است
 نقش مسطر چو رگ لعل بن خشان شدہ است
 عرق خجلت او کوثر عصیان شدہ است
 لعل ترانی بدیش شعلہ مایوسی ریخت
 پر تو ماہ بکاشانہ من طوسی ریخت
 رنگ گل ز قدش بسکہ مایوسی ریخت
 دیدن بازار آہو بے سرو سودا عجب
 غنیمت شود کف دہن آبتار موج
 در دل ما آہ چون خار مغیلان کرد و طرح
 گرد و ز سوز سینه دلم چون کباب سرخ
 گرد و می دو آتشہ چون آفتاب سرخ
 چو سرو سوخته دو داز نگاہ بر خیزد

شب که در خوابم خیال کا کل و سایه کرد
 بر صف محشر چو خواجه گشت بیدار ز غمت
 بقلم چون خرمایان آن بت بی باک می یزد
 بر محفل که میازم حدیث ز کس تش
 نظاره چون برے تو گلپوش میشود
 تا حیر خنده اش از نگهت گل بافتند
 جز حدیث کا کل حرمی ندارم ز زبان
 از برائے جان تبار کس تش کفن
 خوش عاشقی که یکدم بروے جاستانی
 ز بهات آرزائے کز چشم خون نفسانی
 چو اشک سرخ نوشتم بر آب شد کاغذ
 حدیث آه جگر خواستم که بنویسم
 بر وصف حسن آن مهر روشنی تحریر میکردم
 نیست حاجت که هم پایے بدام زنجیر
 ساقیا از آستین شست بد میضا بر آرد
 سوے آن گلر و چو چشم سطر اشک غامض
 ایدل ز نیرنگی افلاک قندیلے بتبرس
 دنیا که حاصلش همه خون نوشی است پس
 شوخی که چکد سرمه ز مرگان سیاهش

چون کشاده دیده بر سر آرد ما خوابیده بود
 شور خواهد شد که یاربین کجا خوابیده بود
 اجل سایه تیغش گریبان چاک می آید
 برون از گوش میخواران نهال تاک می یزد
 چشم بصدنیا ز هم آغوش میشود
 طبلسان گریه ام از آه بلبل بافتند
 پرده تقدیرم از رگبای سبل بافتند
 عاجز از تار خیال نشه مل بافتند
 در وقت جان سپرن چشم کشاده باشد
 دلدار رفته باشد عاجز ستاده باشد
 ز بس چکیده بزرگ سحاب شد کاغذ
 چو سیخ سرخ قلم شد کباب شد کاغذ
 تجلی بریزد نوک قلم مهاب شد کاغذ
 میکنم گردن خود بند بنام زنجیر
 ز خنجر زده بزم از حمله مینا بر آرد
 قطره خون دلم را چون نقطه دریا بریزد
 از کبودیهای این خنجر نیلی بتبرس
 افسانه اش تمام فراموشی است پس
 آه بوجد از سایه دامان نگاهش

من و شوخی کہ میر قصہ پیری گرد جلاش
وے دارم سراپا در و در ہجر ستمکاری
خود امین گلن ایدل وانا بہ بند حرص
منہم کہ برق بردار و لم طہیدن قرض
در حساب روزگار مہسکہ ستر پیا سقط
نمود تا نگہش د فقر تفاضل حفظ
رسیدہ نامہ پریشان خیال ز نقش
طہید بسینہ دل ز استماع نام و اع
دارم بسینہ اسیر نرا در داغ
چون برق رفت از نظم شہ سوار حیف
کے نظر سازد جگہش دیدہ خود بین عشق
آمد بہار گلشن اسے ببلان بہار ک
از آب چشم و خون دل غرق جاہر شہ نام
مضمون وصف لعل لبش تازہ بستہ ایم
نہا و ہم بہر سودا کے خیال نقش برویش
می کشان بانگ صراحی است پیام نہ ہر ہم
زاندا از نگاہ دست ساقی جام میخواہم
تنہا بوسہ از سنبوشت لبش دارم
بہ نیز نگ وئی گر برق و حد شعلہ افشا

رقم ابو بکلف پیچیدہ میگریم درویش
 کہ غیور سو عقن دیگر نباشد هیچ و اش
 مشکل بود گسستن تار کند حرص
 سحاب میکند از اشک من چکیدن درض
 می شمارم عمر را هر روز میازم غلط
 نمود وایم کتاب غم تخیل حفظ
 بر لک بیت نمود ویم نام سنبلی حفظ
 بدیده چیچ زند آب ز پیام و دان
 یک لاله است در چین بشماران
 مغز سر نم گشت برایش غیا جیف
 باشد خون بگر بر اس کلچین عشق
 بر تان گل مر یک صد آشیان مبارک
 نسیم گوید ز گویا قوت رمان بیل
 اوراق رنگ غنچه شنبلیله بستانم
 جاب بر سرب دم شمشیر بستم
 سر نم گشته میناست سلام بر دم
 شراب ارشیتہ بوئے گلن دام میجویم
 بزرگ غنچه میجون زمر و فام میجویم
 چراغ کفر روشن ز قذیل حرم زام

دل بفرق مدعا باز خم تیغ التجا خوردم	دل	بست آوردم از پهلوی دستغنائے دل مژم	دل
دل بسخ آه می دوزم کبابی گشته ام	دل	در خیال چشمم و مست شرابی گشته ام	دل
بروے مغز گوهر ککابی غنچه قط سازم	دل	چو در وصف آن تنگ آن گلر و نقط سازم	دل
بروے بحر متالک بلورین جام بط سازم		شور ساقی چو در بزم شب بچو رم آن میرو	
چو شعر مست خور بلند زرنجی خط سازم		بجام کوشم از هر سو می صد آفرین ریزد	
بیا جاناب شت جنون ره با غلط سازم		براه عقل عاجز هیچ کس عالم نمی رسد	
می نماید دیده آه و در کاشانه ام	دل	بسکه در بحر حقیقه می سید خا نه ام	دل
گر آینه نهد می کرده بر دیوار مژگانم	دل	براه انتظار ساده روی بسکه حیرانم	دل
پریشانم پریشانم پریشانم پریشانم	دل	چو سبیل در خیال کا کل آن جلوه خا نه	دل
نہالان چمن لای تراشم شانه می سازم	دل	چو در گلشن خیال کا کل عا نانه می سازم	دل
گلستان را جمع از پر پروانه می سازم		ز وصف شمع زما شش چایان می کنم گل	
کشا کا کل خیابان جهان را سبستان	دل	نقاب از چهره کیسوز عالم را گلستان کن	دل
بهر تعظیم اجل کس نخمیده است چو من	دل	خط پشانی من نقش کعب پا گردید	دل
شراب سمرقند غنچه شمر میائے نگاه او	دل	سیه تم ز جام گردش چشم بیاہ او	دل
ساز و زبان بختم خورشید شست شو	دل	سایم چون ز خوبی حسن تو گفتگو	دل
داریم در خیال تو آینه روبرو	دل	اے ساده رو فکر طرف انتظاریم	دل
گردش چشم مست او دور یکے و جام دو		عارض و هر روز لفا و روز یکے شام دو	
طرفه ظلم عشق من غنچه یکے و جام دو		بر لب تیر سمش رنگ سمنی بان شست	
لیکن ازین میانہ ہم بختہ یکے و جام دو		خجسته ترین عاشقان عاجز و قیس کو کهن	

<p>از جیا چون رخ گلگون تو سازد عرق اشک خونی بر رخ زرد من افتاد ز غم گوهر نظم بر پس نر شده در دیوای غم گردبادی نبود بر سر صحرا عاجز گلشن میرسد باد و خزان کے بلبلان ہے نگاہش بر سر من تا بجلی بر سر طور ہے سہر قطرہ اشکم عیان بر دار قزگان شد کنڈا ز بر چمن کردہ می آید پیرو کے چو وصف شوخی آن جلوہ گز جاہم رقم سازم</p>	<p>شود آئینہ بدست تو گلابی و رقی زعفران زار نہان گشت بسیل شفق در نظر برورش بہت مرقع طبقہ ماند در خاک ز قیابی مجنون رشتہ زرد و ہجر گل ہے ز آشوب خزان ہے نگاہم بر لب و تابروئے بادہ تھو ہے ندانم شورشن لہبت یا گلہ انک منور ہے رگ جانہا ہم چپہ و در پیر کیوسے تراشم خامد را مد نکا و چشم موت</p>
---	--

من اشعار الہندی

<p>دیکھو انگیر محبت میں ترسے ہو کیسے ہم ارے نامع عبت کرتا نصیحت تیرے ہو کر نتجے چلنے اور رو میرے کیا ارے مطرب پہرست ہاسے کو خط پر حسن اب بس چکا موسفید می میرا ہوش اڑایا عاجز اداسے گر جاری بزم میں و وقت نہ سازوے آئی بہار باغبین پہلے میں رہے خست عاجز معون شاہ لک جنون میرے واسطے نہ بن آب دل میں لگی ہے کہٹ پیٹ</p>	<p>خون ہمارا اپنے دامن سے بقا قل جہرا کبتالی کا صبح پر میرے بت بیچا چار پنا ہکا کر دیکھ پنا اور لایا کر مہا۔ ایما کیون عبت کہتا ہے عبت کو بت سے چوچ خیر مرگ کو لایا ہے یہ کاکا کو بجا کر مہر کا دف چرخ کہا کہا کر گریسا آلال میں کہ دل ہے تیرے غم سے ٹوٹا سوچ کلاہ و چتر فلک شہ زمین سے تیرے انکھوں کے اشک پل پل کرتے ہیں لال ٹیٹ</p>
---	---

نوبہار آئی نہیں آیا میل لال انبیات
مکتوب میرا اس شاہ خوبان کے پانوں تک
ہے لال تیرا ذوق باغ ناز کا ترنج
چمن میں چل کہ سجن سحباب سا گینچ
ہے ہلکے بت کا دل تیرے چیر کی طرح
دل میراے شوق گندم رنگ تیرے علم سے
یوں لکھا و صف سحر کے عاجز کائنات
لال یہ لڑائیوں میں گاتھا ہے ہم سے
بہر کیا دیکھتے ہو آرمی سے سادہ رو
دور آیا ہے ربون یا اسدا اللہ مدد
نوبہار آنے سے گل یا ہے صبا واد
گردن پی کر کے خم آیا ہوں آئے قافل شاد
ہے شہد کہاں شہد و الفت سے ملد
آجان دیکھو مجھ کو قربان ہو کس کے خاطر
بہار آنے سے شبنم نے کیا ہے گل کا بستر
ہوا ہوں جان توں شہر تیری دیکھو ہمہری
لکھا ہوں اسے کبوتر نامہ سلفیشتانی کو
نہر مند و کا لشکر گر اکٹھا ہو طبیعت سے
زور مختبر میں بچا وین کے تجھ بار امام

آہ گل داغون سے لپ ہو لگا اسل انبیات
ہمدرد بجا و گیا کہ او سے سوارل سے تاج
اُسے جو سیبے جان اسکو دینا رنج
بہار رنگ گلستان کے سر چادر کینچ
کہا کروں اس کے صفت ہی سخت میر کی طرح
کہا کہ قمر من باغ ہے کپٹے خمیر کی طرح
روشنائی جم گئی مصری کی شیرے کی طرح
زعفران اڑتی ہے جتن جہاں ہو مٹے گرد
ہے تمہارے حسن کے دفتر کے دونو صاف
دل ہوا سا غر خون یا اسدا اللہ مدد
اب کر گا کیوں سیو کا دل انا شاد و شاد
مٹ گیا کرا تاج بار خنجر فولاد و
ہے قند کے ہر صعل کے شہر سے ملد
مانند چشم سہل حیرن ہوں اسکے خاطر
چمن میں چکر اسکو فرش خمی ز شہد پیکر کر
بے کافور کا دانہ رکھوں سینے پہ اعلیٰ کر
نیرے پر پر بناد ہوں باندہ ہوا بک شہر پر
سخن کے زور کرات میں ہو وین مخمور و
مت سقرور سے فکر سات و پانچ کر

الال ہے موسم گل سسرخ کروائینا لیا اس
 جب سے رنگین داتیمہ ہی رنگ گل نقش
 آتا ہے جان برین تو ہوتا ہے غم غلط
 قاتل نا ہے مالا آج خندان الحفیظ
 ہجر کے راتوں میں آیا رو بیکر و لمین آہ
 آئی بہار رنگ سے خوش ہے دماغ مانع
 عاجز نہیں شمع آہ جلا تا ہے دشت میں
 گلشن میں ہے ہر چل ایشوع فیلسوف
 جب تک نہیں رہا ہے کسی سیرت نقاش
 اس عیش و عشق کو سے نکو نہ ہو کیا لاکھ
 شہوہ ہم سے ہے ہم سے ناظر ہم نام اپنا
 اسے جیتے شہم آہ دل تیری نگاہ کے راست
 باغین اس لارہ سے آہ جب ملے ہیں ہم
 عشق سے خوش تو ہمارے گیسو شہی گزشتہ
 خوش تو ہمارے مینا و مینا و مینا و
 خوش تو ہمارے مینا و مینا و مینا و
 اس خیالی بات کی نہ نصف خون اس سے مکہ
 عاشق و وحشی کی گزشتہ تصویر کھینچا جائے
 عرق جب سے سیرت کے چہرہ پر نور سے چمکے

کہ کرین ہم ہی سخن رنگ سے بلبل کچاس
 تب سے میری آہ کا ہے سینہ بلبل میں نقش
 جانے سے اس کے سینہ میں تو کیا ہے غم غلط
 ہم میں گزشتہ شمعوں میں نمایاں الحفیظ
 بی طرح آکر ملا عینا سے سندان الحفیظ
 لیکر کثرت ہے رنگیں گیسو مانع مانع
 روشن اگر گلوں سے ہوا ہے چرخ مانع
 شمع کوئی بناوین گلوں کو بنا طوف
 غنچوں کے صافیت یا تو شمع جلائی کی کو
 جو خوش زلف کو کھانا ہے نہ بھجیا لاکھ
 تمہارا دم میں حق کی علم کوئی بناو ہم
 بن گیا وحشی عزا دل کی جھلک کی نسیم
 دل کے خون کو گل کو کھانا ہے بن ہم
 مہر کو کھانا ہے بن ہم مہر کو کھانا ہے
 فنا تو ہوتا ہے مینا و مینا و مینا و
 ہے کلف کروں مینا کو گزشتہ کروں
 ریشہ نخل قلم کو نیچے سر جان کروں
 اول کے یاؤں میں نیچے کھینچا جائے
 خجل ہو گل سے بن ہم چہرہ پر نور سے چمکے

چمن میں جا کے وہ رنگین داجیکے آئے ہمارا لشکر خنہ فی یومین گھر کے بہرہ کر سوار سی ہے جنوں کے شاہ کی ہجر اوجست	گلوں سے رنگ لڑ کر لال سا جھل کو جتا ہے انگہ کو رشتہ تسبیح یاقوتی بنا تا ہے ارسل کہولہ سے آہ کے جلد ہی ناپنے
--	---

از مثنوی لال و گوہر مولفہ عا حیز صاحب ترجمہ

ایسی سے مجھے رنگین بیانی سجی کے در کا مجھ کو چہری کر سجی کا لال سے پیرنی بان کو جنوں کے وشت کا بنکر گولا سو سے شاہ کسا زہر شید زور کا قدم کہتا ہے کن گن نوا کی طرح مگر کہ ہم رہا بریں و لک چلا جاتے ہیں کروں اس وشت کی کہ کو صفت وہان ہرگز نہ تباہی کا آثار میا بان عدم کے تباہ برابر وہان کی ریت سیر کی کنی تھی وہان کی گرد تھی یا نہ کی وارو وہان کی باد تھی شوریدہ صرصر گولا تھا وہان و نرات قاسم	عطا کر مجھ کو یاقوت معانی سجی جنوں کو میرا مشتری کر وہ معنی سے بہرہ بیان کو خود کی راہ کو وشت سے بہولا طلب کے فرق پر کیا ہے مالید نہو ماتھا کمین کوئی خطہ ساکن میا بان اُسکو گلزار ارم تھا نظر میں اُسکے آواہشت جاگاہ زبان پر کس طرح ڈالوں نعت کو اجل کا کہیت تھا وہ شبت خجوت وہان تھا جہان عذرا سئل کو ڈر وہان کے کانٹے بہاؤ کی افی تھی وہان کی خاک تھی و زخ کی بالو وہان کی کنکری تھی مثلِ خکر وہان مہک رہا آندہ ہی تھی ایم
--	---

عزت - میر عبد المنان

عزت تخلص - میر عبد المنان نام۔ تحفہ الشعراء کے مولف نے لکھا کہ آپ میر
عبدالرحیم خان اندجانی دیوان بیوات عالمگیری کے پوتے ہیں صیغہ نسب و الحسب
شریف و تحجیب ہیں۔ آپ تعصب ہر مین مشہور تھے۔ آپ کے تعصب کی
ایک نقل مشہور ہے کہ جانور پرندہ مینا جو زبان فصیح نام مبارک حضرت علی کرم
وجہہ کا بولتی تھی۔ آپ نے پرندے زبان کا زبان کو قطع کر دیا۔ صاحب تحفہ الشعراء نے
میر نعمان خان نیمرو میر سے قطع زبان کی کیفیت دریافت کی۔ جواب اکر جو کچھ
عوام میں مشہور ہے غلط ہے اصل واقعہ یہ ہے کہ مینا یا علی بولتی تھی۔ اس کیفیت
پانورو میہ خرید گئے۔ جب خرید کے گھر میں لائے۔ نام مبارک ان سے نہیں بولی
گنگ ہو گئی۔ مالک کو واپس کر دئے۔ کلمات لطیبات مولفہ عنایت اللہ خان شمیری
میں مفوم ہے کہ عبدالرحیم خان ایک خنجر کمر میں رکھتا تھا۔ بادشاہ نے کیونہ خنجر کو
دیکھ کر فرمایا کہ نہایت خوش وضع ہے عرض کیا خداوند عزت اسکا نام اعلیٰ
وضع سے زیادہ خوش سراغی کش چو کہ بادشاہ ہی مذہب پرست تھا اکثر میر کا نقد زبان پر
لا تا تھا۔ میر عبد المنان عزت صاحب ترجمہ ملی سے آصفیہ بہادر کے عہد
دکن میں آئے۔ جواہر خانہ خلعت خانہ کی داروغگی پر مقرر ہوئے۔ اعلیٰ نسبت
آپ بہت چاہتے تھے۔ اکثر مصاحبت و تقرب میں بسر کرتے تھے۔ ایک روز ایک
معمولی بات پر ناخوش ہو کر نوکری سے دست بردار ہوئے۔ مہاج شاہی درویشی
سپر رکھ کر براہ چلے گئے اور گوشہ نشین ہو گئے۔ عزیز الوجود و شریف السیر تھے
آپ کے متعفی ہونیکے بعد آپ کے فرزند بزرگ ایوب الفخر خان والد ماجد کی محدث پر

سرفراز ہوئے۔ اور آپ کے فرزند ان رشید سے میر ابو الفخر خان و میر نعمان خان
 و میر احسن خان میں ہر ایک خدمت عمدہ پر مامور ہے عزت و آبرو
 سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ عزت صاحب ترجمہ نیک سیرت و روشن طینت تھے
 و بنا و انہما سے الگ تھے تھے۔ موزوں الطبع تھے۔ شعر گوئی سے طبیعت منساب
 تھی کہیں کہیں شاعر و فیاض موزوں فرماتے تھے۔ آخر عمر میں برہان پور میں سکونت
 پذیر تھے تقریباً ۷۵ سال عمری میں فوت ہوئے۔

حسن الشعارۃ الفارسی

بستہ ام چنید کہ سیگوید تو کل واہ واہ
 کفر و ایمان را سر لغت بیک اندازہ بست
 پردہ حسن تو گر دیدہ ست دیدہ ہنگام
 رگ جان را نظر موئے کمر رسہ کی بست
 چون چشم پر خار سفید و سیاہ و سرخ
 دیدم نہار بار سفید و سیاہ و سرخ
 گرد باد خاک ما دار و تحمل درموا
 سایہ ات کرد آفتاب مرا
 ز نقش پا بود بر خط ام آئینہ دیدن ما
 جان مانده ست مراے بنی ازود بیا
 وود لہا سنبستان میکند آئینہ را
 بہر یازام او بے تابئی ہجران خوش است

بروئے احتیاج از خلق متغافل
 صبح و شام از گر چشم تو طرح تازہ بست
 تو چو متن بود از خود ر میدانہ کے ما
 انکجا حریف ز اکت بیان آرد کس
 صبح ست لالہ زار سفید و سیاہ و سرخ
 سیرگ کرد ز آل جہان را ز من پس
 عاشقان از فنا باشند عروجی در نظر
 مو بہو خط شعاعی شد
 نصیب خاکساران ست از خود باخبر بود
 دارم از بہر شتا تو دوم چن بیا
 روے خوبت چہ راغان میکند آئینہ را
 گہراے راحت دل خوب میباشدصال

یا دل بے بہار پنجہ مر جان خوش است
غنچہ می غلط ز خود صہبا بدست عشق گیت
رخندہ گل نیجا از چاک دل صد است

دور افش عاشقان را شک بناید گیت
گل گریبان چاک می بینم مست عشق گیت
ہر ستر این گلستان آزاد بینوایت

عنایت - معنایبندی

عنایت تخلص - معنایبندی لفظ نام - جذبی الانسل ہندی الوطن میں -
آپ صوفی مشرب و پاکیزہ مذہب تھے۔ فہم رسا و ذہن صفات موصوف حسن خلاق
و مروت میں معروف تھے۔ عالیجناب نواب نظام لکناک آصفجاہ بہادر نے بیدار
میں تھے۔ عالیجناب کی ملاقات سے بہت محظوظ ہوئے تھے چند مدت حضور کی
ملازمت میں مگر گرم ہے۔ آصفجاہ بہادر کے بعد نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید
کی صحبت و ملازمت میں بسر کرنے لگے۔ معرکہ ارکاٹ میں شہید کے ہر کام سے
شہید کی شہادت کے بعد اس معرکہ میں جو درمیان بہت خان افغان و بادامیت
محی الدین مظفر خاں واقع ہوا۔ ضرب بندوق سے لاکٹا کی طرف روانہ ہوئے
یہ واقعہ ۱۲۷۱ھ ہجری میں حادث ہوا۔ آپ کی طبیعت شعرو شاعری کے مناسب
تھی۔ طبع رسا سے شعور خوب کہتے تھے۔ ایک قصیدہ آصفجاہ بہادر کی مدح میں
پیش از ملاقات ہیجاتھا۔ گزارش کیا جاتا ہے۔

ہو چلا

دستش موج دریا آستان اوج سما
سینہ خارا شکافد خنجر برگ گیا

اے کردار سایہ شمع صیت ظل ہما
گر برد سراپہ ابراز آب تیغ قدرش

رعیت او لرزہ را اگر عام سازد و رسل
 تیغ او باشد ظفر شاہ آئینہ رو
 گر گزیند فیض و زرافرونی از اقبال و
 شیشہ رخ دیدہ خورشید را عینک و
 غنچہ گوید زیر لب ہر خلقش بہیم
 از سوادش کفر یزدندش سہرہ وار
 یک مہم بحر طرازش همچو عیسیٰ زمان
 از ہر اسل خطاب شرع دایم او
 در زمان اتقایش کز رواج ورع وزید
 بسکہ استعداد جہلمند طبیعت با نماند
 ساہا گرد فقر اشعار نبویسم بنویس
 اسی طواف بارگاہت آرزوئے جان دل
 گر چہ دورم لیکن رمی یک روزی بیش
 با وجود بندہ فیضت نہا شتم نا امید
 بہمت و و بہت لیکن انچہ می باشد بچشم
 تن و رینجا ساکن جان را حریمت مرکزست
 اسے عنایت چند این را نش طول کلام

جو ہر آئینہ از جوش طیش گرد و جدا
 می ستاند نقد جان و شہمنافش و فنا
 چون نہ بود آمد روز و شب ارتقا
 مصحف عدالتش تلاوت گر کند میر سما
 ہم صبا و باغ سازد شرح فیضش بر ملا
 چشم نصرت دیدہ اقبال میگردد جلا
 زندہ در آئینہ سازد قالب تنہا را
 جا بجا اندر گلوئے نگرہ بند و نو
 زہرہ خواہ طیلان شتہ می سازد را
 نشود ہم گوش شنوا صغیر خنک نغمہا
 شتہ از شرح او صافش نیاید دروا
 اسے عبا آستانہ چشم مارا تو تیا
 صبح شبنم بر زمین چاشت با مہر سما
 ذرہ روئے زمین از مہر می باید ضیا
 روز و شب خلوت آئینہ دل کرد جا
 کاہ را باشد رجوع آتہ ہسوی کہر با
 زینت پائے سخن گردان خلخال دعا

تا کہ باشد در چمن باد صبا نگہبت سران
 سبز دار و گلشن اقبال تو فیض خدا

عاقل - محمد عاقل دہلوی

عاقل تخلص - محمد عاقل نام - صاحب تحفہ الشعر نے لکھا کہ دانشمند خان خطاب ہے اور لچھی نرائن شفیق اور نگ آبادی گلرخنا میں لکھتے ہیں کہ ہنر و عاقل خطا ہے آپکا مولد و منشا شہر دی ہے - نشوونما کے بعد آئی کے علما و فضلا سے کتب سے سید عالم حکمیہ ختم کیں - فارغ التحصیل ہو کر بادشاہی منصب سے فرما کر ہوئے عالمگیری نامہ تھا - علما و فضلا کی بڑی ترقی تھی - انہی نامہ میں آپ بندگانہائی نواب صفحہ سے ملے - بندگانہائی جو جوہر شناس قدر دان ہنر تھے - آپکی بڑی تعلیم و توقیر کی - اور حضور میں کہا - عاقل حضور کے ہمرکاب کہتے تھے - بزم وزرم میں محبت - آپکی مداحی میں صرف اوقات فرماتے تھے جب بندگانہائی آخر زمانہ عالمگیری میں بیجا پور کے صوبہ دار ہو کر کن میں آئے تب عاقل بھی ہمرکاب تھے - اکثر خلوت و جلوت میں باریاب ہوتے تھے - پہر بندگانہائی آصفیہ فرخ سیر بادشاہ کی سندہ اول جلوسی مطابق سن ۱۱۰۰ ہجری میں اورنگ آباد کے صوبہ دار ہو کر آئی سے اورنگ آباد آئے عاقل بھی ہمراہ تھے - بندگانہائی کی جاگیرت جو ہندوستان میں تھیں اس کے حاصل کا خزانہ دتی ہی میں کہتے تھے - اور جاگیرت کے مدخل و مخارج کا دفتر بھی میں ہوتا تھا بندگانہائی نے عاقل کو خزانہ کا داروغہ مقرر کر کے اورنگ آباد سے دلی روانہ فرمایا - عاقل نہایت خوشی سے وطن مالوہ روانہ ہوئے مدت تک اسی خدمت پر موز ہے - پہر دلی سے رکن میں آئے فراشخانہ اور خزانہ کا کام آپکے تفویض ہوا - آخر کمر نظام سے خصت لیکر وطن مالوہ روانہ ہوئے - وہیں بعارضہ طبعی سن ۱۱۰۵ ہجری یا بقول سن ۱۱۰۶ ہجری فوت ہوئے عاقل سخور کامل ہنر و فاضل تھا - مضامین نازہ کا موجد و معانی خوش نازہ کا مجدد تھا

وضع داری کا پابند اور وفاداری کا کاربند تھا۔ آپ کے مزاج میں ظرافت و لطافت پیشا
 تھی۔ آپ جس مجلس میں ہوتے تھے وہ مجلس لطائف و ظرائف سے رونق پاتی تھی۔ اہل
 مجلس کے دلوں میں سرور کی کیفیت پیدا تھی۔ آپ رونق محافل و زینت منازل تھے
 اب ہم آپ کے اشعار مندرجہ ذیل سے کتاب کو رونق دیتے ہیں تاکہ ناظرین کے دل کو
 سرور و آسائشوں کو نور حاصل ہو

نواب نظام الملک صفحہ بہادر کی طرح میں کہتا ہے

<p>میں غلامت دیدہ ام قبال عالمگیر را میں دم در قبال عدل و شمشیر را کیفیت از شمع می خواہد لب تقدیر را میں توانی شاد کردن عاقل و لکیر را زبان شمع آخر خاک بسید از دراز میا تو ہم سے بیخبر کیا آتش من بسا منہا کہ از سبب کشائش در گرد وازند شکلیا کہ گندم اسفید از انتظار گشت شرکھا در خوشہ آسپا ندہ در پنج دانہ را تکلف بر طرف ملی چہ سامان کسی دارد چو گل تاراج چیدن رفتہ ام تو جو نیہا سایہ انگور باید آفتاب جام را نیت جز دیوار عاقل تنگی گاہے بام را</p>	<p>میں توان اسے نظام الملک سنجہاں قدرت قبال عیسیٰ معجزت نامزم کہ او دشمن آتش بجان قتادہ ات در عرض حال اسے جو اہرامی عجوبہ نشا طر روزگار نذر دوا صلیغیر از دامت حرف ساز یہا چراغ خانہ آئینہ روشن رخاکستر کلید و قفل چون دیدم ز یک آہن یغیم شد پئے تحصیل زوری ہرہ می مازی نمیدانی با من چو اتفاق نباشد زمانہ را تا وہ از ساز عیش رفتہ را آواز ما نذر در چہرہ ام گئے ز جوش نا توانیہا بر کش ساقیا کیسوئے غنبر فام را سفر از ان یکتلم از زیر و شان قلم را</p>
--	---

نباشی بجز از فرصت ساغز و دن اینجا
 شهید بعل شیرینی کسے گردیده ام عاقل
 بکتوبے که شرح دیده خوبار بنویسم
 ناتوانی بسکه وارو طائر آزاد
 آت رنگ انتخاب اما شاگرد نیست
 جهان بشمر که در دست سانش گردید اینجا
 را ضمیم بر سر کشتن اسے خاک گرساعتی
 از تنها جان لب نزدیک شد
 هیچ کس را رب اسیر جذبه الفت باد
 بے رنج محال است بفردوس رسیدن
 بروز اهدا که تحصیل دم ضاعت نمی خواهد
 نو بهار حسیفان ساغر صبا زیند
 وجد می کرد و لفظ بر سر کاغذ چسبند
 آئینه دو چار خویش کرد می
 عشق ورزیدم دول وقف مذمت کردم
 عالمی را بهار خم ابرو خواندم
 سزیدم نام که شتم گشت گلهام شدم
 چیت مطلب از که از کم کوزه ساز عشق
 سالها از بهر دنیا حلقه هر در زدم
 که ز گس میکشد پمانه در جیب کفن اینجا
 بهما چون نیشک خواهد مکیدن استخوانم را
 سر شک خط لم گلگون کند رنگ سیاهی
 دام خالی می برد از صید ماصیاد ما
 ز گسستان است گلزار سخن از صا و ما
 بقدر سخت جانی هر کسے در خون طبعید اینجا
 همچو مژگان گر چشم ایر گردانی مرا
 گر رسد قاصد ز کوشش در نیست
 مرغ دست آموز و پرواز هم از او نیست
 همواری ره گلشن کشمیر ندارد
 خدا در کار ساز می از کت شوت نمی آید
 خنده بروضع جهان از گریه دنیا زیند
 یاد چون گرمی یاران چه قدر با می کرد
 از حیرت ما کن فراموش
 شیشه میکش سنگ ملامت کردم
 من باین قبله کج طرزه امت کردم
 عشق میداند به میرنگی که من سوا شدم
 سنگ دم آب گشتم سوختم دنیا شدم
 پشت پا جائے که باید ز غفلت بردم

راہ کلام فطرت رسم کلام ہوش بہت	دلہ	صدر دروہ خریدن از منصب باری
چو راہب بہ تجانہ بیدار بودن	دلہ	ازان بہ کہ در کعبہ خوابیدہ باشی
جہان لبریز حسن اوست دیدنی ید	دلہ	بہر سو ماہ کنگان بہ چشم تاشائی

عرشی۔ مولوی محمد فضل تاجپوری

عرشی تخلص۔ ابو القاسم کنیت۔ محمد فضل رب نام۔ آپ حکیم مولوی امام علی صاحب کے خلف الصدق ہیں۔ آپ کا مولد و نشا تا چورضلع اعظم گڑھ ہے۔ آپ نے وطن بونہ میں تربیت پرورش پائی۔ سن شعور کے بعد علما و فضلاء کی خدمت میں کتب فارسیہ و عربیہ کی تحصیل کیں۔ معصرون میں لائق و فائق ہوئے۔ طبیعت میں موزونیت و جلالانی خدا داد تھی۔ چستی و چالاکی از حد زیاد تھی۔ شعر گوئی کا شوق دلبین موجب سرن اور سخن سنجی کا ذوق شعاع زں ہوا۔ طبیعت والا و فکر سا کے روز سے کلام موزون کرنے لگے۔ کلام سنجیدہ و پسندیدہ ہونے لگا۔ ہلکوا آپ کے تلمذ کا حال معلوم نہیں ہوا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ آپ کو بمصدق الشعراء ملائذہ الرحمن واجب تعالیٰ کے فیضان غیبی سے تلمذ حاصل ہے۔ آپ کا کلام صنایع و بدایع کے ترصیع سے مرصع اور اقسام اقسام کے قوافی و تلامز شعر پر سے مسجع ہوتا ہے۔ نازکیالی و شیرین بیانی سے آراستہ۔ ادائے رنگین و نگفتہ معانی سے پیرستہ ہوتا ہے۔ ہر ایک شعر نیراکت و لطافت میں ڈوبا ہوا اور ہر ایک مصرع فصاحت و بلاغت میں تولد ہوا نظر آتا ہے۔ کثرت خوبی سے ہر ایک فقرہ زبان حال انا الشروق۔ اور ہر ایک کلمہ انا البرق کہہ رہے۔ آپ کا کلام سبابت کی تصدیق کرتا ہے کہ بمقابلہ متاخرین ہند کے قافانی اور بوازنہ متقدمین ہند کے خاقانی

اپنے الفاظ و معانی میں باہم ایسا جڑ ملا یا کہ ناظرین اسکو مزاج مرصع تصور کرتے ہیں
 فقرات کی نشست معانی کی بندش ایسے ڈھنگ سے ہٹھائی کہ شائقین اسکو مزاج مرصع کا
 طرہ خیال کرتے ہیں۔ آپکو اگر فخر شعرائے ہند طوطی کن کہیں تو روا ہے۔ آج ش خلق
 و نیک طینت ہیں صاحب تہ پسندیدہ سیرت ہیں۔ یاران ہم شرب ہم مذاق سے
 نہایت محبت و اشفاق سے ملتے ہیں لطیف الطبع و لطیف المزاج ہیں۔ خوش تحریر
 و خوش تقریر ہیں جس مجلس میں آتے ہیں سب اہل مجلس آپکو رولق مجلس سمجھتے ہیں۔
 حاضرین مجلس آپکی تقریر و لہجہ سے فرہ و لطف اٹھاتے ہیں۔ مولف فقیر کو یہی ہے
 نیاز ہے کہیں کہیں مولوی ہمد علی خان النخا طبو اب حسن الملک بیک کے دو تھانہ ملاقات
 ہوئی ہے مگر آپسے سرسری ملاقات میں ایسا ثابت کر دیا کہ آپکا ہمارے مدون کے رفیق
 ہیں۔ چند مدت تک لاہور میں گویا رہے۔ ہمارا جہ کے صاحبزادے کے
 ادب آموز تھے۔ بڑی عزت و آبرو تھی مگر آپکو ایک روز مولوی سے نہایت نفرت تھی
 کیونکہ آپکا مزاج آزادگی پسند قید و تعلق سے دور چاہتا تھا۔ خود ہی دہانکا تعلق چھوڑ
 نواب لائق علی خان مختار الملک لٹنی کے زمانہ میں حیدر آباد دکن میں وارد ہوئے۔ اکثر
 قصائد حضور و مدار المہام کی نشان دہی کیے۔ فائز المرام نہیں ہوئے۔ اس طرح ہمد
 و انتظار میں بسر کرتے رہے۔ طرہ یہ ہو کہ یہاں بعض غلطی یا شاعرانہ تعادل
 کی وجہ سے آپکو مطعون کیا کہ آپ جو کچھ کہتے ہیں یہ آپکا طبعزاد نہیں ہے شاید عقلمین
 میں جو اس تخلص کا شاعر نامی عرشی گذرا ہے اسکا دیوان آپکے ہاتھ آ گیا ہے۔ آپ
 یہ جو ہر فتائی اسی گنجینہ کی بدولت کرتے ہیں۔ آپ بھی عرض کے اعتراض طعن سے
 واقف ہوئے۔ ایک روز حسن اتفاق سے آپ مدار المہام کے سلام کیلئے گئے۔ متوجہ نہیں رہے۔

و ثابت قدم تھے۔ اپنے استقلال ثبات میں ذرا بھی جنبش نہیں کی۔ نہایت ہنساتن و شاش رہے۔ یاران ہم مشرک جلسوں میں شریک ملتے تھے۔ کبھی کبھی دست و رفیق سے شکایت نہیں کی اور نہ اپنی حالت بیان کی۔ جبل المتین صبر کو ہاتھ میں تھامے ہوئے خدا پر توکل کئے ہوئے تھے۔ کہ اسی صبر توکل کی برکت سے بندگانی حضور پر نور نے نہایت قدردانی سے آپ کے لئے بقدر ما یحتاج ویر سور و پیہوار کا منصف سرگرداں رہا۔ بہر حال عدم مطلق سے بہتر تھا۔ مگر آپ کی فیاضی سیہ چشمی کے لحاظ سے خاص اس شہر میں یہ مقدار آپ کے لئے کافی نہیں تھی۔ آپ سنی ظیفہ پر شاگرد واقع ہے۔ آپ کی عمر تخمیناً پچاس برس کی تھی۔ آخر آپ نے تقریباً ۳۹ ہجری میں اس راہ پائیدار سے بے مقام بقا رحلت کی۔ قالوا انا لنردوا لایہ اجعون۔ فقیر مولف کو سنہ وفات میں شک سے معلوم ہوتا ہے تخمین و قیاس لکھا گیا

من اشعار الفارسی

مدح میں نواب سعاد تعلیمی ان منیر الملک حوم کے

بدح سروری سازم بان برج نورانی
بلبہا عیسیٰ ثانی بعارض ماہ کنعانی
جہان بخش جہاندار و جہانگیر جہان بانی
بقدر سلجوقی بہتوق و توق سامانی
بمیدان رستم دستان بحکمت رشک تقانی
کہ برخواست کشد خورشید گردون کا سہ گردانی
خیمہ با چرخش شوکت نشاندار جہان بانی

بدشت دیگرتے از مہ کوئے دیگرے نام
ملک چہرہ فلک و قدر قدرت قضا
ملک سخت و فلک سخت و کرم باطن صاحب
تہمتن من سکندر و رموز مدید غصہ نافر
تقانون خود فاعل ان محارب سلطان
ملک ہر فلک منظر قباد افسر منیر الملک
زہے با موبش نصرت غلدار جہانگیری

باجا شانش ملک تابان گرفتار خیر شدی بدرگامش قضا بفرست حشمت بجاری کیاست بقدرت دوقبایدن لغوا صی	با دامنش قمر و شکر مصلح عرفانی بقدر گامش قدر بنشاند دولت را بدرمانی فطانت را بذات شوق را دیدن نبیانی
--	--

من اشعار الہندی

خون بار ہو گی حقیق کفن ہو گا خون میں تر میں اور نوید وصل فلک اور امید مہر	پہچاننا عدم میں مجھے اس نشان سے قاصد تری تو با تین میں وہم گمان سے
--	---

عاقل - سید محمد سلطان دہلوی

عاقل تخلص - سید محمد سلطان نام - آپ کے بزرگوں کا اصل وطن برٹ ضلع بارہ تھا۔ لیکن آپ کے جد اعلیٰ وطن سے دہلی میں چلے آئے اور اسی شہر میں سکونت اختیار کر لی۔ آپ کی ولادت دہلی میں واقع ہوئی۔ نشو و نما بھی اسی شہر فیض بہر کی آب ہوا میں ہوا۔ سن شعور کے بعد فضلاء و وقت کی خدمت میں کتب درسیہ فارسی سے فراغت حاصل کی اور عربی میں نحو و صرفہ کے چند رسالے پڑھ لئے۔ پھر آپ کے دل میں شعری کا ولولہ پیدا ہوا۔ مرزا اسد اللہ خان غالب کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور اپنے کلام طبعیہ کو استاد کی خدمت میں پیش کرنے لگے۔ استاد آپ کی طبیعت کی جوانی اور کلام کی بندش دیکھ کر خوش ہوئے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ یہ ہونا ہی ہے۔ استاد کی اصلاح سے خوب کہنے لگے۔ اور کلام میں بھی پختگی نظر آنے لگی۔ آپ جو کچھ کہتے تھے نہایت درست و سنجیدہ ہوتا تھا۔ اور ہر ایک فقرہ ملاحظہ و نزاکت میں ڈوبا ہوا ہوتا تھا۔ آپ چند روز کے بعد دہلی سے بنارس آئے۔ اور شہر میں فروکش ہوئے

بنارس میں آپکے اکثر عزیز واقارب سکونت پذیر تھے اور آپکے حسب نسب سے واقف تھے۔ سنجیب الطرقین تھے۔ نواب علیخان بہادر نواب نجف علیخان بہادر سے قرابت تھی۔ بنارس میں میئر میر حسین مرحوم بہنیکیت سفید پوش کی دختر نیک اختر سے شادی کر لی۔ مدت تک بنارس میں ہر طبیعت میں شعر گوئی کا مذاق تھا یہاں اُس فن کی طرف خوب ہی توجہ کی اور صاحب عالم مرزا قاری بخش صابر کے شاگرد ہوئے۔ چند مدت میں رفتہ رفتہ درجہ استاد می کو پہنچے۔ سلسلہ جہری حین آباؤ و کن میں آئے اور یہاں ایک اخبار اصغی شایع کیا۔ آپکی طبیعت میں شیخی جستی موجزن تھی چالاکی و میبا کی لغو ذراں تھی۔ ہمدردی قوم و خلاق کی خواہی میں ہمہ تن مصروف تھے۔ خوش خلقی و انسانیت میں معروف تھے۔ آپکی ہمدردی خیر خواہی کی تصدیق اخبار اصغی کے اڑیکلوں سے ہوتی ہے ملاحظہ کیجئے۔ پہرے سلسلہ نظام میں کجگاہ بہادر خان خاٹان کے فرمانے سے مطبع اصغی کو ترک کیا۔ اور آپکی سرکار میں اعتماد کے عہدے پر ممتاز ہوئے۔ چند روز تک خوب کام کرتے رہے۔ تب وزارت بنیاد نہیں گئے کہ نواب صاحب نے پہلے زمرہ نو تعمیر و تبدیل فرمایا۔ محمد سلطان عاقل سے معاہدہ کیا گیا معتمد سابق جناب مولوی علی حسن صاحب بلگرامی کو بدستور جلال برقرار فرمایا۔ اور عاقل کے لئے بھی منصب معقول مقرر کر دیا۔ عاقل متروک ہونے لگے۔ کیونکہ کام کے آدمی تھے ان کے لئے بیکار می عذاب جان تھی۔ پہرے اخبار کے چلانکی فکر میں ہوئے۔ اسے اُنٹا میں عارضہ و باہین مبتلا ہوئے۔ سلسلہ یا سلسلہ جہری میں بہشت برین روانہ ہوئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ وفات کی وقت آپکی عمر قریب پالیس برس کی رہی۔ مولف فقیر کو بھی آپ سے نیاز تھا۔ جب ملتے تھے نہایت حسنِ خلق سے

ملنے تھے۔ خدا ان کو غریق رحمت کرے۔ آپ کا ایک خلیفہ صدق فرخ سلطان
متخلص کا مل بادگار موجود ہے۔ چند مدت مدرسہ اعزہ میں تعلیم پایا۔ بمصداق
الولد سر لایہ ہونہار نظر آتا تھا۔ خدا اس کی عمر دراز کرے۔ چند مدت نواب خانان
بہادر نظام یار جنگ بہادر فرخ کی سرپرستی فرماتے رہے۔ اپنی سرکار خاص کے سپرد
ماہوار عنایت کرتے رہے۔ امید ہوئی تھی کہ یہ لڑکا نواب صاحب کی عنایت سے لائق
وفاق ہو جائیگا۔ فی الحال محبہ معلوم نہیں کہ فرخ سلطان کہاں ہے۔ جہاں ہو خدا
اسکو خوش و خرم رکھے۔

من اشعار المبدی

اک لہ تمہیں تیغ ایک میں اس میں قبا کا اسے شمع جہاں مشق گذارش کی ہو گرمی کر کر گم مہر کہ سب عیب کھین گے آندہ ہی میں کہا کا غد تصور جلا کر موت آئی عجب حال میں ہمار کو تیرے وقفہ ملا نہ بھگو گنہ کے حساب کا ٹپکے پسینہ بن گئے گنہ بال بال سے منظور ہے فنا کو جو مشق مصوری کچھ حیرتیں بھی گریہ کنان تہہ سائتہیں	آنا کوئی کچھ عنعم موشربا کا شعلہ تیرے سر کا ہوا کا ٹٹا کف پا کا دا ان نظر تیرا کفن ہے شہدا کا اس شکل سے ظالم نے اڑایا مرا خا کا شکوہ نہ کیا ریت کا نے شکر قضا کا گزارا ہے تھے جلد زانہ شباب کا جان ہے فشار زمین کے عذاب کا بتا بگڑ بگڑ کے ہے نقشہ حساب کا دیکھا جنازہ عاقل خانہ خراب کا
--	---

عزالت - میر عبد الولی

عزالت متخلص - عبد الولی نام - آپ مولوی سعد اللہ سورتی کے فرزند ہیں

آپکی ولادت سنہ ۱۱۰۰ ہجری میں مقام سلون ضلع سورت میں واقع موئی نشو نامی وطن میں
 ہوا۔ آپنے علوم معقول و منقول کے کتب درسیہ والد ماجد کی خدمت میں ختم کیں۔ اُس وقت
 آپکی عمر انیس برس کی تھی شاہک عالم تھا سیاحت سیر کا شوق زمین موجزن ہوا۔ تحصیل کے
 بعد ہند میں سفر کیا۔ دلی و عظیم آباد و اکبر آباد وغیرہ شہروں میں مدت تک سیر کرتے رہے
 ہر ایک شہر کے علما کے جلسوں میں شرکت کرتے رہے۔ آپکو تدوین کا زیادہ شوق تھا۔ طلبہ کو
 پڑھاتے تھے۔ آپکو کتب و ریاضات میں کامل مہارت تھی۔ پڑھاتے پڑھاتے خوب منجھ گئے تھے
 خاص کر کے فن معقول میں آپکی ہمتا دل لیا نسبت اس قدر تھی کہ علما آپکو اسطرح کہتے تھے۔ او
 آپ بھی ارغاء فرماتے تھے۔ کہ اگر خیال سے موجودہ کتب معقول مفقود ہو جائیں تو میں
 از سر نو موجود کر سکتا ہوں۔ شاعری میں ہی آپکو ایسا ہی عوی تھا۔ طبیعت میں تہزیبی
 و چالاک خدا داؤد تھی۔ موزوں الطبع تھے اولاً آپنے فارسی میں طبع آزمائی شروع کی
 چند روز میں خوب کہنے لگے۔ رفتہ رفتہ درجہ استاد بھی پہنچے۔ ہر خوش فطرت و رزقوت
 سے ریختہ کی طرف توجہ کی آہستہ آہستہ اُس میں بھی ایسی ترقی کی کہ استاد کے لقب سے لقب
 ہوئے۔ ریختہ میں مطالعہ سند و مضامین جربستہ تھے۔ الفاظ پاکیزہ و معانی نازہ میں
 ایسا جوڑ ملا یا۔ گویا طحانی زیور پر چڑا دیا۔ رنگینی بیان کا ایسا رنگ کہلایا کہ سامعین
 و ناظرین کو نگین بنا دیا۔ ریختہ ہی پر نہیں ٹھہرا بلکہ اور آگے قدم بڑھایا۔ یعنی دو ہی کتب
 جو لکھے و سوال و جواب و بار و داسی و زبان و بیبیاں وغیرہ بھی تالیف کئے ہیں۔
 امیر خسرو کی طرح یہ تمام چیزیں عمدہ طرح سے لکھی ہیں۔ امیر خسرو طوطی ہند تھے۔ آپ کو
 طوطی دکن کہنا چاہئے۔ علم موسیقی میں بھی بڑی دستگاہ رکھتے تھے۔ ساز و قانون
 و سرود و ارغنون کے دقائق و رموز کے ماہر تھے۔ زیر و بم و مال و سر عمدہ طرح ملاتے تھے

اس فن کے استادوں نے آپ کی استاد سی تسلیم کی۔ اور آپ کا نام ادب کے ساتھ زبان سے
 لینے لگے۔ آپ نہایت ہی خوش الحان تھے۔ جسوقت مجلس عالی شورہ میں روضہ خوانی کھن
 والو دی سے فرماتے تب کثر مجلس کو رلاتے تھے۔ اور ہوش و حواس سے جین حرکت کرتے تھے
 فن قرأت کے بھی عالم قاری تھے۔ قرآن شریف خوش الحانی کے ساتھ پڑھتے تھے
 سامعین کو خط و لطف حاصل ہوا تھا۔ نہایت سرور سے وجد و حال کی کیفیت نمایاں
 ہوتی تھی۔ ملاحظہ کیا تھا غضبنا۔ جو کچھ پاؤ تھا سینہ میں محفوظ تھا۔ سینہ کیا تھا لوج
 محفوظ کا نمونہ تھا۔ جو ہر سہ پہا کا گنجینہ۔ ہزار ہا اشعار و شواہد و نظائر و امثال نو زبان
 اور آپ اربع میں سرخ کامل تھے۔ واقعات صاف صاف پورے واقعات خوش
 تقریر و خوش تقریر لہجہ و کلام و رحیم و رحیم۔ پابند رضا و تسلیم تھے۔ راہ ستقیم کے
 ہر بندہ نواز و غریب پرور تھے۔ زندہ دل روشن ضمیر فقیر پر نظیر تھے۔ درویش و
 درویش شرب۔ و پاکیزہ ہر پاکیزہ مرستی۔ صلح کل کے جویا۔ امحق کے گویا تھے
 محبت و ہمدلی کے نور چشم۔ دلمہئی و لحوئی کے تحت عکس۔ صراہا اخلاق و اشفاق
 تھے۔ بائی اتحاد و اتفاق تھے۔ دلی سے دور۔ خودی سے لغو تھے۔ ذمی عزت
 و ذمی شعور صاحب مروت و غیر تھے۔ اور آپ فن مقدوری میں ہی کامل تھے
 بہادر و مالی سے فاضل۔ خلائق نے آپ کو دیکھا اور بہزادانی کو سنا۔ شہید کی
 بودا نہ دیدہ۔ تصویر کشی میں وہ وہ خوبان ایجا و کہیں کہ موجد کہلائے۔ اور رنگ
 و روغن میں ایسی ایسی صفائیاں دکھلائے کہ مجدد ہوئے۔ آپ کی فلمی تصویر کے
 مقابلہ میں عکسی تصویر کی کچھ وقعت نہیں تھی۔ عوام الناس کی فلمی تصویر کو عکسی
 کہتے تھے اور عکسی کو فلمی خیال کرتے تھے۔ اس فن میں آپ متقدمین سے بڑے گئے

سلف سے خلف تک سب پکا لو مان گئے۔ اور آپ فن مناظرہ میں مجھے ہوتے
 تھے۔ اکثر ہم شعر کے کلام پر حرف گیری و مکتہ چینی کرتے تھے۔ چنانچہ ایک وقت
 آزاد بلگرامی و ناصر علی سرہندی و عارف وغیرہ پر اعتراض کیا تھا۔ ہر ایک نے جواب
 و دندان شکن دیا تھا۔ تب عزلت گوشہ سکوت میں عزلت نشین ہوا۔ بعض نے لکھا کہ
 آپ مناظرہ میں جعفر تھے اُس سے زیادہ کے مدعی تھے۔ اکثر ہمعصر شعرا کے
 کلام پر حرف گیری و مکتہ چینی کرتے تھے۔ معاصرین بھی آپ کے کم نہ تھے۔ جواب ترکی
 بہ ترکی دیتے تھے۔ آخر عزلت گوشہ سکوت میں ساکت رہتے تھے۔ چنانچہ کچھ نئی ان
 شغفین و رنگ باغی ایک شعر سہر گل کے بیان میں لکھا ہے

ہلال عید خم خم بر سر کوئے تو صی آید کتبان پر چہ لازم کہ بروئے تو صی آید
 مولوی عبدالولی عزلت نے اعتراض کیا کہ کتبان کو ہلال سے کچھ نسبت نہیں ہے
 بلکہ ماہ سے ہے پرچہ کتبان سے نہیں ہوتا۔ شغفین نے جناب سادہ و یازار کی خدمت
 میں عرضی بھیجی اور عزلت کا اعتراض کیا میرزا صاحب نے میرزا محمد علی و انان صاحب معید
 اشرف ماہند رانی کا شعر لکھا ہے

صفت چو بدر شود با دلم چہ خواہد کرد ہلال یا شبہا بروست کتا خم سوخت
 اور مرزا مبارک اللہ واضح کا بھی شعر نظم فرمایا ہے
 نہ تو قبلہ چاک کتبان چون شد عجیب و دلم خم و لہم از دور بوسد رکابش را
 ان اہل زمان کے کلام سے ثابت ہوا کہ کتبان کو ہلال سے نسبت ہے۔ روم عرب
 میں کتبان کے برقعہ کا عام استعمال ہے اور کتبان روم میں بتا ہے اور وہاں سے
 دوسرے ملکوں میں جاتا ہے۔ اور دوسرے ملک کے لئے اسکی حقیقت سے وقف نہیں ہیں

غلامین با یکدیگر معا صرین چوین کرتے تھے مگر باطن میں پاک و صاف ہوتے تھے
 جلسوں میں فرے فرے کی باتیں ہوتی تھیں۔ ہم شربون میں مذاق و لطف کے
 چرچے ہوتے تھے۔ افسوس وہ کیا زمانہ تھا اور وہ کیا بزرگ تھے۔ اب وہ بزرگ ہیں
 نہ بزرگی۔ نہ وہ زندہ دل ہیں نہ وہ زندگی۔ نہ وہ لطف جام میں ہے نہ شراب میں
 نہ وہ فرہ گزرک میں ہے نہ کتاب میں۔ نہ وہ ہستی راگ میں ہے نہ رباب میں نہ وہ جوی
 سوال میں ہے نہ جواب میں۔ فی زمانہ شعرا و علما میں مناظرہ کیا ہے۔ مکابرہ ہے
 ایک سے دوسرے کی ذلت و خواری میں کوشش کرتا ہے۔ دوسرے مرد مقابل نیکے اسکی
 عزت ریزی و امانت میں پیروی کرتا ہے۔ مناظرہ سے جو غرض ہوتی ہے اُس سے
 کوسوں دور رہتے ہیں۔ خدا تم و لا اسلم میں با ہم جھگڑا و فساد کرتے۔ کوئی حق بات کا
 اقرار نہیں کرتا۔ اور انصافانہ دلائل نہیں دیتا ہے۔ اس ظالمانہ خیالات فساد سے
 خرابے تباہ ہوتے ہیں۔ جہل مرکب کے دلدل میں پھنسے رہتے ہیں۔ اسوقت ایسا
 زمانہ ہے کہ سیکڑوں میں ایک بزرگ قدما کی شان میں نظر آتا ہے۔

آپ کے معا صرین شعرا کے ذیل تھے

سراج الدین علیخان آرزو۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی۔ وناصر علی مہر ہندی۔ چچہ میاں
 شفیق اورنگ آبادی۔ میر نقد علیخان ایچا و جیر آبادی۔ وعبدا نقارہ صاحب
 سامی اورنگ آبادی۔ عبدالحکیم حاکم۔ و نور العین اقف غیہم۔
 میر غلام علی آزاد نے سروآرا دین لکھا کہ میں غزلت سے بندر سورت میں ملا۔ لائق شخص
 خوش صحبت ہے موافق خوب جانتا ہے۔ مشارالیکہ کو شاہجہان آباد کی سپر کا شوق پیدا
 ہوا۔ بندر سورت سے روانہ ہوا مسافت بعبہ طے کر نیلے بعد بیسویں تاریخ ماہ دہلی لایا

۶۴۳ ہجری میں شہر دہلی میں پہنچا۔ وہاں مدت تک ماہر سپہ سالار الدین علی خان آرزو کی خدمت میں مدت تک ماہر فارسی وارو میں ان سے صلاح لیتا رہا۔ شاعر شیرین مقال سخنور نازک خیال تھا۔ صاحب یوان فارسی وارو ہے۔ فارسی دیوان میں اشعار کئی ہزار ہیں اور دیوان اردو میں بھی بیشمار۔ پہر آپ ہندوستان سے ملک کن میں آئے۔ شہر اورنگ آباد میں سکونت اختیار کی۔ اس وقت اورنگ آباد علما و فضلا کا مجمع تھا۔ امصار و اقطار کے شعرا کا مورد تھا۔ چونکہ آپ بھی عالم فاضل و شاعر کامل تھے۔ اس مقام کو سکونت کے لئے پسند کیا۔ شہر میں سکونت پذیر ہوئے۔ علما و شعرا سے ملے۔ سب آپ کی تعظیم و تکریم کی۔ اور آپ کے ساتھ ہمدردی فرمائی۔ نواب ناصر جنگ شہید کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ نواب صاحب نے آپ کی بڑی قدر کی سرکار سے بقدر ضرورت ماہر محتاج ماہر مقرر کر دی۔ آپ نہایت اطمینان سے بسر کرتے رہے۔ پہر نواب ناصر جنگ شہید کے بعد حیدر آباد دکن میں آئے۔ یہاں کے مشائخ و علما نے جتنی بڑی عزت کی۔ مدت تک حیدر آباد میں رہے۔ خوشحال فارغ البال ہے۔ نواب نظام الدولہ صلابت جنگیہ دکن آکر دوکانوں جاگیر مرحمت کئے تھے۔ تانہ بندگی جاگیر کے محاصل سے نفع اٹھاتے رہے۔ چغتایان شعرا میں انھیں ہر اس شفیق اور گاہی لکھتے ہیں کہ میں آپ کے حیدر آباد میں ملا اور میں نے آپ کی درخواست بابت جاگیر و صلابت جنگ کی خدمت میں پیش کی۔ درخواست آپ کی خواہش کے موافق منظور ہوئی نہایت شکر گزار ہونے جب تک زندہ رہے ریاست نظام کے حق میں دعا کرتے رہے۔ ہم ہی اس ریاست کے دعا گو ہیں خدا اس ریاست کو تاقیامت قائم رکھے۔ اکثر خلایق کو اس ریاست سے نفع پہنچتا ہے۔ مشکوۃ النبوة میں حضرت علامہ علی ہوسنی درج فرماتے ہیں

لکھا ہے کہ آپ امامیہ مذہب تھے۔ نہیں معلوم آپ کو کس وجہ سے امامیہ لکھا کیونکہ آپ کے والد ماجد مولوی محمد اللہ سورتی سنی تھے۔ عالمگیر بادشاہ آپ کی بڑی قدر کرتا تھا عالمگیر کے اکثر خطوط مولوی صاحب کے نام سے ہیں۔ اور آپ بہی بابی طریقہ پر سنی لکھتے تھے۔ اور آخر عمر میں شاہ عبداللہ گجراتی کے فائدان میں طریقہ قادریہ میں مری ہوئے تھے۔ مریہ جو سنی سے یقیناً عقائد کے آپ سنی لکھتے تھے۔ آپ کی نسبت امامیہ تصور کرنا خطا ہے کیونکہ امامیہ قادریہ باہم مخالف ہیں دو متضادین کا ایک مقام میں جمع ہونا ممکن نہیں۔ دونوں فریق کا باہم مخالفت کرنا عقائد مذہب یا انسانی کے خلاف ہے ہم سب اہل قبلین ہیں۔ جو واجب رسالت کے مصداق ہیں اور سب قرآن مجید کو کلام الہی مانتے ہیں پس سب کو چاہئے کہ باہم بغیر مثل شیر و شکر میں کوئی کیونکر لڑے جہاں تک ممکن ہو سکے بھائی کیسے۔ آپ اہل بیت کے مدافع تھے اور ان کے فضائل میں اس قدر مبالغہ کرتے تھے کہ بعض کے نزدیک امامیہ شیعہ ہو گئے۔ آپ نے بھینٹ دیو بشی جو کچھ لکھا یا کہا شیعہ درست ہے مگر بھینٹ مذہب یا کسی کو دوسرے پر ترجیح دینا مناسب نہیں ہر گزے درگت ہو سکے دیگر درست ہے۔

صاحب کوۃ الغبۃ نے لکھا ہے کہ آپ کی نعش مبارک میر و من کے دائرے میں دفن ہوئی۔ اس رائے میں فاضل امامیہ فرقہ کے ہی لوگ مدعون ہوتے ہیں انتہی کلام۔ میرے نزدیک یہ ہذا ازہم بھی باطل ہے۔ کیونکہ بعض سنت جماعت بہی سنی دائرہ میں دفن ہوتے ہیں۔ دائرہ میں دفن ہونے سے امامیہ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ مان اگر کوئی دلیل خارج میں اس بات کے سوا ہو تو ممکن ہے۔ یہ غلام علی صاحب زاد بلکہ اسی نے اپنی کسی کتاب میں لکھا کہ امامیہ نہیں لکھا کہ کشتی کروائیں صاحب کوۃ الغبۃ

کے ساتھ اتفاق کیا۔ آپ دوسرے اور کثرت وغیرہ میں اپنا تخلص ترک نہیں کرتے
 ہیں۔ شاید یہ لفظ ترکمان کا مخفف ہے۔ یا ہندوؤں سے لیا ہے۔ کیونکہ کہیں کہیں
 ہندو تلنگی زبان میں سلمان کو ترکلو کہتے ہیں۔ آپ کا یہ تخلص دوسرے کے مناسب
 آپ خوش مزاج و خوش طبع تھے۔ محبت پرست و وضعدار تھے۔ میرا احسان و خلاق
 تھے۔ انبی اجتماع و اتفاق تھے۔ شہزین کیا امیر کیا فقیر سب آپ کے ناموس تھے
 آپ سب کے نزدیک باعث عزت ناموس تھے۔ مسافر نواز و نہان پرور تھے۔ جس لوگ
 میں ناموس تھے۔ ربیع الاول میں بارہ روز تک میلاد شریف کی مجلسیں بڑی عظمت
 و شان سے فرماتے تھے۔ عمدہ عمدہ کھانے پکواتے تھے۔ انواع انواع کی شیرینی
 تیار کراتے تھے۔ عکاد شہزاد مشائخ حضرت کو دعوت دیتے تھے۔ اہل دعوت کی بڑی خاطر
 و مدارات کرتے تھے۔ تہہ کا آپ آفتاب و سیلابھی ہاتھ میں لیکر سب بزرگوں کے
 ہاتھ دلاتے تھے۔ اسے طبع محترم شریف میں ہی دس روز تک شہزاد کو بلا کا بیان
 فرماتے تھے۔ اقسام اقسام کے حلویے اور لائڈ میوس حاضرین مجلس تقسیم فرماتے تھے
 آپ خوش الحان و خوش آواز تھے خود ہی مجلس میں مرثیہ و نوحہ اس طرز سے
 بیان کرتے تھے کہ مجلس سوقت کا سارا کھلاتے تھے۔ کہیں شجاعت کے بیان میں
 کہیں ہمت کے بیان میں سبکدوش ہوتے تھے۔ کہیں جرات و شہادت کے عرصہ میں
 تیز قدم۔ کہیں صلوات و بیاد کے اظہار میں چست دم ہوتے تھے۔ کہیں
 شہادت کے موقع میں سبقت۔ کہیں صبر و قناعت کے گوشہ میں مبادرت کرتے تھے
 غرض کہ آپ جو حق بیان ہوتا تھا اسکو عمدہ طرح سے ادا کرتے تھے کوئی دقیقہ باقی
 نہیں چھوڑتے تھے۔ سامعین کے دل و نپہ بڑا اثر ہوتا تھا۔ زار زار روتے تھے۔

بیچ بیچ کر زمین راستے تھے۔ افسوس کہ لو آپ کے مرثی و نوحات میں سے ایک رو بند
 بھی نہیں لے اگر ملتے تو ہم شائقین کے لائحہ عمل کے لئے گزارش کرتے۔ اس شہر میں
 آپ کی ذات بابرکات غنیمت تھی۔ ہر قسم کے لوگ آپ کی خدمت میں فیض پا رہے تھے
 بچے۔ جو طلبہ ہوتے تھے علم و فن حاصل کرتے تھے۔ جو شائق موسیقی ہوتے تھے
 ان کے اصول و فرامین میں لیاقت پیدا کرتے تھے جو شاعری کے طالب تھے
 وہ شعر و شاعری میں فرو پا رہے تھے۔ جو درویشی و تصوف کے جویا تھے وہ بھی آپ کے
 مستفیض ہوتے تھے۔ جو مصوری کے شائق ہوتے تھے وہ بھی آپ کی خدمت میں
 تصویر کشی سیکھتے تھے۔ ایسا ہی فن مناظرہ میں اکثر طلبہ کتب مناظرہ آپ سے تحصیل
 کرتے تھے۔ خلاصہ کلام آپ جامع الکمال تھے۔ اس وقت شہر میں آپ کی جامعیت
 کو کوئی عالم نہیں پہنچا تھا نہ کوئی شاعر۔ اکثر ان کے خوشہ چین تھے۔ اولاد میں
 مرثیہ ایک لڑکی تھی۔ اس کو بزرگوار وہ سید فقیر احمد سے منسوب کر دیا تھا۔ اور بزرگوار
 کو بجائے فرزند سمجھتے تھے۔ اس فرزند کو اپنا قائم مقام بنایا تھا۔ اور اپنی ملک
 و دولت کا مالک کیا تھا جو کچھ اپنا شایعیت تھا وہ سب اس کے تفویض کیا تھا
 داماد لائق و اطاعت گزار تھا۔ عمر بزرگوار کو بجائے والد سمجھتا تھا۔ کبھی طاعت
 کے دائرہ سے قدم باہر نہیں کرتا تھا۔

آپ مشاعرہ میں جب غزل شروع کرتے تب سامعین آپ کی خوش تقریر سے تازہ دل
 ہوتے تھے۔ آپ مجمع شعرا میں گویا تارون میں چاند۔ اور حاضرین مجلس میں مثل
 شمع تھے۔ کیا خور و بزرگ سب کے مرجع تھے۔ اہل جلسہ کو غنیمت جانتے تھے
 مجلس کی رونق و زینت تھے۔ صاحبک شعرا کے حسب حال ہے اور آپ کی ذات

اُسکا مصداق ہے ۵

درین زمان کہ عظیم است جملہ صحبتها کناره گیر و غنیمت شمار عزالت را
آخر آپ ۱۶ رجب ۸۹۰ھ ہجری میں اس عالم فنا سے دارالہقا کو روانہ ہوئے۔ حیدر آباد
دکن میں بیسویں ہجری آبادی کے دائرہ میں مدفون ہوئے۔ اب فقیہ مولف آپ کے
فارسی وار و دیوان سے اشعار ذیل شائقین کے مطالعہ کے لئے پیش کرتا ہوں
تاکہ ملاحظہ سے لطفِ غرہ حاصل کریں اور میان عزالت کی لیاقت و قابلیت کا
اندازہ جو کچھ ہم نے لکھا ہے اشعار سے اُسکی تصدیق ہو جائیگی۔

من اشعار الفارسی

عبادت مکرشان را یایہ جرم و گریاست	در نہ بچیدہ عزالت شود تیرا من مینا
یار صاحبِ ظہار از علقہ آغوش ماست	دلہ بلفظِ سرع و لالائے او صاریم ما
کو دماغت کہ کشی ز درد کشتن ما	دلہ میکند کشفِ ترا دانا گریہ زان ما
محبوبِ نیکبختی ما بود از حکم خدا	دلہ از ازل جامِ حویر کش شدہ جنون ما
بشہر ما کہ باشد فخر عاشق جو یا آرخا	دلہ پونا نوس خیالی کشتہ می قصدِ آرخا
از بسکہ سیریت پسند بوس ما	دلہ شد غنچہ صفتِ جنون ما نفس ما
کے شب مجروحِ تماش از من شد مرا	دلہ شعلے چون بلیکنی ارم کہ بس باشد مرا
جنون ما ان شاہی شستہ بازاران ہوں	دلہ بہ تخت و دان ہر گروہادی خاکِ جنون ما
ز جوش لالہ ما ہر دماغ و خون شد سینہ ما	دلہ ز باغِ قیادہ دیدم کیسا بارانِ شستِ جنون ما
با خیالِ خطِ بنش بکیو باشد مرا	دلہ چون حکم بہ بہترین ہو ہو باشد مرا
چون گروہاد عشق بر آورو کلام ما	دلہ گرد و ز دست طالع گریشتہ جام ما

هرگاه بیاورم آیام تماشا	ول	همچو مژه سایم و کف از اتم تماشا
ز فیض خاکساری شرب نقش قد و دم	ول	بفرقم سر که پا ز جاد هم در چشم پایش را
سر کشد بی تاب می عاشق ز حجب یار هم	ول	گل گریبان میدرد عزت بجای عجب
از لایح طلیتان روشن ضمیران را چه نمود	ول	جز طلیش حاصل نداد پر تو مینال آب
آبرو و دلش روشن شد لایح طلیاتی است	ول	چشمه آینه را پیداست از سیلاب
ز شوق او بعد هم بر ما کمر دیدم	ول	چو صبح خاک مرا چاک پیر من قنیت
که شست سیم تنه شرب از دم غزلت	ول	اشک حسرت من ره یا سمن قنیت
از لب که شیرینم ز طلب بجا دست	ول	بر داشته ز لب بدعائے ماز دعا دست
و اعش که بوده بست جگر گوشت و دم	ول	خون گشتم از چه راه در آغوش گرفت
خوابیده است پایم بر آتش زینت	ول	دستم ز کار رفت و گریبان در نیت
و شکستند گرو من از طغیان حاکم	ول	دشمنه اند فضا در روانه ماز کست
بیهوده و اکن لب شام بروی	ول	آهسته یزید باده که چانه ماز کست
بگویم جوشی یاران عصر تکیه کمن	ول	که چون معانقه عید اعتمادی منیت
سورنات از لب طغان هم آواز است	ول	و از دل سوخت با دوه و سار منیت
همچو قرآنی که می بیند تن از خط فراگ	ول	بست به عشق علی میدشدن تنها
یا مژده است تو کس بقدر نیست تو	ول	کلمه فقر بدست آرزو دنیا سر بیخ
میجو استم که صفت لب و زخم کهنم	ول	گر دید در کفم چو رنگ لعل نامه سرخ
ز راز سگ لاله که کلام لب و بد میزید	ول	شکر کم چون قلم خست سید پوشیده میزید
او گرم دلبر است جهان را خبر کنید	ول	ما با ختم دل دگران را خبر کنید

دل صید پاره ام جوشت و گاه می نمود کشت
 ستم آنقدر دان در در کن طفلان اگر سنگ
 معجز نمود خط لبش چون نمود کرد
 بوسه لعل تان آب حیات آدمست
 پریشان کای کله در خاطر و گاهی آید
 حق دل و دین من یا زلف کرد آفر
 روزی گذشت از لحرم مهر طلعتی
 پر گهر سا خیم از گریه بیابان ام روز
 یا سمن ایام من گلگون قیامی شد
 قار و معیت مشرب حرکت شاد نگار
 پر کن و خالی با باقی بین ما اندر تو
 این زبان غزلت چه غم خوش گاه شمع
 گریه و منطوق چشمست او کو چراغ
 زده ست با با هم برق آرزو که نجف
 بسکبی سا انیم فقرت خوش خانه ام
 پس درین سزم ز سوز محبت میتهم غار
 بزرگ لاله دل را از غمش شحال میگردم
 قد او دیده طرح مصرع فریاد میگردم
 مادل خونین ز بند و دیده تر میبهرم

گلکلم طرف از چاک گیهان جهان خند
 بمن با خورده افق نیم سیر بدست خود
 یعنی ز نیم آتش با قوت دود کرد
 وره آن آب بقار آب جیوان گفته ام
 ز چاک چشم شسته زنجیری آید
 چشم جیوان مرا ناسه دست کرد آخر
 چون صبح مید ماز غبارم غفا منور
 کرده ام شام غم خوش چراغان ام روز
 صبح عید شفق نام خدا میزدش
 گرد باد از سیر صحرای میگردم کام
 میکند گریان مباتی شیت و پیمان عرض
 در فعل از جدائی هست سربا اختلاط
 منسل و نیمیم باوه از بوسه چو راج
 چو آفتاب ز سیر و مویست نجف
 چین قند ز بویا بر جبهه ویرانه ام
 چو رنگ لاله در دامن قاتل داغ شد غم
 ز داغ سینه برو و تمنای میگردم
 ز فیض عالم بالا سخن ایجا میگردم
 نذر شاه کربلا این لعل و گوهر میبهرم

زہرِ قبر سے کہ گرس گل کند باشد ز مر میں

فراموشت مبادا خاکِ قبرانِ دوشم خود

من اشعار الہندی

آب تر سے جیون گوہر وضو کرنا پڑا
اندھیری ت میں سکھ کوئی پہچانتا ہیگا
جنرہ بیا کیا ہی چہرے غوں کے بھجنا یکا علاج
ہے مرنے میں سے ویکسا سد القین میں نفس
میر علیا دلوانہ لے رہی غیر زندان الوداع
تجہ آنکھوں کی ساغر کا میخوار میں ہوں
کہ آنکھوں سے تیرا خیردار میں ہوں
گل کے ہاتھوں خون لہلہا گریبان چاک ہے
صاف شکوہ دل میں کیا محبت خاک ہے
یل دینے کے عصیا کی سزا ہے حق کہا تھا

دل ہوا روشن تو سجدہ سو بسو کرنا پڑا
سیرِ روزی میں میری قدر کو جتا کیا جان
غیر آہ و سرین دانگوئی جانیکا علاج
کشتی شہ سے کاٹا ہوں لیں سیکوں کا غم
دل سے کیا ہے رنق چشمِ حجاب الوداع
تیری رنق کے شب بیا رہ میں ہوں
کہ بہ ہمتا پہا ہے گریہ غم
دیکھہ رنگین چمن کو دل میرا غنا ہے
خاطرِ یاران میں ہے ہم خاکسار کا غبار
خوش ہے دھنم آنکھیں گہنا نظریں مانے

عمر - معتبہ خان اور نگ آبادی

عمر شملخص - معتبہ خان نام آپ کے اجداد کا وطن ہندوستان ہے۔ عالمگیری
زبانہ میں اور نگ آباد آئے۔ اور آپ کا مولد اور نگ آباد ہے۔ سن شعور کے بعد
اساتذہ کی دکنی کی شاگردی کی۔ ولی کی عنایت و توجہ سے ولایت سخن کا والی ہوا
میدان شعور کوئی میں معصرون سے خالق ہوا۔ آپ کے کلام نگین سے اہل سخن
مہرہ پاتے ہیں۔ مشائخ نگین سے تازہ روح ہوتے ہیں۔ کلام سلیس و اسوئے کے

محاوہ کے موافق ہے الفاظ کی بندش و ترکیب درست ہے۔ آپ شیریں گفتار
و خوش کردار تھے۔ آتش پرست و درویش دوست تھے۔ مزاج میں خاکساری
و انکساری تھی۔ عالمگیری منصبداروں میں ملازم تھے۔ آپ کا انتقال ۱۰ شوال ۱۰۰۰
میں ہوا۔ اور نگ میں مدفون ہوئے۔

من اشعار الکاملی

ست و دو سب کہ روز محشر میں گر نہیں میری صیہ کے مال اپنی آنکھوں اوپر لگا کر و بس کرو زلف کو لپیٹ کر کہم ایک رسوا بہت سے شہرت کو نل میں دل لیکے یوں کرتے ہو مجھے رفیق کہا کیا تنہا میں نہیں چہا باغیچہ مر مر سے ہوئی خزان آخر کو دیکھ	اور شہ کے پوچھو یہ غلام کیا ہے تس بیٹکا مدعا کیا ہے آج حضور میں پیا کیا ہے کیا اسیران کو مارو لوگے جمع کر کے اچار لوگے کہ گویا ان ملکوں میں تیل نہیں اولیاء و صوفی کا دست کیسے میں نہیں چہا عاقبت غافل کی واسطے کیا نہیں
--	---

غزلیہ شاہ عزیز اللہ دکنی

عزیز تخلص۔ شاہ عزیز اللہ نام۔ دکنی المولد ہے۔ بہترین معلوم ہوا کہ شہر
ہے گڑھ الہ ہجری میں زندہ تھا۔ اسکے بعد میں فوت ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ
خاندان شاخ سے تھا۔ پیر پرست اولیاء دوست تھا۔ چنانچہ صاحب شاہ
نے لکھا کہ اپنے شیخ و بزرگ کا ایسا ادب کرتا تھا جہاں اسکا شیخ ہوتا تو

کبھی سکی طرف پشت نہیں کرتا تھا۔ پیر کے سامنے برہنہ پا نہایت دے جاتا تھا
 اور کبھی پیر کے سامنے آنکھ اٹھا کے نہیں دیکھتا تھا۔ حکم کو کبھی نرا من کے تذکرہ سے آنکھ
 رو شہر بختہ و سیاہ ہے۔ ۵

ڈرتا نہیں ہوں باک کٹکری کے زخم سے	باک کی گاہ دیکھتے ہی ٹل گیا ہوں میں
کان تک ہوا ہوں تیرا حسن ہر دیکھ	لوئی برہ کے جب سے لگی گل گیا ہوں میں

عالی - نعمت خان

عالی تخلص۔ مرزا خدام نعمت خان خطاب۔ آپ حکیم فتح الدین شیراز کے
 فرزند ہیں۔ ترکی والد جامع عیال شیراز سے ہند میں آئے۔ اور یہاں سکونت اختیار کی
 اور عالمی کی ولایت ہندوستان میں واقع ہوئی۔ صغریٰ میں والد کے ہمراہ شیراز گیا
 اور شیراز کی زمین میں نشوونما پایا۔ اور سن شعور کے بعد میں کتب درسیہ مقول و
 منقول سے فراغت حاصل کی۔ لاجپت شیخسای پڑوسی کی خدمت میں شوق سخن
 کراتا تھا۔ تحصیل قلمی کے ہوشیار سے ہند میں عالمگیری زمانہ میں آیا عالمگیر بادشاہ کے
 ملازمین میں شریک ہوا۔ بادشاہ سے پانچ صدی منصب شیراز فرمایا۔ حیدر آباد کے
 محاصرہ میں شریک تھا۔ جب قلعہ کو گنزہ فتح ہوا تب ایک قطعہ پانچ بادشاہ کے
 حضور میں پیش کیا۔ عقیقہ خلوت کے ممتاز ہوا۔

از نصرت بادشاہ عازری گردید دل جہا نیان شاد
 آمد بستم حساب تاریخ شد فتح جنگ حیدر آباد
 پھر شہر ہجری میں باور چخانہ کا دار و نعمہ ہوا۔ اور نعمت خان خطاب پایا۔

(شکر نعمت واجب واجب) تا یسبح کہی۔ عالمگیر کے آخر عہد میں جواہر شاہ کا
 داروغہ ہوا اور مقرب خان خطاب پایا۔ عالمگیر نے انتقال کے بعد محمد اعظم شاہ کی
 رفاقت اختیار کی اور اس کے قتل کے بعد شاہ عالم بہادر شاہ کی ملازمت میں آیا۔
 سہ ہزاری منصب و انشہا خان خطاب سے بہرہ مند ہوا۔ شاہ عالم کے حکم سے شاہ جہاں
 تیموریہ لکھنا شروع کیا۔ مگر موت سے اس قدر مہلت نہ دی کہ وہ نصف عالم کو اسے آخر شہر لکھنا
 سلسلہ ہجری میں فوت ہوا۔ بعض بزرگان عمر سید سید حسین خاں عالم کے انتقال سے
 ترجیح سے حیدر آباد میں اس کو لایا۔ داروغہ عالم کو اس طرف دعوت کی۔ اور پھر میں
 استراہاری کے دائرہ میں مدفون ہوا۔ فقیر موت کے دائرہ میں تلاش کیا مگر کین قبر کا
 پتا نہیں ملا۔ اور بقول ناظرین کے قبر پر نام مرقوم ہے۔ چنگو کوئی قبر اس سے ملے نہیں سکتی
 کہ حسیب صاحب ترجمہ کا نام کندہ ہو۔ داروغہ عالم نے حقیقت الحال
 تذکرہ نویسوں کی تحریر سے اور صاحب ترجمہ کی ایف سے یقیناً ثابت ہوتا ہے کہ
 عالی عالمگیر کے عہد رکمن میں زمانہ دراز تک حکومت پذیر رہا ہے۔ اور عالمگیر کے انتقال
 کے بعد اعظم شاہ کی ملازمت میں رہا۔ اعظم شاہ کے قتل کے بعد شاہ عالم
 بہادر کے ملازمین میں منسلک رہا۔ بہادر شاہ کے عہد میں بقا ملا اور شاہ جہاں کی مدد
 نور جہاں کے باغ میں راوی ندی کے کنارے شہر گورین مدفون ہوا۔ پورہ ماحولہ
 میں تذکرہ گہر شاہ وغیرہ۔

عالی عالم فاضل ادیب کامل جامع فنون کمال و عجب بہ عظیم المثال تھا۔ انشا پر راوی
 میں بے نظیر ظرفیت بذراستی میں بے عدیل تھا۔ جو کوئی میں استوار و عجیب میں اس کا
 قلم مشیخون ریز اور صورتیخیز ہے۔ وقایع کو کندہ سے اس کی خوشی طبیعت میں ہر

سچو بیچ کر رہا ہے۔ زور قلم سے شاہی فوج کو رہا ہے۔ اور ابو الحسن بن اشا والی کو لکڑی کی تائید کرتا ہے
 وقایع کے دیکھنے سے نعمت خان کی بیا وقت و قابلیت ظاہر ہوتی ہے کہ علم عقلی و نقلی کا جامع تھا۔
 حضرت امیر خسرو خان وزیر اعظم کے عزیز کا مگر خان کے شادی کی جوہن ایک قطعہ عجیب لکھا ہے
 مشہور نام ہے عالمناظر نام ہے جو کہ قطعہ کو نہایت مشکل لایا جیسا تھا عظیم علمی اور لکڑی خزانہ عامر میں
 اسکا شرح تھا جسے اب بھی وہ قطعہ کیا ہے جو شرح اور اس کی شرح طویل۔ فقیر نے لفظ طوطا کو جو کہ صرف قطعہ
 اول پر ہے لکھا کرتا ہوں۔ فارسی زبان اس کے غائب ہے۔

اردو کے کہ خدا شد خان عالی حضرت است اسکا ہی عز و تکلیف باوقار زیرین
 کہ وقت آنحضرت خان نے میری شہادت کی سرکار میں جیغہ مرصع فروخت کیا۔ مدت
 کی گزر گئی تھی بہت عرصہ نہیں ہوئی ایک باغی لکھنؤ میں کی ہے

است بہر گیت سدا دست اختر من در خدمت تو عیان شدہ جوہر من
 کہ خیر خریدنی ست پر کمال من و ریت خریدنی بزن بر سر من
 بیگم نہ بائی دیکھتے ہی پانچ ہزار روپیہ مع جیغہ مرصع مرمت کیا۔ بیگم نہایت ہی
 ناز و ان وجہ شہر شاس تھی۔ خود دیوان کے ریا چہرین لکھتا ہے کہ میں ابتدا حال میں
 غلامی کا شکل و روئی نہ کہتا تھا اس کے لحاظ و مناسبت سے حکیم تخلص خفیا کرتا تھا
 آخر جو کہ حکیم فقط حکیم کی تصویف ہے ترک کیا حسب ارشاد استاد و دانشمند خان عالی
 تخلص خفیا کر گیا۔ نظریات لطیف و لطیف الوضع اس کے ہر فقرہ و ہر ایک مرصع سے
 اثرات و خوش طبعی و شوخی عیان ہے۔ اشار وازی میں شوخ و دلیر ہے۔ موقع
 محل کا بڑا لحاظ رکھتا ہے۔ جامع فنون کمال و اعجوبہ عظیم المثال۔ جامع العلوم
 و الفنون تھا۔ ہر ایک علم و فن کے اصطلاحات سے ماہر تھا۔ علم ہیئت و نجوم و زمین

علما و علما قدرت کامله را گناتنها: تبریز و اصفهان و شیراز کے علماء سے استفادہ کیا تھا
 باوجود ہامعیت کمالاںستقل مزاج نہیں تھا کہیں حکیم نہ تھا۔ کہیں صوفی کہیں شکر
 ہر ایک رنگ میں گناتھا۔ صاحب تالیف و تصنیف تھا۔ من تصانیفہ
 واقعات گو لکندہ۔ و جنگ نامہ۔ و مضحکات و حسن عشق و غیرہ۔ صاحب بیوان ہے

من اشعار الفارسی

آخر آن ہندو پیر ز ماری ساز و مرا
 بد شو و با هر که گوید پیش و خوب مرا
 نگاہ گرم رقیبان کباب کرد مرا
 کہ نہ یارم کنونی رود از یار مرا
 چو گل شکفتگیں از خراب کرد مرا
 حلقہ سعادت نمی باشد کم از جام شراب
 تا با آبی پنج خوشی در جهان باطلست
 و بدو احمق و غم آشوب نمود و غم است
 سخن شیرازا شکدان نادانی است
 از سواد و علمتا امر و جیوان از من است
 بہن کردست دلہا بسر سدا شدہ است
 سایہ بال جانور سادات یافتہ است
 خواب شب تبیخراہ یافت چون فردا شود
 بر تیر سچا کس پرو بال ہما ندید

فکر زلف خوب و زاری ساز و مرا
 خوش نمی آید دل سودہ محبوب مرا
 چو یار محرم بزم شراب کرد مرا
 کار با طرفہ جفا پیشہ افتاد مرا
 ز عیش و فت بہا و انچه بود و گر نہ تم
 در نشا طار و دصال و ستان شتاق را
 نیشکر بر بند بند خویش خنجر بستہ است
 ترسم آن بہین بدن باشد در آغوش قیاس
 ز شرم شیر چو بر سنگ رسد بر گرد
 و نعمت بخت سیاہی دارم و چشم تری
 مصیبتی است ملاقات مردم عالم
 فیض اقدار کوئے قناعت یافتہ است
 اہل غفلت را دنیا نیک بد معلومست
 اہل سعادت از پی ایذا نمی شوند

آخر میں شیشہ شکستند و بنا تم داؤد
جان کشید از تن جان کشیدہ است ہنوز
رو بپائین میکند ز قد چو باران دانہ ام
کہ چون آئینہ حریفی از پسین یواری گفتم
ہمچو آتش بدل سنگ تو جامی کردم
از رکابش و روقت نیسوار نمیستم
رم کردہ ز آرزو می صحراست دل من
بدستم ساعتی بسیار و سیل تنجام کن
از براری برو باز بیا کہ ہمچنین

چون دل ز کار شد از کام شدم شیرین کام
ہمچو می فرصت تصویر بر نقاش نداد
کشت امید مرا نشو و نما سگوس شد
بہر دم وصل و کاش میقدر ہم بیند محرم
گوکب موختہ میگرداندک مدوے
از عصائی خویش طفلی را جنیت میکشتم
گیر و گاہ چشم تو شاید بکند شش
بیاض گردنت از بوسہ ہر جا نقطہ می
ہر کہ پیرسد این سخن عمر و بارہ چون شود

عاصمی - شیخ نور محمد برہانپوری

عاصمی تخلص - شیخ نور محمد زام - چغتائے شعرا کے مولف کے لکھا کہ آپ کے والد
کا شعری الوطن ترکی گوئے . وطن اوند سے ہند میں وارد ہوئے . نواب چغتہ خان
کا شعری کے ہمراہ دلی میں سکونت اختیار کی . نواب صاحب آپ کے والد بزرگوار کے
حال پر مہربان تھے . ہر وقت حسن سلوک سے سرفراز فرماتے تھے . مدت دراز تک آپ کے
والد نواب کی رفاقت میں رہے . جب نواب صاحب فوت ہوئے تب عاصمی کے والد
دلی سے شہر بہانپور خاندیس میں آئے . اس وقت نواب صفیہ اول مرحوم کے
عم بزرگوار نواب نصیر الدولہ عبدالرحیم خان بہادر برہانپور کی صوبہ داری پر مامور
صوبہ دار صاحب کی خدمت میں ملازم ہوئے . مدت العمر نواب صاحب کی خدمت میں رہے

جو کام آپ کے سپرد کیا جاتا تھا اسکو حسن اسلوب کے انجام دیتے تھے۔ فانی المشرب طالب درویشی۔ رقیق القلب حلیم الطبع تھے۔ علم تصوف و حقانیت و معرفت میں بے نظیر تھے۔ مولوی رومی کی تنہوی کے مطالب کو عمدہ طرح سے بیان فرماتے تھے آپ کے حلقہ درس میں شاہج و شاہقین شریک ہوتے تھے۔

پس شہر برہانپور میں غاصی صاحب ترجمہ کی ولادت باسعادت واقع ہوئی جب آپ نے سن شعور کے میدان میں سبقت کی تب آپ کے والد فروروس برہانپور روانہ ہوئے۔ آپ مولوی شاہ غلام محمد صاحب کے مرید ہوئے۔ مولوی صاحب نے مگر علما کی خدمت میں کتابت سیکھنی و فارسی پڑھنے لگے۔ مولوی صاحب کی عمر میں ہی تحصیل ہوئے۔ تحصیل کے بعد آپ کو شعر گوئی کا شوق ہوا۔ قدرۃ طبیعت مولودن تھی۔ انوکھ سخن سنجی سے دلچسپی رہی تھی۔ شعر گوئی شروع کی۔ اور کلام کی اصلاح میرزا محمد علی قلیہ برہانپوری سے لیتے لگے۔ استاد کی توجہ سے تھوڑی ہی مدت میں شاعر ہو گئے۔ شباب کا عالم تھا مزاج میں چالاک سو خزن تھی۔ آپ نے اپنے آقا سے قلم نام لیا۔ فقیر لاہور لکھا۔ مگر چونکہ ایک قصیدہ مولودن کر کے پیش کیا۔ فقیر مولود لکھا۔ آپ نے قصیدہ کے دو شعر سن کر بہت سے غصہ و خفا سے سہانہ مگر یہ شوق تھا کہ شاعر بن کر نام لکھتا۔ "اگر نام از آبا میں آئینہ را زوشنگرے" مرید شمع ہی بہت نرفشان بہرہ اول "اگر نام در غفلت و سرگرمی گسترے" نوا بہا صاحب غاصی صاحب ترجمہ کو خلعت انعام سے سرفراز فرمایا۔ اور کتب خانہ و قلمدان کی داری بھی برپا کر دی۔ آپ بازندگی نواب کے کتب خانہ کے داروغہ رہے۔ نواب صاحب کے فوت ہونیکے بعد عا لجناب غفرن ماب حضور آصفیاء اول کی

خدمت میں لازم ہوئے۔ ملازمت کے بعد حضور کی طرح میں ایک قصیدہ اور ایک
غزل پیش کیا۔ حضور آپ کے کلام سنجیدہ و پسندیدہ سے بہت خوش ہوئے۔ اور آپ کے
کلام کی حسنت و مرجہا کہہ کے داد دی۔ اور آپ کی غزل پر ایک غزل بدلتہ کہی۔
اور اس وقت سنائی۔ عاصی نے شکے عرض کیا کلام الملوک ملوک کلام ہے۔ حضور نے
نہ سنا ہے یہ تقریر فرمایا۔ علاوہ منصب قضاوت کا عنایت مرحمت سے سرفراز کرتے
تھے۔ حضرت آصفیاء مرحوم کے بعد صراحت شہیدہ نواب صلابت جنگ خدیو
ہے جسے غور نامہ و منصب پاتے ہیں آخر شہیدہ ہجری بقول بعض ۶۵ھ ہجری میں
نواب میر نظام علی خان اسد جنگ آصفیاء ثانی کی خدمت میں مقرر ہوئے۔ نواب
نے میر عبدالحی خان محمد صام الملک کا دھوبہ وادارہ کے ہمراہی میں روانہ کیا۔ آپ
چند مدت برابر میں نواب کے ہمکاب رہے۔

مرحوم ویدہ کے مولف نے لکھا کہ میں نور محمد عاصی سے میر معروف حسین خان کے ولایت
پر لاٹھیاں پہر میرے مکان پر تشریف لائے۔ بہت محبت و شوق سے ملے۔ لائق
شخص میں آپ کی طبیعت سلیم و حلیم ہے آپ کا کلام صاف و پاکیزہ ہوتا ہے۔ خوب کہتے
ہیں آپ کی زبان میر عزت کی زبان سے زیادہ صاف ہے ایک غزل میں فقیر کو یاد کیا
ہے انتہی کلام۔

جب آپ برابر سے اورنگ آباد میں آئے تب آپ نے نوکری ترک کی۔ اور درویشی
اختیار کی چند روز قیام نہ اورنگ آباد میں ہے پھر وطن مالوہ ہرما پور کو روانہ ہوئے
چند روز کے بعد عالم بقا کی طرف رحلت کی۔ یہ واقعہ ۷۵ھ ہجری میں واقع ہوا
شہر مذکور میں مدفون ہوئے۔

من اشعار الفارسی

ساقی ماگرو می آرد بدست آئینه را
می نشیند پیش رویت هر سحر با اعتقاد
تا قیامت باز خواهد داشت چشم خوشن
از تغافل های او در سینه شد دل سخت
آه دل خون شد از جدا میها
راغش را لاله تا به صحرای دید
نثار و عکس خوش بچای و تیر آب
چنان ز هر جری عاصی گریست ای ظالم
صورت خود دید در آئینه و از خویش فرست
مصرع خود را اگر مهر و سهری مژگون تو
اعتبار دولت نیا چشم غش میست
رو نمی آرد دل عاصی بسوی عیال
بسکه دایع سجده بر لوح جبین کردیم طرح
تا پود خرقه را کردیم زنگ ز خون دل
تا که درم زبان کا کل تشکین خنجر طرح
در گلشن آئینه عکس تو بجا کرد
با قد خم شد از در و کشید آه
میر و موم در سفر عشق بچشم گریان

ساز و از جام نگاه خویش مست آئینه را
شعله حسن تو کرد آتش پرست آئینه را
پیش خیار تو حیرت نفس پرست آئینه را
کم نگاههای آن ظالم شکست آئینه را
تسلیم کرد آتش سفاکیها
کل مقلدش بر جبهه با میها
نمود جلوه معدا و تقاب و تیر آب
گشت غایب موم خراب در آه آب
ساقی مست جام عمل بیگون خود است
غنی هم در فکر مذیوبت مضمون خود است
واسن با پر گهر چشم پر خون خود است
تا جمال یار و خود در دیده مفتون خود است
از زلف نام خود نقش نگین کردیم طرح
تا لباس خاکسار می چنین کردیم طرح
کردیم به طرف سواد خلتی طرح
از پر نور خفا رنوشد یا سمنی طرح
تیز ناو کن ز کمان جبهه خدا خیر کند
را و این با ویه آست خدا خیر کند

<p>حسَنِ شانہ دام بلا بود بدل اوراقِ نلیم را چو پریشان کند آن لطف ولہ</p> <p>کر کف قدم از لطف گزازی سو عاصی زود و آہ با این گنبد میناست میدانی ولہ</p> <p>نباشد بزلزلہ کنگ شفق قائل کہ نمی بینی سخن عاشقان نہ بسکہ بازی کردہ ظالم</p>	<p>شانہ بازلف تو پیوست خدا خیر کند باتما زگہ از قرعہ شیرازہ کند چشم از دل بکند خانہ و دروازہ کند چشم ولہ</p> <p>سجاشن از کف دریائے شکست میدانی ز خون شکستگان تین نشان پیدا میدانی دست نازکت رنگ زیباست میدانی</p>
---	---

رباعی است

<p>تا جلوه گرا این آئینہ آفاق است از سوز تو اسے در و کسں کہ نیست ولہ</p> <p>در عرصہ دہر تا کہ پیدا است سخن از بسکہ بہر کس خبر دیدار نیست ولہ</p> <p>اے شکلِ ہلال کردہ ابرو میت آسان نتوان ز بند عشقت رستن</p>	<p>ہر کس بحال خویش تن مشتاق است این را نہ پردہ دل عشاق است روشن گر آئینہ دلہاست سخن از بقدری چو اہ نوکاست سخن ولہ</p> <p>آئینہ ماہ پر توے از رو میت آویختہ دل بجلقہ گیسو میت</p>
---	--

من رباعیات الہندی

<p>گر نسخہ تو حیدرے پایا ہے سبق نادانِ نیاوے سخن عشق کی رمز ولہ</p> <p>تجہ غم کی آگ لہیں کہا ہوں چپکے مین تجہ فدا کی جست نقل کیا ہے چمن مین جا ولہ</p> <p>سجے مین ہم کہ اب کہیں تم نے دل دیا</p>	<p>آؤیکہ بہر طرف کہ ہے جلوه حق مانند قلم تا کمرے سینہ شوق ڈرتا ہوں تا فلک اڑے شہر کہ مین دیکھا نہ تبتے مرنے روئے شہر کہ مین ولہ</p> <p>یہ کہیں ہوا ت کہیں ہے نظر کہ مین</p>
--	---

<p>آہا تہا تیرے منہ کے مقابل ہوا آفتاب کیا ظلم ہے اے سوئی پلکوں والے تیر چہی وو نظر گذر گئی سینے سے</p>	<p>ایسا گرا کہ تیغ کہین اور سپر کہین آہستہ سیوز خمین و لکے آ لے ورنہ نینرے بہت دین دیکھے بہا لے</p>
<p>عشرت خواجہ ابوالبرکات خان</p>	<p>عشرت تخلص - خواجہ ابوالبرکات خان نام - آپ نواب لشکر جنگ بہار و آصفیہ</p>
<p>کے خلف ارشد ہیں۔ آپ کا مسقط الرأس شہر لڑگان آباد ہے۔ آپ کا شوق نوابی شہر کی آب ہوا میں ہوا۔ میں شہر تہمیز کو پہنچ کے کتب درسیہ عربی و فارسی ساتھ ساتھ ختم کیں۔ آپ کی طبیعت شعر و شاعری کی طرف مائل تھی۔ کلام موزوں کرنے سے بہت صراج الدین سراچ سے کلام کا شوق کرتے تھے۔ طبع رسا و زمین فلک پیاست موصوف تھے خوش خلق و نیک میر تقی میر، عروضی تھے۔ آپ کا کلام لطف فرہستہ خالی نہیں ہے۔ آپ کی وفات تھمیز میں ہوئی۔ بزرگان سلف کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔ ہو وطن</p>	<p>رہارٹ علاقہ اوشانہ رنگین تو بود کہ پیشیاں میں دست گاہیں تو بود مطلقہ و گردن میں ساجد میر تو بود</p>
<p>شب کر دل و گراہہ کامل شکین تو بود در سر و دہ از تخت سعید آفرود یا دکن لذت آغوش کہ شگام سال</p>	<p>عن اسماء البندی</p>
<p>میں ہوا جب تیری گریم فغان سے جلا رات دن اس دل پیاد کی صحبت پر راد</p>	<p>کتبہ بیعتی خواجہ ہوا ریدہ جیل سے جدا آہ سوزان سجدا اور دیہ گریبان سے جدا</p>

<p>عشق کی آگ میں قائم ہوں گل شمع بین ہجر کی درو مجھ سے کیا از بس واس کیا ہوا حاصل تھی تو تیسے اس غفلت کا دل اختیار جان کئے جب تک کہ دل پاک نہا صافی آئینہ کب ل کے مقابل ہو سکے گاش و زمین اگر سر و خزان گذرے سستی این سے ہے لب پر بہار رنگ عثانی پاک آئے آکھوں گے ہو گئے غائب ہمارے دلو عثرت ہے ہمیشہ ملائی لہو زین دیکھا ہوں جب باغین آغوش گاہ کو عشرت دام در نظر کہہ ہی دے</p>	<p>سرکش پر ہوا شمع شہستان سے جدا سرکشین آنکھیں کہیں اور دل علی ہذا نقیاس بات آتا زرا گرم توڑتے نرگس کا دل اب ہم گزرے سبھوں کس جان اور کمال آہ رویا آب گوہر کیو کر شامل ہو سکے شکستہ خی سے گلستان میں طوفان گذرے خارٹے سے ظاہر ہے قماش شرح کجابی ہاں سے شکستہ غن کر گئے پرواز سرخابی کہ جیوں محراب میں خوش تھے سدا شہ نور محرابی نرگس نے کی ہے کل میرے سر بجائے آنکھ دل جائے جان جاہر گز نجائے آنکھ</p>
--	--

عرفان - میر محمد قمر الدین

عرفان تخلص - محمد قمر الدین نام - آپ سید سعد اللہ جانشین فرار حضرت
سید شاہ نور حموی کے پوتے ہیں اور میر ضیا الدین حسین خان کے نواسہ - تذکرہ خزان
دہار کے مولف نے لکھا کہ آپ عالم و حافظ و قاری تھے - خدائے تعالیٰ نے آپ کو فیاض
علم و فضل سے بے آراستہ کیا کہ آپ کا نظیر معدوم ہے - آپ کے استاد محمد قدرت اللہ
بلخیکی خدمت میں دیوان ناصر علی و شوکت و اسیر و چارغ مصر شروع سے تا آخر ختم
کین اور اشعار کے مضامین زکین و معانی و نشین سے دل و دماغ کو تازہ کیا - ہر ایک

دیوان کے اشعار کا مالہ و ما علیہ خوب سمجھا۔ اور شاعری کے میدان میں قدم رکھا۔ اپنے ہمسروں سے کئی قدم آگے بڑھ گئے۔ جو کچھ کہتا ہے خوب کہتا ہے انتہی کلامہ۔
 آپ کی رحلت قریب ۹۰ ہجری میں واقع ہوئی۔ شہر اورنگ آباد میں مدفون ہوئے۔ علامہ۔

گریبان گیرا ہرگز نشد دست تنائے
 چون مجنون تا کف آوردہ نامان صحرائے

علوی - مولوی سید علوی

علوی صاحب - سید علوی نام۔ آپ کنی المولد والمشاہین - فارسی و عربی میں استعداد کامل کھیتے ہیں۔ عبدالخلیم خان ماکہ شاہ نورنگا پور کی خدمت میں ملازم تھے ملازمت کی وجہ سے وہاں سکونت پذیر تھے۔ مولانا یحییٰ جب شاہ نورین بطریق سیر رونق افروز ہوئے تب آپ نے مولانا کی خدمت میں نیلایندہی کا رابطہ قائم کیا۔ اور اپنے کلام کو مولانا کی اصلاح سے درست کیا تاہم زندگی عبدالخلیم خان کی خدمت میں قائم رہے۔ آخر شہر ہجری میں فوت ہوئے۔ خوش خلق و نیک خلق تھے۔ ہووہذا

دماغ شمع و آوینا چشم جاہل شکست
 من برنگ فکر از سوز جگر در زندگی
 این جواب آن غزل علوی کہ فرمودہ فیض
 بفران مزاج نازک آن صندلی حسرت
 در دل شمع و آوینا چشم جاہل شکست
 جسم خود صبر کفن و ارم تاشا کرونی است
 در دل بعلت من ارم تاشا کرونی است
 و کہ آواز شکست رنگ و سر کند پیدا

مستی عشق بہ میرانہ سر می بسکہ فرزد
 حلقہ قد و تاشا درو لا بخشد

<p>حُسنِ شانہ دام بلا بو و بدل اوراقِ نلیم را چو پریشان کند آن لَف گر کفِ قدم از لطفِ گزازی سکو عاصی زود و آہِ ما این گنبدِ میناست میدانی نباشد بفرطِ کسک شکِ قائل کہ می بینی آنخون عاشقان ز بسکہ بازی کرده طالم</p>	<p>شانہ بازلف تو پیوست خدا خیر کند با تا زگم از قرہ شیرازہ کند چشم از دل بکند رخانہ و دروازہ کند چشم سجائش از کفِ ریائے شکست میدانی ز خونِ شکستگان تین نشان پیداسیدانی بدستِ نازکت رنگِ زیباست میدانی</p>
--	---

رباعیات

<p>تا جلوه گر این آئینہ آفاق است از سوز تو اسے در کس آگِ گلیست در عرصہٴ دہر تا کہ پیدا است سخن از بسکہ بہر کس خمیدہ از نیست اسے شکلِ لال کردہ ابرویت آسان نموان ز بندِ عشقت رستن</p>	<p>ہر کس بجال جو نشین مشتاق است این رازِ پردہٴ دل عشاق است روشن گر آئینہٴ دلہاست سخن از بقیہٴ رمی چو اہ نوکاست سخن آئینہٴ ماہ پر توے از رومیت آویختہٴ دل بجلقہٴ گیسومیت</p>
--	---

من رباعیات الہندی

<p>گر نسخہٴ تو حیدرے پایا ہے سبق ناوانِ نیاوے سخنِ عشق کی رمز تجہٴ غم کی آگِ لہین کہا ہوں چپکے مین تجہٴ فدا کی جستِ نقل کیا ہے چمن مین جا سمجھے مین ہم کہ اب کہیں تم نے دل دیا</p>	<p>آؤ یکہ بہر طرف کہ ہے جلوہٴ حق مانندِ قلم تا کہ ہے سینہٴ شوق ڈرنا ہوں تا فلک اڑے بہتہ کہ مین دیکھا نہ تبتے مرنے روئے شکر کہ مین بیٹھے کہیں ہوا ت کہیں ہے نظر کہ مین</p>
--	---

فرماتے ہیں سنجیدہ و پسندیدہ ہوتا ہے تذکرہ گل عجائب میں انقلابات ان کے
 سولہ لکھا کرتے ایک تذکرہ بیہی بخزان و بہار الیف کیا۔ اسمیں شعر اسطیغ
 کا ذکر کیا ہے۔ تذکرہ کے فراہم کرنے میں محنت شاقہ کا تحمل ہوا ہے اسی تذکرہ کا
 مسودہ بیضہ نہیں ہوا تھا کہ آپ ۲۳ ہجری میں فریوس برین روانہ ہوئے۔ آپ کے
 فرزند بہار الدین حسین خان نے مرحوم کے مسودات متفرقہ کو بہت تجو و تلاش کر کے
 بیضہ کرایا۔ ان اوراق منتشرہ کا شیرازہ باندھا تذکرہ کی جوئی کیسے معلوم ہوئی ہے
 جو کوئی دیکھتا ہے واہ واہ کہتا ہے۔ آپ کی محنت و جانکاهی کی وار ویا ہے۔ آپ بزرگ
 سلف سلا بعد نسل علم و فضل کے ریورس آرستہ ہوئے ہیں۔ آپ کے جد امجد قاضی و
 مالگیری عہد میں عالم و فقیہ متبحر تھے۔ اسی علم و فضل کی خدمت آپ کا جد امجد کو عالمگیری
 غازی نے اورنگ آباد کی قضات پر مامور کیا تھا۔ اور خاست قضا کا ضمیمہ و حساب
 لوبی کیا تھا۔ آپ کے جد علامہ عصر تھے۔ دونوں خدمتوں کا کام عروج سے انجام
 فرماتے تھے۔ جد امجد کی رحلت کے بعد آپ کے والد امجد مذکورہ متفرق ہوئے
 اور اپنے والد کے خطابے خطاب ہوئے۔ یعنی ضیاء الدین حسین خان مالگیری زمانہ
 کے بعد آپ کے والد امجد آصفیاء اول کی خدمت میں آئے۔ حضرت نے آپ کے والد کی بہت
 خاطر و مدارا کی۔ اور خانامانی و داروغگی کی خدمت عطا کی۔ صاحب ترجمہ والد کی
 رحلت کے بعد اعلیٰ حضرت آصفیاء ثانی کے عہد میں ترقی مراتب کے فوج پر عروج کرتے رہے
 آخر آپ کی رحلت ۱۲۳۰ میں واقع ہوئی۔ اور زنگ آباد میں جد امجد کے قریب اس
 مقبرہ میں نہر رسول کے کنارے واقع ہے دفن ہوئے۔ من ۲ شعرا الفارسی
 بنجا کتر نشان مذتاب رویت آتش گل را پریشان میکند سوز رفت طبع سنبل را

شود از جلوه حسن تو روشن دیده عاشق
خروج از بکرا از زلف بتان فکر ساداری
بهر خصل که آن تکلیفستان میشود پیدا
شهادتگاه مهر جوش نیزنگ و گروارد
زینته در کار نه حسن تا بان ترا
دشمن از رنگ فرا کرد شد حسن جوش ترا
دامن نشان گذشت ز تربت نگار ما
پیش از کمال مشکین خویش را ظالم
تغیر داری من کرد چو آهنگ عروج
بهر خصل روشندان با غایت سامان احتیاج
مهر و مهر آوشت و در جبین هم گذشت
که و گلین فکر فردا خاطر شاد و مرا
شبه که سحر زنگ نقش چشم آن خجسته بود
باو چشم است و رنگ دل آبشکند
بست آباو جنون آینه و احسن کیمیت
خدا را قیامت از آفتاب پدید اند
ای نه که چشم تو با آسای پری

سوا و سایه کل سر به باشد چشم بلبل را
رنگ اندیشه است پیچیده ساز موج سنبلی را
شکست تو باز کرد و سلمان میشود پیدا
از خاکشته لعل تو مر جان میشود پیدا
هست خورشید از رخت صبح گریبان ترا
باده کرد آتش زبان لعل تنگ جوش ترا
موج بهار شد رنگ سنگ مزار ما
متاب اینقدر این سنگدل رگ جان را
شور از حلقه مرغان غزلخوان برداشت
در شب هتاکه باشد چرخان احتیاج
سکه ملک جویان اکنون بنام من بود
بر صرم آراست فغان امروز جلاد مرا
خامنه بهر او از ریشه انگور بود
میزد جوش نقد این می که مینا بشکند
صد میبر مینا رسد گر توشه خارا بشکند
زلف ترا ز عمر دراز آفریده اند
و به بقران سلاطین سلاطین پری

من اشعار الالهندی

فتا به کان تلک ترا انکار دیکهنا

کب لک میکا هم سے تو بهزار دیکهنا

مگر مرضی نہیں ہے مخلص کے جینے کی
اُس طرف صبح وطن شام غریبان اُس طرف
اے دل اُس لف میں اب تک تو یہی
شاخ ریحان ہو اگر آہ میری وہ نہیں

تیر مژگان مارتے ہو میرے سنہین
روئے خوب کسو دیا حق نے ہمیں نجات
یوں ظلم اے پیارے کر تو کیا کرے گا
بیہر ہی اک عاشقون کا سودا ہے

عاشق - میرکلا خان کا بلی

عاشق تخلص - میرکلا خان نام - آپکا وطن اسماعلی کا بل ہے - وطن تہذیب
آئے وزیر الممالک نواب نظام الملک ہوا کی لازمت میں ہے - نظام تخلص کرتے تھے
مرت تک نواب کے سایہ عاطفت میں زندگی بسر کرتے تھے - مراد آباد کے سفیر خان جیسے
کے ہمراہ تھے - جب نواب نظام الملک کن کی طرف متوجہ ہوئے - تب عاشق فرخ آباد
میں پہنچے - دولت بنگش کے سایہ عاطفت میں پناہ گزین ہوئے - اسوقت تخلص
بجائے نظام عاشق اختیار کیا - آپکا کلام شیر قلوب میں سحر سامری کا کام کرتا ہے
ہر ایک کے نزدیک مرغوب ہے - آپکا سہہ تنقال معلوم نہیں ہوا - ہو ہوا

کا فرم گرجان نام سلمان باشد
بیگانہ دار از سمرآن و گزشتہ ایم
انیت سرگزشت کہ از سرگزشتہ ایم

گر چنین غمزدہ او دشمن ایمان باشد
ہر گاہ ہا رقیب برا بر گزشتہ ایم
عاشق کہوے یازرا حوال مامہرس

عشق - مرزا جمال اللہ اورنگ آبادی

عشق تخلص - مرزا جمال اللہ نام - آپ مرزا داؤد کے فرزند ہیں - اورنگ آباد میں

طبع سوزن و فکر رسا سے موصوف۔ اور متانت وضع و لطافت مزاج میں محض
 تھا خوش سلیقہ و خوش طریقہ تھا۔ عالم شباب میں شعر گوئی کا شوق پیدا ہوا۔ سید
 سخن میں خوب جولانی کرنے لگا۔ طبیعت کی چالاکی و شوخی دکھانے لگا۔ کلام
 شستہ و مضنون جربستہ کی جڑ مانے لگا۔ رفتہ رفتہ مرتبہ سخن کو درجہ بند پر پہنچا یا
 ۵۸۵ اللہ ہجری میں زندہ تھا جب تک نور العین اقف ثالوی و عبد الحکیم عالم لاہوری
 ۵۸۵ اللہ ہجری میں اورنگ آباد آئے ان سے استفادہ کیا۔ واقف آپ کے حق میں کہتا ہے
 ۵۸۵ ویدیم کتب خانہ مقتار و دولت بہ غیر از سخن عشق نشد منتخب ما
 طریف الطبع و تکلفہ جہین تھا۔ اجاں نہایت خوش خلقی و محبت سے ملتا تھا۔ مر
 خوش صحبت و بامروت تھا۔ ۹۵۵ اللہ ہجری میں فوت ہوا۔

من اشعار الہندی

اگر دو قاتل جان بخش کینچے تیغ ابرو کی مین و دوش نہ کاہ تیغ قاتل شمع کے ماند اور ہیل گذر جا گلستہ اور ہر گل گلستان سخن او کے دامن نکستے موتاہ یونان ہر دم	ہماری ہرین موسے زبان شکر پیدا ہو کٹی گردن سے میری اور زبان شکر پیدا ہو جو تو گلزار سے گذرے تو کیا ہنگامہ برپا ہو نزاکت سے گایا گویا کہ چشم موسے نکلی
---	---

عاشق - مرزا عاشور بیگ پوری

عاشق تخلص - مرزا عاشور بیگ نام۔ آپ کا اصلی وطن برہانپور ہے۔ آپ ۱۲۵۵ ہجری
 میں برہانپور سے اورنگ آباد آئے۔ اس وقت آپ کا عالم شباب تھا۔ آپ کی الطبع و زبان
 تہے۔ علمی لیاقت بھی درست تھی۔ شعر گوئی کا شوق و لہین پیدا ہوا۔ طبیعت کی چالاکی

شعریختہ موزون کرنے لگے۔ اور شاہ سامی اورنگ آبادی سے اصلاح لینے لگے۔
چندی روز میں آپکا کلام صاف ستھرا ہو گیا۔ سنہ ہجری میں آپکا انتقال ہوا۔

۲۰ شعرا ۲۱ ہندی

جوست جام شیشہ صہبائے بہر ہے	دلہ	برجائے اسکو ہونگی اگر یہ ہمار سہر
دشمنوں کی کیا گرا آئی ہے موت	دلہ	چمٹیوں نے اب پرکالے الحفیظ
چشم بیا رہتا گلشن میں دیکھ	دلہ	نگس حیران کو یرقان ہے
عشق کے کشور کا جو سلطان ہے	دلہ	ہر دم مہر و مہربان ہے

عاشق۔ میتھی برہما پوری

عاشق تخلص۔ میتھی نام۔ عاشق علیخان خطاب برہما پوری المولد ہے
کتب فارسی میں استدعا قابلیت رکھتا تھا۔ افشا پروازی میں یکا نہ تھا۔ بندگان عالی
نواب آصفیاء کی خدمت میں منصب داروں کے زمرہ میں ملازم تھا۔ بشکر ظفر پیکر میں
زندگی بسر کرتا تھا۔ سفر و حضر میں ہمہ کاب رہتا تھا۔ زبان ریختہ میں شعر گوئی کا شائق
و عاشق تھا۔ موزون اطلع و خوش فکر تھا۔ جو کچھ کہتا خوب کہتا تھا۔ آپکے اشعار
ایہام و ملازم شعریہ سے خالی نہیں ہوتے تھے۔ اکثر ایہام و ملازم شعریہ کا لحاظ کرتے
تھے۔ آپکا کلام اسی وجہ سے خواص عوام میں مشہور ہے۔ ارباب مذاق نہایت غنیمت
سے مطالعہ کرتے ہیں۔ آپکا انتقال سنہ ہجری کے قریب ہوا۔

۲۱ شعرا ۲۲ ہندی

اوٹھا ہے ابرق کیا طوفان لاویگا	کرو سب یار مل سامان شیشہ دارو کا
--------------------------------	----------------------------------

اب تو کچھ باقی رہا نہیں	ولہ	کیا مگر بیچن حذر
جیت میری ہے عشق بازی میں	ولہ	جیسے دلبر نے محکومار دیا
جام کو لبے آشناست کر	ولہ	نام او سکا پیا کٹورا ہے
جس گہر میں جب تلک تھے	ولہ	بیچ کہا تا تھا فقیر
گشت کو تو ال کرو موقوف	ولہ	آج کی رات جام ہتر ہے
نشہ اونٹری محبت کی ہماری	ولہ	کہا و سبھی خط سبھی کو پیاری
میں کہا تیرے دل پر کیا جہلی لگتی ہے رکھ	ولہ	ہنس گیا جو گی میر نے خاک لگتی ہے پہلی
مجھ پر کیجے میں برد کی تھجہ پاک ہوں ہے	ولہ	ہے حال پنا کیا لکھوں پیاری یہ ہوں ہے
ہر ایک سانچے کے پیچے چو منا لب پہ من او سکا	ولہ	گز کہ عاشق علی جان کو مستی میں بہا پی ہے
بات پر بات میرے دہر کے چلے آئے سات	ولہ	دیکھہ طالع کے مد آج پڑی میرے بات
بسوخت جان کلی جہبہ پاس کوئی نہ آیا	ولہ	شمشیر تیری ایک دم بیٹھی تھی میرے سر پر
جب نقش میں صنم کا نقاش پہنچتا ہے	ولہ	ازو کے کہینچے میں دو مات اینچتا ہے
میں شہید کر بلا سب شیخ پوش	ولہ	مصطفیٰ کی آل کا کیا رنگ ہے
صاف دل آرمی سا کوئی نہیں	ولہ	ایک منہ دیکھے آشنا فی ہے

عجب - محمد عبداللہ حیدر آبادی

عجب تخلص - محمد عبداللہ نام - چھوٹے صاحب عرفے - آپ حیدر آبادی
 میں - فارسی میں سید طالب العلم میں - شعر گوئی کا شوق زمین پیدا ہوا - زور طبیعت
 سے فکر کرنے لگے اور کلام کی اصلاح مولوی شمس الدین فیض المتونی ۱۲۸۳ھ ہجری سے

لینے لگے چند مدت تک کہتے رہے۔ استاد کی اصلاح سے کلام درست و صاف ہو گیا
فارسی وار و زبان میں کہتے ہیں۔ خوش فراج و نیک سیرت میں۔

من اشعار الفارسی

ور عین گریہ چشم بر لبش
سلاک گہر کفم خرہ اشکبار را
از سوزش ہوائے دم سرد و دہیم
پروائے باد نیست چراغ مزار را

من اشعار الہندی

عارض کی تازگی سے ہڑ مارگ یار کا
اس گل سے کہل رہا ہے شگون بہار کا
اورد ہرہ و ش جو کرتی ہو درپردہ چہ چہا
کافی نہیں ہے ام کو پردہ حجاب کا

عذیل - محمد عسکری کندھوری

عذیل تخلص۔ محمد عسکری نام۔ آپ کا اصلی وطن کندھور ضلع لکھنؤ ہے۔ آپ نے
سن ۱۲۹۰ کے بعد وطن میں بقدر ضرورت فارسی میں استعداد حاصل کی طبیعت میں
نہنری و چالاک کی تھی۔ شعر گوئی کی دلبین رغبت کامل تھی۔ مضامین تازہ کی تلاش اور
معانی پاکیزہ کی خراش طبیعت میں تھی۔ آپ کے زور و نظرتے جولانی طبیعت سے شوگون
شروع کر دی۔ اور میر کا نظم حسین حبیب آپ کے برابر بزرگ تھے۔ ان سے اصلاح
لینے لگے۔ بہائی کی توجہ و اصلاح سے نئے نئے کلام ہو گئے۔ شاعرانہ بھری میں
بہائی کے ہمراہ حیدر آباد کن میں آئے۔ اتنے ہی سرشت تعلیم میں مازم ہو گئے۔
چند ہی روز کے بعد جوہم سکریٹری گورنمنٹ نظام کے دفتر میں پیشگی کی خدمت پر
ممتاز ہوئے۔ معلوم نہیں فی الحال کہاں ہیں۔ آپ کی عمر اب بیس سے تجاوز ہے

خداے تعالیٰ سلامت رکھے۔

من اشعار الہندی

<p>اللہ میرے قتل کی بیڑہوم دم نام ہے اسلام و کفر دونوں کو اپنا سلام ہے میں مقتدی ہوں اور میرا دل نام ہے ابرار رحمت رحیم کر مٹی میری برابر ہے بہ تعلیم لطافت حسن ساسا ہے لگاؤ آرزو سے دھوٹا ہے تیغ قاتل کو</p>	<p>خبر بجھ وہ آئے میں ایک آرزو نام ہے نچ کر دیا ہے شیخ و بھمن کے جٹا کے ابو بعل آتش مرحوم سے عدیل کوئے جانان سے اڑاتی ہے صبا فرار ہے رنگ آنکھ بیاہنگا رفتہ رفتہ طبع یار میں ہوئی ہے رحم کاری کی ہوئی ہے مرگ کو</p>
---	--

عنایت محمد عنایت باری

عنایت تخلص۔ محمد عنایت اللہ نام۔ محمد عظمت اللہ کے عزیز ہیں۔ آپ کا اصلی وطن تحصیل بنیہ کی ضلع امرتسری ہے۔ آپ کے والد قبضہ مذکور کی مسجد کے نمونہ پیش نام ہیں۔ یہ خدمت اعلیٰ مودتی ہے۔ آپ صحیح لکھ باری ہیں۔ آپ نے بڑے کے مدارس میں تعلیم پائی۔ مولوی حسن صاحب مرحوم آردی اسوقت بڑے مانی سکول میں صاحب مدرس تھے۔ مولوی صاحب کے علاوہ بیروٹ طور سے کیتھڈر فارسی کتب ریسٹھس ہیں۔ ان کو کالج میں ریاضی وغیرہ کی تکمیل کی۔ اور مٹی نور خالصاٹھ اسٹر طرفنگ لکچ سے شعور کی کمی شوق کی سیدم طبع و مستقیم اوضاع ہیں۔ سنجیہ مزاج خوش و خوش کردار ہیں۔ فقیر مولف کے ہم وطن ہیں۔ مگر میں دس برس سے اس شہر چوں کہ آپ سے ملاقات کا اتفاق نہیں ہوا۔ میں آپ کی ملاقات کا مشتاق ہوں بصدقہ

کل مرہون با وقت تھا۔ کئی وقت ہو جائیگی۔ فی الحال کئی عمر تخمیناً قریب چالیس معگی
 میانہ قد کشادہ پیشانی۔ آہو چشم۔ دراز بینی۔ گہنی داڑھی۔ گندمی رنگ۔ مین خدا سے
 آپ کو خوش خرم رکھے۔ آپ رسی وار دو دونوں زبان مین شعر کہتے مین۔

ص ۲۰ شعرا ۲ فارسی

خرام دیدوشستہ گوشہ گلزار
 ہمت تدرو چین از تو شمر سارا
 چہ دوست است بدین حسن اندرین نیا
 کہ جملہ مردمان بے دام تا بعد از نیا

ص ۲۱ شعرا ۲ ہندی

پہر گلون سے ہو گیا ہے اندون گلزار
 عندلیب فصل گل آئی ہوئے اشجار سرخ
 جب نظر مقتل عشاق پہ سری پہنچی
 وہ خون سے سرخ تھے میدان ہزاروں لاکھوں

عراقی و کنی

عراقی تخلص مشہور ولی دکنی کے معاصرین مین تھا۔ چنانچہ ولی کا شعر تھا
 تیرے سخن کی نعمت زبکین کاں ولی
 ڈوبیا عراق کے بیچ عراقی عراقی مین
 یہ قول لچھی نرائن کا ہے۔ میرے نزدیک اس شعر سے عراقی دکنی کا ولی سے معاصر ہونا
 نہیں ثابت ہوتا۔ عجیب نہیں کہ ولی کے نزدیک عراقی سے وہ شاعر جو عراق مین صوفی
 گذرا ہے مراد ہو۔ مان ریختہ کلام سے پایا جاتا ہے کہ ضرور کوئی شاعر ہندی نزار ولی کا
 معاصر یا ولی کے بعد گذرا ہو۔ اسکا حال پردہ ظلمت مین ہے ہکو معلوم نہیں
 چمنستان مین صرف اسکا ایک شعر ہے جس پر اسکو نقل کرتے مین۔

جسکے جاری نہیں مین سول سدا ویرا
 معمو ہو کبوتر کے جسکے گانوں مین اپنی

عاشق - میر قاسم خان اکبر آبادی

عاشق تخلص - میر قاسم خان نام - آپ کے والد ماجد خواجہ عبد اللہ خان صوبہ ہ
کے دیوان بادشاہی تھے۔ خدمت سے معزول ہونے کے بعد نواب صفیہ مرحوم کی
خدمت میں آئے۔ نواب صاحب آپ کے حال پر بڑی عنایت تو فرمائے منصب
علیہ عطا کے علم فقارہ سے سرفرازی بخشی۔ نواب صاحب متعدد مراتب سرکاری
خدمات کے لئے کہا آپ کے قبول نہیں فرمایا۔ حضور نگاہ عالی آپ کی بڑی عزت ابرو کرتے
تھے اور آپ بھی حضور سے نہایت خندہ پیشانی دینی باکی سے ملتے تھے۔ حضور کو کچھ سوال
کرتے تھے اسکا جواب نہایت استعمال جرات ہے اکابر کے ساتھ دیتے تھے۔ آپ کی تقریر سے
امراء و بابر و گنت ملتے تھے۔ اہل دربار میں کوئی ایسا نہ کی و تیز رائے زندہ دل و لیر نہ تھا۔
آپ سب کے نزدیک عزیز القدر و عزیز الوجود تھے۔ ہندو گاہ عالی حضور ہی آپ کی عظمت
و بزرگی کا بڑا خیال فرماتے تھے۔ یہ جناب حضور کی قدردانی و مردم شناسی تھی آخر
آپ شلہ چوہی کے قریب فوت ہوئے۔ بیان عاشق صاحب جہم آپ کے فرزند بھی
ہندو گاہ حضور کی سرکار میں خانہ مالی کی خدمت پر مامور تھے۔ ہونہار و ہوشیار تھے
چند ہی روز میں سرکاری کاموں میں صاحب اختیار ہوئے رفتہ رفتہ مرجع خلاف ہوئے
اسی شنائین بحسب تقریر آپت ایسا جرم ثابت ہوا کہ آپ کی عظمت و شان سے بغیر و غم
وہ یہ کہ آپ نے ایک روز حالت فہر و غضب میں اپنے ایک ملازم کو ایسی سخت سزا دی
کہ وہ ہلاک ہو گیا۔ اس سبب آصفیہ ہی غضب جوش میں آیا آپ نے مات مفوضہ سے
معزول ہوئے۔ سرکار کے نزدیک اعتبار و اعتماد کے لائق نہیں رہے۔ مگر ہمارے نظام کی

رحمد لی و ہمد روی ہزار ہا آفرین و تحمیں کے لائق ہے۔ آپ مغزِ لیل تو ہوئے مگر مصعب
و معاش بہستور جاری رہا۔ نواب آصفجاہ بہادر کے انتقال کے بعد نواب نظام الملک اولہ
ناصر جنگ شہید کی صاحبزادی بن گئے۔ نواب میرالماک صلابت جنگ کے عہد
ماہ ذی الحجہ ۱۲۵۵ھ ہجری میں اورنگ آباد سے دلی گئے۔ اور وہاں گوشہ نشین ہوئے تا مگر
دلی میں رہے آخر اٹھ ہجری میں فوت ہوئے۔ جناب زاد الملک امی و چچہ بی بی امی و بی بی
وسراج و سامی و افتخار و غیرہ شعرا اورنگ آباد کے معاصر تھے تمام سے بارگاہ تھا۔
آپ طبع و فہم تھے شعر گوئی کا شوق تھا۔ آپ کا کلام زکاتِ خوبی سے آراستہ تھا
اشعار درست و مضامین چست ہوتے تھے۔ ہم اب آپ کے چند اشعار بطور نمونہ گزارش
کرتے ہیں تاکہ شائقین مطالعہ سے محظوظ ہووین۔

من اشعار الکافارسی

ہر سال در بہار کعب شرف جنون پیش من چون می نایب میرلم زور و خمار	آید بر بندہ پا بطواف مانع ما شیشہ چون خالی شود ویر می شود و پیمانم
نواب آصفجاہ بہادر کے آغاز سال شصتم کی مبارکباد میں یہ قصیدہ لکھا۔	
صراحی در بعل لرزد و قح در دست می آید ز فیض نو بہار سال شصتم لے بلند ختر	ز بزم جن آصفجاہ سامی دست می آید تو دو و انقرضی عالم ترا در دست می آید
سبار کما و سال نو ترا ایشاہ جم شوکت بلور و نگر چرمی ساید سرخ و میچو جمشیدی	ز ماہی بہ شام ترا در دست می آید بچشم شرف کماخ بلندت پرت می آید

براماش ز دست مید خویشتن عاشق
کز و بخشدن ہر دو جہان یک دست می آید

عشرتی - یزدی

عشرتی تخلص - سادات یزد سے - تید صبیح النسب تھا - وطن سے لاکھن
 یں آیا - قطب شاہیہ زمانہ میں ترقی کے اموج پر عروج کیا - میرومن استر آبادی کے
 سایہ عاطفت میں خوشحال و فارع الحال رہا - خوش نویسی میں لائق و فائق تھا
 تعلیق خط نہایت ہی عمدہ لکھتا تھا - شعر و شاعری سے دلچسپی رکھتا تھا - نوال طبع
 و شاعر خوش گفتار و نیک کردار تھا - اپنی خوش کلامی سے یاران ہم مشرب کو خوش
 و خرم کرتا تھا - آخر عین عالم شباب میں تیس برس کی عمر میں اس عشرت کدہ سے عالم بالا
 کو روانہ ہوا - سنہ وفات کسبی کرہ نویس نے نہیں لکھا - مگر حکو ایک ض قدیمہ سے
 معلوم ہوا کہ ۳۳۰ ہجری میں فوت ہوا -

من الشعر الفارسی

دوستان بوستان چون غرم می خورد کنید	اول زیاران دور افتاده یاد من کنید
مقصود کاخ و صنف و دیوان گاشتن	کاشنا نہائے سرفراک بفرشتن
گھسائے رنگ رنگ درختان میوہ دآ	در باغ و بوستان ر سرفشوق کاشتن
دانی کہ چیت تا بمراد دل اندران	یک لحظہ دوستی تبوان شاد دآ
ورنہ چگونہ مردم عاقل بنا کند	از خاک خانہ کہ بباید گذاشتن

عاشق - مولوی سید عبدالودود

عاشق تخلص - سید عبدالودود نام - آپ سید غلام محی الدین نقوی جد صاحب

صاحبزادے میں آپ کے بزرگان سلف گڑھ ضلع صوبہ الہ آباد میں سکونت پذیر تھے۔ آپ کے
اجداد سے ایک بزرگ سبب تقرر جاگیر آل تنغا ضلع بروہان علاقہ بنگال میں آئے
عوام و خواص کو احکام فنیہ و مسائل شرعیہ کی تعلیم دیتے تھے۔ چنانچہ مدت وراثت تک
آپ کے خاندان میں درس تدریس کا سرشتہ جاری رہا۔ اور آپ کے والد ماجد ایک مشہور
جاری تھا۔ بناء علیہ انگریزی گورنمنٹ نے والد بزرگوار کو مدرسہ عالیہ میں مدرسہ کی
خدمت پر مامور فرمایا۔ عاشق صاحب ترجمہ کی رلاوت ضلع بروہان میں واقع
ہوئی۔ آپ نے اس شعور و تمیز کو پہنچ کے کتب و رسد عربیہ منقول و منقول مولوی مراد
مدرسہ مولوی مراجع الدین علی خان و مولوی علامہ حان خان قاضی القضاۃ سے
ختم کیں۔ اور کتب فارسیہ کی بھی تکمیل حاصل فرمادہ اور وہ سب کی کتابیں انھیں تکمیل کے
بعد علیہ بھری میں حسب اطلب حکام مدرسہ میں آئے۔ خدمت قاضی پر مامور ہوئے
چند مدت کے بعد قضا کے سرخیالی طرف تشریف فرما ہوئے۔ قضا کا یہاں رہ کر مدرسہ
نظام پر مامور رہے پھر صدر عدالت میں رہے۔ ان کے اقرار ہے کہ جس سلسلہ میں میں تک
خدمت موقوفہ کا کام عمدہ طرح سے انجام دیتا تھا۔ آخر میں اس وقت تک کہ وہ بڑے بڑے
چنگل پٹنہ کی حد میں رہے۔ پھر مدرسہ میں سکونت اختیار کی۔ پھر مدرسہ میں
سبب ضعف بدن و عیال کے آپ کی خدمت ہوئے۔ صاحب تاملات و تاملات
تھے لیکن کثرت اشغال کی وجہ سے مجبور ہوئے چند حواشی کتب متداولہ فارسی کی
کوئی کتاب نہیں لکھی۔ آخر اپنے بارہ ماہ و پندرہ سالہ بھری میں اس میں غایت
پائی۔ شاہراہ میلہ پور میں نمونہ کے جانب متصل مقبرہ اخیر خاں کے مرقوموں کو ہمیشہ ہمارے

دست از جا بزم خدمت و تاملات و تاملات

از سانس صحف و پیش گنہ نوشتہ اند

<p> شود از جلوه حسن تو روشن دیده عاشق عروج از بسکه از زلف بتان فکر ساداری بهر محفل که آن تکلیفستان میشود پیدا شهادتگاه مهر جوش نیزنگ و گروارد زبسته و در کار نه حسن تا بان ترا آتش از رنگ تو که شد حسن جوش ترا دامن نشان گذشت ز تربت نگار ما پیسج کا کل مشکین خویش را عالم تعمیر داری من کرد چو آهنگ عروج محفل روشن بان با غیت سنان قبیاح بر سر فراو نیست و در جبین هم گذشت که و گلین فکر فرداها طر شا و مرا شب که بخوراک نقش چشم آن خجور بود باو چشم است اورنگ دل آبشکند معیت آبا و جدان آینه و احسن کسیت خد ترا قیامت تا از آن سر بریده اند ای خدای عشق تو با الهای پری </p>	<p> سوا و سایه کل سر باشد چشم بلبل را رگ اندیشات پیچیده ساز موج سنبیل را شکست تو باز که بر کوسلمان میشود پیدا ز خاک گشته لعل تو مر جان میشود پیدا هست خورشید از رخت صبح گریبان ترا با ده کرد آتش زبان لعل تنگ جوش ترا موج بهار شد رگ سنگ مزار ما متاب ای مقدار یسنگ دل رگ جان را شور از حلقه مرغان غزلخوان برداشت و شب تنها کی باشد چرخان حلیج سکه ملک جنون اکنون بنام من بود بر سرم آرا سے فغان امروز جلا و مرا خامه بهزاد از ریشه انگور بود میزد جوش تقدیر این می که مینا بشکند صد میر مینا رسد گر تمیته خارا بشکند زلف ترا ز عمر دراز آفریده اند دے بقران سلا یا بیت ملوک پری </p>
--	---

من الشعار الہندی

قتا ہے کان تلک ترا انکار دیکھنا

کب الگ ہو گا ہم سے تو بیزار دیکھنا

و خوش خلاق تھے۔ شیخ نظام الدین اور نگ آبادی کے مرید حلیفہ تھے۔ شیخ مرشد
سے آپ اور آپ کے بہائی خواجہ نور الدین حسن عقیدت رکھتے تھے۔ حضرت شیخ
جب لاہور سے اور نگ آباد میں آئے۔ آپ کے ہمسایہ میں فروکش ہوئے۔ اور ایک
خانقاہ و مکان تعمیر فرمایا۔ اور ایک مسجد بھی بنائی۔ اور شہر میں ایک نہری مانی
نامہ زندگی شیخ اسی مقام میں ہے۔ جب رحلت کی تو اسی مقام میں مدفون ہوئے
نیر و تبرک۔ آپ نے شیخ کے ملفوظات کو جمع کیا اور کا نام احسن اشمال رکھا۔
شعرو فی سے دلچسپی تھی خوش فکر و نازک خیال تھے۔ آپ کا کلام تراکات و لطائف خالی
نہیں ہے۔ آپ صاحب دیوان ہیں مگر آپ کا دیوان نامہ الوجود ہے۔ آپ نے بہت قصائد
موقع محل احسن اشمال میں اپنا کلام راج فرمایا ہے۔ اور کثرت الشعراء کے واقف
ہی آپ کا کلام پئے مذکرہ میں کیا ہے۔ فقیر مولف انہیں دونوں کتابت اشعار منتخبہ
گزارش کرتا ہوں۔ آپ مدت اٹھارہ روز کے میں خدمت داروغگی پر رہے۔ آخر ۹۵۰ھ
میں خدمت داروغگی سے سبکدوش ہوئے اور عالم فاضل کچھری میں پہنچے۔ آخر اوداجا کو
سخت رنج و الم ہوا۔ اما شد وانا الیہ راجعون۔

من اشعار الفارسی

این دل غم خورده و در فکر جانان ساختند	چشم مار و پئے نظارہ حیران ساختند
قدسیان عالم بالا بتعمیر لبش	خون دل خورده و ندایا علین خشان ساختند
تا کہ حسن آن پری در دہر عالمگیر شد	حسن یوسف و دیون چاہ زندان ساختند
ہر کہ عمر او خورد و تا محشر غمزد	آب پیکانش مگر آرا بجیوان ساختند
تا کہ انابرے او حلقہ شد چون ماہ نو	قامت خم گشتہ را عشاق قربان ساختند

<p>حسّ شانه دایم بلا بود بدل اوراق نلیم را چو پریشان کند آن لطف ولہ</p> <p>اگر کفیدم از لطف گزازی سو عاصی نرو و آہ این گنبد میناست میدانی ولہ</p> <p>نباشد بزلزلہ نگ شفق قائل کہ نمی بینی سخن عاشقان ز بسکہ بازی کردہ ظالم</p>	<p>شانه بازلف تو پیوست خدا خیر کند باتما زگہ از قرہ شیرازہ کند چشم از دل بکند خانہ و دروازہ کند چشم ولہ</p> <p>سجاشن از کف ریائے شکست میدانی ز خون شکانت این نشان پید میدانی دست نازکت رنگ زیباست میدانی</p>
--	--

رباعی است

<p>تا جلوه گرا این آئینہ آفاق است از سوز تو اسے در و کس آگہ نیست ولہ</p> <p>در عرصہ دہر تا کہ پیدا ست سخن از بسکہ بہر کس خبر دیدار نیست ولہ</p> <p>اسے شکل ہلال کردہ ابرو میت آسان نتوان ز بید عشقت رستن</p>	<p>ہر کس بجال خوشنیتن مشتاق است این را نہ پردہ دل عشاق است روشن گرا آئینہ دلہاست سخن از بید قری چو اہ نوکاست سخن ولہ</p> <p>آئینہ ماہ پر توے از رویت آدینختہ دل جملقہ گیسویت</p>
--	--

من رباعیات المہندی

<p>اگر نسیم تو حید سے پایا ہے سبق نادان نیاوے سخن عشق کی رمز ولہ</p> <p>تجہ غم کی آگ لہین کہا ہوں چپکے میں تجہ قد کی جست نقل کیا ہے چمن میں جا ولہ</p> <p>سمجھے ہیں ہم کہ اب کہیں تم نے دل دیا</p>	<p>آدیکہ بہر طرف کہ ہے جلوه حق مانند قلم تا کہ ہے سینہ شوق ڈرتا ہوں تا فلک اڑے شہر کہ میں دیکھا نہ تبت نہ نے روئے شکر کہ میں ولہ</p> <p>بیٹھے کہیں ہوا ت کہیں ہے نظر کہ میں</p>
--	---

من اشعار الفارسی

گفتیم کہ دل بروئے تو بستم بخندہ گفت
 ای نقش نامہ شونت انگونه خوش سواد
 اگر می عشق تو زور دل ناشاد آتش
 مہ زبان میکند از شعلہ پر سوز بلند
 خستہ نقش تو ہم چارہ گریستہ تشخص
 دست برداشت از من بوجہی رضی شناس
 بر نقش حال دل شاید کہ کند عرض
 بستم دید و سواد آبروت م تیغ
 اگر کوئی بدینا ہزار سبک روی تمام
 میرزم بعد شہادت نام شہامی از خون
 جگر تو خست شد از کشتن عشاق اول
 دید ای دیدار تو از اشک دار و شستہ
 در دلم آبر و ان تیغ دو و نیام یک
 بر سر لہ آن خشم طرح نماز افکنم

این تازہ شاعریست کہ مضبوط گفت
 کہ حرف حرف سر بر بچشم نگین کشد
 خانہ اسم کرد چو آتشکدہ آباد آتش
 از غم سوختگان است بفریاد آتش
 بچ من گفتہ و گر یک مرض صد شخص
 طبعش نبض مرض تو کند ز تشخص
 گشتگی قیس لیلی کہ کند عرض
 و لیلی تو تا صنف ست فاستم تیغ
 بس بود همچون سخن تار نفس پیرا ستم
 شہد ہم است سحر مہامی از خون
 نمود سیرکے مرو سپاہی از خون
 چن کند ز شہران بے نماز و با وضو
 شمرہ بہر و خشم تو تیغ یک و نیام دو
 سجدہ نقشش پاک کنم کاریکی دکام دو

عروجی - سلطان فیروز شاہ بہمنی

عروجی تخلص - سلطان فیروز شاہ نام - آپ علاء الدین حسن گانگوئے بہمنی
 بانی سلطنت بہمنیہ بنایر سے ہیں۔ آپ کی تربیت و تعلیم کا انتظام آپ کے عم نرگوار

صاحبزادے میں آپ کے بزرگان سلف گڑھ ضلع صوبہ الہ آباد میں سکونت پذیر تھے۔ آپ کے
 اجداد سے ایک بزرگ بسبب تقریر جاگیر آل تمغا ضلع برہون علاقہ بنگال میں آئے
 عوام و خواص کو احکام فنیہ و مسائل شرعیہ کی تعلیم دیتے تھے۔ چنانچہ مدت دراز تک
 آپ کے خاندان میں درس تدریس کا سرشتہ جاری رہا۔ اور آپ کے والد ماجد کا یہ دستور
 جاری رہا۔ بناء علیہ انگریزی گورنمنٹ نے والد بزرگوار کو مدرسہ عالیہ میں مدرسہ کی
 خدمت پر مامور فرمایا۔ عاشق صاحب ترجمہ کی ولادت ضلع برہون میں واقع
 ہوئی۔ آپ نے سن شعور و تمیز کو پہنچ کے کتب و دستخطات منقول و منقولہ مولوی مراد
 مدرسہ مولوی سراج الدین علی خان و مولوی غلام محمد خان قاضی القضاۃ کے
 ختم کیں۔ اور کتب فارسیہ کی بھی تکمیل حاصل فرمائی۔ فارغ التحصیل ہو کر
 بعد ازاں بھری میں حسب اطلب حکام مدرسہ میں آئے۔ خدمت قاضی پر مامور ہوئے
 چند مدت کے بعد قضا کے ترجمانی عرف تہذیب و تقریر کے لئے تقرر کیا گیا۔ جس پر
 نظام پور مقرر ہوئے۔ پھر صدر عدالت میں زمرہ سے اختیار مقرر ہوئے۔ پھر عیس میں ایک
 خدمت مفوضہ کا کام عہدہ طرح سے انجام دیتے رہے۔ آخر اسی خدمت کے دوران میں
 جنگل پٹیہ کی صدر امینی پر مقرر ہوئے۔ پھر مدرسہ میں سکونت اختیار کی۔ پھر مدرسہ کے بعد
 بسبب ضعف بدن وظیفہ یاہج کے آرٹیکل خدمت ہوئے۔ صاحبہ دنا ایف تصنیف
 تھے لیکن کثرت اشغال کی وجہ سے مجبوراً ان مختصر و چند ہاشمی کتب مندرجہ بالا کی
 کوئی کتاب نہیں لکھی۔ آخر آپ نے بارہ مایہ ماہ و یک سو سالہ بھری بیخ بناس میں وفات
 پائی۔ شاہراہ میلہ پور میں نمبر کے جانب متصل مقبرہ لکھنؤ آباد مرحوم کو جو قبرستان ہے

دست از جاہلہ شہادت و تقش و تعویذ و ایچ

از مسائل صحف و پیش گنہ نوشتہ اند

دس و زیک بیماری کی حالت میں صاحب فرشتہ ہا۔ آخر پندرہ تاریخ ماہ شوال
 ۲۵۰۰ ہجری میں بہشت برین روانہ ہوا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔
 فرشتہ نے لکھا کہ مرحوم کا جنازہ شانہ شانہ عظمت کے ساتھ اٹھا کے آبا و اجداد کے
 پہلو میں دفن کئے۔ الخ لیکن مفرج القلوب کے مولف نے لکھا کہ فیروز شاہ صاحب ترجمہ
 کو حسب الوصیت اسکے تیار کئے ہوئے گنبد میں جو شاہ کمال پیر کے لئے تعمیر کرایا تھا
 دفن کیا گیا۔ مدت سلطنت ۲۵ سال۔ جلوس شہہ ہجری۔ دفن گلبرگہ۔

مثنوی شاعر کا فارسی

<p>گر شمع جنبش آنخیزست مژگان درازش را محبت چاک دل میزند برگ کہ در برے سباز آسیتبان یا بد از سوز دلم تاری نیاید لذتے ز ابد و صلت از متاع خلد فیروز می قامت و خوار آن خوشیدان را بدان مشابہ ز غم دہر بر دلم ننگ است گل امید شکفت از نسیم عده وے بقطع راہ محبت مخور فریب امید بجز سرود محبت نکر در فرمہ نامے وے پسینہ لبالب دوستی دارم دماغ طبع عروجی چہ دلکش چمنے است در آتش ہرزہ فکر زائل کنی</p>	<p>ستم کردست اجب نہ زبان تعلیم زش را بنجو و مخصوص می بنیم بغافلہائے نازش را بدان چون ہ دہم دیدیش زلف درازش را ہمان بہتر کہ در دامن کنی خبر نازش را بسرو لالہ می سنجید کہ مینداقتیازش را ولہ کہ دل لذت سودا عشق در جفاست ز آفتاب غم انتظار بہ بینگ است کہ غایت بدش بدائے فرنگ است کہ ہر چہ خارج این پرتہ ننگ ننگ است کہ میشال جہان بے بہا تر از رنگ است چمن گو کہ آن آسمان فرنگ است ولہ اندیشہ بہر خیال مائل نہ کنی</p>
---	---

آرام سے محروم رکھنا نہایت بے رحمی ہے دیر تک فوس کرتا رہا۔ اور خوفِ خدا سے
 ڈرنے لگا۔ اور کہنے لگا: و احسرتا ایسا نہ ہو کہ خدائے تعالیٰ مجھ کو قیامت کے دن اس سختی کے
 ارتکاب میں مایوس کرے۔ صبح برآمد ہوتے ہی ات کی چوکیداری موقوف کر دی صرف گنتی
 کے افراد کو کہہ لئے۔ اور انکو بھی حکم دیا کہ ساعتِ گذر سے بعد ایک ایک پہرہ بدلنا ہے
 رعایا کے ساتھ ہمدردی کرتا تھا۔ غلام کو طاعون کے پنجہ سے رہا کرتا تھا۔ چنانچہ تھال
 و ختم زرگر کا قصہ ہمارے قول کی تصدیق کرتا ہے۔ ان کی کو دیوہارے والی میاں کے ظلم
 بچایا۔ آخر ان کی بادشاہ کی مہر دمی دیکھ کے خوشی سے سداں جلی پہرہ بدلنا فتنہ
 مذکور ہے۔ فیروز شاہ دوبرین و دوراندیش تھا حفظِ انعام نہ کرنا تھا۔ نفعِ سلاطین
 و فرشتہ کے مولفین لکھا کہ سنہ ہجری میں شہر ہوئی کہ شیر و گورکان ہند میں دوا
 آئیو لائے۔ فیروز شاہ صاحبِ جمہوریت کہ معلوم ہوتے ہی عاقبت اندیشی پیش میں سے
 مستبکہ وزیر امیر تقی الدین محمد داما و فیضیال شہر جو مولانا سلف شہر واری کو
 مع تحائف نفائس ہدایات لائق امیر کی خدمت میں سرفراز کیا۔ اور ایک خدمت
 بھی جنہیں طاعتِ بندگی کا اظہار کیا تھا پہنچی۔ بہمنی کے سفار ویا و حوائی کے
 وارا سلطنتِ سمرقند میں پہنچے۔ امیر تیمور کی بارگاہ میں باریا جمے۔ دربار میں سفیرین کی
 بڑی تعظیم و تکریم ہوئی۔ چہم مہینہ تک امیر کی خدمت میں جہان ہے۔ جب سفیر نے بہمنی
 تحائف و عرضداشت امیر کی خدمت میں پیش کئے۔ تحائف نے قبولیت کا درجہ پایا
 تب مقبرین کے دربار سے سفیر نے عرض کیا کہ فیروز شاہ مجھ کو تباران سے کارے
 اسکا غم بالآخر ہے کہ جب پالخلا اندر ملی تشریف لائیں یا کوئی شانہ زوہ آئے تو
 اسوقت از روئے بندگی کمر بستہ ہو کے دکن سے دہلی میں حاضر ہو گا۔ او جان تبار کی

من ۲ شعرا الفارسی

گفتم که دل بروی تو بستم بخنده گفت
 ای عشق نام شربت انگونه خوش سواد
 که می عشق تو زور دل ناشاد آتش
 همه زبان میکنند شعله بر سوز بلند
 خسته خسته و پر پاره گریه تشخص
 دست برداشت از من بوی بوی تشناس
 به گفته حال دل شیدا که کند عرض
 بلند ریود و سواد آبروت می تیغ
 اگر بستم بر تپا دار سبک و می تخم
 سیرم به شهادت می شای از خون
 جگر خجسته شد از کشتن عشاق اول
 دیدم به دیدار تو از اشک و از شست و شستم
 در دلم آبروان تیغ دو و نیام یک
 بر سر پاره آن چشم طرح نماز افکنم

این تازه شاعریست که مضمونش گفت
 که حرف حرف سر می چشم نگین کشد
 خانه ام کرد چو آتشکده آباد آتش
 از غم سوختگان است بغیر آتش
 هیچ من گفته و اگر یک مرض تشخص
 طبعش نبض مرض تو کند تشخص
 گریه می قیس لبلی که کند عرض
 و این قوت ضعف است قاست خم تیغ
 بس بود همچون سخن تار نفس پیرانم
 شعله دم است سحر می مای از خون
 شود سیر به مرد سپاهی از خون
 چون کند ز شربان به نماز و با وضو
 شمره به رو چشم تو تیغ یک و نیام دو
 سحره نقش پاکتم کاریکی دکام دو

عروجی - سلطان فیروز شاه بهمنی

عروجی تخلص - سلطان فیروز شاه نام - آپ علاء الدین حسن گانگو بهمنی
 از سلطنت بهمنی بنیادین - آپ کی تربیت و تعلیم کا انتظام آپ کے عمر پر رگوار

کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ بے تکلفانہ رہیں۔ کسی قسم کا لحاظ نہ کریں باہم یا نہ مل کے خوشی کے ساتھ بسر کریں۔ اور محکوم ایسا سمجھیں کہ میں بھی آپ سب میں ایک فرد ہوں میرے ساتھ ہم بیالہ و ہم نوالہ رہیں۔ اور اس بات کی تاکید کرتا تھا کہ اس مجلس میں مجھے فیض و نیوی معاملات کی بابت گفتگو کرے۔ نہ کوئی سبکی شکایت کرے۔ تمام بادشاہ کے حکم کی تعمیل کرتے تھے۔ کبھی کسی نے خلاف حکم نہیں کیا۔

فیروز شاہ شعرو شاعری کا شیفہ تھا۔ حدائق السلاطین کے مولف نے لکھا کہ ہمنیہ سلاطین میں بے نظیر فرد تھا۔ علوم و فنون میں آپ ہی پناہ پذیر تھا۔ اکثر زبانوں میں مکملہ نامہ کہتا تھا ہر ایک زبان میں اہل زبان سے بیاختہ مکالمہ کرتا تھا۔ سامعین داخلین و دونوں میں تیز نہیں کر سکتے تھے۔ کہتے تھے صاحب جملہ اہل زبان کے افراد سے ایک فرد فرما کر ہر ایک کے محاورات و اصطلاحات خوب آف تھا۔ خاص زبان عربی و فارسی و ترکی کی مملکت میں حکمرانی کرتا تھا ہر ایک زبان میں ناظم و ناشر تھا۔ مستعد میں شعرائے عرب و عجم کے اشعار و قصائد ہمیشہ حافظہ کے خزانہ میں محفوظ رکھتا تھا۔ سخندان و سخن سنج تھا۔ کبھی کبھی سرور و فرات کے وقت میں کلام موزون کرتا تھا۔ اولاً اپنا تخلص عروجی قرار دیا پھر شاہی زبانہ میں فیروزی رکھا۔ صاحب دیوان تھا۔ اب دیوان نادر الوجود ہے۔ موزن نے چیدہ چیدہ اشعار تمثیل کیے ہیں فقیر مولف یہی تذکروں سے ذیل میں گزارش کرتا ہے۔ آپ کا کلام شیریں و دل نشین ہوتا ہے اشعار کے مضامین سے جوش محبت معلوم ہوتا ہے۔ فقر مولف نے صاحب ترجمہ کے حالات محبوب لوطن تذکرہ سلاطین لکن میں شرح و مبسط لکھا ہے۔ ان کسنت خارج الیہ۔ لمحات کے مولف نے لکھا کہ احمد شاہ کے جلوس کے بعد فیروز شاہ صاحب جم

درس ترک بیماری کی حالت میں صاحب فرشتہ ہا۔ آخر پندرہ تاریخ ماہ شوال
 ۲۵ شہ ججری میں بہشت برین روانہ ہوا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔
 فرشتہ نے لکھا کہ مرحوم کا جنازہ شانہ شان عظمیٰ کے ساتھ اٹھاکے آبا و اجداد
 پہلو میں دفن کئے گئے لیکن بیعت اقلوب کے مولف نے لکھا کہ فیروز شاہ صاحب ترجمہ
 کو حوالہ دیتے ہوئے تیار کئے ہوئے گنبد میں جو شاہ کمال پیر کے لئے تعمیر کیا تھا
 دفن کیا گیا۔ مدت سلطنت ۲۵ سال۔ جلوس شہ ججری۔ دفن گلبرگہ۔

مثنوی الفارسی

<p>گر شمع جنبش آنورست مژگان مرازش را محبت چاک دل میزدہ گر کہ در برے سب آسب ان یا بد از سوز دلم تاری نیا بد لذتے ز ابد و صلت از متاع خلد فیروزی قامت و خوار آن خوشید تابان را بدان مثابہ ز غم دہر بر دلم ننگ است گل مید شکفت از نسیم عده ولے بقطع راہ محبت بخور فریب امید بسحر سرود محبت نکر در فرمہ نامے ولے بہ سینہ لبالب دوستی دارم دواع طبع عروجی چہ دلکش چمنے است در آتش ہرزہ فکر زائل نکنی</p>	<p>ستم کردست احب ہر زبان تعلیم زش را بنجو شخص خصوص می بنم تغافلہائے نازش را بدن چون ہ دہم بدینہ زلف و دوزش را ہمان بہتر کہ در دامن کنی اجر نازش را بسرو لالہ می سنج کہ میندا تیارش را ولے کہ دل بلذت سودا عشق در جفاست ز آفتاب غم انتظار بیزنگ است کہ غایت بدش بدائے فرنگ است کہ ہر چہ خارج این پڑہ ننگ ننگ است کہ پیش لیل جہان بے بہا تر از ننگ است چمن گو کہ آن آسمان فرنگ است ولے اندیشہ بہر خیال مائل نہ کنی</p>
--	---

این نقد خزینه و مانع است بگوش
تا صرف بجنبہا کے باطل نہ کنی

عطا۔ سید فضل حسین

عطا تخلص۔ سید فضل حسین نام۔ آپ قصبہ جالیسی کے ساوات محلج نسب
والحسب ہیں۔ سن شعور و تمیز کے بعد آپ تحصیل علوم میں مصروف ہوئے خدمت
وطن بلوچ میں اساتذہ سے کتب و اور پڑھتے رہے ابھی تحصیل سے فارغ نہیں ہوئے تھے
کہ دل میں کمال تحصیل کا شوق پیدا ہوا۔ وطن سے شہر لکھنؤ میں آئے علمائے لکھنؤ کی
خدمت میں کتب و دستیکہ فارغ ہوئے۔ اور تلاش معاش کے لئے لکھنؤ سے برآمد ہوئے
اولاً بہوپال میں پہنچے۔ نواب جہانگیر محمد خان کی خدمت میں ملازم ہوئے۔ چند
نوکری میں بسر کر کے حیدر آباد دکن میں آئے۔ اس وقت نواب سراج الملک بہادر
وزارت کی سند پر جلوہ افروز تھے دارالانشا میں مقرر ہوئے۔ نواب سراج الملک کے
بعد نواب مختار الملک سالار جنگ کے لول مرحوم کی خدمت میں عزت آبرو کے ساتھ
رہے۔ آخر آپ نے ۱۲۰۷ھ ہجری میں اس رفعت عالم بقا کی طرف حلت کی۔ اناشد
وانا الیہ راجعون۔ آپ نے عزت و کمال خیال خوش فکر تھے۔ آپ کا کلام شستہ و پاکیزہ
اہل زبان کے کلام سے پہلو بہ پہلو ہے۔

ص ۲۰ شعرا ۱۵ فارسی

گشت برقی جلوہ گرد گیر نمیدانم چہ شد
اشب احوال مضطر نمیدانم چہ شد
خون روانِ یاسم و نشتر نمیدانم چہ شد

دل نمیدانم چہ شد و لبر نمیدانم چہ شد
نے خروشی نے فغان نے طیش نے اضطراب
بارگ جانم سرے میثد اپنہان غمزہ

<p> بادہ می بینم بجا ساغر نمیدانم چه شد نیم جانی داشت بر بستر نمیدانم چه شد باین بستن کشادگی گناہ گفت خوبتر بستم دل سودہ برابر دم بنوک نیت تر بستم بین من نیرۃ الماس برداغ جگر بستم جنون دست گر کشادہ من بند و گر بستم کہ من فیدالفت ایضا جوخت تر بستم خمار پنجہ فرگان من از خون جگر بستم بر دے سینہ ز داغ جگر تارک تر بستم دل مشتاقی بر بال مرغ نامہ تر بستم کہ من وقت عا خود برد عارہ اثر بستم </p>	<p> عشق را سوزی همان در دل نشانی نیست ایکہ می پرسی عطار من چه گویم حال او کشادہ چشم بر روی تو در عالم نظر بستم سرے باشوخی فرکان او دارم خذر از من طیب مہربان بگذر من ز فکر مرجم ہم چو گیسو است غنہ زنجیر کردم ربط از من کجا کہ مست گرد و عهد من از سختی بجزان بدست بخیر او دست تا بہر بنا بستن چو دیدم سخت اندازستان ناو فکری بستم دل آرا نامہ آمدہ فتم از خود در جواب او عطا خود کردہ ام با ہجر شوق از من چہ بخوان </p>
---	--

علی - ناصر علی سرہندی

علی تخلص - ناصر علی نام - آپ جب علی حالی پنجابی کے فرزند ہیں - آپ کی ولادت
 سرہند میں واقع ہوئی اور شونا دلی میں ہوا - تربیت تعلیم ہی دلی میں پائی - اور
 کتب درسیہ بھی سی شہر میں تحصیل کیں - نقشبندیہ طریقہ میں جناب شیخ محمد معصوم بن
 مجدد تانی قدس سرہ کی خدمت میں مرید ہوا - ثنوی میں شیخ کی خوب تعریف کی ہے

<p> چلنچ ہفت کشور خواجہ معصوم روا از ماہتاب شرع بردوش </p>	<p> سنوار از فروغ شہند تار و م چو صبح از پائی باطن نقب پوش </p>
---	--

او اعلیٰ حال میں سیف خان ماکہم ہند کا ملازم ہوا۔ جب سیف خان کی تبدیلی الہ آباد ہوئی
 خانہ مصروف کی رفاقت میں الہ آباد آیا۔ سیف خان شاہجہان بادشاہ ہند کا تیسرا تختی مسلمان
 والا کا داماد ہے۔ ۹۸۶ھ ہجری میں علی لکھنوی کے عہد میں کشمیر کا صوبہ دار ہوا۔ چند مدت صوبہ دار رہی
 مامور بنا بعد میں صوبہ داری سے دست بردار ہو کے گوشہ نشینی اختیار کی۔ آخر اجاب کے
 اصرار سے گوشہ نشینی سے برآمد ہو کے ۸۶۷ھ ہجری میں بطنیہ منصف خطاب الہ آباد کی نظر
 پر مقرر ہوا۔ آخر ۹۵۰ھ ہجری میں فوت ہوا۔ ناصر علی صاحب جمہ سیف خان کی وفات کے
 بعد ۸۶۷ھ ہجری میں ہند سے بیجا پور دکن میں آیا۔ اور نواب الفقار خان بن نواب
 اسد خان وزیر عالمگیر سے ملا۔ چنانچہ اسی موقع پر آزاد ملکہ امی نے کہا ۵
 بعد سیف آخر علی نواب الفقار آمد بکار۔ لافنی الہ علی لاسیف لافنوالفقار
 ناصر علی نے ملاقات کے روز ایک غزل نواب الفقار خان کی خدمت میں پیش کی
 وہ یہ ہے ۵

<p>اے شانِ حیدر می جہین تو آشکار دشمن کش جہانی و یک دست پروری تسخیرِ درستان آہی نمودہ ترسم کہ بوئے گل ز فراش جنون کند مرعہ دلم بہ نیم نگہ صید کردہ یاران چند ورفن خود منشی خود اند ناصر علی تر از تو خواہد مراد و بس</p>	<p>نام تو در نہر و کند کار نو و الفقار فتح و ظفر او بختی مست اندر قطار اے نو بہار خلق تو بر بوی گل سوار آمدل کہ بروہ زمین آئرا بہن سپار اے طائرانِ عرش خدنگ تر آشکار این جمع را بیک نظر عافیت سپار وی ابر فیض بر ہمہ عالم گہر بار</p>
--	---

نواب کے ایک بھائی فیصل دریس بہار روپیہ و رطلت عنایت کیا اور کہا بس میں صلی کی

طاقت نہیں کہتا ہوں۔ میرا روضہ خانہ عامہ میں لکھتے ہیں کہ ذوالفقار خان نے صرف
 مطلع پر اکتفا کیا۔ کہ قابلِ صلہ ہی ایک شعر ہے۔ جب نواب ذوالفقار خان
 سلسلہ ہجری میں کرناٹک کن روانہ ہوا ناصر علی بھی نواب کے ہمراہ گیا۔ چند روز رہا
 رہا شاہ حمید رویش کل معتقد ہوا شاہ موصوف کی طرح میں کہتا ہے ۵

ایک ایک ساتی شیرین رسید نوبت جام حمید الدین رسید
 جام او خورشید ربانی بود انجمن افروز بجائی بود
 گر جمال او بر اندازد نقاب روزن ہر خانہ گرد آفتاب
 شاہ حمید کچی میں ایک مجذوب کامل تھے شاہ صاحب کے فوت ہونے کے بعد
 علی دوست خان ناعطار کاٹھے آپکی مرقہ پر ایک گنبد بنوا دیا۔ میزار تبرک۔
 ناصر علی کی مدد و خون میں سے شاہ عادل بن خواجہ شیر یف خان عالمگیری بھی ہے
 خواجہ عالمگیری زمانہ میں مہارست کل کی خدمت پر مامور تھا۔ شاہ عادل تارک الدنیا
 تھا۔ ناصر علی نے اسکی طرح میں ایک قصیدہ لکھا تھا اسکا مطلع یہ ہے ۵
 ختم آن بطل نظر کردہ استنا قدیم کہ بود نقطہ سہو القلم فکر حکیم
 اور غضنفر خان سے بھی محبت کے کہتا تھا۔ اور غضنفر خان ذوالفقار خان کے رفیقوں
 میں تھا۔ کچی کی حکومت پر مامور تھا۔ کچی ایک شہر کاٹھے بارہ کوس کے فاصلہ پر ہے
 منہ و کے معاہدہ سے ایک ہے۔ غضنفر خان کی طرح میں کہتا ہے ۵

ہمچو فیل بے جگر گریز از میدان بشنود گر کوہ آواز غضنفر خان ما
 آخر الامر و کن سے ولی میں گیا بے نیاز نہ زندگی بسر کرتا تھا۔ تو کل قناعت پر
 قائم تھا کسی التجا نہیں کرتا تھا۔ اسی مقام میں سلسلہ ہجری میں بہشت برین کو روانہ ہوا

عمر تقریباً ساٹھ برس کی تھی۔ سلطان المشائخ نظام الدین دہلوی کے مرتد کے سایہ میں مدفون ہوا۔ اُسکی رحلت کی تاریخ سرخوش نے لکھی ہے۔

سرخوش از خرد سال وفاتش پر یہ گفت آہ علی بعالم معنی رفت اور سرخوش نے کلیات الشعر میں محمد غزالی سے نقل کیا ہے آہ از رحلت ناصر علی۔ میر غلام علی آراؤ خانہ عاشقین لکھتے ہیں دولوں نامہ بخون میں ایک ایک سال بکارت زائد برآمد ہوتا ہے اکثر وہ عین ایک سال کا فرق کرتے ہیں میر غلامی سہم چرمول میں ہو سرخوش مرزا قطب الدین کے حوال میں لکھتا ہے کہ آپ ناصر علی کے بعد میں درگذرے تھے کہ گذر گئے محمد عارف نے جعل جتہ شواہد تاریخ غالی۔ ثابت ہوتا ہے کہ ناصر علی کی وفات سنہ ۷۱۱ ہجری میں واقع ہوئی دولوں نامہ میں ایک ہی تاریخ واقع ہوئی ہے۔ مائل کی تاریخ میں شعبہ ہے کیونکہ اُس نے تاریخ سے چار سو لیا حالانکہ پانچ لکھا جاتا ہے کیونکہ اصحاب حمل کے نزدیک حروف کتبہ بی کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ تلفظ۔ بخلاف اہل عروض کہ اُن کے نزدیک تلفظ کا لحاظ ہے اولیٰ مداروزن پرستانی کا مدار ذکر ہے۔ بعض کا قول ہے مکتوبی معتبر ہے نہ مفوظ اور بعض کہتے ہیں لفظ معتبر ہے نہ لفظ۔

سید عبدالغنی ترمیزی کہتا ہے کہ اول قول معتبر ہے اور قولانی نا اور۔ انتہی قول خزانہ عامہ مرزا بیدل نے رنگ ناز شکست تاریخ کہی میں تاریخ مطابق سنہ ۷۱۱ ہجری ہے۔

خوشگو مذکرہ میں لکھتا ہے کہ ناصر علی کی فرج میں تورانیا لکھا چنانچہ مجھے بہکوتہ ملے قلندراما دا جہ چن رہبان منشی نے نقل کی کہ میں اور ایک شخص سیرا کچے ہمراہ رہے میں سوار ہو کے دلی کے بازار سے گذر رہے تھے کہ ہم نے بازار میں ایک سبزی فروش کو دیکھا کہ اپنی بیوی جمیلہ پری پکیر سے لڑ رہا ہے اور اُسکو گالیان دے رہا ہے۔ ناصر علی یکایک

بے و ہٹ کر تہہ سے کو ڈرا۔ ہم سمجھ کر قضا کے حاجت کے لئے اتر آموگا۔ لیکن آہستہ
 سہری فروش کے پاس گیا۔ اور اسکو نہایت نرمی و خوشامد سے کہنے لگا۔ کہ آپ کا
 ایسی نازنین پری پیکر کو گھوڑوں اور گدھوں کے حملے کرنا نہایت ظلم و بزدلی ہے۔
 اگر آپ اس پری پیکر سے بیزار ہیں تو مجھے آدمی زادے کے حملے کیجئے۔ میں جیوانا تھے
 بہتر ہوں۔ سہری فروش اور اسکو سے گذرے والے کچھ من کلام ظرافت لنبیاہ سے
 حیران ہوئے۔ پس سیوقت آپکے کلام کی بدولت میان بیوی کا جھگڑا رفع کیا۔ پتھی
 سرخوش کلام شاعرانہ کہنا ہے کہ میں نے اصرار کی زبان سے سنا کہ کہتا تھا کہ میں
 مدت اعلان خود سے بہتر کوئی شعر نہیں کہا ہے

چو تو ساقی شوی در دوستانک نامی دل بعد بجز باشد و سوت آغوش سا حلہا
 وہی کہتا ہے کہ فقیر نے سنا ہے کہ بعض غزلیہ کہتے ہیں کہ لانا دیکھ شہیری کا مسودہ
 اور علی کے کہتے ہیں آگیا ہے اسکو اپنے ام سے شہر کر رہا ہے۔ کہا شاعری کا امتحان
 کیجئے کوئی غزلیہ کہتے ہیں کہ وقت غزل بیا بیستادہ است۔ آفتاب بیستادہ است
 ماسے بنی۔ اول فقیر سے اور پھر ان میں قدم کہ کیا مطلع یہ ہے

نہرا شکم با گدوں غرق آبیستادہ است سرور کے رخسار چو جاب بیستادہ است
 اس علی نے شعر مطلع کہا اور علی نے اس عبارت سے جواب دیا ہے

ہاں بہت اہمیت تکیہ بر آہ نامی غیبہ فلک چو بطناب بیستادہ است
 علی نے نار علی کی شنوی کے مطلع میں نصف کیا تھا۔ سرخوش نے اسکو جواب میں کہا ہے
 علی ان پیشوائے خوش خیالان چو شد در شنوی گلشن را نشان
 رساندش پایہ معنی بچسارچ بود این مطلع اور درۃ التاج

اکہی ذرہ دروے بجان ریز
 درین مطلع نمود از احمقیہا
 کہ باشد پنبہ نرم و استخوان سخت
 بتغییر حروف چند فی الفور
 اکہی ذرہ دروے بتن ریز
 من این حرف از زبانش چون نفتم
 چرا این حاجت از حق خواہی یار
 کہ مشتی خن ز آتش بر فروزم
 سزائے آنکہ در شعر لبندی
 مناسب تر درین ہنگامہ افتاد
 چراغے را کہ ایند بر سرورد

شرر در پنبہ زار استخوان ریز
 یک از پیران جاہل و خل بجا
 کجا این نرم را نسبت بان سخت
 در ستش کرد و در عجم خود این طور
 شرر در پنبہ زار موسے من ریز
 چو گل خنیدہ بر ویش بگفتم
 تو انم کرد من ہم اینقدر کار
 ہمہ موسی سرور شیت بسوزم
 کند زینگونہ و نعل پستی
 بر اہل سخن این شعر استاد
 ہر آنکو بہت کند ز شیش بسوزد

میرزا و خزانہ عامرہ مین لکیتے ہیں کہ ناصر علی روز چہار شنبہ آخر صفر سہ ہند مین سیر باغ
 کو گیا۔ حضرت شیخ معصوم خلف مجدد قدس سرہ ہی رونق افروز تھے۔ سیر کرتے ہوئے
 ناصر علی کے پاس آئے۔ دیکھا کہ شیشہ پیمالہ سامنے رکھا ہوا نہایت ہی غصہ ہو کر فرمایا
 ناصر علی یہ کیا ہے۔ ناصر علی نے کہا شہزادے ملاکر نوش فرماتے ہیں۔ شیخ چلتے ہوئے۔
 صوفیان کرام و علما عظام نے ناصر علی کی تکفیر کی اور قتل کا حکم صادر کیا۔ میر محمد زمان
 راسخ وغیرہ اعز نے ناصر علی کو تہرہ لیکر سہ ہند سے واپس روانہ کیا۔ یہ صاحب کی توبہ سے نجات
 میرزا و لکیتے ہیں کہ استاد می طفیل محمد نے فحیہ سے نقل کی کہ میں شہزادہ جہان آباد مین
 ناصر علی کی ملاقات کا ارادہ کیا۔ رستہ مین ملاقات ہوئی۔ رتہ مین سوار ہو کر مکیم کج باغ مین

واقعہ چوک جاتا تھا جگہ پہی باغ کی حلیف ہی ہم باغ میں گئے۔ پہرین نے دیکھا کہ
ناصر علی اور ان کے دوست آپس میں آنکھوں سے اشارہ کر رہے ہیں۔ میں سمجھ گیا۔ اور
میں نے کہا کہ میرا مشرب حریفان ہم مشرب دور ہے۔ وہاں سے نکل کر دور بیٹھا
شیشہ و پیریا لہ آیا۔ ساتی نے شیشہ سے مشرب پیالہ میں ڈالی اور قلقل شیشہ سے
چہاگ و کف ظاہر ہوا ناصر علی نے فی البدیہہ کہا

کہ امین مست را مشرب جنگست باز باد کہ مینا ہم رجوش می ز رہ زیر قباد دارد
جب جلسہ ختم ہوا مائی نوٹنگل سامان اٹھائے میں خدمت کے لئے گیا۔ اور کہا بدیہہ کو فقیر کی
بیاض میں لکھا کچھ بیاض حاضر ہے۔ اس وقت لکھ دیا۔ بدیہہ کی پیشانی لکھا تھا۔ بدیہہ ناصر علی
مستانہ میں نے میت مذکور بیاض میں دیکھی۔ کہتے ہیں کہ آخر ناصر علی نے شیخ معصوم
کی خدمت میں توبہ کی اور طریقہ باطن میں استفادہ کیا انتہی مافی خزائے عامرہ
نقل میر صاحب سے ہوا۔ او میں لکھتے ہیں کہ سید جعفر روحی ربیع پوری نقل کرتا ہے
کہ ہم چند جاب ناصر علی کی زیارت کو گئے۔ اور سب ہم صحبت تھے۔ ایک دوست
ناصر علی کی قبر کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کہا آپکا وہ قول کیا ہوا

خاک گردیدیم و میر قصد منور افغان ما ختم شکست ما نمی ریزد می جو شان ما
میں نے کہا آپ کی زبان پر یہ ناصر علی کا افغان رقص کر رہا ہے۔ تمام دوست
خوش ہوئے انتہی کلامہ۔ ناصر علی صاحب یوان ہے دیوان مطبوع ہو گیا ہے
شعر گوئی میں طرز خاص کا موجد ہے۔ ثنوی لطافت معانی و نزاکت بیانی
میں شکر ریز ہے۔ تازہ تازہ خیال سے بھر پور ہے۔ ہم ثنوی و دیون سے چند
اشعار بطور نمونہ لکھتے ہیں۔ من اشعار الفارسی

خودمانی است گذشتن کجا که تر است	وله	ورنه پیرامن از خویش چو تصویر بر آ
گوارا نیست عشرت طبع ناپرهیزگان را	وله	چه لذت از نشاط عید باشد روز و خواران
سرمه آواز در آس کاهوان چشم است	وله	ناقه با بسناز چشم غزالان رنگها
درین دریا نکر دم لب بحر فتنه انگیز	”	چو ماهی نهد با تم آب از شرم کتا تنها
بود دنیا و دین پشت رخ آینه هستی	”	بزرگ آید و خویشش چشم شامان را
تدار خلقت در عالم امکان نمی باشد	”	دن تنگی نیاز آرد و اولمین عالمه میان را
یک شهر چشم خوش نگهان فرشته است	”	آنجا که سرگرد کند جلوه گاه است
چشم بر بند اگر می طلبی رزق حلال	”	مرغ بس خورش از نظر و خفاست
خشم اهل کرم از لطف بخیلان بهتر	”	شسته آتش ایقوت به آتش بقا
خوئے ناز بادل من چه ستمها که نکرد	”	شیشه بر شیشه خون کار چه خار نکرد
ما و تو ای پریش و کیش سس هم نامیم	”	گر از تو بهتری نیست ز ما بهر نبات
آشیان کم کرده چون من گرفتارش سعاد	”	سخت بی رحم است میترسم که آرام کند
انتقام داد خواهان نیاست شد کام	”	می قشاده چشم قاتل سر بر سر من هنوز
کلاه سلطنت خسروان شکست شد	”	نمیزد اگر رشیت با فقیرانش
دوش یک لخط خواب آینه باز شد	”	طش دل چه ستم کرد که بیدار شد
بود ایک جنبش ابرو بی تیغ قاتلم	”	میتوان از سایه شمشیر کردن بلم
ز معنیهای بیغش میتوان ساختن دل	”	برگرد صد پری و شیشه شاد چنان خالی

نشاط این جهان هر چند کمتر سیر حاصل تر
 بطفوان عید روز جمعه آب بود افسوس

عاصی - مرزا محمد نصیر بیگ خان ایرانی

عاصی تخلص - مرزا محمد نصیر بیگ خان نام - آپ علی بیگ خان ایرانی کے فرزند ہیں۔ آپ کے والد نواب صفیہ ثانی کے زمانہ میں شہر حیدر آباد میں ملک التجار تھے خوش خلق و نیک صورت تھے۔ حضور پر نور میں دو سو سو اران ایرانی مغلہ کے افسر تھے۔ جاگیر منصب سب سے سرفراز تھے۔ میر عالم کی دیوانی میں آپکا بڑا عروج تھا دیوانی امور ات کے اخراجات کی اجرائی آپکی کوٹھی سے ہوتی تھی۔ میر عالم کے انتقال کے بعد علی بیگ کا پہلی انتقال ہوا۔ علی بیگ باغ دھکان متصل دروازہ پل ندیم تھا۔ اسکور سید الملک کہا در سے خرید کیا۔ اور اس میں اور جدید عمارت بنوا کر سکونت اختیار کی۔ اور محلہ حسین علی میں مرزا محمد نصیر خان مذکور خلف مرحوم کے مکانات تھے نصیر بیگ خان والد کے بعد افسری رسالہ و جاگیر منصب پر مقرر ہوا۔ مشارالہ پیش عقیل ہوشیار تھا۔ علوم عربی و فارسی میں خوب دیانت حاصل کی۔ اور نجوم و رمل و ہیت میں بھی یگانہ ہوا۔ اور شعر گوئی میں بھی بے نظیر تھا تصائد غر امور و ن کرتا تھا رضا میں دلچسپ معافی و پسند کا باہم ایسا شیرازہ باندھتا تھا کہ مجلس شعرا میں گلدستہ ہوتا تھا تمام سائزہ روزگار آپکے کلام کی تحمین و تعریف کرتے تھے۔ آپ شہرہ مجری میں زندہ تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپکا انتقال میں ساٹھ و ستر کے ہوا ہے

من اشعار المثنوی

شاہ شان خدا نگان باشد
قیصر روم پاسبان باشد

آنگداح انس جان باشد
شاہ خاقان نشان کہ بردارد

حکم رانی که گر نماید حکم
 سرور و پرنای صرا دل
 رایت عدلش گر بلند شود
 صعوه را در زمانه معدلتش
 در زمان تو ای سپهر کاب
 جمع شد عالم از پریشانی
 ذکر نام تو در جهان بادا
 گرفت از رخ خود زلف غنبر افشان را
 اگر ز لعل لببت قطره بنوشد خضر
 ندیدم از کس این جور و کین را
 نسیم اگر دوست دارم خدا را
 تا بکج خورم بجا روز و شب غم دنیا
 شد کفار غم سر رشک قره فونین
 در تمنای رخ و طرف بنا گوشش بود
 گر فتم که آن ماه گاهی بر آید
 شاد باش ایدل غم دیده که جانان آید
 خدا را ای صبار روز گذر بر کوئے جانان کن
 ای زده آتش بدل آفت جان کیتی
 ای بت شوخ نازنین ناوک غم فونین

حکم او بر فلک روان باشد
 تا جهان هست در جهان باشد
 قاف تا قاف در امان باشد
 چنگل باز آشیان باشد
 که جهان مامن امان باشد
 گر چه ز لغین مهوشان باشد
 تا جهان جهانیان باشد
 و نه نمود از پس شب آفتاب تابان را
 هزار بار زنده طعنه آ بیحوان را
 و نه خدایا رحم ده آن نازنین را
 و نه بگو از من آن بیوفادار بار را
 و نه مطربان بر بطن ساقیاده صهبا
 بسکه یاد آدم آن صحبت دیرین است
 دیده ام تا بسحر بر سر دیرین است
 و نه کجا کام دل از نگاہ بر آید
 و نه باز دیرین تن افسرده جان آید
 و نه بیان احوال ز بار آن سرخیل خوبان کن
 نخل غم من آمدی سرور و ان کیتی
 کرده بقصد من کین سخت کمان کیتی

خوش دل آنکسے کہ اوباتو بود بگفتگو
بہر خدا بیا بگو غنچہ دہان کیستی
بندہ آن تغافلہم عاصی کہ بہر مسلم
آمدو گفت قائلہم سوختہ جان کیستی

حرف غین معجمہ

غیمور محمد صفدر خان بہادر غنیو جنگ

غیمور تخلص۔ محمد صفدر خان نام غیمور جنگ اشجع الدولہ خطاب ہے۔ آپ
حیدر خان شیعہ جنگ بہادر منیر الدولہ منیر الملک کے فرزند ہیں۔ آپ اب سب سالہ جنگ
مختار الملک ل کے جدا علی بن۔ نسک سلسلہ شیخ اویس متولی اوقاف مدینہ منورہ
سے اور شیخ کا سلسلہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے منہی ہو گا، کل عوام کو بت لکھا
کہ شیخ اویس کو مرغ فرزند شیخ محمد علی بقاضائے آب خورش مدینہ منورہ سے
برآمدہ کے راہ دریا سے جہاز پر ہوا مرگے ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے۔ اولاد ریا
کناسے کو کن میں پیچھے۔ پہر وہاں سے بجا پور دکن میں آئے۔ علی عا دشاہ دلی بجا پور
کے دربار میں باریاب ہوئے۔ عا دشاہ نے آپ کی تعظیم و تکریم کی اور جہان نوازی کے
مراسم ادا کئے اور شیخ محمد علی کو جو علم و فضل کے زیور سے آراستہ تھا۔ دبیر کی
خدمت سپرد امور فرمایا۔ ملا احمد ناعط نے جو عا دشاہی سلطنت کا مدار الہام تھا دیکھا
کہ شیخ محمد علی شریف زاوہ وزی استعداد و لائق ہے اپنی ختم نیک اختر کو شیخ سے
منسوب کر کے امیرانہ تکلف سے شادی کر دی۔ پس محمد علی بن شیخ اویس کو ملا احمد
لڑکی سے بطن سے دلاڑ کے پیدا ہوئے۔ ایک سہی محمد باقر و سہرا احمد حیدر و سہرا
صاحبزادوں کا نشو و نما بجا پور کی آب و ہوا میں ہوا۔ اور تربیت و تعلیم بھی وہاں کے

علما و فضلاء سے پائی۔ دونوں عالم شباب میں علم و ہنر کے پیر لیر سے پیر تہ ہوئے۔ عا و لشاہ
 نے محمد باقر کو میر سمانی اور شیخ حیدر کو بخشش گری پر مقرر فرمایا۔ دونوں بہائی خدا منفقو
 کے ہمت عمدہ طرح سے انتظام کرتے تھے۔ شیخ علی خان عرف چندا صاحب جو امرائے
 عا و لشاہیہ سے تھے ان کی دو پیشرفنا کنڈا تھیں۔ ایک شیخ محمد باقر سے منسوب کی گئی۔
 دوسری ملا بھی مخاطب مخلص خان سے منسوب۔ پہر چندا صاحب نے دونوں کی شادی نہایت
 تجمل شان کے ساتھ کر دی۔ شیخ محمد باقر شیخ حیدر دونوں بہائی سکندر عا و لشاہ کے
 زمانہ تک بیجا پور میں میر سمانی و بخشش گری پر مقرر تھے۔ آخر مصطفیٰ خان فرید سکندر عا و لشاہ
 باہم موافقت ہوئی۔ ہذا علیہ دونوں بہائیوں نے عالمگیر بادشاہ ہند کی خدمت میں
 عرضداشت پیش کی۔ اور اس میں ملازمت کی درخواست کی۔ بادشاہ نے آپکی درخواست
 منظور کی۔ اور دونوں کو وہاں طلب بھیجا۔ دونوں حضور بادشاہ میں پہنچے۔ نام بوسی سے
 مشرف ہوئے۔ بادشاہ نے شیخ محمد باقر کو منصب نیرامی پانصد سوار دیوانی دارالخلافہ
 شاہجہان آباد کو تہیت سے ملازمت فرمایا۔ اور شیخ حیدر کو منصب نیرامی پانصد سوار
 دیوانی شاہجہان آباد کو تہیت سے ممتاز۔ مدت کئی نون بہائی حرکات مفوضہ پر مورث
 بادشاہ دونوں کے کام سے خوش ہوتا تھا۔ دونوں خوش خلاق و سپہمدیدہ صفات
 موصوف تھے۔ امرائے حضور خاص و اہل سد خان بہا و دیوانہ عظیم اور ان کے نوریدہ و اب
 ذوالفقار خان امیر الامراء سے نہایت موافقت و رابطہ بنایا۔ مندی رکھتے تھے۔ میں محمد باقر
 وزیر اعظم کے توسل سے بادشاہ کے حضور میں عرضداشت پیش کی کہ ہندوستان کی آماجگاہ
 ہمارے مزاج کو ناموافق ہے ہم میدوار میں کہ کوکنین مقرر ہو جائیں۔ بادشاہ نے از روئے
 عنایت شاہانہ دونوں بہائیوں کو دیوانی کوکن نظام شاہی عا و لشاہی پر مقرر فرمایا

آپ حسب الحکم ہند سے رخصت ہو کے دکن میں آئے۔ چند مدت خدمات مقررہ پر کام کرتے رہے۔ کمال غرت و آبرو سے زندگی بسر کی۔ آخر خدمات سے مستعفی ہو کے دکن میں آئے۔ چند مدت خدمات مقررہ پر کام کرتے رہے۔ کمال غرت و آبرو سے زندگی بسر کی۔ آخر خدمات سے مستعفی ہو کے بلدہ اورنگ آباد میں سکونت پذیر ہوئے مدت زندگی تک جاگیر ذات بحال برقرار تھی۔ اور نوکری سے معاف ہو جاگیر کی آمدنی پر قانع و صابر تھے۔ آمدنی جو کچھ ہوتی تھی اُس میں گذر اوقات کرتے تھے۔ آخر شیخ محمد باقر نے شالہ جبری میں اس زمانہ پائدار سے عالم بقا کی طرف حلت کی۔ شیخ مرحوم عالم فاضل جامع معقول منقول تھے فرقہ امامیہ کے مجتہد و ضابطہ تصنیف و التصنیف تھے وزیر عظمیٰ امیر لامر اور دیگر امرائے عصر آپ حسن عقائد رکھتے تھے۔ آپ کی تصنیف تلخیص علم فی علم الکلام کتاب ضخیم ہے آپ نے اسمیں صول خمسہ یعنی توحید و عدل و نبوت و امامت و ماوریکر مسائل حکمت شریعہ و بطلان کے ساتھ لکھے ہیں۔ آپ کی کتاب دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ مولانا محمد فصیح تبریزی نے کتاب کو شروع سے تا بہ آخر مطالعہ کر کے روضۃ الانوار و زبدۃ الافکار نام سے ناموزن فرمایا۔ اُنہی کلامہ۔

آپ کے فرزند شیخ محمد تقی عالمگیری عہد میں سیدی منصب بہادر شاہی مانہ میں پانصدی چالیس سوار سے سرفراز تھے۔ اور فرخ سیر کے زمانہ میں اورنگ آباد میں داروغہ جنرل ہوئے۔ جب صفیہ بہادر دکن میں آئے تب تمام تلجات دکن کے پیادوں کے داروغہ ہوئے۔ آخر آپ شالہ جبری میں فوت ہوئے۔ آپ کے فرزند حیدر یار خان منیہ لکناؤ بہادر جو شالہ جبری میں پیدا ہوئے تھے آصفیہ بہادر کی ملازمت میں منصب سیدی سے دو صدی دنیا بہت داروغہ فیلیانہ پر مامور تھے۔ والد کے انتقال کے

سید صدی منصب پر ترقی پائی۔ پہنچا در شاہی جنگ کے بعد پانصدی و خطاب خانی
 سے ممتاز ہوئے۔ اور آصفیہ بہادر و ناصر جنگ پدرو پسر کے معرکہ کے بعد صدی اضافہ
 سے سرفراز۔ اور تیر چن پل کے فتح ہوتے ہی باضافہ دو صدی منصب ہشتصدی صد سوار
 سر بلند ہوئے۔ اور صلاحیت جنگ کے زمانہ میں رفعت و رفعت ہزارہی منصب ہفت ہزار ہوا
 وہاں ہی مراتب خطاب میرالکام میر سامانی سرکار والا سے معزز ہوئے۔ بعد ازاں دیوانی کن
 پر مقرر ہوئے۔ آپ کے فرزند نواب غفور جنگ شجاع الدولہ صاحب جمہ کی ولادت چہارم
 جمادی الاخری ۱۱۸۲ ہجری میں واقع ہوئی۔ نواب صفیہ بہادر کے عہد میں منصب صدی
 و نیابت فیضانہ سے سرفراز تھے۔ مظفر جنگ کے زمانہ میں باضافہ سید صدی منصب صدی
 شش صد سوار کو تو الی بادہ اور گت بار پڑتا رہے۔ آخر منصب ہزارہی خطاب
 غفور جنگ بہادر و شجاع الدولہ سے بلند آوازہ ہوا۔ گیان با سے بہرہ بخشے آپ کے
 خطاب یابی کی تاریخ تھی۔ اس مصرع سے تاریخ برآ۔ موتی شمع خطاب شجاع الدولہ و یابی
 نواب آصفیہ ثانی کے عہد مہا یونین میں منصب شش ہزارہی سوار سے سر بلند ہوئے
 آپ یعنی غفور صاحب جمہ علم و فضل کی صفات سے موصوف خوش خلق و مہم سرت
 میں معروف تھے شعرو گوی و شعر فہمی میں ممتاز تھے کہیں کہیں کلام و فن فرماتے تھے۔ ایک
 کلام بزرگتے لطافت سے مملو ہوا تھا۔ مضمون میں ان شین و معانی شیریں سے غریب
 جو کچھ فرماتے تھے خوب محبوب ہوا تھا۔ عیار و ست و نیز و رتے۔ علماء و شعرا
 ہمدردی فرماتے تھے۔ حالت بھی خوشی میں حسن سلوک کرتے تھے۔ شہداء و علماء آپ کے
 کلام کی داد دیتے تھے۔ یہاں تکلفانہ نہیں ہوتی تھی۔ آپ کی تعریف و توصیف بدن
 سب لکھتے تھے۔ آخر آپ نے ۱۱۸۲ ہجری میں بہ قلعہ پانگل اسرار پانگل دوس

عالم بقا کے طرف سے ملت کی امانت و امان الیہ راجعون۔ آپ کے یاوگا باقیات وصال
چار فرزند تھے۔ ایک اکرام الملک تھی جنگ محمد نقی خان خانسانان۔
دوئم اشجی الملک شوکت الدولہ منیچنگ حسن خان داروغہ باورچیناز و ناظم اورنگ آباد
سوم امیر الامر منیل الدولہ غیور جنگانی بیلع الزمان خان مدارالمہام کلر عالی نظام داماد عالم
چہارم امین الملک تعلقدار فیلخانہ۔ مرحوم صاحب جمہ مختار الملک رالمہام اول
کے جد علی تھے۔ فقیر مولف نے محبوب بخمن تذکرہ امر اور رائے وکن میں آپ کے
بزرگ سلسلہ کے حالات مفصل و مشحون لکھے ہیں غفریر میں مطبوع ہوئے ناظرین شائقین کے
ملاحظہ میں گذرے گا۔

من اشعار الفارسی

سحر جو برق بت نمخ پوش فت گذشت	بیک کرشمہ او عقل موشن فت گذشت
طریق عشق زیروانی توان آموخت	کہ سوخت جان عزیز و خموش فت گذشت
جلوہ برق تجلی سوخت اندازی نمود	چشم تابہر نیم دم دیدم قیامتہا گذشت
میر غلوت خوف کہ رسم آرمیدہ است	خود را زار و گیر حوادث کشیدہ است
حاشا کہ آشناسے شکایت شود بزم	از قسمت است انچہ زیارن رسیدہ است
از سیکہ بیرون نروم تا ظهور شر	ساقی مرا بسا خود مینا خریدہ است
زادہ تر بمیکشی ما چہ احد	ما را خدا برائے ہمین آفریدہ است
صد بار سینہ را بنما سپر کنم	شوخی بنا ز خنجر مژگان کشیدہ است
ہر چند بسفند ساختن در و سر است	مغموم مشنور مانہ ہم در گذر است
تسکین لم نماید این حرف غیور	آدم نشود و کسے کہ اصلش حر است

غواص - محمد غوث خان

غواص تخلص - محمد غوث خان نام - آپکا اصلی وطن احمد نگر ہے۔ آپ وطن سے اورنگ آباد میں آئے اور سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ سہ کار کی سہی محکمہ میں مامور تھے خوشحالی و فارغ جالی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ ذمی سعادہ و لائق تھے۔ شعر گوئی کے شائق تھے خوش طبع و خوش نگر تھے جو کچھ مخزون فرماتے تھے پسندیدہ و مرغوب ہوتا تھا۔ آپ شعراء بارہویں صدی سے ہیں آپکا سنہ وفات معلوم نہیں ہوا۔

من اشعار الہندی

ترانہ دیکھ بیل پہول سے بیزار ہو جا
اگر گل شہبہ نلک پیچھے گلے کا مار ہو جا

غازی - غازی الدین بہ آبادی

غازی تخلص - غازی الدین خان نام - اورنگ آباد دکن کے رہنے والے ہیں۔ علم و فضل سے آراستہ تھے شعر گوئی میں بھی جہت چالاک تھے۔ کلام سنجیدہ و دلکش ہوتا ہے۔ طرز کلام و لب لہجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بارہویں صدی کے بزرگ ہیں۔ کسبی تذکرہ نویس نے آپکی سبب حسب و تاریخ ولادت و وفات کے نسبت کچھ نہیں لکھا۔ فقر و غصے بہت کوشش کی مگر کہیں پتا نہیں ملا۔ من اشعار الہندی

تمہیں مژدہ ہے دیوانو مقرر یہ بہار آئی
کہ بوئے گل سحر و شہ ہوا پر ہوسوار آئی

حرف الفاء

فخر الدین - میر فتح الدین اورنگ آبادی تہذیبی

فخر الدین تخلص - میر فخر الدین نام - آپ ترمذی الاصل سادات حسینی میں
 حاجی عبداللہ جنید ثانی کے نواسہ سید محمد حیات درویش کے داماد - جسکا تکیہ رنگاں
 میں قصل دروازہ بارہ پر ہے - صاحب مروم یہ نے لکھا ہے کہ آپ کے نسب کا سلسلہ سادات
 حسینی ترمذی سے پہنچتا ہے - اور جبکہ شجرہ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر سے ملتا ہے
 آپ عارف باللہ جامع کمالات جمیع حنات تھے - علوم ظاہری و باطنی میں کامل
 تھے صوفی روشن دل و عامل تھے - اور نگ آباد میں آپ کی ذات بابرکات عیدم الثناء
 تھی - اکثر مشائخ و فقرہ آری خدمت میں بضایا ہوتے تھے خوش گفتار و خوش
 کردار - زہد دل خندہ جبین - پاکیزہ مشرب پاکیزہ مزین تھے - آغا جوانی میں تپا
 تھے - فن پیگری میں استاد تھے - ہوشیار و چالاک سلسلہ دیوبند کے - فن نبوت
 میں خوب مہارت کہتے تھے چند مدت تک سی فن میں رہے - آپ اصغر خانی نامی میں
 اور نگ آباد میں آئے - جناب شاہ سید محمد حیات کربانی قادیانوی جو کمال عصر
 تھے - آپ کی خدمت میں پہنچے حکم الفقہ فخری حضرت شاہ صاحب کے مہذب و
 ریاضت شانہ و محنت شدیدہ کے بعد فائز المرام ہوئے - پشاہ صاحب کے آپ کے
 سبب حبس و اقصیت اور لیاقت سے بھی باہر اپنی و ختم نیک اختر سے شادی کر دی
 اور خلافت کی غایت سے بھی مرحمت کر دی آپ شاہ صاحب کے قائم مقام ہوئے -
 عبدالحکیم حاکم تخلص لاہوری ترمذی مروتیہ میں لکھتا ہے کہ میں شہر بھری میں شہر
 اور نگ آباد میں آیا - شاہ مسافر کے تکیہ میں فروکش ہوا - اسوقت اور نگ آباد میں اکثر
 علما و فضلاء مشائخ و شعرا موجود تھے - میں اکثر کی ملازمت سے مشرف ہوا - مشائخ میں
 عارف باللہ عاشق رسول اللہ شاہ فخر الدین ترمذی کو پایا - جامع علوم ظاہری و باطنی

واقف حقائق و معارف تھے۔ ذاکر و شاعر اور اسماء الہی کے برابر دست عامل تھے
میں نے آپ کے کئی اسماء کی اجازت لی ہے۔ لاہور میں حسب اہمیت سامی ٹریڈ ہونگا
انشار اللہ تعالیٰ شاہ کی برکت سے کامیاب ہونگا۔ اور نہ کہ بادی میں آپ کی ذات
بابرکات جامع کمالات و جمیع حسنات ہے۔ اکثر مشائخ و فقرا آپ کی خدمت میں
مستفید ہوتے ہیں انتہائی کلامہ۔

آپ صوفی زندہ دل۔ عارف کامل تھے۔ خوش گفار خوش کردار پاکیزہ رو پسندیدہ خوا
فقرا نواز غریب پرور تھے۔ آپ کا تکیہ مسافر و کافر و گاہ اور بیچارہ و ناکام تہا۔ آپ
حسن خلق میں مشہور و معروف تھے۔ فضل کمال سے موصوف تھے۔ قانع و صابر
و عابد و ذاکر تھے۔ مزاج میں تواضع و خاکساری۔ اور تحمل و بردباری کی وہ شان تھی
کہ آپ کے کبھی بزرگی کا اظہار نہیں کیا اور نہ کبھی غصہ و غضب فرمایا۔ کیا بادشاہ کیا
امیر ب آپ کے نزدیک مساوی درجہ میں تھے۔ کیا وزیر و کیا فقیر میں مابہ الامتياز
نہیں فرماتے تھے۔ اکثر خلائق آپ کی عنایت سے کامیاب ہوتے۔ آپ محبت و
عشق کی دریا میں غریق۔ شوق و ذوق کی آگ میں حریق تھے۔ چہرہ سے بزرگی
عیان تھی خرقہ سے ولایت نمایان۔ شان کبریائی کا ظہور تہا۔ آپ کا ہر گ و ریشہ
نور علی نور تہا۔ زبان پر انوار البرق کا حرف تہا۔ دل میں انا العشق کا ذکر تہا۔
تکلیف کی دیوار سے شعلہ طور نمودار تہا۔ و مان آپ تھے اور دیدار تہا۔ آپ کے
دور ویش تھے۔ جاہ و شہرت سے نفور مال و دولت سے دور تھے۔ آپ کو صحبت امر سے
سخت و حشت تھی۔ عیش و لذت سے نفرت تھی۔ مدت العمر آپ نے کبھی امر سے
سوال نہیں کیا اور نہ ان سے کسی چیز کی درخواست کی۔ جو کچھ چاہا خدا سے چاہا

توکل میں ثابت قدم و راسخ رہے تھے استقلال کے دائرہ میں ایسے جگہ کہ مکرر اٹھے
 ثابت قدمی میں ایسے رہے کہ نام کر گئے۔ آپ وزون الطبع تھے فارسی و ہندی دونوں
 زبان میں شعر کہتے تھے۔ دونوں زبانوں میں صاحب یوان مین۔ کلام شمسہ
 و جبرستہ ہے۔ حقیقت و وحدت کی معانی سے آراستہ و پیراستہ ہے۔ شاعر کی ہذا
 و رطقت بھی خالی نہیں ہے۔ آپ کے اشعار کے سننے اور دیکھنے سے وجود و حال پیدا
 اور دل میں خوش خوش پیدا ہوتا ہے۔ کلام با محاورہ اہل زبان بلاغت و فصاحت
 میں سحر الہیان ہے۔ افسوس کہ مہلک آپ کے دونوں دیوانوں میں سے ایک بھی نہیں ملا
 ان دونوں دیوانوں کے منتخبات اشعار اہل تہذیب میں ہم خاتمہ پر لکھتے ہیں۔

حضرت شیخ صاحب مرحوم جو عارف کامل تھے اور اپنی حالت سے واقف و ماہر تھے
 آپ کی ہدایت کو اسے اور خلافت کا خرقہ آپ کو رحمت فرمایا۔ کسی تذکرہ نویس نے
 آپ کی سنہ ولادت و وفات کی نسبت کچھ نہیں لکھا۔ اور نہ آپ کی تعلیم تربیت کا ذکر کیا
 اور نہ نسب نامہ بیان کیا۔ شاید شاید طور سے معلوم ہوا ہوگا۔ مہک صاحب نے مریدہ
 کے قول سے استفادہ فرمایا ہے کہ آپ شمسہ جری میں زندہ تھے۔ اس وقت آپ کی
 عمر تخمیناً ستر برس کی تھی۔ آپ نے نواب آصفیہ مرحوم کا زمانہ دیکھا۔ اور نواب
 صلاحیت جنگ ناصر جنگ شہید کا بھی پورا زمانہ پایا۔ اور نواب نظام علی خان اسد
 آصفیہ ثانی کا بھی زمانہ حکومت دیکھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا انتقال تقریباً ۱۱۹۰ھ
 میں ہوا۔ تکیہ میں مدفون ہوئے۔ سالانہ عرس ہوتا ہے۔ انکی اولاد میں یہاں
 مولوی نضر الدین صاحب ترندی و طفیلہ یاب زندہ ہیں۔ اور مولوی امیر الدین صاحب
 ترندی و مولوی امین الدین صاحب ترندی فوت ہو چکے ہیں۔ مرحومین کے ولادہ

موجود ہیں۔ فخر الدین کے صاحبزادے عظیم الدین جوان صالح سہکار عالی میں تحصیل درسی
کی خدمت پر مقرر ہیں۔ پدر و پسر خیر خواہ سہکار عالی ہیں۔ امانت دار و خدمت گزار ہیں
سہاروی میں ہمہ تن مصروف نفع رسانی خلق میں مشغوف ہیں۔ سہاروی میں جوش
و غنچواری میں سہارا خروش میں۔ ذی عقل و ذی ہوش۔ حق پسند و حق فروش میں۔
خاندانی طریقہ کے پابند۔ بزرگوں کے قوال افعال پر کار بند ہیں۔ ان زمانہ کے ساتھ
میں کہہ سکتا ہوں کہ ہم کو کچھ ہی دیر رہنا ہے۔ زندہ دل تازہ ہوش ہمہ تن و پند و گوش
میں۔ مردہ فروش نہیں حق بات کے خاموش نہیں۔ اس بار میں قیمت میں۔ خلیق
و لائق فقیر و لائق رفیق میں نہایت غرض محبت سے ملے ہیں۔ خاطر و تواضع سے
پیش آتے ہیں۔ آپ کے برادران مرحومین خوش خلاق تھے۔ ان کے بھی اقیات و نصیحتات
ہیں۔ فخر الدین صاحب تعلیم و تربیت کے ندر دان۔ بچوں کو علوم مروجہ میں تسلیم
دے رہے ہیں خدا ان کے بچوں کو کامیاب۔ اور بزرگوں کے سایہ میں سرفراز و شاد
کرے آمین ثم آمین۔

من اشعار الفارسی

ورنیم آشفته زلفت پریشانم چرا
چون سپند از آتش تو رقصا نم چرا
مچو چشم مست و مدہوش غلطانم چرا
بوی عطرتہ میاید دل از جانم چرا
ز فیض بحر محیط است زیدہ ام میراب
بہ می خانہ ز خود بگذر کہ خوش را شفا است

ولہ

ولہ

مست گر عاشق روئے تو حیرانم چرا
گر نہ خال عارضت بر لب نوافسوں گری
کز گاہ ناز ساقی بردلم می زینریت
فخر دین کز طرہ کیسوی جانان و نشہ
گمان مبر کہ تہی کا سہام بزرگ جہا
سپار در شواہیل اگر خواہی دوامت

شیرازا سپه نظاره چشم معرفت بکشا
 مدام گوش شو کنه حدیث عشق را بشنو
 گفتم سوئے حرم بوی که نذر دیده می جوئی
 چون سیم یک نفس رخ رنگ بوس گل مشو مائل
 و لعل خون گشت از چشم تر غم غلطید بر دهن
 سیریف را از یک نگاه از بسمل کن
 دلاگر فخر دین خواهی بهتر از رگبوش

وله

وله

تا دل به حقیقت آشناسد
 بخویش او جرت افزود
 عارض هزار حسن بنمود
 گل گشت و فغان ز بلبلان بخواست
 ساقی شد و انجمن نیاز بست
 چون یار ز رخ نقاب برداشت
 هر سو که عنان کشید رفتم
 ای یار چه جای و غم پند بست

وله

وله

عزبت چو آینه صفا مبراجیم
 کوست ز ما شهودش اما بوجود
 نقطه مشکین خال عارضش چون مرکب
 با جود صد جبراحت من از آن کان نمک

تبار یک تجلی شو غرض از جلو ما نیست
 زبانی هر نفس در پی انشا ما نیست
 تو خاطر محو کن خود را ره قرب خدا نیست
 طلوع شمس مقصد بقدر نور ضیا نیست
 شهید عشق را شاید که دشت کربلا نیست
 طعید نهائے عمر جان به بند مبتلا نیست
 دو صدر ز تار بر دوش تسلیم رضا نیست

بیخود شد از خود می جدا شد
 آینه حسن صاف حق نداشت
 چون زلف سیاه گره کشا شد
 گل گشت و در خم پیشینه داشت
 مستان و هزار ماجرا شد
 مستیم پس تا چها شد
 رقصان رقصان مدعا شد
 خاموش که هر چه شد بجا شد

وله

وز یار خدایک غمزه را آماجیم
 چند آنکه خدا غنیست ما محتاجیم
 در نگاه دیده دل بین سویدا کرده ام
 ساده لوحی بین تمنای دلا سا کرده ام

تا حیریم خلوت لگشت ادا می کسے
میریم از سایہ خود سک و حشی خصلتم

نہست گنجائش مرا کہ می شود جا می کسے
خوگر قمر تابو سعت گاہ صحرای کسے

من الشعاع کلا الہندک

یار برشان عیان تھا مجھے معلوم نہ تھا
کہہ کے مصحف چہ چہ تہ آیات کبیر
مخرو بن عمروں تھا جبکہ بدل مرگراں
جستے مجہد کا نصیب حق ہے تقدیروں
ابزمین تیری ہوا میں آہاستان حسن
برگ گل پر پتھر شبنم نہیں ہے گلعدا
یک بیکٹل عشق میں پیدا کیا دوا گی
جیب جان عدا چاک ہے تجھ شوق میں آگاہ
ناز کے خنجر کا اسل خون نفاصل سے کرو
آرزو بندی لکھنے میں قلم ہے سید چاک
نخرو بن اب یار پر قربان کرتوں ننگ نام

بے نشان عین نشان تھا مجھے معلوم نہ تھا
از کشف بیان تھا مجھے معلوم نہ تھا
اس تعین میں نہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
برفوں کے شمعوں میں تجھ شوق کی تاثیروں
آسمان پر تیرے چہرہ کے تو فیروں
آسمان پر تیرے چہرہ کے تو فیروں
پاسے ہر شوقی تجھ شوق کی تاثیروں
کیا چلے بیچہ جس کی بیان کی سون
جان داتا ہے میرا کہنے کی تاثیروں
شوق کا ہوا میرا کہنے کی تاثیروں
عشوق نے فارغ کیا تجھ عقل کی تاثیروں

فقیر میثرس لدین عباسی ملوی

فقیر تخلص - میثرس لدین نام - عباسی نسب - ملوی المولد ہے سمر مارا باب
کمال تھا - عالم فاضل ادیب کمال تھا - جامع علوم و فنون واقف عقول و منقول -
ماہر فروع و اعمال - دست کم آپ کی درسی تدریس شعر و شاعری کا بازار دلی میں گرم رہا -

بعد ازاں لکھنؤ میں رونق افزا ہوئے۔ اور وہاں سے ۲۹ دسمبر ۱۸۵۷ء ہجری میں بارادریار
 وجہ بیت اللہ اور گنگا بدکن میں آئے۔ آتے ہی حضرت آزاد کو مطلع کیا۔ فی الفور آزاد
 ملاقات کو گئے۔ دو سہ روز آپ آزاد کے دولتخانہ پر آئے اور ملاقات کی۔ اور نوکریاں فیکر
 باسطی کا دیوان جو اب آج کے لئے ہدیہ پہنچا تھا دیا۔ کچھ ہی دن شفیق اور گنگا بدی شاگرد
 آزاد نے آپ کے خیر مقدم کی تاریخ کہی اور پیش کیا بہت خوش ہوئے اور آفرین کہا۔
 وار دین شہر رومی الحجرت۔ شاعر و دانشور روشن ضمیر
 سال تاریخ قدوم و شفیق گفتا مد شیریں الدین فقیر
 شہر میں ایک ہفتہ تک مقیم تھے۔ ہر روز آپ آزاد کے دولتخانہ پر آتے تھے اور آزاد بھی جاتے تھے
 باہم خوب جلسہ مہلتا تھا۔ ایک روز موامی عبدالقادر مہرآن اور گنگا بدی نے حضرت آزاد کا
 عربی قصیدہ ہدایہ معز الیہ کو سنایا۔ میرزا صاحب قصیدہ کو سنتے تھے اور داد دیتے تھے
 اور ویاتے تھے اس طرح کا کوئی قصیدہ شعر و خلف سلف فقیر کے گوش زد نہیں ہوا۔
 بعد ازاں ۶ محرم ۱۲۸۷ء ہجری آپ اور گنگا بدی سے بندہ رسورت روانہ ہوئے۔ اور ۲۸ ماہ محرم
 کو رسورت میں پہنچے اور اپنے پہنچنے سے مطلع فرمایا۔ اور رسورت جہاں پر سوار ہو کے بیت اللہ
 روانہ ہوئے وہاں پہنچ کے حج و زیارت سے فارغ ہو کے مکہ سے بصرہ میں آئے اور کشتی میں
 سوار ہو کے ہازم بندہ ہوئے۔ راستہ میں کشتی دریا میں غرق ہو گئی آپ کی عمر کا بھی پتہ نہ لپڑ
 ہوا یہ سانحہ آخر ۱۲۸۷ء ہجری میں واقع ہوا میر غلام علی آزاد نے تاریخ رحلت کہی ہے
 رفت از عالم سخوہ رشیرین ہائے خواہد بجاک شاعر رنگین ہائے

آزاد نوشت مصرع تار بخشش

گو آہ فقیر میر شمس الدین ہائے

من الشعراء الفارسی

بنائے وعدہ شناسم کہ بوده است بر آب	ولم	بنبرم بادہ مرا گفت خوانست روزی
لما چو سالیہ عمر بخواب عدم گذشت	ولم	غافل ز نور هستی مطلق شدیم حریف
ورین نشاء بر با قیامت گذشت	ولم	اقامت آن سر و قامت گذشت
آتش کنند آتشی بمن ناله فی کرد	ولم	از هستی من دور بر آ و در بیکدم
سیرین کو چہ را کجا کردند	ولم	زادگان را ز بانگ نے چه اثر
دست مرا گرفتہ کوئے دیگر برو	ولم	ہر لحظہ چون عصا کش کو از روئے دل
کرست نمہ کار عہدہ نگاہ بر آید	ولم	بیک تغافل از سینہ دو آہ بر آید
رقعہ رفتہ حرف نامہ ہستائے می شود	ولم	نیست حرف عشق و رفرما و مجنون مختصر
در کوئے یار سخت غریبان سوختیم	ولم	آبی نزد بر آتش مار تیج ہمدے
اگرستان جہان رسم خزان برارم	ولم	جائے رحم است بہ بلبل اکلام مستم
دیوانہ ایم سیکس دیوانہ شمایم	ولم	خوبان با فقیران عیب جنون گیرید
از خاطر قلیبان آخر بخبار بردیم	ولم	سخت بخبار خود را از کوئے یار بردیم
از رحم زمین روئے کو دکنگون آید برو	ولم	در بدنامی کہ آرد از خدا شرمناہ است
از حکمت است اگر روئے در نقاب گرفتہ	ولم	نظر و باز نگاہ را آتما بہ خیر و فکر د
مذاور یہ لکیم وصل و اشیائی پروازی	ولم	ز کوئے یار و در افتادہ ام ای ناله آوازی

رباعی

جز آہم نیست ہمدم و پیرینی	در روز جدائی بت خود بینی
اشک است مرا صاحب رنگینی	واغ است مرا یار بدل نزدیکی

فانی - خواجہ احمد شیراز دہلوی نریل بجا پور

فانی تخلص - خواجہ حمد نام دہلوی متعلقہ شیراز اسکا وطن ہے۔ صوفی مشیر
 و عالم فاضل جامع العلوم والفنون تھا۔ کتب مقبول منقول شاہ فتح احمد شیرازی
 ختم کیں تحصیل سے فارغ ہونے کے بعد وطن سے بجا پور دکن میں پہنچا۔ علی عادل شاہ کی
 خدمت میں آرام ہوا۔ عادل شاہ کی بارگاہ میں اسقدر تقرب حاصل کیا کہ مقبرینِ رضاییں
 میں شریک ہوا۔ بادشاہ کہ اسکا و شاہ فتح اللہ کا مشتاق بنایا۔ بہت ساز و بیکار فتح
 اللہ کو دکن میں بلایا۔ تائید بجا پور میں لکھا جہاں کہ شاہ فتح اللہ کے پیچھے میں بجا پور تک
 چالیس ہزار ہون صرف ہوئے تھے۔ جو کچھ فانی کی کتب درسیہ بانی برکین تہیں انکو
 یہاں فتح اللہ سے ختم کیں انہی کلامہ۔ علی عادل شاہ کے فوت ہونے کے بعد شاہ فتح اللہ
 کو اکبر بادشاہ نے ایامی انوار اکبر کے حضمہ میں پہنچا۔ اور خواجہ حمد فانی احمد دکن میں جا کر
 برطان نظام شاہ کی سہ کارین اطرسلطنت ہوا۔ شیخ حسن نجفی جواہر دکن تھا اسکا
 مستفید واپس کتب خواندہ کو۔ بارہ نجفی سے پڑھیں۔ اور تصوف میں خوب مہارت
 پیدا کی نظام شاہ کے تیرہ کے عہد حکومت میں برار کا صوبہ دار ہوا۔ اور پھر اس کے
 فوت ہونے کے بعد تارک الدنیا و مجر د ہو گیا۔ اور گوشہ نشینی اختیار کی ۶۹ سال کی
 عمر میں سالہ ہجری میں فوت ہوا۔ کلمہ خدا شناس سے اسکی تاریخ فوت ہوتی ہے۔
 گلشن راز کی شرح۔ اور جواشی نفحات الانس۔ اور فصل الخطاب و شرح خطبہ بیان آپ کے
 تالیفات میں۔ اور صاحب یون تھا۔ ص ۲ شعبہ ۱۰

پس چاشت دہشت برد

یک جبرو کہ از حریف ست برد

این جام نباده اند بر طاق بلند	پایر سرخویش نه که دستت برسد
در آئینه خال پشت چشم آرینی	یک چشم پوشی و بد دیگر بینی
کورت بند هر آنکه بیند ز قضا	این ست مثال خیر و شر گر بینی

قدیمی رضا طلب خان دیلمی

قدیمی تخلص - رضا طلب خان نام - آپکا سولہ و منشا شہر دیلمی تھا۔ آپکے بزرگ شاہجہانی زمانہ میں بلخ سے وارد ہوئے تھے۔ بادشاہی منصب داروں میں شریک تھے۔ آپکے والد رضا طلب خان بلخی عالمگیری زمانہ میں شفا خانہ کے مہتمم تھے۔ آپ ہی بادشاہی منصب دار - ہندوستان سے اور سی ہنگام کے بعد بندہ کا تعالیٰ داد غفران ماب آصفیاء بہار اول کے عہد ہندوستان میں آئے۔ تھیں اور فی فوجداری راجپور پر مقرر ہوئے۔ عمر سیدہ زمانہ دیدہ تجربہ کار و مویشیاء نجیبہ شریفہ صحیح النسب و حسب۔ میدان شہر کوئی میں چراگ تجویز و تعمیر میں شمع وے بات آپکا کلام رنگین مضامین و خیالات و کشیدت سے سجایا ہوا گلہاں سے مسمانی شگفتہ بیانی سے بھلا ہوا تھا۔ خوش فکر و سخن سخن تھے۔ تیز فہم و نظر لطیف و بلیغ تھے۔ آپکی وفات شہر الہی جہی میں واقع ہوئی۔ راجپور میں دفن ہوئے۔ میں شہوارہ

مفترم کہ بود منتخب آن مصرع قیامت	ابریشم نشان او کہ این بیت و گر ہم
جائے کہ نہ بینی نہ تمیز ستان نصفا	ز نہار اقامت کنی بلکہ گذر ہم

فقیر میر ہاشم اوزنگ آبادی

فقیر تخلص - میر ہاشم نام - آپکا اصلی وطن اوزنگ آباد ہے۔ سید صاحب

خاندان شاہ سامی سے تھے اور شاہ سامی سے قرابت قریبہ کہتے تھے۔ جوان صالح خوش
 رفتار و خوش کردار تھے۔ بہت مطالعہ العلم تھے۔ درسیہ کتب کی تحصیل میں مشغول
 تھے۔ آپ کے بزرگ مشاہیر مشائخ سے ہیں۔ پیری مریدی کا سلسلہ آپ کے خاندان میں
 جاری۔ اکثر اہل دکن آپ کے خاندان کے متفقہ تھے۔ آپ کو طالب علمی میں شعر گوئی کا
 شوق پیدا ہوا اکثر بزرگ مانع ہوتے کیونکہ شاعری کی دہمت آدمی کو اور کاموں کے
 لائق نہیں کہتی۔ مگر جبکہ اسکی چاٹ لگی وہ کسی کے روک سے باز نہیں رہتا۔ علیٰ تقدیر
 فقیر مشق سخن کرنے لگے۔ زمین و طبع تھے چند ہی روز میں خوب کہنے لگے۔
 جناب شاہ سامی سے اصلاح لیتے تھے۔ لچھی نرائن کہتے ہیں کہ مجھے محبت و خلاص
 رکھتے تھے کہہ ہی کہی میرے غیجنا نہ پر ہی آمد و رفت کرتے تھے انتہی کلامہ
 لچھی نرائن کی تحریر سے معلوم ہوا کہ آپ ۱۰۵۰ھ ہجری میں زندہ و سلامت تھے
 یہ قریب ۱۰۵۰ھ ہجری میں فوت ہوئے۔ آپ کے اشعار میں سے ہم کو صرف ایک ہی
 شعر ملا مگر وہ شعر ایک دیوان کے برابر ہے۔ وہ یہ ہے۔ من ۲ اشعار
 اٹھانے جو شمس حسرت عجیب بن شہیدؒ وہ قائل شوخ شاید دیوان خانی شمسؒ گذرا

فکری خواجہ محمد رضا بیگ صفائی

فکری تخلص۔ خواجہ محمد رضا نام۔ شیخی بیگ صفائی کا فرزند ہے۔ علم حسا
 و سیاق میں بے نظیر تھا۔ شعر گوئی میں کامل۔ شعر خوب کہتا تھا کلام مرغوب دل
 و با مزہ ہوتا تھا۔ خوش مذاق و طریف الطبع تھا آخر عمر میں تمام علائق کو ترک کر کے
 اصفہان سے حیدر آباد دکن میں وارد ہوا۔ عبداللہ قطب شاہ کے دربار میں جا ہوا

حکیم شفا فی اصفہانی اور فکری میں خوب چوٹیں ہوتی تھیں۔ حکیم شفا فی فکری کی ہجو کرتا تھا الفاظ رکیمہ جو میں درج کرتا تھا۔ اور فکری جواب ترکی بترکی دیتا تھا۔ حکیم کے نسبت میرج الفاظ فواحش استعمال کرتا تھا دونوں صاحب یوان تھے۔ ہر ایک کا کلام دوسرے کی جھوٹے بہرہ ہوا ہے۔ میں مہاجات کے اشعار نقل کرتا تھا تہذیب جانتا ہوں۔ اسوجہ سے قلم انداز کیا۔ مگر وہ اشعار جو مجھ سے خالی ہیں ذیل میں ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ آخر آپے سے نکل بھری میں اس عالم فانی سے عالم جاودانی کو رحلت کی۔ بیہوش من کے دائرہ میں من گئے گئے۔ میں اشعارہ الفا

آنقدر درد تو دارم کہ بہیزان قیاس	گر بسخند ز کونین غم زون می آید
آنقدر خون ز لب لعل تو دارم دل	کز درد غم نفس آلودہ بخون می آید
سر کر آتش سوداے سوزاف تو خست	ولہ نامہ مشک تو ان چید ز خاکستراو
ہمزائے غیر و من ز غیرت	ولہ بخون دیدہ نامہ ز نوشسته
دم کشتن کشم آہ ازان می ترسم	ولہ کہ با آئینہ تیغ تو بخوار سے برسد
زنگ خاست بر کف پائے مبارکت	با خون عاشق خاست کہ پا مال کردہ
ز سنگین رفتن تا بوم از کویتو بترسم	کہ یاد بد عارازی کہ درد دل آستم عمرے

فدومی - فدومی خان دکنی

فدومی تخلص - فدومی خان نام۔ دکنی الاصل ہے کتنی کہ نوایسج آپ کے اصلی وطن و ولادت و وفات کی نسبت کچھ نہیں لکھا۔ مان میر عزت کی بیاض اسقدر معلوم ہوا کہ ۱۷۷۱ ہجری میں حیدر آباد میں آصف جاہی منصبداروں میں

مغزو و کرم تھا۔ شاعر خوش بیان و رنگین زبان تھا۔ ظریف الطبع و لطیف الوضع تھا۔ دوست پرست و محبت پرور تھا۔ آپ کا کلام ایہام و قلاوڑ شاعری سے پاک و صاف ہے آپ کا انتقال بارہویں صدی کے شروع ہجری میں ہوا منہ اشعار الہند کی

مین دیا جان کے تئیں جان کے جانان بنا چپ غم گنوا یا مین ما عشق سے دل سہم مرگان سے کیا تن کو مشکب سیر	جانم جان جہان تھا مجھے معلوم نہ تھا عشق یوں فیض سان تھا مجھے معلوم نہ تھا سٹوخ دل برو کمان تھا مجھے معلوم نہ تھا
---	--

ملا فرج اللہ شوستری

ملا فرج اللہ نام و تخلص ہے مشاہیر فضل و شہرت سے تھا۔ عالم البیہ فاضل ادیب تھا۔ شاعر عالی نظریات بلند قدرت تھا۔ صاحب طاقت العصر آپ کا حال نہایت شرح و بسط لکھا ہے یہ فیض اکثر مقاطع میں آپ کا ذکر کرتا ہے ازراہ جملہ یہ ہے
ہمیں ز خاک فرج کا مران شد صاحب کہ فیض ہم بظہوری ازین جناب سید
ملا وطن ما لوفت جید را باد کن میں آیا۔ سلطان عبد اللہ قطبہ والی حیدر آباد
رہا۔ عزت و آبرو سے سرفراز۔ باہ و حشمت ممتاز ہوا مدت العز قطبہ کے ظہور
میں رہا۔ آخر لکھنؤ ہجری میں فوت ہوا۔ آپ صاحب یون میں اُسمن شہینا چار ہزار
اشعار ہوں گے۔ آپ عربی میں بھی خوب شعر کہتے ہیں۔ سلاطین آپ کے اکثر اشعار
مذکور ہیں۔ منہ اشعار الفارسی۔

مغان کہ دانہ انگور آب می سازند وز ہوائ باد گل رنگ بیتا بیم ما	ستارہ می شکند آفتاب می سازد ساہا شد کز ہوا واران این نہ بیم ما
--	---

کے میدہد فرب صدائے جبرس مرا
در زیر حجاب ست فزون تر حجاب است
کہ نیمہ زو لم شیشہ نیمہ نگ است
بوسیان غنچہ چون یوسف بچاہ افتادہ است
مورگر بر تخت بنشیند سلیمان کی میشود

از رہ ببا نگ ہرزہ درایان نمیزوم
گر زیر سپہریم عجب نیت کہ ویرا
ہمیشہ میخیزم از خود شکست پذیری
بے رخت از رنگ خود گل چین گیاه افتادہ
وزہ از بالا روی خورشید تابان کے شود

فوت مستعد خان رنگ آبادی

فوت تخلص مستعد خان نام ایک مولد و مسقط الرأس رنگ آبادی ہے۔ ابتدائاً
کتب سید الدہاجہ سے ختم کیں اور پھر علمائے اورنگ آباد سے تکمیل کی۔ علم و فضل
میں باپ سے زیادہ تھا اور دانشا نوینی شعری شعری گوئی میں والد سے کم نہیں تھا۔
دارالانشا میں والدہاجہ کی خدمت پر مامور تھا۔ نواب صف لدولہ بہادر کی عنایت
و قدروانی سے اقتدار الدولہ سیف جنگ کے خطاب اور حضوری صدارت کی
خدمت سے ممتاز ہوا تھا۔ اور نواب نظام الدولہ آصفیہ ثانی کے زمانہ میں ہی بدستور
خدمات بالا پر بحال برقرار رہا۔ آصف جاہ ثانی بھی فوت کے حال پر مہربان
تھے۔ خوش فکر و درست خیال تھا۔ اور منشی باکمال تھا نظم و شعر لکھنے میں لائق
و فائق تھا۔ کچھ نرائن لکھنؤ میں لکھتے ہیں کہ میں حسب طلب حضور آصفیہ ثانی
اورنگ آباد سے حیدرآباد گیا حسن اتفاق سے مستعد خان فوت سے ملاقات ہوئی
نہایت حسن اخلاق سے ملے۔ چونکہ ہمارے درمیان موزونیت و سخن سنجی کا تعلق تھا
اسوجہ سے باہم خوب صحبت و موافقت ہوئی۔ میں اکثر ان کے دولتانہ پر جاتا تھا

وہ بھی میرے غیب خانہ پر آتے تھے۔ دیر تک باہم جلد ہوتا تھا۔ دیوان صاحب
اکثر آپ کے مطالعہ میں رہتا تھا۔ ایک روز دیوان دیکھ رہے تھے۔ ایک غزل کلی جسکا
مطلع یہ تھا ۵

بت اگر بت گریبا بد نیران حاصل رنگ من بتے دارم کلا و ہرم تر شد دل رنگ
فرمایا مشکل زمین ہے۔ اگر اس میں فکر کریں تو طبع آزمائی ہوگی۔ میں نے اسی دن
ایک غزل موزون کی۔ اُس کے سترہ شعر تھے۔ اور میرا ولاد محمد ذکا بلگرامی نے بھی
اورنگ آباد سے لکھ کر بھیجی۔ انتہی کلامہ۔ پچھی نرائن اورنگ آباد کا ہر ایک کی غزل میں شعا
لکھے جاتے ہیں۔ اور سعد خان نے اس زمین میں نہیں کہی۔

غزل پچھی نرائن

میں تساندا اعتقاد آخر مارا دل رنگ	برہمن مقصود خود را می کند چال رنگ
حرف صوتی نیست گرینگا سا زانجن	یک قلم گویا تر اشد ندان جھل رنگ
ناقصان را سختی دوران با صلاح آورد	آب تیغ کند آخر می شود کامل رنگ
سخت حیرانم کہ می گرد و چنان صحبت برآورد	منکہ دارم دل مینا او کہ دارا دل رنگ

غزل میرا ولاد محمد ذکا

نیست از بس دل طمیدن با پسند قائم	میں نہ ہا بار گران بر سینہ بسمل رنگ
در عدالت خانہ حکام ہم کار جنون	وامی میرا نے کہ وزن او بند کامل رنگ
میں شود بے شبہ مخصوص صاحب قیاس	ہر بلائے کہ سازد آسمان بل زل رنگ
کار فرمائی کہ باشد بی زبان تریح است	سعی خوب چون کو کین ناخکی کین طالع رنگ

سعد خان خوش مزاج و ظریف الطبع تھا۔ علوم و فنون ادبیہ حکیمین مہارت کامل

دولتہ راسخ رکھتا تھا۔ خوش صحبت مرد مہذب یا رباش دوست پرور وہمان نوا تھا
جب آخر سالہ ہجری میں نواب آصفیہ ثانی حیدر آباد سے ارکاٹ وانیہ ہوئے
فتوت بھی ہم کاب تھا ارکاٹ کے قریب لشکر میں یکا یک مرض اسہال میں مبتلا
ہو کر فوت ہوا۔ ایک فقیر کے تکیہ میں مدفون کیا گیا۔ لچھی نرائن شفیق اور نگاہی
سے رحلت کی تاریخ کہی ہے

ستمد خان امیر راشمند	نیر یا لاشین بزم سخن
سال فوتش شفیق کرد رقم	ہائے از فوتش تندر من

آپ کے اشعار میں سے ہر کو صرف ایک بیت ملی وہ یہ ہے۔ **حسن**

اے موتر اشش دست توانا بدیرنی	اصلاح کردہ خط پروردگار را
------------------------------	---------------------------

فدا۔ شیخ احمد اور نگاہی

فدا تخلص۔ شیخ احمد نام۔ قوم نواعط سے ہیں۔ اور نگاہی الاصل میں علم
فصل سے آراستہ فن و ہنر سے پیرستہ۔ شعر گوئی میں یگانہ اور کلام کی شیرازہ بندی
میں شہور زار تھا۔ آپ کے کلام سے رنگینی مضامین پیدا اور جاویدانی ہویدا ہے
آپ سخنور سخن پرور شاعر نامور تھے۔ آپ سالہ ہجری میں فوت ہوئے شہر اور نگاہی
میں دفن کئے گئے۔ **منہ اشعار الفارسی**

دیدن بروئے ترا ہر کہ تمنا می کرد	حیرت آئینہ را کاش تماشا می کرد
دلہ از دایع جنون سر و خیران شدہ	کاش می آمد از دور تماشا می کرد
تا کہ گلزار قدم خندہ فرو شتم کردند	ہچو گل خرقہ صد پارہ بدوشتم کردند

داسن از قافلہ اشکبہ خشان کردند
دست در وادان یاز بازین واریم ما

از لب لکسی نکتہ گوشم کردند
چین پشانی بروئے آستین داریم ما

فکر محمد باقر کا پیوری

فکر تخلص - محمد باقر نام - سید علی عرف آپ میر محمد حسین کا پیوری کے فرزند ہیں
آپ کا مولد کا پیور ہے لوہرس کی عمر میں والد ماجد کے ہمراہ حیدر آباد دکن میں آئے
اپنے نانا حکیم میر محمد علی مرحوم اور مولوی بو تر صبا جے جعفری کی خدمت میں کتب عربی
عربی و فارسی سے فراغت پائی اور فن شاعری میں خباب سید جلال الدین اشکبہ لکھنوی
مقیم حیدر آباد کی شاگردی کی۔ طبیعت میں جوش و خروش قدرتی تھا میدان شاعری
میں خوب سعادت کی۔ اپنے ہمسن میں ممتاز ہو گئے آپ کی عمر فی الحال تقریباً پچاس
زیادہ ہوگی۔ آپ کی تالیف تثنوی معراج الاشعار - تذکرہ شید افارسی
وروضہ رضوان - دیوان کامل وغیرہ میں من اشعار الہندی

آمین کرتے کرتے بچپار میں ہم مر گئے
سرخ پوشاک پہنکر ستم ایجا د آیا
کبھی گلزار میں گلچین کبھی صیا د آیا
مر گیا دیکھ کر اسکو میں شب فرقت میں
جان پر کھیل کے بیٹھا جو شربت میں

تہی ہوا منہ کی چراغ زندگی گل ہو گیا
آج مرغ کے جا سے میں جلا د آیا
ایک جلا د گیا دوسرا جلا د آیا
ملک الموت کے برق میں پر زلا د آیا
کبھی سمجھا نیکی و محبت کبھی فرما د آیا

انکار پر نکرنا تھا اترار دید کا
کچھ حضرت کلیم نہ سمجھ کلام دوست

فیاض - محمد فیاض الدین بخارا حیدری

فیاض تخلص - محمد فیاض الدین بخارا نام - آپ حاجی عزیز الدین خان کے
 فرزند ہیں - آپ کا وطن اصلی حیدرآباد دکن ہے آپ کی ولادت اسی شہر فیض بہر میں ہوئی
 فتوٰی بھی اسی زمین کی آپ ہوا میں ہوا - نشوونما کے بعد سن شعور میں مولوی میر
 شمس الدین فیض المتوفی ۱۲۸۳ھ ہجری کی خدمت میں کتب و ریاضی عربی و فارسی تحصیل
 کیں اور دیگر علماء شہر سے بھی فیضیاب ہوئے ہیں میر خیال ہے کہ آپ مدرسہ دارالعلوم
 کے بھی سند یافتہ تھے - کتب و نسخے فارغ ہونے کے بعد آپ کو شعر گوئی و سخن سنجی کا
 شوق دلیں پیدا ہوا - آپ کی طبیعت میں موزونیت خداوندی تھی - اور حسنی و چالاک کی
 بھی طبیعت کا جزو اعظم - ہم عصور میں آپ کی ذہانت و فطانت مسلم الثبوت
 تھی - آپ نے زور فطرت سے شعر کہنا شروع کیا - جناب فیض کی خدمت میں اصلاح
 لیتے رہے اور چند سال تک مشق کا سلسلہ برابر جاری رہا - استاد کی فیض صحبت
 اور توجہ کی برکت سے آپ کا کلام شستہ و پختہ ہو گیا - رقعہ رفتہ آپ نے استاد کی کو
 پہنچے - اکثر شائقین آپ کی خدمت میں ستغید ہوتے تھے - آپ صاحب دیوان
 میں - فقیر مولف کو آپ کا دیوان نہیں ملا مگر چند اشعار متفرق ہر دست ہوئے ہیں
 انکو ذیل میں درج کیا ہے شائقین کو تاہم ان تاکہ مطالعہ سے لطف مزدا اٹھائیں - اور
 آپ صاحب التالیف و التصنیف تھے - فارسی میں مختصر رسائل لکھے ہیں - منجملہ
 غرائب حبابی - لطائف فارسی و دیوان فارسی - دیوان اردو و غیرہ میں - آپ
 خاندانی شریف و معزز ہیں - آپ کے بزرگ اس یاست میں خدمات جلیلہ انجام دے رہے

آپ سرکار عالی نظام کم قمر صغیر کے مددگار مستعد تھے خوش خلق و پاک طبیعت۔ دیانت
و امانت میں ہمیشہ ہمدردی اہل وطن میں بے بدل تھے۔ وضعداری کے پابند۔ اطمینان
و اطمینان الرسول کے مضمون پر کاربند۔ مولف فقیر شمس المہجری بن طالب علمی کی حالت
میں مولوی محمد زمان خان شہید مرحوم کے مکان پر فکوش تھا۔ اسوقت آپ کو دیکھا
تھا۔ پھر جب بن شمس المہجری میں سیاحت ہند سے شہر چلے آئے۔ آپ کو دیکھا جسفہ
اسی لباس صورت میں پایا۔ طرز و روش میں زراہی فرق نہیں تھا۔ مگر اسوقت شباب کا
عالم تھا۔ اب اسے شیبہ تھا۔ آپ کا استقلاال وضع کی پابندی تحمیل کے لائق ہے آپ نے
بزرگان سلف کا طریقہ بدستور بحال رکھا۔ کبھی بی طرز و روش میں نوجوانان حال کی پیروی
نہیں کی۔ ثابت قدم و راسخ و مہتمم تھے آخر آپ شمس المہجری میں عالم فانی سے ملک طوفانی
کے طرف روانہ ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور آپ شرف جنگ خطبے شہر ہوئے

حسن الشیخ الاسلام

<p>جب بناموں کے ساتھ شمس المہجری کلیے سکون کہا ہے میں یہ غم نہیں ہمارے داستان پر کل وورکتا ہمیشہ کل آتا ہے جب مذکور انکی شہزادی کا زبان پریشہ کوئی کسطح سے فیاض پریشی</p>	<p>اسوقت ابو پانی ہمارا ایک کرتا ہے بہت سی اسکی نیت ہے نہ اسکا پیٹ بہتر ہے کوئی ویردہ اس گل پیہر کے کان بہتر ہے تو یا محبت ایک ٹہنڈی سانس بہتر ہے ٹھکانیکی نہیں اکبات کہتا ہے مگر ہے</p>
---	--

فرحت - لالہ خوشحال چند بریلانی پوری

فرحت تخلص - لالہ خوشحال چند نام - قوم کا پتہ سری باسنت - ساکن بریلانی پوری

شاعر خوش گو و ناظم پسندیدہ ہو تھا۔ نیک سیرت انسان طینت تھا۔ لالہ صاحب کے کلام تازہ سے دلون کو فرحت و رانگی رنگین مضامین سے مسرت حاصل ہوتی ہے آپ کے شعر البجری میں شغال کیا۔ آپ خوش اخلاق و بامروت تھے۔ طریقہ صلح کل ساک اہل اسلام و اہل صننام سے اختلاط و آمیزش رکھتے تھے۔ اور ہر ایک کی بہتری چاہتے تھے۔ جہاں کہیں فتنہ و فساد کی آگ شعلہ زں ہو اسکو صلح کے پانی سے بجھاتے تھے۔ من کلام

در دلم جز مہر مہر و یان نیک و قرار	قالبم گوئی ز خاک کوست اینان یخند
ہر کجا گل چہرگان وادترتیب چین	نرگس چشم مرگشتند جہان ساختند

فرح - فرح بخش رکابی

فرح تخلص - فرح بخش نام - ارکاٹ مدراس کا رہنے والا تھا۔ خوش کلام خوش بیان تھا ظریف الطبع و لطیف المزاج تھا۔ آپ کے کلام سے شوخی و تازگی ظاہر ہے۔ نزاکت و لطافت کی چمک بامر ہے۔ آپ سنجیدہ مزاج و وضع دار تھے۔ کثرت متوانع و خفا تھے۔ امر و نہی کی مدح کرتے تھے جائزے و صلح خوب لیتے تھے۔ آزادانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ آخر شاعر البجری میں اس محنت مملکت و وطن باقی کے مسافر ہوئے۔ علی شعارہ ہمارے قتل کی تذکرہ تصنیف ہوتی ہے نگاہ پاک کی شاید یہی تاثیر ہوتی ہے

فضل - شاہ فضل مند نقشبندی اورنگ آبادی

فضل تخلص - شاہ فضل شاہ نام - سید عطاء اللہ اورنگ آبادی کے فرزند نقشبندی

اورنگ آبادی مولد اخفی مذہباً۔ درویش کل و عارف صاحب دل تھے۔ جامع علوم و فنون و حامی حقائق و معارف تھے۔ ایک تہ کہ بشارت و ارشاد انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نواب غازی الدین خان فیروز خاں بہادر مرحوم کے لشکر میں رہے۔ چوتھے حضور سغریں ہر کا بے تھے تھے۔ اسی سبب سے نواب صاحب باوجود قلت فوج غنیمت پر غالب و ظاہر ہوتے تھے۔ نواب عضد الدولہ بہادر کو ایک قرآن شریف حضرت امام رضا علیہ السلام کے ہاتھ کا لکھا ہوا امیر الامرا حسین علیخان کے کتب خانہ سے ہمدست ہوا تھا وہ قرآن شریف نواب صاحب نے آپ کو دیا تھا۔ صاحب تحفہ الشعراء لکھتے ہیں کہ فی الحال یعنی شمس المجرى میں وہ قرآن مجید دولت آباد کے قلعہ میں موجود ہے۔ شاہ فضل اللہ کے صاحبزادے میان محمد نے اسکو دیکھا تھا۔

آپ کے چہرے درویشی کے آثار نمایاں تھے۔ صاحب تصنیف التالیف تھے کئی زبانوں کے یادگار موجود ہیں۔ رسالہ زاد الزاد سلوک میں قصہ بہرہ و کا و قصہ پریم کو کا بنیاب ہندی۔ اکثر اشعار ایہام آپ کے طبعزاد ہیں فارسی کلام ہی صاف شیریں ہے۔ آپ کا انتقال شمس المجرى میں ہوا۔ اورنگ آباد میں مدفون ہوئے

من شعاع الفارسی

مہربان از آہ باشد ماہ اندکی گزرت گذر خواہید دیدن و بر گرد سرگردیش آچنان دل یگانہ یار است ہر کجا آن سیح لب باشد	گنج باد آور و دشداہن آہ ما آفتابے می شود این ماہ ما شکر شد گشت خاطر خواہ ما کہ دل از لفظ دوست بیزار است ہر کہ بیمار نیست بیمار است
--	--

زلف و خاش بد لب می کسان
 در نگاه تو شیشه است و پیری
 دل با بر چشم و گردش چشم
 صبح محشر بخواب نه شین است
 همچو من عشق بازو تو معشوق
 تا خط ندید است بود حسن و ادب
 بجمله رخسار تو ای جان گلستا
 معنی تو حیدر ویت کشانید
 یار میرفت و گریه می کردم
 بکشت گرچه رود ارم و لیکن حدت میخ
 تجویش میباید آفتاب و درو بگردم
 بنسب رنگ جمعیت سخن گلستان الفت
 رعایت اهل عصیان و گرد و ارجاها
 بزار چه مسیری دارم بمن رانیا ز ارم
 خداوند بمن هم شور محشر میان باشد
 بیا فضلی تا نشا کن بهار بید لیبارا

ایچه کم حسن و آنچه بسیار است
 در نگاهم همه پر زار است
 این چه کفر است و این چه زار است
 در سحر هر که چشم بیدار است
 این چه آئینه و این چه دیدار است
 اسلام بجز دوستی آل غبار هیچ
 گل پیچ چمن پیچ نوا پیچ صبا پیچ
 سجاده و تسبیح و مصلی و دروازه
 چشم و رویم تمام آنسو بود
 ز وسعت شش بهار بر دماغه حیا پیغم
 که گرد خاطر خود بگذرم ناکا و سنگینم
 کما بشن حاصل نیا ادا سزای پیغم
 چه باشد گریه و عانیان تضییع
 سلمان کرده عشقم با آنم با اینم
 غلام آل طه بنده اولاد یاسینم
 چه شایخ کل بیکر نمی بیند شعله رنگینم

ایات ایام زبان بند می

حسن کا عطر مجکو لینا به
 دو گهر می رات و نین آئی کیون

نگه سون اپنے عرق کون و در نگر
 دو بهون یکبه کر کہا میں یون

بہوت عاشق مین مار کہاتے مین	ولہ	مچکو تری فراق مین دن کا مین لگے
جب تک جفس گہر مین بیچ کہا تا تھا فقیر	ولہ	اب کچھ باقی رہا نہیں ہے مگر بچوں خدا
طیب عشق مین پوچھا زینچا نے علاج پنا	ولہ	کہا تجھ پر پہلا سورہ یوسف کا دم کرنا
اسے کہو تر جا کہو یوسف کون کوئی سون بھل		چاہ تیری مین زینچا ہو رہی ہے باولی

فکری لازمی

فکری تخلص - الموصوف بلارازی - آپکا اصلی وطن رسی ہے - علامہ زان فہامہ
 جہان تھا - اوریشا عظم و شہرت تھا - سخاوت و بذل مین شہرہ آفاق تھا - خوش خلق
 و اشفاق تھا - شاہ ظہار سپاہی کے زانہ مین تھا شاہ موصوف کی مع مین اکثر قصا
 لکے مین - اور بہت سے حصے پائے - بہ صدق - قرار ہر کف آزادگان گیر مال جو کچھ
 ملتا تھا چند ہی روز مین فقرو غلام کو نذر کر دیتا تھا - زخیرہ نہیں کرتا تھا - آخر ایران سے
 احمد نگر مین آیا - شاہ ظاہر کی وجہ سے بڑی عزت و آبرو پائی - تھوڑی عرصہ مین سقدر
 مال و دولت حاصل کیا کہ متمول ہو گیا - بیجا پور بھی گیا و مان بھی مال مال چلے پھر مان
 حیدر آباد کو لکھنؤ آیا - یہاں بھی چند روز قسط شاہ کا عہدہ رہا - کسی ہزار مین لیکر
 احمد نگر گیا - پھر مان سے وطن مالوہ کو مراجعت کی -

من الشعراء الفارسی

رخت گل گل تنہ لازمی ترک سیلخ بستبان کن	گیر آئینہ در دست تماشا فی گلستان کن
نمی گویم دلم را خون کن یا جان بکاہ از غم	ان جانم فدایت ہر چہ خواہد ملت آن کن
از ان اگر گس کہ بالائی گل غلطید از مستی	ببین بر سر کبریا رست و راستان کن

فاروق - خان عالم خان

فاروق تخلص محمد معروف نام۔ خان عالم خان بہادر خطاب ہے۔ آپ بافاروقی
 مین۔ گلزار اعظم کے مولف نے لکھا کہ آپ محمد جان جہان خان بہادر کے فرزند ہیں۔
 آپ کی ولادت سنہ ۱۰۲۰ ہجری مین بسزمین مدراس واقع ہوئی۔ نشوونما کے بعد سن ۱۰۳۰ کو
 پہنچ کے تحصیل علم مین مشغول ہوئے۔ علوم فنون متفقہ و اسناد جداگانہ مثلاً فارسی
 و عربی و ترکی و انگریزی وغیرہ مین استعداد کامل حاصل کی۔ علما و فضلا کی خدمت مین
 مستفید ہوئے۔ تھوڑے ہی مدت مین علمائے مابین کے زمرہ مین شمار کئے گئے۔ پہلے
 طبیعت شعرو شاعری کے طرف مائل ہوئی۔ ہر ایک بان مین کلام موزون کرنے لگے۔
 مضامین تازہ تازہ کا شیرازہ باندھنے لگے۔ ریختہ مین آپ کو انگریزی نامی تملذیب
 اور فارسی شعری بھی صلاح مذکورین سے لیتے رہے۔ فقیہ مولف کو یہ مین معلوم ہوا کہ
 نظم عربی و ترکی و انگریزی مین کس بزرگ تسانت اصلاح لیتے تھے۔ اور آپ علوم
 ریاضی و فن موسیقی مین بھی استعداد تام رکھتے تھے۔ خوش اخلاق متشعرو دیندار
 صوم و صلوة کے پابند حضرت علامہ ہجری مین واعظ رام پوری کے مرید ہوئے اور حضرت
 واعظ سے خلافت کا خرقہ بھی زیب بدن کیا۔ مدۃ العمر مدراس مین امیرانہ زندگی بسر
 رہے اور خاص عام کو درس تدریس ہدایت و تلقین سے بہ فرزندوں سے رہے اکثر اہل
 مدراس آپ کی توجہ سے درجہ فضیلت کو پہنچے۔ آپ کی ذات بابرکات منع کرامات و سنات
 ہتی۔ علما و دست تھے علما و طلبہ کی بہت قدر کرتے تھے۔ آپ کی درس گاہ مین علما و طلبہ
 مجمع رہتا تھا۔ اکثر آپ کی مجلس مین علم و فضل کا مذاکرہ ہوتا تھا۔ شعرو شاعری کا بھی

دور چلتا تھا۔ آخر آپ اس عالم فانی سے فروس برین روانہ ہوئے۔ اناشد وانا الیہ
 راجعون۔ یہ واقعہ ۳۳۰ ہجری کے بعد تیسویں صدی میں واقع ہوا۔ سندھ فانی
 دستیاب نہیں ہوا۔ من استعاضا الفارسی

دور از تو ز لیقتن چہ بود آرزو مرا	دلہ	وہم ہنچو خنجر سے گزرد از گلو مرا
عجب نبود پسر گر قبلہ روئے پدر گرد	دلہ	کہ دار و پیش یوسف یک نعلان بر زمین دا
باشد ز فیض بوسہ شکر دامن ما	دلہ	شان عسل شکستہ شان بیان ما
رر عشق او چو دانہ افشانہ بر زمین	دلہ	باشد امید سود قمر بن زریان ما
ظہر حسن کجا حاجت نقاب کجا	دلہ	عنان برق کجا و کف محاب کجا
بر جالبش گبرہ عنبر سارا بندو	دلہ	گر نقد پر تو آن زلف گزیر آب
چشم پر خون مرار و ز سیم پیش آمد	دلہ	لعل و تازہ سبزی بک سید پوشی رخت
گر نہ است پروانہ سوختن وارو	دلہ	کہ شمع میگزشت شعلہ بار بار انگشت
بعہدہ ہلوہ حنت خط شمع از	دلہ	زند بدیدہ خورشید نور بار انگشت
چون فقیر کہ کند سلسلہ رادتا ویز	دلہ	شانہ گردید بان زلف مسلسل محتاج
دیدہ اہل دول میں چہ قدر تارک است	دلہ	کہ بود در شب تہتاب بشعل محتاج
مالداران چہان سرت غفلت گشتہ اند	دلہ	نقش نیار و درم نیجا طلسم خواب شد
بہر نظارہ خاک شہیدان کشیدہ سم	دلہ	این گرد نیست گزیرہ آب خورد شد بلند
ز خاکستر نشانہا بر تن بند و تہ دیدم	دلہ	ہجوم قمریان بر سر و مور و نست پنداری
ز خود بر خرمن ہستی برات آتش آوردم	دلہ	اگر چون خار و خس بر دم سوخن شعلہ خود ستے
بسوئے ہر چہ بنجد دستیاری ناشنا و ر را		زمیران ایغریق بحر محتاج نحو دستے

بود تازگاہش را چو سوزن در ز نوکست
چو مینا بر سر مو ششم زندہ خوش گلو دست

بہر چہ کمنہ نوز و دل صد چاک عاشق را
درین میخانہ نام فاروق مست قفل نغمہ

فائق - مولوی سید خیر الدین

فائق تخلص - سید خیر الدین نام - گلزار اعظم کے مولف نے لکھا کہ آپ معصوم خان کے
فرزند ہیں آپ ۱۲۵۵ ہجری میں مدراس میں پیدا ہوئے - منجھ خیر الدین فائق نام
تخلص سے آپ کے تولد کی تاریخ برآمد ہوئی ہے - آپ سن ۱۲۷۵ عقیل کو پہنچ کے کتب و
تاریبیہ مقام ادگیہ میں خباب مولانا امیر الدین علی سے ختم کیں پھر آپ مدراس میں آئے
شاہ امین الدین علی و مولوی حافظ حسین و ملک العلماء مولوی غلام الدین لکھنوی سے
علوم معقول منقول میں سند حاصل کی پس فارسی عربی کے تفصیل کے بعد آپ شعر گوئی
کا شوق پیدا ہوا - مولانا باقر آگاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے - اور کلام عزیزوں کے
مولانا مالکی خدمت میں بغرض اصلاح پیش کرتے تھے - چنانچہ مولانا کی مدد سے
کے درجہ کو پہنچے - اور خوش کلامی خوش نگری میں شہرہ ہوئے - آپ نے مین تازہ کو
نہایت خوبی کے ساتھ آراستہ کرتے تھے - آپ کے کلام کی مدح بہت دور کیے گئے - ہوتی
تھی - آپ کلام سوزن کو شائقین سخن کی خدمت میں بغرض اصلاح پیش کرتے تھے - اور
اساتذہ کی اصلاح کو مانتے تھے - اسی وجہ سے آپ کے کلام کو قبولیت عامہ کی نصیب حاصل
ہوئی - اور آپ استاد ہی کے درجہ کو پہنچے - آپ ہمیشہ طلبہ کی تعلیم و تہذیب کلام میں مصروف
رہتے تھے - اکثر آپ کے فیض تلمذ سے واقف معافی رنگین ہوئے - آخر آپ ۱۳۰۵ ہجری میں
مدراس سے شہر حیدر آباد دکن میں آئے - مہاراجہ چند لال مدللہام کے دربار میں بار بار

مہاراجہ نے آپ کو پانسور و پیا ہوا مقرر کر کے خدمت مدرسہ عطا کی۔ آپ جید و
مین کمال خوشی و خرمی کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہے۔ اور طلبہ و شاغفین سخن
کو درس و تدریس تربیت سخن سے سرفراز فرماتے رہے۔ آخر آپ نے ۱۲۴۲ ہجری
مین اس زمانہ مدارس عالم بقا کی طرف علت کی انشاء و انا الیہ راجعون

موسم الفارسی

الہی نعمہ سخن بخش چون بلبل زباںم را	برنگ گل بہار آراے محفل کن ہائیم را
آخر ساندش گیم تا بچو عرا	یعنی ز آب تیغ تو تر شد گلو مرا
عجب بود اگر فرزند بہتر از پدر باشد	کر عطر منداں فزون تر ز صندل منداں
در گلو رشتہ ز نار گفت دیدم را شک	رام با این نشد از امانت بیگانه ما
حجاب دیدن روئے تو می شود آشکم	بلے بموسم باران شود نہان ہفتاب
نشا، خوش میدہد در موسم بہاری	خواب را کی یفتی باشد بریر ہفتاب
چشم گل میگوید از شب نیمہ چو ابرو بہار	کرد تا شیرش باطن نا لہائے عنید
صاف شرب را نباشد تہمت لودگی	دامن گوہر موج خود مگرد و تر در آب
بسکہ از وضع جہان بیگما گیمبار و بہت	ہر کرد و دیدیم چون آئینہ صورت آشا
حیرت زدہ عالم امکان وجودم	دارم ز زبان دروہن خوشننگشت
سیاہ و شود آئکس کو عیب بین کردو	چو خامہ بر سخن بچکس در انگشت
بر من رازش گنبدے گرد و بنا از گرد باد	ہر کہ در فرصت ہلاک و در دامن میشود
سرخ چشم من از گریہ نباشد فائق	آفتاب ز نظر رفت و شفق باقی ماند
منظہ رحمت حق جرم ہیہ کار است	سہر شد و روشنی صبح ز جیب تار

جذبہ حسن تو اینست کہ از بال گاہ	ولہ	طاثر مرد مکمل سوئے تو دار و پیر و از
ہستیم با فنا ہم آغوش است	ولہ	رمز این نمکتہ بر شہر انیس
کجا فائق تو اند سیر بارغ از ناتوانیہا	ولہ	کہ موج بوئے گل می فکند بزمین ز دیوارش
زور و عشق او یارب کتابے و بغل دارم	ولہ	کہ آہ من بود چون بدسم شد عینش
دایغ دل فروخت آخر خط مشکین کسے	ولہ	شام چون گردید فائق می شود روشن چرخ
تماشائے زرافشان چہرہ او کردہ ایم	ولہ	پیچہ فزگان ما از اشک شد لخم کف
زخم من چون ماہ نو دار و بلبل گلی	ولہ	خوردہ ام ز یاد ہر کسے شمشیر شوق
ماجرائے بردن از گزشتہ زاب شک	ولہ	مشت خاکے بود آنہم رفت در سیلاب
بسان آبلہ در ہر قدم بکوچہ یا	ولہ	نہادہ چشم برد زار زار گریہ کنم
در دست خویش دار و دل انداز من	ولہ	این مہر نام تست نیاید بکار من
داشتیم در دل تمنائے کہ از خود بگذرم	ولہ	بیٹے کردم بجد اللہ با دست بھو
طبع باز کہ سخن سخت کجا بردار و	ولہ	حکم شمشیر کند چین خط پیشانی
کسے بر نقش من ایک جی بی بخور و	ولہ	بہم آوردن فزگان من شد رستی

فرحت - محمد صبغۃ اللہ

فرحت تخلص - محمد صبغۃ اللہ نام آپ محمد جعفر تومنا عطا کے فرزند ہیں ۔
گلزار اعظم کے مولف نے لکھا کہ آپ کی ولادت ۱۲۸۲ ہجری میں بسبر میں مدراس
ہوئی ۔ نشوونما یہی ہاں کی آپ ہوا میں ہوا سن شعور کے ابتدائے میں کتب سید فارسی
والد ماجد و حاجی احمد حسین سے ختم کیں ۔ ذکی الطبع و ذہین و فہیم تہا شعر گوئی

و سخن سنجی کے میدان میں قدم نہ کہا۔ اور کلام کی اصلاح ابو طیب خانی والا و مولوی و
 سے لیتا تھا۔ محاورات و اصطلاحات فارسی سے واقف تھا۔ چراغ ہدایت و مصطلحات
 و ارستہ وغیرہ کا حافظ تھا۔ اکثر زبان ہم طرح کے اشعار پر اعتراض کرتا تھا۔ اور ان زبان
 کے محاورہ سے استدلال کرتا تھا۔ معامین ہی آپ کے طبع زاد پر اعتراضات کرتے
 تھے اگر اعتراض صحیح ہوتا تھا تو تسلیم کرتا۔ والا معترض کو باسناد و زبان روک رہا تھا
 ۶۲۲ ہجری میں اسفار میں مجلس شعرا مشاعرہ اعظم میں شریک ہوا۔ اور نواب کے
 ملازمین کے زمرہ میں ہی مقرب و آہل حلت کی مایہ نچ دستیاب نہیں ہو آخر قیاساً
 سنہ ۱۲۳۰ ہجری میں فوت ہوئے۔

من اشعار الفارسی

گر بود صد پیر میں چون بوس گل بر تن مرا	ذوق عریانی برون آرزو پیر میں مرا
آب آن روشد لعل از سنگ نیلے کند	دل گشت از آئینہ فرحت این سخن روشن مرا
گر نیست صدف زخم آن عارض لبان	دل در دست چرا شمع گرفتہ است عصا مرا
از صدا افتاد چون دیا پیش زلالام	دل از زبان معوج کرد اقرار استادم مرا
آورد خط جھوم پر خسار مارہ من	دل شکر کشید شبیے سخون آفتاب
کن گریہ وقت صبح کیابی وصال دوست	زین راہ شبنم آمدہ مقرون آفتاب
چیت حشمت را تغافل زین دل خطا	دل میکشان پدید چون لذت دیگر کباب
شرم حسن تو مگر کرد عرق آلودش	دل شمع با چرب بانی کہ خموش است شب
ناید کیف چو رشتہ ز دست رفت	دل رنگ رخ پریدہ کسے را شکار نیست
تا متم شکل لکن از ناتوانی حلقہ گشت	دل میرندان شمع رو اغوشم استغنا عبت

ولہ	نکشد دایع دل لالہ زمرہم سنت
ولہ	از نگہ مہراوشاد بود جان صبح
ولہ	برقع ز رخ بیاغ چو آن بازین کشد
ولہ	مرد از حاضر جوابی صاحب تکلیف شود
ولہ	در گلشن زمانہ چو سوسن بصد زبان
ولہ	شوم اندوگین چون لعل نشان بگذر یارم
ولہ	کم کرد عزت پاکان ز آسیب بہا
ولہ	بریدن از بزمہ عالم مرثت مردان است
ولہ	بے نور سد رنج زدیدا ر گل
ولہ	فرحت چو گشت ماہ رخم مہربان غیر
ولہ	خوردہ ام خنجر ز بسیل دست آخو رشیدو
ولہ	سحون غلط ز حرمت بگرہ پائے نوگر بوسد
ولہ	دروغین جگران نیست بدر احتیاج
ولہ	دعوی من صادق ہست از خندان صبح
ولہ	خنجر ز خار بر تن خود یا سپین کشد
ولہ	میرسد در گوش مارا این صدا از کوہ سار
ولہ	فرحت نیافتم گفتن زبان ہنوز
ولہ	نشیند بر دم گر دیکہ خنجر زردا مانش
ولہ	آب گوہر فصل تابستان بود بر حال جوش
ولہ	برندگی است ہر آئینہ کار عالم تیغ
ولہ	میل کشد در نظر مہر خار گل
ولہ	داویم ربط دیدہ گریان و آستین
ولہ	نیست چاک سینہ ام چون صبح محتاج رفو
ولہ	شوم قربان مدہ رنگ خنجر حکم بابوسی

فغان - اشرف علیخان

فغان تخلص - اشرف علیخان نام - بہار و خزان کے مولف لکھا کہ آپ شعر آریختہ گوئے مین کہی کہی فارسی مین ہی کلام موزون فرماتے مین انتہی کلامہ کل عجب کے مولف لکھا کہ آپ اورنگ آبادی المولد مین - اہل مناصب کے زمرہ مین منصب مناسب سے فراز تھے - شاہ سلج اورنگ آبادی سے اصلاح سخن لیتے تھے ۹۵۰ ہجری تک زندہ تھے - وفات کی تاریخ و سن دستاب ہند میں ہوا۔

من اشعار الفارسی

<p>فصل گل می رود چہ چارہ کسم قاصد ایا چہ دیدہ می آئی دست را کے دراز کروم من ز معیش نیم بمل نامدی بیل چون نظر می کسم نچندہ خویش اے ہم نفسان زما مرنجید گر نہ نام چون کسم آشنائی گران اے فلک پیش تو منظور گزناست</p>	<p>کو گریبان کہ پارہ پارہ کسم دلہ کہ گریبان دیدہ می آئی کہ تو دامن کشیدہ می آئی دلہ تو شاید اضطرابے کردہ باشی دلہ گریبے اختیار می آئی دلہ مہمان و روزہ شمایم دلہ قہر تیرے جان بہر تیرے دیگران دلہ دادہ انچہ بہر و نیز بغرما دیدہ</p>
--	--

فوت - خواجہ عنایت خان

فوت تخلص - خواجہ عنایت شزام - گل عجائب کے مولف لکھا کہ آپ اب
شکر خاں کے خلیفہ الصدق بن اور خواجہ ابوالبرکات خان عشرت کے برابر - ایک مسقط
شہر اور گیارہ - مولد و نشانہی شہر مذکور ہے - سن شعور و تیز کے بعد آپ کے علم
شہر کے کتب و سیع عربی فارسی کی سند حاصل کی انشا پر داری میں مہسروں فائق
و سابق ہوئے - سب طرح سخن سنجی میں ہی لائق - آپ کو سخن سنجی میں سید سراج الدین
سراج تخلص و رنگ آبادی سے لکھ ہے آپ کی طبیعت مضامین نگین معانی شیریں
ایجاد میں بحر و جہ ہے اردو فارسی دونوں زبان میں کلام موزون فرماتے ہیں -
آپ کے کلام سے شعرائے معاصرین لطف فرماتے ہیں - مشاعرہ میں آپ کے شعائر

تخمین و تعریف کا آواز بلند ہوتا ہے انتہی کلامہ آپ صبیحہ منصب میں ملازم تھے
فراغت سے زندگی بسر کرتے تھے ۹۵ھ ہجری تک زندہ تھے۔ بارہویں صدی کی
شروع میں فوت ہوئے۔ من الشعار الفارسی

دل بیا دا اختلاط آست ویرینہ جوت	آتش ہجو تو اسے ظالم نفس سینہ جوت
ولہ مگر گرم ہماں ساعت بگردور دانش	ولہ ز صغف طاقت از خو کے رسم با گردو جلا
ولہ ہمیشہ بوسے می آید از خاک تنہیدش	ولہ کرامات نگاہ ست اوز چشم خود دیدم
ولہ بر عرش می بنہم علومی و مانع ما	ولہ وارستگی نمو و مراتب فراغ پا
ولہ غلام حضرت شاہم بشہ و از رسم	ولہ مرا از حلقہ بگوشان خدا حساب کند

من اشعار الہندی

مرا تکرے ہوا سینہ خیابان اسکو کہتے ہیں	کہلے ہیں داغ رب کے گلستا اسکو کہتے ہیں
لیکھا جنون اپنے ساتھ میرا نے کا لطف	کیا راما ایدل وانے رشت میں جانیکا لطف
دل سوزاں مرے آہ شہر خوش آئے	بزم سے شعلہ صفت گروہ زہر پوش آئے
و مہدم نال مرے السہ ہم خوش آئے	یہاں تلک مجھ سے ہے فریاد کور بط قلبی
مدتیں گزری کہ میں مشہور ہوا خوشنمیں ہم	دور میں اس ساقی کیفی کے می نوشونمیں ہم
خاک پر چون نقش پا میں خاہ بر نوشونمیں ہم	یہ بہر بکرو جی تجھے معلوم ہے باوصبا
و لکو آخر گرم کئے انکو کے خوشنمیں ہم	باغین جا خوبے تاک کے سایہ ستلے
اے شکر جالے ہیں اب ہوشونمیں ہم	تجھ بکرو کے دیاک سے پانی موجونمیں چہچہے
وانہ اشک مرا چون گل مرجان پہوے	اس لب محل اگر عکس پڑے آنکھوں میں
کیا بجا ہوئے جو بہ شام غریبان پہوے	کہاں از انا کے لٹ جان فتوت کہو لو

فیروز - ملا فیروز

فیروز تخلص - ملا فیروز نام - آپ ملا کاؤس آتش پرست کے فرزند ہیں۔ آپ کا مولد
 و غنتاوارا لالہ رہے ہیں۔ آپ کے کتب درسیہ فارسی و عربی والد ماجد اور دیگر علمائے
 تحصیل کیں۔ ملا کاؤس عالم فاضل و شاعر کامل تھا۔ متعدد زبانیں جانتا تھا۔ فارسی
 عربی انگریزی گجراتی وغیرہ عالیجناب آصفیہ ثانی کے عہد میں بہمنی سے حیدر آباد
 وکن آیا۔ حضور کے دربار میں ارباب مولد شائف و نذرانہ پیش کیا۔ حضور نے نذرانہ
 و تحفہ خوشی سے قبول فرمایا۔ اور آپ کے لئے ہماندری کے نو ازرم و اگر نکا حکم فرمایا۔
 عہدہ ملج سے جانماری کی گئی۔ یہ بھی ایران شفیق نے آپ کے آتش پرستی کے باعث
 عہدہ میں سے والائے ملک کے بھیجے۔ ملا نے ہی سوالات کے جوابات نظم میں دیے۔ ملا و
 باجم نے چند روز بعد اہم خوب مذاکرے علمی رہتا تھا۔ یکایک خوشی و معاشرت کے عہد
 سے ملا بہت ہی ہنس مٹا کر کے لاکھ قدم کو روانہ ہوا۔ احباب کو سخت افسوس
 ہوا۔ ملا فیروز صاحب تاج و تہ کتب درسیہ فارسی و عربی والد ماجد سے ختم کی
 عالم کتب و کتب خانہ تیار کیا۔ کتب و علوم و صحا ورات فارسی کی تحصیل کا شوق پیدا ہوا
 آپ جو شوق شوق سے ایران روانہ ہوئے۔ چند مدت وہاں رہے۔ علم و فضل کی صحبت
 میں مستغیہ ہوا۔ اور ایران زمین کے بلاد و دستاقتات میں خوب سیاحت کی۔ اور اپنے
 برادران قوم جو ایران کے دیہات میں تھے انکو تلاش کیا اور آئے ملا۔ ان کے ساتھ
 حسن سلوک کیا۔ جو مفلس و نادار تھے مال فرستے ان کی اعانت کی۔ سیڑ سیاحت و کسب
 کمال سے فارغ ہوئے وطن ملا و فیروز میں پہنچا۔ ملا کے برادران قوم نے اس کے خیر مقدم

بہت خوشی منائی۔ متعدد خوشی کے جلسے منعقد کئے گئے۔ ملائے یہاں آکے ایک مدرسہ اپنی قوم کے بچوں کے لئے قائم کیا۔ اور مدرسہ کے خرچہ کا بار اپنے سر پر اٹھایا۔ اور اپنے ذاتی سرمایہ سے متعدد برقم مدرسہ کے اخراجات کے لئے وقف کر دیا فی زمانہ اسکا مدرسہ و کتب خانہ قائم ہے۔ فقیر مولف مدرسہ و کتب خانہ دیکھنے کے لئے بہنی متعدد مرتب گیا۔ کتب خانہ میں اکثر کتب قیمتی فارسی دیکھنے میں آئیں۔ ملا ایران سے مراجعت کر نیکی بعد گورنر بمبئی سے ملا۔ گورنر صاحب کئی ملاقات سے بہت خوش ہوئے ملا کے لئے سرکار کمپنی سے وظیفہ مقرر کرایا۔ ملا نے وظیفہ کے شکریہ میں اجلہ شاہنشاہ خارجہ منظم کیا۔ اور ہمیں ولیم جارج بادشاہ فرنگ کے واقعات دے گئے۔ جارج نامہ میں جلد ۱ میں ہے۔ تقریباً چالیس ہزار ابیات ہیں۔ ختم کرنے کے بعد گورنر صاحب منعم و محسن کی خدمت میں گذرانا گورنر صاحب بہت خوش ہوئے۔ ملا کی بہت تحسین و تعریف کی۔ آخر ملا ۱۲۹۹ ہجری میں تخت ہستی سے وصال ہستی میں جا گزین ہوا۔ اب میں چند اشعار جارج نامہ سے گزارش کرتا ہوں خصوصاً جلد ۱

جو ہلکے سوئے پونہ شہر بگرا	ور	کر در دست خود آور و پیشوا
روان گشت از جائے خود سینید	ور	نکر وہ درنگ ہچہ گو نہ نہ
بچو نامہ یاد و فوج و سیاہ	ور	آہنگ پیکار با کینہ خواہ
سپاہی کش اندر جہان کش مار	ور	ندانت جز پاک پروردگار
ہمان آلہ و ساز و سامان جنگ	ور	زمیند وستان در بوم فرنگ
ز اندازہ افزون بیرون از شمار	ور	ستو میدہ گاوزمین زیر بار
ازین سعود و سالار و زان سو یکے	ور	نکر دند آرم ہم اند کے

پیشانی نڈرا ز پیل بستہ رده	دلہ	پیادہ پس پیل صفت برز رده
بر پشت پیادہ سواران کین	دلہ	بختہ ز رسم سواران زمین
جہاں گر شد ارباب گشت آوا کے کوس	دلہ	ز گرد سواران ہوا آجنوس
بتار کئے گرو تیغ یلان	دلہ	در خشنده چون برق بر آسمان
نغم خون ہا ہی ز مشت بہر دہار	دلہ	فرورفت و بر شد بخور شید گرد

فیض شمس الدین محمد

فیض شمس الدین نام۔ آپ دہلوی الاصل ہیں آپ کے جد امجد بھوئی
رحمۃ اللہ علیہ خان دہلوی صاحب فخر ان آب اعجاز بہادر و عزم کے زمانہ میں دہلی سے
حیدر آباد دکن میں آئے۔ حضور کی قدرانی سے منصب مناسب پر مقرر ہوئے۔
آپ دہلی میں آپ کے عوام کو مستفیض فرماتے تھے۔ آپ کے والد ماجد میر الدین خان
کا کھلہ جد کا دکن میں ہوا اور اس ملک میں تعلیم تربیت پائی۔ آپ کی والدہ ماجد بھی دکنی
نسب سے تھیں۔ اور آپ کو سرکاری تعلق ہی تھا۔ اسی تعلق کے وجہ سے ۹۹ھ ہجری
۱۵۹۵ء میں چوہدری برار میں مع عیال اطفال گئے۔ وہاں آٹھ نو برس تک رہے ۱۰۰۹ھ ہجری
میں جناب فیض کی ولادت باسعادت المجدوب برار میں واقع ہوئی۔ ہم برار کو مبارکباد
دیتے ہیں کہ وہاں ایسا آفتاب طلوع ہوا جس کے فیض جنیاب نے تمام دکن کو درخشاں کیا
فقیر مولف کا بھی مولد و منشا برار ہے۔ حضرت فیض میرے برادر ہم وطن تھے۔ مجھے
اس بات سے ناز ہے کہ حضرت فیض نے تمام دکن کو اپنے فیض علم سے سیراب فرمایا۔ فقیر
نے دکن کے بزرگان سلف کیا امیر لکھنؤ کا غفر کو زندہ کیا۔ اور فیض نے اپنے نور کے کرنوں سے

بود تا نگاہش را چو سوزن در ز نو دستے
چو مینا بر سر مو ششم زندہ خوش گلو دستے

بہر چہ کمنہ نوز و دل صد چاک عاشق را
درین میخانہ نام فاروق مست قفل نغمہ

فائق - مولوی سید خیر الدین

فائق تخلص - سید خیر الدین نام - گلزار اعظم کے مولف نے لکھا کہ آپ معصوم خان کے
فرزند ہیں آپ شہسوار ہجری میں مدراس میں پیدا ہوئے - محمد خیر الدین فائق { نام و
تخلص سے آپ کے تولد کی تاریخ برآمد ہوتی ہے - آپ سن شعور و عقل کو پہنچنے کے کتب و
فارسیہ مقام ادگیر میں جناب مولانا امیر الدین علی سے ختم کیں پھر آپ مدراس میں آئے
شاہ امین الدین علی و مولوی حافظ حسین و ملک العلماء مولوی عبداللہ الدین لکھنوی سے
علوم معقول و منقول میں سند حاصل کی - پس فارسی عربی کے تحصیل کے بعد آپ شعر گوئی
کا شوق پیدا ہوا - مولانا باقر آگاہ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے - اور کلام مخزون کر کے
مولانا کی خدمت میں بغرض اصلاح پیش کرتے تھے - چند روز کی ملاومت میں اتنا ہی
کے تجربہ کو پہنچے - اور خوش کلامی خوش فکری میں مشہور ہوئے - آپ مضامین تازہ کو
نہایت خوبی کے ساتھ آراستہ کرتے تھے - آپ کے کلام کی بندش حست و ترکیب درست ہوتی
تھی - آپ کلام مخزون کو شائقین سخن کی خدمت میں بغرض اصلاح پیش کرتے تھے - اور
اساتذہ کی اصلاح کو مانتے تھے - اسی وجہ سے آپ کے کلام کو قبولیت عامہ کی صفات حاصل
ہوئی - اور آپ استاد ہی کے درجہ کو پہنچے - آپ ہمیشہ طلبہ کی تعلیم و ترتیب کلام میں مصروف
رہتے تھے - اکثر آپ کے فیض تلمذ سے واقف معافی رنگین ہوئے - آخر آپ شہسوار ہجری میں
مدراس سے شہر حیدر آباد دکن میں آئے - مہاراجہ چند لال مدالہام کے دربار میں باریاب

مہاراجہ نے آپ کو پانسور و پیا ہوا مقرر کر کے خدمت مدرسہ عطا کی۔ آپ جید و
مین کمال خوشی و خرمی کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہے۔ اور طلبہ و شاہقین سخن
کو درس و تدریس و تربیت سخن سے سرفراز فرماتے رہے۔ آخر آپ نے ۱۲۴۲ھ ہجری
میں اس زمانہ مدارس سے عالم بقا کی طرف ملت کی امانت و امانیہ راہوں

منہاج الفارسی

الہمی نعمہ سخی بخش چون بلبل زبا نم را	برنگ گل بہار آرائے محفل کن باغیم را
آخر رسا شد شکیم تا بچو عرا	یعنی ز آب تیغ تو تر شد گلو مرا
عجب نبو و اگر فرزند بہتر از پدر باشد	کہ عطر صندل فزون تر ز صندل نمیدارد
در گلو رشتہ ز نارنگت دریم زانک	راحم با این نشد از مابت بیگانه ما
حجاب دیدن روئے تو می شود شکم	بلے بوسم باران شود نہان مہتاب
نشاء خوش میدہد در موسم میری	خواب را کیغبتی باشد بریر مہتاب
چشم گل میگوید از شبنم چو ابرو بہار	کرد تا شیرش بباطن نا لہائے عنید
صاف مشرب را نباشد تہمت لودگی	دامن گوہر ز موج خود نگر و در آب
بسکہ از وضع جہان بیگانگی بہار و بہت	ہر کہ او دیدیم چون آئینہ صورت آشنا
حیرت زدہ عالم امکان وجودم	دارم ز زبان دروہن خوشننگشت
سیاہ رو شود آنکس کہ عیب بین گردد	چو خامہ بر سخن بچکس مار انگشت
بر مزارش گنبدے گرد و بنا از گرد و باد	ہر کہ در فرصت ہلاک و در امان میشود
سرخ چشم من از گریہ نباشد فائق	آفتاب ز نظر رفت و شفق باقی ماند
منظر رحمت حق جرم پیہ کار است	سہر کشد روشنی صبح ز جیب تار

جذبہ حسن تو اینست کہ از بال گاہ	دل	طاثر مرد مکمل سوئے تو دار و پیر و از
ہستیم با فنا ہم آغوش است	دل	رمز این نکتہ بر شرار و نویس
کجا فائق تو اند سیر باغ از ناتوانیہا	دل	کہ موج بوئے گل می فکند بزمین ز دیوارش
زور و عشق او یارب کتابے در بغل دلم	دل	کہ آہ من بود چون بدسم اللہ عنوانش
دانع دل فروخت آخر خط شکن کسے	دل	شام چون گردید فائق می شود روشن چرخ
تا شائے زرافشان چہرہ او کردہ ایم	دل	پنچہ مزرگان ما از اشک شد آخر کف
زخم من چون ماہ نو دار و بلبل گئی	دل	خور وہ ام از یاد ابروئے کسے شمشیر شوق
ماجرائے بردن ارم گزشت از آب شک	دل	مشت خاک کے بود آنہم رفت در سیلاب
بسان آبلہ در ہر قدم بکوچہ یا ر	دل	نہادہ چشم برہ زار زار گریہ کنم
در و دست خویش دار و دل انداز من	دل	این مہر نام تست نیاید بکار من
داشتم در دل تمنائے کہ از خود بگذرم	دل	بیٹے کردم بچہ اللہ با دست سہو
طبع بازک سخن سخت کجا بردار و	دل	حکم شمشیر کند چین خط پیشانی
کسے بر نقش من از یکسہ جانی بخور آخر	دل	بہم آوردن مزرگان من دست انفری

فرحت - محمد صبغۃ اللہ

فرحت تخلص - محمد صبغۃ اللہ نام آپ محمد جعفر قوم ناعطا کے فرزند ہیں -
گلزار اعظم کے مولف نے لکھا کہ آپ کی ولادت ۱۲۳۲ ہجری میں بسبر زمین مدراس
ہوئی - نشوونما یہی ہان کی آب ہوا میں ہوا سن شعور کے ابتدائے میں کتب سید فارسی
والد ماجد و حاجی احمد حسین سے ختم کیں - ذکی الطبع و ذہین و فہیم تھا - شعر گوئی

و سخن سنجی کے میدان میں قدم نہ کہا۔ اور کلام کی اصلاح ابو طیب خاں والا و مولوی و
 سے لیتا تھا۔ محاورات و اصطلاحات فارسی سے واقف تھا۔ چراغ ہدایت و مصطلحات
 و ارستہ وغیرہ کا حافظ تھا۔ اکثر زبان ہم طرح کے اشعار پر اعتراض کرتا تھا۔ اور ان زبان
 کے محاورہ سے استدلال کرتا تھا۔ معاصرین ہی آپ کے طبع زاد پر اعتراضات کرتے
 تھے اگر اعتراض صحیح ہوتا تھا تو تسلیم کرتا۔ والا معترض کو باسناد ال زبان رو کرتا تھا
 ۲۶۲ شہ جوی میں سفارش میں مجلس شعرا شاعرہ اعظم میں شریک ہوا۔ اور نواب کے
 ملازمین کے زمرہ میں ہی مقرب ہوا۔ آپ کی حلت کی تالیف و کتاب نہیں ہو آخر قیاساً
 ۲۶۳ شہ جوی میں فوت ہوئے۔

من اشعار الفارسی

کر بود صد پیر میں چون بوسے گل برین	فروق عریانی برون آرد پیر میں مرا
آبے بان روشندان ز سنگ پیلے کنند	دل گشت از آئینہ ز جوت این سخن روشن مرا
گزشت صفت انعم آن عارض بان	دل در دست چرا شمع گرفتہ است عصا را
از صدا افتاد چون دریا پیش زلالام	دل از زبان موج کروا قرار استادمی مرا
آورد خط هجوم پر خسار مارہ من	دل شکر کشید شب بے سخن آفتاب
کن گریہ وقت صبح کیابی وصال دوست	زین راہ شبنم آمدہ مقرون آفتاب
چہیت حشمت را تغافل زین ل خطیر	دل میکشان لمیدہ چون لذت دیگر کہا
شرم من تو مگر کرد عرق آلودش	دل شمع با چرب بانی کہ خوش است شب
ناید کیف چو رشتہ ز دست رفت	دل رنگ رخ پریدہ کسے را شکا رست
تا متم شکل لکن از ناتوانی حلقہ گشت	دل میزدان شمع روان خوشم استغنا عشت

دلکش دماغ دل لالہ زمرہ منت	دل	دروخوین جگر ان نیست بدراحت حاج
از گمہ مهر او شاد بود جان صبح	دل	دعویٰ من صادق ہست از خدا صبح
برقع ز رخ بیاغ چاک بازین کشد	دل	خنجر خار بر تن خود یا سیم کشد
مرد از حاضر جوابی صاحب تکلیف شود	دل	میرسد در گوش مارا این صدا از کوہ سار
در گلشن زمانہ چوسن بصد زبان	دل	فرحت نیافتہ گفتن زبان ہنوز
شوم اندوہگین چون من نشان بگدازم	دل	نشین بر دم گردیکہ خنجر زوایا مناش
کم گرد و عزت پاکان ز آسیب جہا	دل	آب گوہر فصل تابستان بود حال جوش
بریدن از ہمہ عالم مرثت مردان ہست	دل	برندگی است ہر آئینہ کار عالم تیغ
بے نورسد رنج زویدار گل	دل	میل کشد در نظر مہر خار گل
فرحت چو گشت ماہ رخم مہربان غیر	دل	داویم رباط دیدہ گریان و آستین
خورہ ام خنجر ز بس دست آخو زبیدو	دل	نیست چاک سینہ ام چون صبح محتاج رفو
سحون غلط ز حسرت دیگر پائے نوگر بوسد	دل	شوم قربان مدہ رنگار حکم پابوسی

فغان - اشرف علیخان

فغان تخلص - اشرف علیخان نام - بہار و خزان کے مولف لکھا کہ آپ شعرا
ریختہ گو سے ہیں - کبھی کبھی فارسی میں بھی کلام غزلیں فرماتے ہیں انتہی کلامہ
گل عجب کے مولف لکھا کہ آپ اورنگ آبادی المولد ہیں - اہل مناصب کے زمرہ میں
منصب مناسب سے فراز تھے - شاہ سلج اورنگ آبادی سے اصلاح سخن لیتے تھے
۹۵ھ ہجری تک زندہ تھے - وفات کی تاریخ و سن دستباب نہیں ہوا۔

من اشعار الفارسی

فصل گل می رود چہ چارہ کغم	کو گریبان کہ پارہ پارہ کغم
قاصد ایا چہ دیدہ می آئی	دل کہ گریبان دیدہ می آئی
دست را کہ دراز کروم من	کہ تو دامن کشیدہ می آئی
ز تیغش نیم بسل ماند می بیل	دل تو شاید اضطرابے کردہ باشی
چون نظر می کغم بخندہ خویش	دل گریہ بے اختیار می آید
اے ہم نفسان ز ما مر بخیمد	دل مہمان و روزہ شمائیم
گر نہ نالم چون کغم آشنائی گیران	دل قہر بر جان بہر تہ برائے دیگران
اے فلک پیشینے منظور اگر امانست	دل دادہ انچہ بہر وزیر بفرما دیدہ

فہرست - خواجہ عنایت اللہ خان

فہرست مختص - خواجہ عنایت اللہ نام - گل عجبائے مولفے لکھا کہ انیساب
 شکر خاں کے خلف الصدقین اور خواجہ ابوالبرکات خان عشرت کے برابر - ایک مستفاد
 شہر اور نگار ہے - مولد و منشا ہی شہر مذکور ہے - سن شعور و تہذیب کے بعد آپ نے علمائے
 شہر سے کتب و رسم غنی فارسی کی سند حاصل کی فشار داری میں ہمسروں فائق
 و سابق ہوئے - سیوطی سخن سنجی میں ہی لائق - آپ کو سخن سنجی میں سید سراج الدین
 سراج تخلص و رنگ آبادی سے تلمذ ہے آپ کی طبیعت مضامین نگین معانی شیریں کے
 ایجاد میں بجز حلاج ہے اردو فارسی دونوں زبان میں کلام موزون فرماتے ہیں -
 آپ کے کلام سے شعرائے معاصرین بطف فرہ پاتے ہیں - مشاعرہ میں آپ کے شعائر

تحسین و تعریف کا آواز بلند ہوتا ہے انتہی کلامہ آپ صیغہ منصب میں ملازم تھے
فراغت سے زندگی بسر کرتے تھے ۹۵ ہجری تک زندہ تھے۔ بارہویں صدی کی
شروع میں فوت ہوئے۔ من اشعار الفارسی

آتشِ حیرت تو اسے ظالمِ نفس در سینہ حیرت	دل بیاواختلما آنتے ویرینہ حیرت
ز صغف طاقت از خو کے رسم باگرد جولا	ولہ مگر گرم ہاں ساعت بگرد و دورا
کرامات گاہ ست اواز چشم خود دیدم	ولہ ہمیشہ بوسے نمی آید از خاک شہیداش
دار سگی نمو و مرا تا فراغ پا	ولہ بر عرش می بنہم علومی و داغ ما
مرا ز حلقہ بگوشان خدا احباب کند	ولہ غلام حضرت شاہم بشہوارسم

من اشعار الہندی

کھیلے ہیں داغِ رب کے گلستاں اسکو کہتے ہیں	مرا کڑے ہوا سینہ جیا بان اسکو کہتے ہیں
کیا رلا ایدل دانے رشت میں جانیکا لطف	لیکھا جنوں اپنے ساتھ میرا نے کا لطف
بزم سے شعلہ صفت گردہ زہ پوشا ہے	دل منور آتے مرے آہ شمع خوش آہٹے
بیہاں تلک مجھ سے ہے فیا و کور و بط قلبی	و مہدم مال مرے دل سے ہم خوش آہٹے
دور میں آس ساقی کی غمی کے می نوشونین ہم	مدتین گزری کہ میں مشہور مدوشونین ہم
یہ بہر کج و حسی تجھے معلوم ہے باوصبا	خاک پر چون نقش پا میں خایہ و روشونین ہم
باغین جا خوبٹے تاک کے سایہ تلے	و لکوا آخر گم کئے انگور کے خوشونین ہم
تجھ کے دیاک سے پانی موجونین چہرے	اے شکر جالے میں ابے ہوشونین ہم
آس لب معکال گر عکس پڑے آنکھوں میں	وانہ اشک مرا چون گل مرجان پہوے
کہاؤں از اہل کے لٹ جان فطرت کہو لو	کیا سجا ہوئے جو بہر شام غریبان پہوے

فیروز - ملا فیروز

فیروز تخلص - ملا فیروز نام - آپ ملا کاؤس کی تش پرست کے فرزند ہیں۔ آپ کا مولد
 و منشا دارالامارہ بمبئی ہے۔ آپ کے کتب درسیہ فارسی و عربی والد ماجد اور دیگر علما سے
 تحصیل کیں۔ ملا کاؤس عالم فاضل و شاعر کامل تھا۔ متعدد زبانیں جانتا تھا۔ فارسی
 عربی انگریزی گجراتی وغیرہ۔ عالیجناب آصفیہ ثانی کے عہد میں بمبئی سے حیدرآباد
 دکن آیا حضور کے دربار میں ایسا بہ ہوا۔ تحائف و نذرانہ پیش کیا۔ حضور نے نذرانہ
 و تحفہ خوشی سے قبول فرمایا۔ اور آپ کے لئے بہانہ داری کے لوازم واکر کا حکم فرمایا۔
 عہدہ ملے سے بہانہ داری کی گئی۔ پھر چھٹی بارین شفیق نے آپ کے آتش پرستی کے باعث
 نظم میں سوالات لکھ کر بھیجے۔ ملا نے بھی سوالات کہ جو اببات انظم میں دئے۔ ملا و
 باہم لے چند روز بعد انہیں خوب مذاکرہ علمی رہتا تھا۔ یکایک خوشی و معاشرت کے عہد
 میں ملا فیروز نے ملا کاؤس کے ملاک غلام کو روانہ ہوا۔ احباب کو سخت افسوس
 ہوا۔ ملا فیروز صاحب ترجمہ نے کتب درسیہ فارسی عربی والد ماجد سے ختم کی۔
 عالم کتب و کلام تھا۔ کچھ کمیل علوم و محاورات فارسی کی تحصیل کا شوق پیدا ہوا
 آپ جو شوق شوق سے ایران روانہ ہوئے۔ چند مدت وہاں رہے علما و فضلا کی صحبت
 میں مستغیب ہوا۔ اور ایران زمین کے بلاد و رستاقات میں خوب سیاحت کی۔ اور اپنے
 برادران قوم جو ایران کے دیہات میں تھے انکو تلاش کیا اور آئے ملا۔ ان کے ساتھ
 حسن سلوک کیا۔ جو مفلس و نادار تھے مال فرستے ان کی اعانت کی سیو سیاحت و کسب
 کمال سے فارغ ہوئے وطن مالوفہ بمبئی میں پہنچا۔ ملا کے برادران قوم نے اس کے خیر مقدم

بہت خوشی سنائی۔ متعدد خوشی کے جلسے منعقد کئے گئے۔ ملائے یہاں آ کے ایک مدرسہ اپنی قوم کے بچوں کے لئے قائم کیا۔ اور مدرسہ کے خرچہ کا بار اپنے سر پر اٹھایا۔ اور اپنے ذاتی سرمایہ سے معتد بہ رقم مدرسہ کے اخراجات کے لئے وقف کر دیا۔ فی زمانہ اسکا مدرسہ و کتب خانہ قائم ہے۔ فقیر مولف مدرسہ و کتب خانہ دیکھنے کے لئے سبھی متعدد مراتب گیا۔ کتب خانہ میں اکثر کتب قیمتی فارسی دیکھنے میں آئیں۔ ملا ایران سے مراجعت کرنیکے بعد گورنر بہمنی سے ملا۔ گورنر صاحب کئی ملاقات سے بہت خوش ہوئے ملا کے لئے سرکار کہنہی سے وظیفہ مقرر کرایا۔ ملا نے وظیفہ کے شکر میں اجلر شاہنشاہ جارج ماہ منطوم کیا۔ اور اسمین ولیم جارج بادشاہ فرنگ کے واقعات درج کئے۔ جارج ماہ میں جلوس میں ہے۔ تقریباً چالیس ہزار آیات ہیں۔ ختم کرنے کے بعد گورنر صاحب منعم و محسن کی خدمت میں گذرانا گورنر صاحب بہت خوش ہوئے۔ ملا کی بہت تحسین و تالیف کی۔ آخر ملا ۱۲۴۹ ہجری میں تخت ہستی سے و حتمیستی میں جاگزین ہوا۔ اب میں چند اشعار جارج ماہ سے گزارش کر رہا ہوں خصوصاً

جو ہلکے سوئے پونہ شہر بگرا	دل	کر دوست خود آورد و پیشوا
روان گشت از جائے خواہ سیدیہ	دل	نکروہ درنگ پیچگونہ سرہ
چونا بیار و فوج و سیماہ	دل	تا رنگ پیکار با کینہ خواہ
سپاہی کش از درجہاں کشمار	دل	نداشت جز پاک پروردگار
ہمان آل و ساز و سامان جنگ	دل	زمیند و ستان و ز بوم فرنگ
ز اندازہ افزون برون از شمار	دل	ستوہیدہ گاوزمین زیر بار
ازین سو و سالار و زان سویکے	دل	نکردند از زم ہسم اند کے

پیشانی انداز پیل است در وہ	دل	پیادہ پس پیل صفت برز وہ
بر پشت پیادہ سواران کین	دل	بخند رسم سواران زمین
جہاں گردش از بانگ آوا کے کوس	دل	ز گرد سواران ہوا آہنوس
بتار کئے گرو تیغ یلان	دل	درخندہ چون برق بر آسمان
نغم خون بہا ہی ز شستہ بندو	دل	فرورفت و بر شد بخور شد گرد

فیض شمس الدین محمد

فیض شمس الدین نام۔ آپ ملوی الاصل میں آپ کے جد امجد مولوی
رحمۃ اللہ علیہ خان ملوی اواب محقران آب اعفجاہ بہادر عزم کے زمانہ میں دہلی سے
حیدر آباد دکن میں آئے۔ حضو کی قدردانی سے منصب سب پر مقرر ہوئے۔
آپ دس برس سے خواہم کوستیفی فرماتے تھے۔ آپ کے والد ماجد میر الدین خان
کا تولد حیدر آباد دکن میں ہوا اور اس ملک میں تعلیم تربیت پائی۔ آپ کی والدہ ماجدہ بی بی
سب پرستہ زینت تھیں۔ اور آپ کو سرکاری تعلق ہی تھا۔ اسی تعلق کے وجہ سے ۱۱۹۵ ہجری
۱۱۹۵ھ میں عیال اطفال گئے۔ وہاں آٹھ برس تک رہے ۱۱۹۵ ہجری
میں جناب فیض کی ولادت باسعادت ایچچو برادر میں واقع ہوئی۔ ہمہ برا کو مبارکباد
دیتے ہیں کہ وہاں ایسا آفتاب طلوع ہوا جس کے فیض ضیائے نام کن کو درخشان
فقیر مولف کا ہی مولد و نساب برادر ہے۔ حضرت فیض میرے برادر ہم وطن تھے۔ مجھے
اس بات سے ناز ہے کہ حضرت فیض نے تمام دکن کو اپنے فیض علم سے سیراب فرمایا۔ فقیر
نے دکن کے بزرگان سلف کیا امیر فطیمہ غفر کو زندہ کیا۔ اور فیض نے اپنے نور کے کرنوں سے

کو ہستان دکن کو بدخشان بنادیا۔ ولادت کے بعد آپ کے والد حیدر آباد دکن میں آئے
 بدستور قدیم اپنے موروثی مکان میں سکونت پذیر رہے آپ کا نشوونما یہیں کی آب ہوا
 میں ہوا۔ آپ کے والد ماجد نے ایک حافط مقرر کیا۔ آپ کی تعلیم شروع ہوئی آپ بارہ برس
 کی عمر میں حافط قرآن ہوئے حفظ قرآن کے بعد علوم متداولہ فنون متعارفہ کی تحصیل
 کے طرف متوجہ ہوئے آپ نے عین عالم شباب میں علوم ظاہری کی تحصیل سے فراغت پائی
 عالم فاضل و ادیب کامل ہوئے۔ ایسی حالت میں آپ کو سخن سنجی شعر گوئی کا شوق دلمین
 پیدا ہوا طبیعت میں موزونیت و جولانی موجزن اور دماغ میں ذکاوت و نازک خیالی
 شعلہ زن تھی۔ طبیعت کی جولانی اور دماغ کی صفائی سے شعروں کو کہنے لگے۔ آپ کی
 طبیعت شعروں سخن سے ایسی مناسب تھی و کلام کو ایسی خوبی و خوشنمائی سے موزون کرتے
 تھے کہ اس وقت کے بڑے بڑے استاد ذی ہمت اور دیگر حیران ہوتے تھے۔ اور کہتے تھے
 کہ یہ آفت کا پہلا ہے ہونہار ہے عمیق رب گٹ کہلا یگا۔ بیشک بزرگوں کا فرمایا آپ کے
 حق میں خال خیر تھا۔ آئندہ وہی موجد بزرگوں نے فرمایا تھا۔ آپ کلام کی اصلاح شاعر
 نامور حافط تاج الدین مشتاق ہلوی شاگرد میر درد سے لیتے تھے۔ رفعت رفعت مراد شاہ
 کو پہنچے۔ دکن میں ہر طرف آپ کے جواہر چمکنے لگے اور قدر شناس جوہری عزت و اعتبار کی
 کسوٹی پر پرکھنے لگے۔ آپ کے جواہرات بے بہا کی قیمت بڑھنے لگی ہر ایک یہی کہتا تھا
 سنج بالا کن کہ رازانی ہنوز شہر کے تمام مرا اور روسا آپ کی تعلیم و توقیر کرتے تھے
 ہزار ہا آپ کی شاگردی کے سلسلہ میں شریک ہوتے تھے۔ آپ کو سرکار سے بدستور قدیم موروثی
 منصب مقرر تھا سرکار کی قدردانی سے سید قرضاوی بھی ہوا تھا اور آپ کے فرزند بھی مناسب
 مناسب پرستار تھے۔ آپ کا کلام ازادہ ازاد معانی اور شکوفہ شکوفہ مضامین سے منور گلزار ہے

عالم عالم نوکرت و نگارنگ لطافت سے رشک بہا ہے۔ نہایت صاف و شستہ پاکیزہ
 و شایستہ ہے۔ ہر ایک شعور و تحت جگر ہر ایک مصرع نور بصر ہے ہر ایک فقرہ شکر ریز اور ہر ایک
 کلمہ دلاویز ہے آپ کے کلام سے درو میر کا انداز نمایاں اور ناسخ و مشتاق کا رنگ عیاں
 ہے۔ آپ ناز کجالی میں بلند پرواز اور شیرین مغالی میں شہباز تھے۔ آپ کے اہل زبان میں
 سر و فرق نہیں اُن کے جلسہ صحبت میں ہم نوالہ اور مجلس عشرت میں ہم پیالہ تھے بشاعرہ
 میں اُن کے پہلو بہ پہلو ہم پلہ نہ نوبہ نوبہ نوبہ مقابلہ تھے۔ آپ کے کلام کی لطافت و نزاکت
 نے اہل زبان سے تسلیم کی سند اور خاص عام سے قبولیت کی تصدیق کی تھی۔ نژادہ اور
 اساتذہ آپ کے کلام کو نوٹ کی طرح عزیز رکھتے ہیں بلکہ تعویذ جان سمجھتے ہیں۔ جناب حکیم
 مظہر الدین صاحب مزاج نے شائقین پر پیرا احسان کیا کہ مغفور کا دیوان بطبع کرایا
 حق استاد کی کواد اور ایا جزاء اللہ تعالیٰ خیراً۔ آپ فی البدیہہ گوئی میں مستہویہ
 اکیروڑ آپ کے ایکٹا گرونے ایک مصرع پڑھا اور کہا کہ حضرت ثانی مصرع خیال میں نہیں آئے
 ح دانے نہ آپ سجد و سحر کے دیکھئے۔ آپ نے بغیر مال اسبوت کہا ع مکے ٹپے ہوئے
 مری گرون کے دیکھئے۔ مولوی احمد علیخان بن مولوی محمد اکبر علیخان واعظ نے
 ایک مصرع آپ کی خدمت میں پہنچا سکندر طالع جمشید سلطوت اور لکھا کہ یہ لہریخی
 مصرع ہے اس میں لفظ طالع کا اضافت کرنا جائز ہے یا نہیں استدلال جواب بھیجئے
 آپ نے اسبوت مولوی محمد فیاض لدنجان فیاض شاگرد رشید کو ارشاد کیا کہ مولوی صاحب
 کو لکھو کہ طالع کا کسر و فصاحت کی کشتان ہے اس لئے کہ سکندر طالع جملہ ہے اور
 جملہ موصوف نہیں ہوتا ہے۔ مقام وصل کا خوانان اور ناعرفصل کا جویان ہے اگر
 اس مصرع کو اس طرح کہیں تو ٹھیک درست ہو جائیگا ع سکندر طالع جمشید طعنیت

ایک روز علامہ مصطفیٰ متخلص سخن نے آپ سے پوچھا کہ حضرت کیا باتیں قرآن شریف
 میں رحمت و نعمت کا لفظ بعض مقام میں بتائے مدورہ اور بعض مقام میں بتائے
 دراز سے آتا ہے جیسے نعمت اللہ و رحمت اللہ نعمت ربک و رحمت ربک۔ آپ نے فرمایا
 فرمایا چونکہ رحمت و نعمت کا لفظ اسم اللہ کی طرف ضاف ہوتا ہے۔ شانِ بزرگی کے
 کہ وہ متان و منعام ہے اس بات کو ہمیں پسند کیا کہ نعمت و رحمت کو کوتاہ اور بزرگ کرے
 کیونکہ کوتاہے مدورہ کے اعداد پانچ اور تائے دراز کے اعداد چار سو ہوتے ہیں۔ اسلئے جہاں
 نام و دراز و بغیر اضافہ تائے مدورہ لکھا جاتا ہے۔ میان سخن اس سخن کے سنیے ہی پر کر کے
 آپ تاریخ گوئی میں بھی بے نظیر تھے۔ آپ کے مطبوعہ دیوان میں بہت سی تاریخیں ہیں
 ہم اسمین سے دو چار بطور نمونہ لکھتے ہیں تاکہ شائقین لطف اٹھائیں۔

تاریخ رحلت مبارک راجہ راجہ چند ولال مدارالمہام۔ مراد خدا بود چند ولعل
 تاریخ بنائے سجدی عبدالشکور۔ بہت بیت المقدس میں مسجد
 تاریخ تولد نواب ظفر خجک بہادر۔ شہد باوقار اقبال مست
 تاریخ جلوس اعلیٰ حضرت ناصر الدولہ بہادر۔ مرو میدان سنگد زانی
 آپ خوش خلاق و خوش اشفاق تھے۔ پاکیزہ سیرت و پسندیدہ صورت۔ صاحبِ محبت
 و سخاوت۔ صوفی المشرّب صافی المذہب۔ صلح کل کے سالک و ولایت درویشی کے
 مالک تھے۔ طریف الطبع لطیف الموضع خوش مزاج و زندہ دل تھے۔ ضعیف تھے گردن میں
 جوانی کا جوش۔ بدمون میں ٹہرے جوانوں میں جوان بچوں کے ساتھ بچے تھے ہر ایک
 کیا سیر کیا جوان کیا طفل اسجد خوان سب سے خوش تھے اور آپ کی صحبت سے مستفید
 ہوتے تھے۔ مزاج میں کس نفس زیادہ تھی تکلف ظاہری سے متنفر تھے مکان میں فرش بویا

ہوتا تھا۔ اسی پر اہر اور غبار آئے تھے اور بیٹھے تھے آپ بمصدق الفقر فخری فقیری پر
نازان فقر و کساکہ کے خواہاں تھے۔

حکایت شاخ میں سے کوئی بزرگ آپ کے پاس آئے اور آپ کے سامنے اپنی شہنی اور
بزرگی ظاہر کرنے لگے اور جوش غصہ سے فرماتے تھے کہ اسی شیر کی شکل میں جلوہ دکھاتا ہوں
زمین سے آسمان تک لگ لگاتا ہوں۔ آپ نے نہایت نکساری سے فرمایا کہ شاہ صاحب
یہ کیا کمال ہے شیر جوان و زندہ اور آگ غصہ سوزندہ ہے انسانی شکل و نورانی ہیئت میں
جلوہ فرماتے۔ شاہ صاحب غم و غم ہوئے اور اپنے فعل پر ادم فیض کی بربادی پر آفرین
شاہ صاحب کی شعلہ بازی پانہ بن۔

حکایت ایک روز کوئی اور بزرگ آپ کی خدمت میں آئے بطور سنجیدہ کہنے لگے کہ آپ کے
شخص فیض کا قافیہ کیا ہو گا۔ آپ نے اس وقت فرمایا کہ آگ نہ بنے نمود و جودست
بہر بزرگ ہی شرمندہ ہوئے۔

آپ خوش اعتقاد سنی المذہب تھے اگر حضرت حافظ محمد علی جناح آبادی رحمہ اللہ
بیعت اور خلافت حاصل نہ کی اکثر لوگ جن اعتقاد و حسن راوت سے آپ کے مرید ہوتے تھے
آخر آپ شیعہ پجری میں داخل فرمائی سے بہشت برین کو رونق افزا ہوئے۔ اناشد وانا الیہ
راجعون۔ آپ کے تلامذہ نے بہت سی تاریخیں لکھی۔ دیوان مطبوعہ میں موجود ہیں ہم چند
ماوے یہاں ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

عاجید آباد سے بس گیا فیض۔ جناب فیض اصل حق۔ فیض ازینجام و غم جناب
گولی پورہ کے دروازہ باہر میروں شہر مد فون ہوئے۔

آپ کے باقیات الصالحات و فرزند مولوی میر ضیاء الدین احمد عرف پاپامیان۔ مولوی

میرزا والدین محمد وصف تخلص لائق و فائق تھے افسوس کہ چند سال ہوئے کہ دونوں فوت ہو گئے۔ میرزا والدین کا ایک صاحبزادہ مسمیٰ یادگار باقی ہے سرکار عالی کے منصبداروں میں ملازم ہے۔ اور قاضی غلام نبی صاحب صدیقی القادر می کمل پوش آپ کے خلیفہ میں۔

آپ صاحب التالیفات تصنیف تھے منجملہ طریق الفیض شرح عوامل شمس النجوم شمس العرف شمع منظوم صرف۔ رسالہ ناسخ و منسوخ۔ شرح کلام الحق۔ شرح میر شمس الدین عروج قافیہ مفید الاحکام ملت حرمت۔ خزائن الامثال و اصطلاحات لغات اردو۔ جدول النصف فیض جاری مطبوع۔ چونکہ آپ کے دونوں دیوان فارسی و اردو دکن میں دائر و سائر میں لہذا ہر ایک دیوان سے بطور نمونہ چند اشعار پر اکتفا کیا گیا۔ من اشعار الکافارسی

جائش سجن نقاہ و بہ میخانہ جاے ما گوید ہر انچہ شاعر میخانہ آن کینم تاوک عشق از کمان دیگر است مطلبم از کاروان مصریت بر در کعبہ نیاز سرفرو فیض مطلق شو مقید تا کجا	تقویٰ برائے زاہد ہستی برائے ما اینست در شریعت اذ تقائے ما مرغ جانم را گمان دیگر است یوسفم در کاروان دیگر است سجدہ گاہم آستان دیگر است ہے نشانم را نشان دیگر است
--	--

من اشعار الہندی

کفر جو تھا دین مرا ہو گیا کیسی دوا مجھ کو سیحانے دی موت کدہ راتی ہے دیوانی ہے	بت ہی نصیبوں سے خدا ہو گیا در و محبت کا سوا ہو گیا فیض تو پہلے ہی فنا ہو گیا
---	--

حرم میں دیر میں جب کوئی رو برو آیا	ولہ	مجھے یقین ہوا بس یہی کہ تو آیا
کسی کوئی بھی محنون نہیں ہے کہ انصاف		ادھر سے میں لنگل آیا اور ہر سے تو آیا
اڑائیں حیب کی لاکھوں ہی بچیان میں		مگر نہ قبضہ میں دامن آرزو آیا
نہیں فرق کچھ دیر میں اور حرم میں	ولہ	جو بت چاہتے ہیں خدا چاہتا ہے
نقا ضا دیت کا نکر فیض اُن سے		خدا سے کوئی خونہا چاہتا ہے

فدا - شیخ احمد ناعطہ

فدا تخلص - شیخ احمد نام - اور نگ آبادی الاصل قوم نواعطہ سے ہے۔ تحفۃ الشعراء کے مولف نے لکھا کہ خوش فکر و مؤدب و ناطع تھا۔ فارسی عربی میں متعدد طالب علم تھا۔ شعر گوئی کا فریقہ تھا۔ اکثر اوقات سخن سنجی میں صرف کرتا تھا۔ کلام دلچسپ و مرغوب کہتا تھا۔
 شہید ہجری میں زندہ تھا تقریباً ۱۰۰ ہجری میں فوت ہوا منہ **علا**

دست در دامن یازماز میں داریم ما	ولہ	چین پیشانی بروئے آستین داریم ما
دیدن روئے تیرا ہر کہ تمنا میکرد		حیرت آئینہ را کاش تماشا میکرد
دلہ از داغ جنون سر و چرخان شدہ آ		کاش می آمد و از دور تماشا میکرد
ماز گلزار عدم خندہ فرو شمع کردند	ولہ	ہیچو گل خرقہ صد پارہ بدوشم کردند
دامن از قافلہ اشک بدخشان کردند		از لب لعل کسے نکتہ بگو شمع کردند

فائز - آقامیرزا قاسم علی

فائز تخلص - آقامیرزا قاسم علی نام - رشتی الاصل و اہلسن میں۔ جامع العلوم والفنون تھے۔ فارسی نسا پر دازی میں نظماً و نثرً و جید عصر تھے۔ اور خوشنویسی میں فروزید جمیع قبا

دارالسلطنت صفہان میں آیا دو سال کا لکھا حسین خواجہ ساری کے حلقہ درس میں شریک رہا۔ کتب عقلیات و تعلیمات کو ختم کیا ورجہ کمال کو پہنچا۔ ۸۲۰ھ ہجری میں ہندوستان میں وفاق فرمایا۔ اس وقت ہند میں عالمگیر حکمرانی کرتا تھا۔ بادشاہ کی ملازمت میں مشرف ہوا۔ بادشاہ علم و ہمت سے آپ کو بسبب جوہر قوی و منہل لطافت شانہ سے فرمایا اور شاہنواز خان صفوی کی و وسری لڑکی سے شادی کر دی۔ اور اسکو اپنا ہمزل فہنگا کے سہ بند کیا۔ اور دیوانی عظیم آباد میں پرما سو فرمایا۔ لیکن وہاں بزرگ امیر خان ناظم بن امیر الامرائے شایستہ خان اور مرزا میں باہم موافقت نہیں ہوئی۔ بزرگ امیر خان اپنی خاندان کی بزرگی پر نازان تھا۔ نازک و مانگی سے آسمان پر قدم رکھتا تھا۔ اور زیر صفا بھی بادشاہ کی ہمزل فہنگی و کمالی فضل کی وجہ سے ناظم کی فرمان برداری میں نہیں جھکتا تھا۔ و وفون کی نا اتفاقی سے انتظام میں خلل واقع ہوتا تھا۔ آخر ناچاقی کی خبر بادشاہ کو معلوم ہوئی میرزا کو حضور میں طلب کیا۔ میرزا حسب الحکم حضور میں آیا۔ ۹۹۰ھ ہجری میں موسوی خان خطاب دیوانی تن سے سر فراز ہوا۔ جب آپ وزارت کن دیوانی تن و نزاری جنسب سے سر فراز ہوئے تب مرزا افضل سرخوش نے شاہجہان آباد سے ایک رباعی موزون کر کے بھیجی جو ہذا

آیام کجام و دوستان را گشتہ	کار مرزا مغر بسا مان گشتہ
چیزے کہ بجا شد بعالم این بود	کان سید پاک موسوی خان گشتہ
ایک سال کام کرتا رہا۔ پھر کل ممالک کی دیوانی پر مقرر ہوا۔ دو برس تک یو انی دکن کا انتظام عمدہ طرح سے کیا آخر باجل طبعی و کن میں فوت ہوا یہ واقعہ ۱۰۰۰ھ ہجری میں واقع ہوا	کلمات الشعرا میں سرخوش لکھتا ہے کہ آپ کی رحلت کی خبر سے تمام اہل سخن رنج و ماتم میں

منکلا ہوئے میان ناصر علی فقیر کے سامنے نازدار رونے لگا۔ حیف و نامہ و افسوس
 ناوان زیتن۔ فقیر کے دل پر ایسا سخت صدمہ گذر کہ بیان سے خارج ہے فقیر نے
 دو قطعہ مرحوم کی تاریخ پیکے ایک موافق تخلیقی وہی موافق خطاب خانی کھو کھلا

معز الدین محمد موسوی حنفی	عالم سوس ملک مصطفیٰ وقت
کشیدارہ و گفتا عفت تاریخ	عزالدین محمد موسوی وقت
دریغا رخت مستی زین سہر است	معز موسوی خان سخندان
ز حریت خواست فل تاریخ سہ	خرد گفتا کجا شد موسوی خان

مرزا خوش خیالی و معنی بابی و شعر فہمی الشاہ رازی میں یہ نظریہ تھا کہ خدا کا نام اس بات
 متفق میں کہ اس وقت تک کوئی فرد میرا کی لیاقت کلمات کے باہر علم سے ہند میں نہیں
 آیا۔ فضیلت و وقت فرین و حیات طبع و خود و معنی میں دیدینا کہلا آتا تھا۔ علم معقول
 میں رستی کا تقاریر بجا آتا تھا۔ چنانچہ خود کہتا ہے

من مرغ خوش ترانہ بباغ فضا بلتم
 طبع مرا بر ضربہ شاعری چہ کار
 اور آپ اکثر فرماتے تھے کہ میں اہل معقولات و تحقیق میں ایسی لیاقت قدرت کہتا ہوں
 کہ کوئی معقولی و صوفی معقولات و موضوع میں جہہ ہے آگے نہیں بڑھ سکتا ہے لیکن
 جب فانی اللہ کا ذکر آتا ہے۔ میں عاجز ہوا ہوں۔ اس لیے کہ حرفہ فنا سے نہ کار کر سکتا
 نہ اقرار۔ بزرگان دین و مشائخ کے حالات میں پڑھا ہوں کہ جمیع اولیاء و مشائخ ذات حق
 میں فانی ہوتے ہیں میں بظاہر ان کے اور اپنے درمیان فرق نہیں پاتا ہوں۔ میری طرح
 وہ کہاتے جیتے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کیونکر فانی ہوتے ہیں اور میں فانی نہیں ہوا ہوں
 مرزا معز صاحب ترجمہ اوائل بن فطرت تخلص فرماتے تھے اور آخر میں موسوی اختیار کیا

تبدیل تخلص که بابت وراثت است که تخلص آخرت میری نسبت حسب خطا جانی کا اظهار
هوتا ہے انتہی کلامرہ ہذا من لوارق طبعہ

در آغوش کفن جسمی جو تپے استخوان دارم
داشت عریانی نگہ را آلودہ و اما فی مرا
بود ققیلہ خود آستین چرخ مرا
عقدہ ہچگوہر خانہ زاد ناخن است
چون ہوئے گل چیدہ ہم سفر است
آب یا قوت چور موج رگ یا قوت است
شود یا قوت ہر شک کہ بجز شمر گردد
استادہ آب تیغ و روانست خون ما
گوہر آب دیدہ و یا قوت خون دل نشد
این مہ گرفت و شوخی ہتھاب کم نشد
برنگ لالہ در آغوش ناخن خفہ دماغ من
کام اول نفسم سوخت ازین لہ میسر
لک در دست سلیمان نیست از نگشتی است
شیشہ اموج شکستن نیز دبال پرست
حسن اگر یوسف شود و ر کسوت پیغمبر است
چون بخود بالہ خوشی نالہ پیدا می شود
کار چون نیکو بود کار فرما می شود

شدم خاک جنود از عشق و آتش بجان دارم
صدراہ حصینت باشد پریشانی مرا
شبیہ غنچہ پریشان کند دماغ مرا
کار اپرست در بیدار کشا و ناخن است
ما ملائے عشق قفس الی پر است
عین حبس بجان جوش تکلفیست
چو سو عشق و کمال کنی عیب ہر کرد
ما جزئی از زنا نیست مار ہنوت ما
بحر و کان لا ایضا افتادہ استعداویض
شوخیس بہر دل قیاب کم نشد
کند آتش چون پنچ از ہر حیران من
آتش در تپا بود و سے ہچو سپند
مرد حق در عین دنیا دارمی روزیاب است
تن سیمت عورت زباوہ خود پرور است
عشق در صحن لاف خلای میزند
زوق عشق آئینہ دار ز ولہامی شود
حسن سعی کو کین از نقش شیرین طاہر است

جاوہ بالیدہ نقد بر خو کہ سدا شد
عقدہ دل عاقبت پیکان تیرا شد
پری در شیشه رسوا سوخت چمن شمع بی باغ
کف خاکستر افشاں در امان نوسی

حق شناسی حیرت افزائے دل کا شد
حیرت برقع کشائی شاہد مقصود شد
نہان نگذاشت انسون غمش در پڑہ ناموسی
شب پروانہ شرح انتہائے شوق پر سیدم

فیضی - ابو الفیض ملک اشعرا

فیضی تخلص - ابو الفیض تلم - عربی الاصل النسل ہے۔ آپ کے بزرگ سلف بین متوطن تھے۔ آپ کے جد و دین ایک بزرگ وطن سے قطع تعلق کیسے سیاحت کرتے ہوئے سندھ میں آئے۔ قصبہ بیل علاقہ سندھ میں سکونت پذیر ہوئے۔ اور قصبہ بن کشمی ریاض سے شادی کر لی۔ دسویں صدی ہجری کے شروع میں شیخ خضر فیضی کے جد بزرگوار سندھ سے ناگور میں آئے۔ اور یہاں ایک شریف خاندان میں شادی کر لی۔ اسی شریف منکوچہ سے شیخ مبارک پیدا ہوئے۔ فیضی آپ ہی کا فرزند با اقبال ہے۔ شیخ مبارک علامہ عصر تھا علوم معقول و منقول میں کامل تھا۔ آپ کے تبحر علم کی تصدیق اس تفسیر سے ہوتی ہے جسکو آپ نے تالیف کیا ہے اسکا نام منبع العیون ہے یہ تفسیر چار جلدوں میں ہے۔ آپ صابر و قانع تھے۔ دنیوی عزت و مرتبہ سے نفرت کرتے تھے۔ شیخ شافعی کے عہد میں آپ کو علی الحد صدارت کی ترغیب دی گئی۔ آپ نے قبول نہیں فرمایا۔ آپ اگرچہ حنفی المذہب تھے لیکن تعصب و تقلید سے پاک۔ صلح کل کے پیرو۔ کاؤ و مسلمان سے ملتے تھے۔ اور مہدوملی قاضی امین شریف محبت رکھتے تھے۔ عوام میں حاسدین نے مشہور کیا کہ شیخ رافضی مہدوملی سے شیخ ناگور سے گجرات اور گجرات سے آگرہ میں پہنچے۔ میر فیض الدین حسینی کے ہمسا

جہنما کے کنا سے سکونت اختیار کی اور یہاں ایک شریف خاندان میں شادی کی۔
 خدا تعالیٰ نے کثرتِ اولاد عطا کی۔ اکبر اولاد فیضی صاحب ترجمہ ہے فیضی ۹۲۵ ہجری
 میں پیدا ہوئے انشورنما کے بعد تباہ شہر سے والد ماجد کی خدمت میں تعلیم شروع کی۔
 عالم شباب میں فارغ التحصیل ہوا۔ درجہ کمال کو پہنچا لیکن بدقسمتی سے مدت تک تائب کے
 مصائب میں مبتلا رہا جب ۹۲۹ ہجری میں فیضی کے والد ماجد نے گوشہ نشینی کو ترک کیا
 درس تدریس کی سند پر جلوس کر کے عوارض الناس کے افادہ میں مصروف تھے تب حاسدین
 اکبر بادشاہ ہند کو اس بات پر آگاہ کیا کہ شیخ مبارک دہریہ کو مع تمام خاندان سزا دینا چاہیے
 بلکہ بادشاہ کو مجبور کر کے شیخ کے گرفتاری کا فرمان جاری کر دیا۔ پس شیخ باہر چاری
 سہ فرزندان فیضی و ابوالفضل گھر سے ہر آدمی کے چند مدت تک اور ہر دہر پوشیدہ ہوئے
 رہے اور تلبایان متعصب نے ایک فتویٰ ہی تیار کر لیا کہ شیخ کو سزائے کالمینا چاہیے
 چو طرف جاسوس تلاش میں مگر گم ہوئے۔ آخر ۹۳۰ ہجری میں فیضی دربار اکبری میں بارگاہ
 ہوا۔ بادشاہ نے اسکی قدرانی و قدر افزائی خوب کی اور اسکو متعدد خدمات سے سرفراز فرمایا
 فیضی نے تمام حالات گذشتہ ایک قصیدہ طویل میں لکھا ہے۔ **من الشعاع کا**

سحر نوید بسان قاصد سلیمانی	رسید بچو سعادت کشادہ پیشانی
بہتران سعادت نازگن کہ بچوں	نجات نامہ خود اسے حزمین زندانی

پورا قصیدہ ابوالفضل نے آئین اکبری میں مذکور کیا ہے۔ فقیر مولف طوالت کی وجہ سے
 صرف وہی شعر پر اکتفا کرتا ہے۔ ان کثرت شائقا فارجع الیہ۔

پیر فیضی کا اقتدار و تقرب روز بروز ترقی کے اوج پر عروج کرنے لگا۔ فیضی عالم فاضل
 حبیبِ حق و فلسفی مزاج۔ شاعر بہتر تھا دربار کی خدمت پسند نہیں کرتا تھا۔ افادہ عام کے

متاغل میں مصروف رہتا تھا۔ شہزادوں کی تعلیم و تربیت اسی کے متعلق تھی۔ ۹۹۹ ہجری
 میں بادشاہ نے آگرہ - کاپی و کانچر کی صدارت فیضی کو عطا کی اور ۹۹۳ ہجری میں
 جب اکبر نے عساکر ظفر مظاہر یوسف زئی افغانہ کی تنبیہ کے لئے روانہ کیا۔ تب فیضی
 کو بھی اس مہم پر مامور فرمایا۔ اور ۹۹۶ ہجری میں ملک الشعراء خطاب سے مہمرازا کیا۔
 اور ۹۹۷ ہجری میں فیضی کو کشمیر کے سفر میں ہمراہ لیا۔ کشمیر کی تعریف میں ایک قصیدہ
 لکھا جسکا مطلع یہ ہے

ہزار قافلہ شوق می کند شبگیر کہ باز عیشش کشاید بہ خط کشمیر
 جب ۹۹۹ ہجری میں اکبر نے رکن کے فتح کر لیا تو وہ جنم لکھا جسکا مرقم کن منار راجہ علی
 فاروقی والی خاندیس و برہن نظام شاہ والی اس کو دیکھا کہ طرہ فصیح سفارت پر مقرر تھا
 پہچا۔ فیضی اگرچہ اس خدمت کو پسند کرتا تھا لیکن طرہ عا کو قبول نہ کیا اس سفارت کا
 کام اس خوبی سے انجام دیا کہ اسے علیخان برہان شاہ ملتان گوش برہ کے ایسی ہی رہنے
 برہان پور میں واپس عقدا کر تخت پر شاہی تہوار و خلعت اور فرمان شاہی رکھا۔ راجہ
 پیارہ پا آیا۔ اکبر نے جو کئے تین دن نہایت سبب تسلیمات اور کیا فیضی نے خزانہ شاہی
 اور بے ماتہ میں ایک کہا کہ حضور نے آپ کے نام فرمان بھیجا ہے۔ راجہ علیخان نے فرمان کو
 سپرد کیا اور تین تسلیمات بجالایا۔ خلعت تہوار کو بھی لیکر تسلیمات بجالایا۔ پیر پور سے
 احمد نگر میں آیا۔ برہن نظام شاہ سے ملاقات کی اور سفارت کے کام کو انجام دیا۔ سفارت
 مہمات سے فارغ ہو کے ایک عرضداشت مفصل لکھ کے حضور میں بھیجی عرضداشت میں
 تمام ممالک کن کی پوری حالت لکھی۔ کہہ تون کے منتظارات و شہروں کے عمارات و قلعوں
 کی حالت بتلائی۔ اور زمین و زراعت و صنعت و حرفت کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور علما و شعرا

کے بھی حالات اور نقلین حکایتیں ہی موقع محل پر بیان کرتا ہے۔ چنانچہ عرضداشت
 بین ظہوری و ملک قمی کی ملاقات کا ذکر کر کے دونوں کے نسبت لکھا کہ میں یہاں دو شاعر
 صوفی مشرب کے ملا۔ دونوں خوش محضر و نیک یشترین۔ قدیم سوسی حضور کے مشتاق ہیں
 اور دونوں کے قصائد و غزلین بھی بہت ہیں۔ آخر سنہ ہجری میں سفارت کے کام سے
 فارغ ہو کر حضور میں پہنچا۔ اکبر بادشاہ اس کے کام سے بہت خوش ہوا۔ انعام صلہ سے فرراز
 فرمایا۔ سنہ ہجری میں بادشاہ نے چاہا کہ نظامی کے خمسہ کا جواب لکھا جائے چنانچہ فیضی
 نے لڑین کا قصہ شروع کیا۔ چار ہجرت میں ختم کر کے پیش کر دیا۔ اس میں چار ہزار شعر ہیں
 چنانچہ خود کہتا ہے

این چار ہزار گو مرزا باب کا لکھنے ام بہ آتشین آب

مرکز ادوار۔ و سلیمان و یقین۔ ہفت کشور۔ ندر من۔ اکبر نامہ۔ ان من سے دو کلمات
 ختم ہوئے۔ ایک لہرن روم مرکز ادوار۔ باقی مثنویان نامہ میں۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ
 لہرن خوش خط لکھو کے کتاب میں لکھیں۔ اور نقیب خان کو حکم ہوا کہ وہ پڑھ کرنا اور
 آراء الکلام خلاف میں غیر منقوط حروف میں لکھی۔ یہ نسخہ کلکتہ میں مطبوع ہو چکا ہے۔
 پھر ایک تفسیر سہمی سواطع الالہام ہے۔ یہ بھی مطبوع ہو چکی ہے۔ اکثر شعرا و علمائے
 کتاب پر تیار ربط لکھتے ہیں۔ یہ تفسیر غیر منقوط حروف میں سنہ ہجری میں تمام ہوئی۔
 تاجید رکاشانی نے پوری نقل ہو اللہ سے تاریخ کالی۔ اپنے بحساب جبل اس سورہ کے
 حروف شمار کئے جائیں تو سنہ ہجری برآمد ہوتے ہیں۔ ظہوری و ملک قمی نے قصیدہ او
 رباعیان لکھیں۔ حاسدین رشک کے کہتے تھے فیضی نے یہ بیفائدہ کام کیا۔ آج تک کسی
 ایسی تفسیر نہیں لکھی فیضی نے یہ لغو کام کیا یہ بدعت ہے۔ فیضی نے جواب ندان شکن دیا۔

کہ خود کلمہ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ از ستر یا غیر منقوط ہے۔
صاحب یوان ہے۔ دیوان میں تخیلنا نو ہزار سے زیادہ اشعار ہیں دیوان کا نام شاعر
ہے۔ مجموعہ قصائد ایک مختصر مجموعہ ہے۔ لطیفہ فیضی آپ کے مکاتیب و خطوط کے مجموعہ
کا نام ہے۔ حسب الحکم بادشاہ لیلآوتی۔ رسالہ حساب میں ہے فیضی نے سنسکرت سے
فارسی میں ترجمہ کیا ہے۔

شعر شاعری کے طرف فطرتاً رغبت تھا۔ کسی سے کلام کی اصلاح نہیں لی کچھ
کہتے تھے تہا زو و طبیعت سے واقع ہوا تھا اہل بان کے ساتھ آمیزش اختلاط
رکھنے سے کلام میں اہل زبان کا محاورہ جلوہ افروز ہونے لگا۔ زیادہ مزاوت سے کلام صاف
و شستہ ہوتا گیا۔ عربی میں فاضل ربیب ماہر لیب ہونیکلی جہ فارسی اشعار میں صنایع
و بدائع لفظی معنوی سے بہت کام لیتا ہے۔ اشعار کے ہر ایک شعر سے طاقت و فصاحت
مترشح ہوتی ہے فارسی میں عربی لغات کو ایسی خوبی سے شامل کرتا ہے غیر انوش نہیں معلوم
ہوتے۔ شعرائے اہل زبان سے اکثر میل جول کہتا تھا اور ان سے مرسلت مکاتبت کا
سلسلہ بھی جاری رکھتا تھا۔ اہل بان نے فیضی کے کلام کی داد دی ہے اور آپ کے ساتھ
یاد کیا ہے چنانچہ مرزا صاحب نے فیضی کی غزل پر غزل کہی ہے

این آن غزل کہ فیضی تیرین کلام گفت در دیدہ ام خلیدہ و در دل شستہ
اور علی نقی کمرہ نے، صفہاں سے ایک قصیدہ فیضی کی مدح میں لکھ کر پہنچا۔ فقیر مولف
قصیدہ سے چند شعر گزارش کرتا ہے

ابو الفیض آن گزین اکبر و شیخ کبیر
امیر زبدہ اہل زمان حتی میر من

مرا کند بر نظم امورم پر تو فیضی
ظہیر قدوہ پیشیان حتی ظہیر الدین

اگر ہستم مجیر اندر سخن او بہت خاقانی کیم با اور سد و شاعر غنی غنی ہچشمی زمین ہند با قرب و رش نعم النعیم دل	وگر من سنجرم آستان او مجیر من کہ در این خانقاہ من مرید و دوست پیر من ہوئے خلد و در حضرتش میں المصیر من
--	--

ابتدا میں فیضی تخلص کرتا تھا۔ آخر میں فیاضی اختیار کیا۔ چنانچہ کہتا ہے۔

زمین پیش کہ سکدام سخن بود اکنوں کہ شدم جہش مقراض	فیضی رستم لکین من بود فیض صمیم از محیط فیاض
---	--

فیضی نے ایک تنویدی میں اس بات پر فخر کیا ہے کہ میرے کلام میں فقط سگ مثل دیوان حافظ نہیں ہے وہ وحدہ ۵

منم فیضی کہ در میدان منے بجملہ شعر من از پوست تا مغز بدان می ماند این پاکیزہ گفتار	چو من چاک سوارے تیر گشت بجائے مردم با پاک گشت کہ در دیوان حافظ نام سگ گشت
--	---

شرح محمد یحییٰ الہ آبادی کتاب غلام الانام میں کہتا ہے کہ شاید فیضی کے مطالعہ میں حافظ کی یہ بیت نہیں گذری۔ اس میں فقط سگ آیا ہے۔ وہ بیت یہ ہے

شعبہ ام کہ سگان! غلا وہ می بندی چہ را بگردن حافظ نمی رہی رہے
سر و آرد من میر غلام علی آرا و بگرامی کہتے ہیں کہ خواجہ حافظ کے دیوان بعض نسخوں میں بجا
حافظ لفظ عاشق واقع ہوا ہے اور مقطع اسطرح ہے

مراج و ہر تہہ شد درین بلا حافظ کجاست فکر چکھی ورائے بر مہنی
آراؤ کی تحریر سے ثابت ہوا ہے کہ اصل دیوان میں شعر قنار عذبیہ نہوگا۔ اور فیضی کے دیوان کا
وہ نسخہ ہوگا۔ جس میں یہ شعر نہوگا والا فیضی ایسی غلطی کہی نہیں کر گیا۔ مگر عینا کے مولف نے

کہا کہ ایک وقت عرفی شیرازی فیضی کے دو تخیل پر ملاقات یا عیادت کے لئے آیا۔ دیکھا کہ فیضی کے پیچھے چڑکتے پھر رہے ہیں۔ عرفی نے پوچھا کہ ام این عہدوم برا، ما جمیست؟ فیضی جواب دیا عرفی ہے۔ اس نے جواب میں کہا مبارک ہو الخ۔ اس نقل سے ثابت ہوا ہے کہ سنگ پرورد سگ پرست تھا۔ اور فیضی کا اپنے دیوان کو خواجہ حافظ کے دیوان کا لفظ قرار دینے سے محقق ہوتا ہے کہ فیضی کو کتے کے نام سے نفرت تھی ہے۔ پس دونوں روایتیں درست ہیں۔ ہے۔ بعض مذاق اور انقضاضا ساقطاً۔ جسے ان قول باجم شعراء سے ثابت ہوا ہے۔ میں ایک بھی عقبار کے لائق نہیں تھا۔ مقبول کے نزدیک عرفی، فیضی کی نقل باجم مال جو اب پشست اس لئے مکان الخ کی دیبا، القاصح ہو جائی جاسدین نے اس میں کئی نقلیں فیضی کی انتہا دولت کے لئے بنا کئے شہرہ کے جان کے۔

اخلاق و خصائص ذکر

فیضی خوش طبع شگفتہ مزاج متین و طایفہ ناما، خوش خلق و صاحب مروت، وہاں نواز تھا امیر و فقیر سے بے تکلفا ر ملتا تھا۔ ہر ایک کے ساتھ جہانگیر مکان ہوتا تھا ہمدردی و مسامحت کرتا تھا۔ فیاض سخاوت کا غبار دوست وہاں نواز تھا۔ علماء سے اور صاحبان کمال کی تہا قدر کرتا تھا۔ عربی عجم کے شعراء علماء کے اسکا دو تخیل از فرو و گاہ تھا۔ عربی عجم کے اہل مال جب ہند میں آتے تھے ایک مکان پر فروکش ہوتے تھے۔ وہاں کی خاطر ارٹنی مدارات میں حسن سلوک کرتا تھا۔ وہاں عزیز کو حضور بادشاہ میں پیش کر کے عہدائے جلیبیرا مامور کرتا تھا اور حجاج وزیرین کو انعام و صلہ دلو کے رخصت کرتا تھا۔ اور بلا و امصار کے علماء و شعراء سے مراسلت کا دروازہ کھلا رکھتا تھا۔ اور ہر ایک عالم و شاعر کے لئے انعام و صلہ بادشاہی پہنچاتا تھا۔ بلکہ اکثر علماء و شعراء کے وظائف حضور سے مقرر کروائے تھے۔ اور بادشاہ کی خدمت میں

اکثر علمائے نامور کے ہانے کی تحریک ترغیب کرتا ہے۔

علامہ عبدالقادر بدایونی فیضی ابو الفضل کو بہت انفاق کے ساتھ یاد کرتا تھا۔ ترمذی و محمد کے خطابات سے محالہ کرتا ہے اور فیضی علامہ صاحب کے ساتھ سن سوک کرتا ہے۔ اور حضرت ابن سفارش کو کہ وہ فیضی جائیداد رکھتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ قادیان و مومن پاک لے ہے فیضی سنہ ہجری ۸۱۰ میں احمد گریسہ ایشاہ کی کشتی میں اس میں قادیان صاحب کی بہت کوفی لکھی اور ان کے علاوہ فضل و یارہ کا انہما کر کے آخر میں اس کو کرب کے میں جو حصہ میں جان بوجھ کر قادیان صاحب کے اوصاف سے پیدا عرض کر کے انہما کر کے عرض کرتا تو گنہ گار ہوتا۔

و یکدم قادیان صاحب فیضی کو رقیق کافر کہتے ہیں۔ واقع میں فیضی کیا نہ خیال کہتا تھا۔ اور صلح کل کے طریقہ پر جان تھا۔ قادیان سے سخت دور رہتا تھا۔ شیعہ سنی کے مناظرہ کو چکا سمجھتا تھا۔ اسے شیعہ سے کام تھا نہ سنی سے بلکہ قانون کی بحث۔ مگر ارفقہ پندار تھا۔ متعجب قانون سے ابتدا میں اکبر کو اپنا ریا طبع بنا لیا تھا۔ جو یہ کہتے تھے کہ اس کے کہتا ہو یعنی ورافضی کشی کا ہنگامہ اگر مسمیٰ ورافضی نزدیک و محمد ہونے کے جرم میں قتل ہو چکے تھے۔ جب فیضی و ابو الفضل بادشاہ کی سفارت میں پہنچے تب نون نے بادشاہ کے اہل تشیع کیا کہ یہ متعصبین اصل میں ہے۔ خیرین اسلام کی اصل حقیقت سے واقف نہیں ہیں انکا کام یہی ہے کہ ہر ایک کی تکفیر کرنا۔ اس کے واسطے کہ نہیں سمجھتے۔ دونوں کے کوشش کی بدولت بدعتی ورافضی کشی کا ہنگامہ موقوف ہوا اور متعصبین ملاؤں کا نور توڑ دیا پس اکبر کو و نون کے مشورہ سے یہاں موقع ملا کہ آزادانہ حکومت کی بنیاد قائم کر دی۔ جس میں مسلمان ہیوم و نصائے آزادی سے زندگی بسر کرنے لگے۔ ہر ایک اپنے مذہب کے فرائض آزادی سے ادا کرنے لگا کوئی کیسا مانع و مزاحم نہیں ہوا تھا۔

وفاات

سنہ ہجری میں فیضی کو دمہ کا عارضہ لاحق ہوا۔ بیماری کے شروع میں یہ رباعی لکھی
 دیدی کہ فلک چہ زہرہ نہیں لگی کرد مرغ و لم از قفس شب آہنگی کرد
 آن سینہ کہ عالمی درو می گنجید تا نیم نفس بر آورم تنگی کرد
 اسی مرض لاحقہ کے ساتھ وہ پہلی امراض عاید حال ہوئے۔ اطباء نے یونانی و مصری ہر بہرہ معالج
 کرتے جاتے تھے مگر کسی کا علاج مفید نہیں ہوتا تھا۔ روز بروز مرض بڑھتا گیا۔ حکیم مصری جو
 مشہور طبیب تھا بادشاہی حکم سے اس نے نہایت توجہ غور سے علاج کیا۔ لیکن موت کا
 کیا علاج کرے۔ وقت موعود قریب پہنچ گیا تھا۔ مرنے سے دو تین دن قبل فرج میں بیہوشی
 جاری ہو گئی تھی۔ کبھی کبھی ہوش میں آجاتا تھا۔ تمام اہل بیت کو ایسی ہی لگتی۔ اکبر بادشاہ
 کو خبر دی گئی۔ بادشاہ عیادت کے لئے آیا۔ ابو الفضل نے بہانی کو ہوشیار کیا اور بادشاہ
 کی تشریف آوری کی خبر دی۔ فیضی نے حالت سکرات میں آنکھیں کھولیں اور آواز
 و تسلیم بجا لائی اکبر خدا کے سپرد کر کے واپس ہوا۔ ابو الفضل نے بیمار کی خدمت کے لئے
 رخصت لی۔ پھر عین نزع جان کے وقت نصف شب اکبر کو خبر دی گئی۔ بیقرار می اضطرابی
 کی حالت میں آیا۔ فیضی کا سر ہاتھ میں تھام کر دو تین دفعہ پکارا شیخ حبیب الدین حکیم علی کو
 علاج کے لئے لایا ہوں آپ بات کیجئے۔ شیخ نے کچھ جواب نہیں دیا۔ یہاں کبر نے ستر و سنار
 پہنک دی۔ اہل بیت کو تسلی دیکر مراجعت کی۔ آخر مصدق کل من علیہا فان ماہ صفر
 سنہ ہجری میں اس عالم ناپائیدار سے عالم بقا کی طرف حلت کی۔ انا اللہ وانا الیہ
 راجعون اعزہ و اجا فاس بادشاہ و ارکان سلطنت کو سخت رنج و غم عائد ہوا۔ تمام
 اعیان و دولت و ارکان سلطنت علماء و مشائخ جمع ہوئے۔ اس خزانہ علم کو تفصیل

و تکفین کر کے بزرگان سلف کے مقبرہ میں دفن کئے ۔

من اشعار الفارسی

گر سیاه بچین شود چشم تو بر ملاک ما	از پس مرگ عاشقان سر کند خاک ما
در محوس شکر ای فیضی خستہ واد جان	روح قدس بعین کہ شد واسطہ ملاک ما
خال مناکشتہ آن تر گسستانہ را	ولہ کس نیندازد و پیش مرغ بسمل دانہ را
آرزو دلان در خم اسید نمائند	ولہ مرغان بہشتی نہ شمانند قفس را
گر بدانی قدر سے لذت کیمائی را	ولہ بدو عالم ند ہی گوشتہ تنہائی را
ہست ہرزوہ از ایکٹان بخونے	کہ نہ کردہ قدم باو یہ پیمائی را
بروئے محقق شمع بوسلندان کاخجا	ولہ سر خاقان شکند کا سہ نفعورا مشب
کدام ساقی بدست گرم خونیز است	ولہ کہ ہونے نمی بدما نعم بوی خون کم نیست
امشب و دایع بارہر کہ طالت ہست	ولہ شام دایع نیست کہ صبح قیامت ہست
دل بخونے تو گرفتار و توبہ پروا است	ولہ از کہا ہم خبر کے گیر کہ آتش تیز است
دل خوبان شہر دہل تست	ولہ سنگ آہن رہا مگر دل تست
خاک ہستی ہمہ را فنا رفت بعین	ولہ آب فرعون چہ شد و آتش غرور کجاست
خاک بیلان رہ فقر ہائے سر و ند	ولہ گوئی این طائفہ اینجا گہرے یافتہ اند
و صلت چہ عمر کہ میت سر نمی شود	ولہ یکبار شد میسر و دیگر نمی شود
اے سنگ ترا از دل ترا یاد کند	ولہ وز سنگ لیہائے تو فریاد کند
رویت افروخت از قتاب امروز	ولہ طرفہ گرم است آفتاب امروز
وقت ہست کہ خرابہ دنیا برون رویم	ولہ زین دیر زندہ همچو سیجا برون رویم

سیرس از قید لہا در کند عنبرین موین	کہ می بنیم سیما نہا بنیر پر پر دیان
شرطست جان بیا درخ یار با ختن	دل شرطیچ گمانہا نہ بد کردار با ختن
خواہی من دیوانہ را شیرین شود شور جنون	سنگ تھم نہا بزن دشنام ہم چند بدہ
تو سے پروانہ این گرمی نہ شمع محفل داری	چو من در آتش خود سوزا گرسوزی داری
شدی فیضی شہید یار شرم لب با اگر نالی	بخترا این خوبہایت بس کہ چون اوقافہ داری
شستہ پاک ز دل نقش مرگ بجے	پیران سادہ لوح و جوانان سادہ روی

فطرت - میر ابو تراب

فطرت تخلص - میر ابو تراب نام آپ کا وطن شہد ہے۔ صاحب شمع و انکی اہل تھا
 طبع رسا و فکر صفا سے کلام موزون کرتا تھا وطن انوفتہ ہند میں وارد ہوا۔ میر حسرت کو تہ
 حیدر آباد دکن میں پہنچا۔ تو طبع کے برابرین باریاب ہو کر نصیب سے سوزا ہوا۔ مدت تک
 آرام سے بسر کرتا رہا آخر شہ مجری میں فوت ہوا۔ میر مومن استر آبادی کے دانشور میں گیا
 ایک رباعی جو اس نے حالت نزع میں کہی تھی۔ اسکی لوح مراد پر کندہ کر کے میں جو حد

فطرت بتور و زگار سیرنگی کرد	نمواخت بمہر و خارج آہنگی کرد
آن سینہ کہ عالمی درومی گنجید	اکنوں ز تو در و نفس تنگی کرد

اسے بطرح فیضی کی رباعی ہی ہے۔ معنی بختہ فطرت کی رباعی ہے مگر الفاظ میں فرق ہے

رباعی فیضی

وہدی کہ فلک چہ زہر و نیرنگی کرد	مرغ و لہم از نفس شنبہنگی کرد
آن سینہ کہ عالمی دروسے گنجید	انایم نفس برآ درم تنگی کرد

شاعری میں توارد ہوا ہے۔ اکثر شعرا میں توارد ہوا ہے۔ صاحب یوانی مکر دیوان نا درخو

فہرست

قرنی - سید شاہ ابوالحسن

قرنی تخلص - سید ابوالحسن نام آپ سید عبداللطیف نقوی کے صاحبزادے ہیں
 آپ کی ولادت ۱۲۸۱ھ بمطابق ۱۸۶۴ء میں ہوئی۔ چار برس کی عمر میں پدر گور
 کے حرم امیر و بیاحت کے لئے وطن سے ہجرت فرما کر دو سال کا مل ثناء منور میں اور چھ سال
 ارکات میں سکونت پذیر ہوا پھر وہاں سے بلدہ و یلور میں آیا۔ اور سکونت پذیر ہوا۔
 محمد حسین جیپوری سے کتب فارسیہ و زعمہ فخر الدین اعظمی سے کتب حقائق اور
 محمد سائق سے کتب عربیہ و نحو کی سند حاصل کی۔ کتب عربیہ میں اسی استاد و صاحب اسوۃ
 ہو گیا۔ اور کتب عربیہ کے طرف راغب ہوا۔ کثرت مطالعہ سے ایسی بابت پیدا کی کہ شعر
 عربی و فارسی نہایت فصیح و بلیغ کہنے لگا۔ اور سخن سنجی میں بھی نہایت کاملہ حاصل کی
 آپ مدنی صاف شریف و دلش پاکیزہ فہم تھے۔ اور آپ کی طبیعت کا زیادہ میلان تصوف
 کی طرف تھا۔ جب کہ آپ غزل یا قصیدہ یا مثنوی میں فکر فرماتے تھے تو حقائق و
 معارف کے مضامین خوش سلیقہ کے ساتھ شعاریں درج کرتے تھے۔ آپ نے اونا
 حضرت محمد فخر الدین اعظمی کی محبت کی اور قادیانہ طریقہ کی خلافت کا خرقہ زیب
 فرمایا۔ تاہنا حضرت سید محمد علی قدس سرہ سے تمام سلاسل کی خلافت کا خرقہ پہنا
 اور حضرت ہی کی خدمت میں اذکار و اشعار میں مشغول ہوئے۔ پھر آپ نے حضرت خواجہ
 رحمت اللہ قدس سرہ سے سلسلہ قادیانہ و نقشبندیہ چشتیہ و رفاعیہ کی اجازت حاصل
 کی۔ اور حضرت شیخ مخدوم ساوی قدس سرہ کی خدمت میں بھی زکار و اشتغال سے

مستغنی ہوئے۔ آخر ریاضات شاقہ کے بعد مزاج خاص عام ہوئے۔ اکثر طلبائے
 صراط مستقیم آپ کی ہدایت سے درجہ کمال کو پہنچے۔ آپ کے مریدان با اخلاص زمانا الحق
 سے آگاہ اور ملی مع امد کے رفر سے واقف ہوئے۔ آخر آپ نے اس زمانا پابدار سے بہشت
 کے طرف رحلت کی۔ یہ واقعہ ۱۲۸۶ ہجری میں واقع ہوا۔ قلوب و دلوں کے خندق کے کنارے
 مدفون ہوئے۔ مولانا آگاہ آپ حسن ارادت کہتے تھے۔ اور آپ کے دست مبارک پرست
 کی تھی۔ آپ کی رحلت کی تاریخ کہی۔ ھو ھذا

بو الحسن آنکہ از نعم فیضش	چمن دین چو باغ حامد گفت
قرعہ کوشش غریبان گردید	آن گہرا کہ در معارف گفت
با نہانش عیان نکروہ طہور	با عیاناش نہان نامہ بہت
از پئے واروان شہد عجیب	حسن خاشاک غیر از انست
کرد زین طاق تنگ نام جیل	ما شو با جہان مطلق جفت
در حریم بقا بشاد قدس	دوش پرویش و شاد و خندان
بود جان جہان ازین معنی	از سحر کردش جہان آشفست
نکتر تاریخ رحلتش کروم	غائب البلاد مانف گفت

من اشعار الفارسی

اے آہ برق سپرم بگذر ز ہزہ کرد می	از حال من خبر دہ یک بار جان مارا
ز زلف او پس از چندین شب تار	بدست خویش تار سے دارم آشوب
قرنی چشم آہ بانا لروان شد	رسم است کہ ہر قافلہ بے جہر سی نیست
نیت قوارہ اے پرمی پیکر	آب بر خاست بہر تعظیمت

قدر - خواجہ غلام حسن

قدر تخلص - خواجہ غلام حسن نام ہے۔ گل عناکے مولف نے لکھا کہ آپ ہمدانی الاصل ہیں آپ کے جد اعلیٰ خواجہ علی ہمدانی حضرت سید علی ہمدانی کے ارشد خلفا سے ہیں۔ خواجہ کی نسب کا سلسلہ حضرت خواجہ احار سے پہنچتا ہے۔ خواجہ علی مع پیر خواجہ ابراہیم ہمدانی سے سیر کرتے ہوئے کشمیر میں وارد ہوئے کشمیر کی سیرابی و شادابی دیکھ کر ومان فروکش ہو گئے۔ پیر واپس زندگی ومان سکونت پذیر ہے۔ پیری مریدی کا سلسلہ جاری کیا۔ اہل کشمیر سے حسن عقیدت رکھتے تھے۔ امیر خان صوبہ کابل خواجہ ابراہیم سے ارادت کامل رکھتا تھا۔ ہمیشہ حسن سلوک سے ملتے کرتا تھا۔ خواجہ ابراہیم کا فرزند خواجہ عبد الغفور کشمیر سے برآمد ہوئے کابل میں امیر خان کی خدمت میں پہنچا۔ امیر خان نے مرشد زادے کی بہت خاطر و مہارت کی۔ اور آپ کی تشریف آوری نیت سمجھ کر آپ کو کابل کی دیوانی پر مقرر کرنے کی بادشاہ کے حضور میں درخواست کی۔ درخواست منظور ہوئی۔ خلعت دیوانی خطاب خانی حضور سے سفر از ہوا۔ ماکو اللہ چار سال تک دیوانی کا انتظام خوبی کے ساتھ انجام دیا۔ امیر خان کے ہنگامہ میں شہید ہو گئے۔ آپ کی تعمیرات سے کابل کابل میں مسجد ہے۔ عبد الغفور فرزند خواجہ عبد اللطیف بلخ کے شاہجہان آباد میں آئے۔ اور ومان سے ارد گرد آباد میں میراں حسین علیخان کے پاس فروکش ہوئے۔ آپ کے خلفا صدق خواجہ عبد الغنی خان والد خان قیوم صاحب ترجمہ صوبہ حیدرآباد کی کچھری دیوانی میں مدت تک مور ہے۔ آپ کی حلت کے بعد نواب مصداق الملک یوان رکن نے نہایت قدر دانی سے صاحب ترجمہ کو نواب صبحا تانی کی خدمت میں یاریاب کر کے والد مرحوم کی جگہ مقرر کر دیا۔ ۹۲ھ ہجری تک دیوانی پر مقرر

اتہنی کلام۔ آپ طبع سلیم و ذہن سقیم سے موسوہ تھے۔ کلام و خط تصفیعیائی کی مشق حضرت شاہ معین الدین علی تجلی سے کرتے تھے۔ خوش نصیب خوب اثر تھے۔ سہرا با اخلاق و اشفاق تھے اعزہ و احباب کے ساتھ حسن اخلاق سے ملتے تھے۔ فرحت عشرت سے زندگی بسر کرتے رہے آخر آپ شہر ہجری کے آغاز میں بہشت برین روانہ ہوئے۔

من شعر ۲ الفارسی

یار می آید و نشر ارشادش	دل	در خلطان اشکبار من است
تیرا چو ناغیربان شود مشکب گزہر شرب	وز	فلک انجم زہر نوشا قمر باد سپر نہند
ماہ نو با کمال آرائش	وہ	نفس شب نگ خوش خرام تو باد
من ز شاد می چو عید می باغم	وہ	چون بہر گلزار می آید
قدرا ز بہر گریہ و زاری می	وہ	کہ وہ صحرا بکار می آید

من شعر ۲ الہندی

موشگافی خوب نین اے شاد اسلف کی	دل	ہاں سے ہارکتہ ہات کا کس کی تسم
پیتا ہے بک بومو ہر شرب یہ بلبون کا	دل	دھوٹی ہے شبنم اگر صبح کے غنچہ
کوہ کن کی مفت جان کٹی تیشہ سے	دل	ہات شیریں کے نگا تو بھی نہ تار و زن
ساتی گیا ہے روٹہ کے ہم سے ہر حریف	دل	آئی ہے کیوں تو ہو ہم سے ایک بہار حیف
بلبل کو فصل گل میں سیری ہوئی نصیب	دل	رکتا ہے کس نفس میں یہ بیباک و یکبنا
شیریں کا بیستون میں تو کینچا ہے نقش پا	دل	تیشہ لگے گا میری من فرما دو کیبنا
آنکھوں میں مرے پہرتی ہے سچا آہ کسو کی	دل	دیکھا تھا میں تصویر سر راہ کسو کی
بلبل چھٹی ہے دام میں میا کے اسیر	دل	غنچوں کے کان کہوٹے باد صبا چلی

مہر داغون کی ہوئی سنہ ویکہ نے اسے بیوفا	دلہ	عشق کے دفتر سے کہتا ہوں میں فیضانِ دل
تختِ شاہی ہے زمرہ کا دووا کے لئے	دلہ	ہندہ برسے سے نہیں ہنر ہے رنگ صحر

قدرت - محمد قدرت اللہ خان

قدرت تخلص سے محمد قدرت اللہ خان نام۔ آپ محمد کمال صدیقی کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی نسب سلسلہ حضرت امیر المومنین ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی ہوتا ہے۔ خود صاحبِ تہذیب و ادب و شایع الافکار ہیں کہہا کہ میرے نیاکان سلف بلاد عرب ہندوستان آئے۔ ہند کے شہر بن میں پہنچے۔ پہلے بدھ مت پر مبنی ہوئے۔ پھر میرے اجداد سے ایک بزرگ سلطنت غوریہ کے آخر میں قصبہ کوپامو میں پہنچے۔ قصبہ کو وطن بنا لیا۔ اور وہاں کے شہر فاضل و معززین سے دوستیاں پیدا کی۔ آرام سے زندگی بسر کرنے لگے۔ اور حکام نے صاحبیت و ذی بیعت کیجے کے عداوت کی نیابت پر مقرر فرمایا۔ اور عاشق گانی جاری کر دی سلطنت تیموریہ کے انفرق میں ناکار خاندان میں نیابت عداوت کی خدمت فائز رہی۔ ہمارے ہی خاندان سے تھے جس کے بعد میرے خاندان پر اس وقت ہوا کہ پاپس ^{۹۹} اللہ بھری میں قصبہ کوپامو میں قدرت صاحب نے جمہور کی ولادت ہوئی۔ آپ نے غفلت شعور میں تحصیل علوم و فنون کو نظر متوجہ ہوئے اور دل میں غمِ جزم کیا تا وقتیکہ تحصیل سے فارغ نہیں ہوئے گا۔ کسی شہر میں نوکری نہیں کروں گا۔ پس صاحب ترجمہ نے مولوی خضر ستقیم کی خدمت میں کتب نحو و صرف نام پڑھیں۔ اور کتب فارسی شیخ غلام چیلانی و شیخ بدر عالم سے ختم کیں۔ اور مولوی خوشدل سے سخنِ سنجی کی تعلیم حاصل کی۔ اور خطاب مولوی مید شاہ غلام نصیر الدین سعدی بلگرامی کی خدمت میں شرفِ بیت سے مشرف ہوا سلسلہ قادریہ میں اشغالِ اذکار کی

سنہ ۲۲۲ ہجری میں حضرت خوشنود کی خدمت میں علم و فضل و حساب میں لیاقت پیدگی
 ۲۳۲ ہجری میں نواب رضوان آب کی خدمت میں باریاب ہو کے خطاب خانی و خدمت
 تولیت مقبرہ نواب پر مقرر ہوا۔ مقبرہ کا انتظام کمالِ یاس کے ساتھ کرتا رہا۔ پھر مشاعرہ عظیم
 کی مجلس میں حکم بنایا گیا۔ تاکہ شعرا کے باہم اعتراضات کا فیصلہ کرے۔ آپ سلیم بطبع و فصیح
 تھے۔ عابد و زاہد متقی و پرہیزگار تھے۔ اکثر عبادت الہی میں مصروف رہتے تھے۔ صاحبِ دیان
 ہے آپکا دیوان ضخیم ہے۔ آپکا کلام نہایت شیریں و دلنشین ہے۔ سخن بختانِ نصف کے
 نزدیک مقبول ہے۔ اور آپنے ایک تذکرہ شعرا مسمیٰ بہ تناسخ الافکار تالیف کیا۔ نہایت
 صحت و صداقت کے ساتھ لکھا ہے۔ مدراس میں نواب صاحب کی عنایت سے ۲۲۸ ہجری
 میں مطبوع ہو چکا ہے۔ آخر آپ اس عالم فناء سے عالم بقا روانہ ہوئے۔ آپ کی وفات کی
 تاریخ و سنہ معلوم نہیں ہوا۔ من الشعار الفارسی

اے از فروغ نور تو روشن چراغہا	وہ پر تو جمال تو در سینہ را غما
فروز و حسن چو از ساغر شراب ترا	دل سوز ازین دل بریان من کباب ترا
بحال پیریم اے ترک نوجوان جسے	اگر چہ منع کند عالم شباب ترا
گر بگورستان گذر افتد من بخور را	نالہ ام بیدار سازد و خفتگان گور را
خدمت اہل صفایم شرق نو کرد	فیض شاگردی رساند آخر استاد می را
طفل بد خوئی کہ بستم رشتہ الفت باو	می کشد ہر سو برنگ کاغذ باد می را
فارغ بعدم بودو ام از فکر جهانی	آورد و دین و ہر تماشائے تو ما را
بر چرخ نیست رنگ شفق بلکہ و عنایت	شد مشک ریز دیدہ پر خون آفتاب
قدرت زار کہ از مالہ نمی بستان	من ندانم چہ بلا شد کہ خموش است مشب

کارم شود تمام بیک اند چون سپند	دل	جان بر لبم حیات مرا اعتبار نیست
بر تہی وستان نظر بر اہل ہمت را بود	دل	سرفرو بردن با غر نیست ازینا عبث
و در حسرت ز دل خویش بر آورد و رقیب	دل	من گرفتیم چو از ان لبے قلیان گستاخ
اگر آن ابرینان بر سر منی حجاب آید	دل	بیارم گو ہر مقصد کف و رجویم آب آید
دل ستم زوہ و در وصل یار می نالد	دل	چو بلبل کہ بفصل ہزار می نالد
اگرش ستم نہ کی نہ ہدف کرد و آخر	دل	نقد جانے کہ مرا بود تلف کرد و آخر
شور آوار گیم ہر دستہ بر عشقون		زندہ دیوانہ من نام سلف کرد و آخر
از صفائے رخ زیبائے تواقدا و چو عکس		از دم ہر خود آئینہ کلف کرد و آخر
در یاد چشمہ است تو اسے نور دید با	دل	از دیدہ خون ناب چو صہبا گریتم
دل خستہ و آہ سرور دارم	دل	یکجاں و ہزار دور دارم
پوشیدہ چسان کنم غم دل		چشم تر و رنگ زرد دارم
در کنج قفس خوشی سیر گذارم	دل	در کار تو اگر این مشق پر من
ساغر می شہانہ با کہ زردی	دل	بارخ لالہ رنگ آبدہ
برنجیزی از کوئے او قدرت		چندہ پابنگ آبدہ
برخی خیز و صدائے از تو ای مجروح عشق	دل	کشتہ تیغ نگاہ سرمہ دار کیتی
اسے چنچ چنیں زیل خوارم کردی	دل	آشفۃ و زار ہتیارم کردی
میخواستی از در و زائل خواہی من		آخر بنگری دو چارم کردی

قیس - محمد صدیق حیدر آبادی

قیس تخلص - محمد صدیق نام - کجا اصلی ظن حیدر آباد کن ہے آپ کے بزرگ

اکثر سرکار عالی نظام میں وقایع نگاری اور اخبار گوئی کی خدمات پر مقرر تھے۔ چنانچہ آپ کے
 نامنا محمد عاقل خان، ایک مجذبن کے افسر تھے۔ اور آپ کے خالوشیر محمد خان ایسا عظیم الامرا
 ارسطو جاہ کے مصاحب تھے اور شعرا میں استاد الشعرا مشہور تھے۔ آپ نے نشوونما کے بعد
 سن شباب میں بقدر ضرورت فارسی عربی پڑھ کے تحریر و تقریر کی استعداد حاصل کی
 اور موروثی وقایع نگاری و تاریخ دانی کا کمال پیدا کیا۔ اور شعر گوئی بھی شروع کی۔ کلام کا
 اصلاح خالو سے بزرگوار سے لیا کی۔ چند مدت میں لائق ہو گئے۔ آپ کا کلام دلکش و دو
 ہوتا ہے مضامین پاکیزہ کے زیور سے جلوہ تازہ و کلمات آہستہ۔ رنگین معانی و شیرین بیانی
 سے کرشمہ نمایاں کرتا ہے۔ شاعرانہ خیالات خوش مقال ہے۔ خواجہ میر درد و میر تقی میر کی
 وضع و طرز کی پیروی کرتا ہے طریض الطبع و لطیف المزاج تھا۔ صاحب یونان ہے
 اور دیوان کا نام پیکا رکھا تھا۔ آپ نے ایک دیوان ریختی شہر اجمہان آباد کی عیادت کی
 بول ہلال میں لکھی۔ و قیصر لکھنؤ کو آپ کا دیوان ریختی ملا تھا افسوس کہ وہ کسی کی عطیہ بیانی
 میں غرق آب ہوا۔ نہیں تو اس میں سے چند اشعار مدحیہ شائع کیا کرتا۔ آپ کو مبارک باد بہار اور
 چند دلال نے دور و پیر و زینہ مقرر کر دیا تھا اور نواب بہر کی قریب و دور مبارک باد نے بھی اس
 اپنی سرکار سے دور و پیر و یومیہ معین فرمایا تھا آپ خوش فہم خرمی سے زندگی بسر کرتے رہے
 خوش اخلاق و خوش فکر تھے۔ آخر سلسلہ بچوں میں جاں بحق ہوئے۔

من اشعار الہندی

بسطح جھولے تہ گہوار میں سچہ حور کا
 گور میں لکھنؤ میں بیٹھی ہے سچہ حور کا
 کاغذ کل حور میں بہا بک نشا وہ ہون

کان کا ہوتا ہے دیون اس بت مغور کا
 جامے میں عکس ہے کیا اس رخ پر نور کا
 بسکرتے کرنیکو میں راہ فنا آمادہ ہون

<p>اپنی ہی ہمیں خبر نہیں ہے کس جا پہ وہ جلوہ گر نہیں ہے اتنا تو بڑا سفر نہیں ہے یہاں دھوڑا تو تن پہ نہیں ہے ہوتا اُسکو اثر نہیں ہے جی کا تو ہمیں خطر نہیں ہے ہلکو تو یہ درد سہ نہیں ہے سانپ میں یہ رستہ مانیکے پاؤں پوجے تمہارے آنیکے خار و خس اپنے آشیانے کے یہی اسلوب میں زمانیکے صدقہ باتوں کے استانی کے</p>	<p>برہمن جو وہ سہم نہیں ہے بستے میں اُسی سے کعبہ ویر ہستی سے عدم کو کچ کرنا وہاں تیغ پہ ماتہ رکھا نار کر کر کے تہک گئے ہم اسے برق تجلے جہاں سوز سوداز افون کا ہے اگر قیس کان میں کہد کوئی شانے کے حشر ہی ہو گیا نہ آئے تم شرہ تہین دیکھو اسے برق کہہو بڑے تہین اور کہہو گھٹے قیس کہتا تھا اپنی چاتی کہہ</p>
<p>حلقہ پرکار میں جیون نقطہ پر کار ہے</p>	<p>یون مایان زلف کے حلقہ سے خال یار ہے</p>

قدرت - غلام ابراہیم خان

قدرت تخلص - غلام ابراہیم خان : نام آپ دلاور خان نصرت کے فرزند ہیں
عنایت اللہ خان کشمیری کے نواسہ - سادات صحیح نسب ہیں - آپکی ولادت دکن میں
مہوی - پرورش تربیت بھی اسی میں پائی - سن شعور کے بعد کتب و رسد اللہ ماجد کے
سایہ مرحمت میں ختم کیں - خوش فہم و خوش فکر تھے - شعر گوئی کے میدان میں قدم رکھا

جو کچھ کلام موزون کرتا تھا والد ماجد کے ملاحظہ میں گزرا نہ تھا۔ والد کی اصلاح سے رفتہ رفتہ کلام رنگین ایجاد کرنے لگا۔ شعرا میں بلند آواز ہو گیا۔ ابتدائے جوانی سے مزاج میں بے پروائی تھی۔ باپ کی دولت و حشمت پر اعتماد تھا لاش معاش کی زندگی فکر نہیں کی۔ والد متوفی ۱۲۹۹ھ ہجری کے بعد قطع تعلق کر کے اوسو فی میں خانہ نشین ہوا۔ تھوڑی مدت میں باپ کا ذخیرہ خور و شرک کیا۔ جب کچھ باقی نہیں رہا تب قانع و متوکل بن گیا۔ فن موصیقی اور تار بجانے میں استاد تھا۔ حالت قناعت میں ہی فن آپکا رفیق تھا۔ اکثر امر از اسے جو لوگوں کے طرف زیادہ راغب ہوتے تھے آپکی خدمت میں آیا جایا کرتے تھے اور آپکے ساتھ جس سلوک کہتے تھے۔ آخر آپ کہ فرودخت کیلئے اوزنگ آباد دکن میں آئے اور یہاں شش ماہ ہجری میں فوت ہوئے۔ خوش مزاج و زندہ دل تھا۔ آتش پیرست و رنگین خیال۔ رنگ و رنگ کا شائق۔ آواز باج چنگا عاشق۔ زندگی عبس و عشرت میں بسر کرتا تھا۔ حریفان ہنرمندی کی جگہ ملو و مہمانی کرتا تھا۔ آزادانہ مشرب و درویشانہ مزاج رکھتا تھا۔ اس اشعار الفاسی

اے خوش نمل کہ بدلتا رہی پیدا کرو	صفت آنکھ رہا ضبطی پیدا کرو
ناتوڑہ کردہ ازما زمان ابرو	بہلہ بستم بال و پری پیدا کرو
جفاے ابدل ہمیشہ دم سازست	بغیر شک کہ باتیست مجھ پر است
کرد غارت ہنگا بے دل وین قدرت	این دو صید آفرینا از یک تیر گرفت
باین شوخی صبا گرفتہ فصل بہار آرد	گریبان چاک سازد غنچہ تصویر گلشن

قاری خواجہ محمد فاضل گجراتی

قاری تخلص - خواجہ محمد فاضل نام - آپ گجراتی الاصل ہیں۔ شریف و نجیب ہیں۔

شریف و نجیب تھے۔ جوان صالح لائق و فاضل قاری خوش الحان۔ عالم شباب میں وطن سے
 اورنگ آباد و دکن میں آئے۔ نواب سید نصیر الدولہ نصیر جنگ صوبہ دار اورنگ آباد کے توسل سے
 بند گانہالی نواب صفی جاہ کے حضور میں ارباب ہوئے۔ نواب صاحب کی سفارش سے لاہور میں
 کے زمرہ میں شریک ہوئے فراغت خوشحالی سے زندگی بسر کرنے لگے۔ اور جناب حضرت شیخ صاحب
 کی خدمت میں شیعوی شریف پڑھی۔ مزاج میں صلاحیت و آدمیت بے انتہا تھی۔ صوم
 و صلہ کے اہل تھے ہمیشہ شرع کے طریقہ پر قائم رہتے تھے۔ ہر ایک کیا امیر کیا فقیر
 کے ساتھ خوش اخلاقی سے ملتے تھے۔ فانی المشرب تھے درویشی و خاکساری کو بہت
 پسند کرتے تھے۔ فطرتاً موزوں الطبع تھے۔ طبیعت کی رسائی و ذکاوت زمین کی صفائی سے
 کبھی بھی شغور کرتے تھے۔ آپ کا کلام صوفیانہ عشوق محبت کے بیان سے لہریز۔ و ہر ایک شعر کا
 معنی شواہد و کثیر تھا۔ نہایت خلعت و عذوبت میں شکر و نیر۔ آخر آپ نے سلمہ ہجری میں
 ماہ فانی سے ملک کی امانت و امانت الیہ و ارجعون۔

میرزا شعیب علی الفارسی

کشد بہ پردہ دل خار چاشم ترا
 چو دیدہ میکدہ روزگار چاشم ترا
 کہے کہ کرد تماشا بہار چاشم ترا

کشد بہ پردہ دل خار چاشم ترا
 چو دیدہ میکدہ روزگار چاشم ترا
 کہے کہ کرد تماشا بہار چاشم ترا

حرف کاف فارسی عربی

کافی۔ نواب میر عباس علیخان حیدر آبادی

کافی تخلص۔ میر عباس علیخان نام۔ آپ شاہ پور کے حیدر آباد سے تھے۔

نواب سہارا ملک کی اقارب قریب سے اور یگیں پل کے جاگیر داروں میں سے تھے آپ کے بزرگوں نے قدیم زمانہ میں کارنایان کئے تھے۔ سرکار عالی سے جاگیر اور صلاحت سے سرفراز۔ آپ خاندانی رئیس شریف میں فارسی عربی و ہندی میں عمدہ لیاقت رکھتے تھے۔ اور شعر گوئی میں یگانہ و بے مثل تھے۔ آپ کے اکثر غزلین طرحی و غیر طرحی لکھین اور چند قصائد حضور بند گانہ خاندانی اور مہاراجہ چند راجہ بھادکے ماح میں کہے اور حضور میں پیش کئے۔ شہر میں آپ کی لیاقت و قابلیت کی شہرت ہوئی۔ ہر طرف آپ کی طبیعت کے جواہر چمکنے لگے۔ حضور بہ گانہ خاندانی نے آپ کو خانی و بہادر کی خطاب سے ممتاز فرمایا۔ اور مہاراجہ بہادر نے بھی آپ کو تفریق سے سرفراز اور دوسو روپیہ مہوار سے مقرر کیا۔ آپ اکثر اوقات مہاراجہ کے خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ خوش مزاج و خوش اخلاق صاحب مروت و محبت تھے۔ فقیر دوست و غریب پرور تھے۔ انیس سو فیض گستر تھے۔ آخر ۱۲۳۳ ہجری میں عالم باقی کو روانہ ہو گئے۔

من اشعار الہندی

<p>آج پہ لال ہے قاتل کی کمر میں شمشیر ہے خم گوشہ ابرو بھی اثر میں شمشیر جاوہ شیر ہے آہو کی نظر میں شمشیر چرخ و دیویشہ نے باندھی کمر میں شمشیر کام جہ پشتر کا کرے تارِ نظر دیکھنا آئینہ کا ہے جس کو یہی عارِ نظر اب ملک خونِ موسیٰ آتش دیدہ ہے مارِ نظر</p>	<p>نہیں معلوم لگی کسکی جگر میں شمشیر نہ فقط ہے ترے فرکان ہی کو خاضیتِ شیر خلق کی سمت سے بہا گے ہلِ حشتِ دور یہ نہیں ہے مرنو قتل عزیزان کے لئے کیون نہ ہو اس چشم نازک کو گران بارِ نظر اُس جیا پیشہ کا مقتول ہے دلِ دانِ سیر شب جو نقشہ چشم میں اُس شعلہ رو کا پیر گیا</p>
--	---

ہوا آخری شعلہ برق سوزان اپنے خرمن میں
کر جیون سیلاب تڑپے ہے مڑھڑکام میں

لگا دی سوزش داغ جگر نے آگ سب تن میں
بہر اس چشم میں کس شمع کا تھا شوق نظار

کالا - میان محمد کالا پہاڑ

کالا انخاص - میان محمد کالا پہاڑ - دکنی الاصل ہے - سپاہی جری وہاں رہا تھا - ریت
انعام شامیہ و عاوشا جیٹین اکثر معرکوں میں کارنایان کر کے نیک نام ہوا تھا - اور
کارنامے دست بستہ کو دینی توجہ میں مل آسان کرتا تھا - بہادری و دلاوری میں
تہہ قدم و راسخ - ہم تھا - غنیمت کے - قلابہ میں کہی پس پانہیں ہوا تھا - ہمت جہرات سے
غنیمت کو پس پا کر دیتا تھا - غنیمت میں اتنا تھا سپاہی گری کے رسوے سے خوب قف تھا
اکبر بادشاہ کا معاشر تھا علی بادشاہ کے زمانہ میں آئندہ تھا - فارسی تحریرو تقریر میں
بوشیا تھا - فارسی زبان میں لایان کے ساتھ خوب احوالہ کلم کرتا تھا - موزون الطبع
تھا یہی کہ شعر کی فکر کرتا تھا - آخری شعر جو میں فوت ہوا - من الشعاع الفارسی

مردم گوئی بلا منسل نگہ
مردم ز غم رخ کویت

مردم غم کوئی نگہ
مردم غم کوئی نگہ

کمر - فقیر کمر شاہ دکنی

کمر انخاص - کمر شاہ نام - آپ فقیر دکن سے ہیں صوفی المذہب فانی الذات تھے
عارف باللہ عاشق رسول اللہ وحقائق و معارف سے آگاہ تھے - آپ کو شعر گوئی کا شوق
تھا اور مرثیہ خوانی کا ذوق - فصیح البیان و طبع اللسان تھے جو کچھ موزون فرماتے تھے

وہ سنجیدہ و پسندیدہ ہوتا تھا۔ آپ کے کلام کی فصاحت و لطافت اس حد تک تھی کہ اہل زبان
 دیکھ کے تعجب کرتے تھے۔ کلام شستہ و پاکیزہ و برگزیدہ ہوتا تھا۔ سامعین کو لطف و مزہ
 آتا تھا۔ آپ کا حافظہ تو غصیباً اساتذہ سلف و خلف کے ہزار ما اشعار حفظ تھے۔ اکثر مرثی
 و مثنویات بھی نوک زبان تھیں۔ باوجود این لیاقت کس نفسی خاکساری مستعد تھی
 کہ ہر کس و ناکس کے سامنے عاجزی و انکساری ظاہر فرماتے تھے۔ غرور و تکبر سے منزوں و دور
 رہتے تھے۔ خوش خلاق و خوش اتفاق تھے۔ شہرچہ راہ آباد کے امر و فقر آپ کو چاہتے تھے
 آپ جب کہیں کیے گھر آ نکلتے تھے تو صاحب خانہ آپ کو چار دروہان رکھتا تھا۔ زحمت کرنا
 نہیں چاہتا تھا آپ شہر میں غریزہ دلہا تھے۔ آخر آپ اسی شہر میں شستہ ہجری میں عالم الفبا
 کو روانہ ہوئے من اشعار الہندی

بریں جو آج اپنے وہ زہرہ جبین نہیں | دو کیا نہیں کہ ہم یہ جاننا کہ ہم نہیں

کامل - میر کامل برہانپوری

کامل تخلص۔ میر کامل نام۔ آپ کا مولد و منشاہرہ برہانپور ہے۔ آپ نے وطن بلوچستان
 کرام سے کتب رسید پرین مستطاب سلم تھے۔ شاعری کا عشق تھا اس فن میں کامل
 تھے۔ خوش دل خوش فکر تھے۔ عین عالم شباب میں شستہ ہجری میں بہشتی میں آئے ہوئے

من اشعار الفارسی

غنچہ چون در باغ دعوی آن دامن تنگ کرد | گل نچند یاز تعجب گفت بلبل واہ واہ
 شاہد مشب در چرغان روغن گل نچند | جنگ پرواز دارد فوج بلبل واہ واہ

کلان - میر کلان اورنگ آبادی

کلاں تخلص۔ میر کلاں نام۔ اور نگاہ دی مولد ہے۔ شریف زادہ ہے سن شعور میں
شعر گوئی کا شوق ہوا حاجی میر علی اکبر مال فرخ آبادی کی خدمت میں اصلاح لیتا تھا
خوش فکر و خوش مذاق تھا اکثر کلام ریختہ میں موزون کرتا تھا خوب کہتا تھا۔ جوان صالح
و با اخلاق تھا۔ پچھلی نرائن شفیق اور نگاہ دی کے دوستوں میں سے تھا۔ سرکار عالی نظام
خدا مدد کے اہل مناصب کے زمرہ میں ملازم تھا آخر ۱۱۹۲ ہجری میں فوت ہوا۔

ابتداء کیسی نجات تھی تمہاری ہم سے	ہو گئی ہو آج میر جم کس خطا کے واسطے
ظلم اور سختی روا کیوں ہے کلاں برائے سخن	کیا کیا حق نہ تھیں پیدا جفا کے واسطے

کمر۔ مرزا معمل ورنگ آبادی

کمر تخلص۔ مرزا معمل نام۔ اصل مل اور نگاہ آباد ہے۔ آپ کے والد ماجد عالمگیری
زمانہ میں مولد تھے اور نگاہ آباد میں آئے۔ نواب غلامی الدین خان فیروز جنگ کے
موسل سے بادشاہ کے حضور میں بار بار ہوئے۔ منصب سرتے سر فوار ہوئے۔ مرثیہ گو
نواب صاحب جموں کے نواب تبارک میں سے تھے۔ مرزا کی ولادت مولدین میں ہوئی۔ اور اسی
ملک کی آئینہ ہوا میں تربیت پرورش پائی۔ عالم شباب میں موروثی خدمت منصب پر
ہوا علمی لیاقت بقدر ضرورت تھی فارسی و تحریروں میں مستعدا العیلم تھا موزون
و خوش فکر تھا۔ شعر گوئی کا شوق دلیں پیدا ہوا فارسی ہندی میں کلام موزون کرنے لگا
کلام کی اصلاح شاہ سراج اور نگاہ دی سے لیتا تھا۔ کلام شیریں و رنگین ہے۔ لطافت
و تانت سے خالی نہیں ہے۔ چہستان شعرا کے مولف نے لکھا کہ ۱۱۹۲ ہجری تک زندہ رہا
آخر ۱۱۹۳ ہجری میں فوت ہوا۔ مجھے آپ کے فارسی شعرا دستیاب نہیں ہوئے انتہی کلام

من اشعار الہندی

<p>نہو لیجو کہی ساقی بہ عالم نیجانی کا ذرہ تو لگ گئے ساقی ہے موسم نیجانی کا مجھے سب بات پر کمتر تعجب سخت آتا ہے یہی سامان ہے ساقی میرے خانہ خرابی کا گلابی پاؤں پرتی تھی ہر ایک دم جا کی جہانگیر</p>	<p>چو گانا منہ پیالے کا گلے پڑنا گلابی کا کہ جاری فیض بارش سین ہوا چشمہ گلابی کا مرے رونے پہنسا قہقہا کر کر گلابی کا چہنا لینا پیالے کا ٹپک دینا گلابی کا تو کیا ہوا ہے ساقی وہ زمانہ نیجانی کا</p>
--	---

کو کہی - قبا و بیگ گرجی

کو کہی تخلص - قبا و بیگ نام گرجی الاصل ہے۔ شاہ عباسی بادشاہ ایران کا غلام تھا۔ علم و فضل کے زیور سے آراستہ تھا۔ زمانہ روزگار و شاہ کی ملازمت میں رہا آخر ایران سے حیدر آباد دکن میں آیا۔ قطب شاہ والی حیدر آباد کے دربار میں باریاب ہوا۔ قطب شاہ نے اسکی بہت خاطر و مدارات کی اور اسکو صیغہ منصب میں نامور فرمایا۔ کو کہی صاحب جمہ سبب عنایت قطب شاہی حیدر آباد میں متوطن ہو گیا۔ تندرستی بہت کمزور رہا۔ آخر سنہ مذکور میں عالم بقا کو روانہ ہوا۔ پیر کے دائرہ میں مدفون ہوا۔ موزوں اطلع تھا کہ یہی شعر موزوں کرتا تھا۔ جو کہچہ کہتا ہے خوب ہوتا ہے من اشعار الہندی

<p>ہر چہ ہر گم معشوق بود معشوق است ہر چہ ہر گم معشوق بود معشوق است</p>	<p>نقص عشق است کہ پرواہ بہت است و ہم دے کہ جلوہ کند در دل من است</p>
---	---

کم گو - عبدالرحیم کشمیری

کم گو تخلص - عبدالرحیم نام۔ آپکا وطن اصلی کشمیرت نظیر ہے۔ حافظ قرآن

و مستعد طالب علم تھے۔ فارسی عربی میں لیاقت و مہارت کہتے تھے۔ آپ کو شعر گوئی سے دلچسپی تھی۔ اکثر اوقات سخن سخن میں صرف کرتے تھے۔ آپ کا کلام دلچسپ جیسے ہوتا تھا اور آپ کو ہر خوش سے تلمذ ہے۔ آپ عالمگیری شکر کے ہمراہ اور بنگالہ دوکن میں آئے شکر میں کسی خدمت مناسب پر ملازم تھے۔ آخر آپ نے مسلم ہجری میں بلدہ اور بنگالہ میں دار فانی سے ملک جاودانی رحلت کی من کلام

رخسخت بارانِ بابر تنِ غم پرور ما	چہ ملا کہ نیاورد غلک بر سر ما
رخِ خضر و فرزونِ مست عشقِ بزان	ولہ اگر ز عمر شام زد روزِ ہجران را
نہ ز گیسوِ ست عیانِ بر سر مزار ما	ولہ سپید شد برنتِ چشم انتظار ما
مگر بقہ زخمِ دل و دہنِ خدا گستاخ	ولہ بلذاتی کہ مکہ طفلِ شیر خواہ گشت
نہ عینکِ ست کہ بردیدہ و اعلم ز میری	ولہ براسِ خطہ جوانانِ دو چشم من چارت
گاہے گمشدہ و لانِ اندر سان	ولہ زانِ پشتِ مکر کہ بانگِ برآید فلان نما
اشک من طالبِ نرگسِ جاوید باشد	ولہ همچو طفلی کہ دو انور پے آہو باشد
چون تارِ عنکبوتِ نہ ہجر تو شد تخم	ولہ در گوشہ خمر و ہزار است سکونم
بنارِ گشتِ جہانے بہتِ سنگرمین	ولہ ہنوز بر سرِ نازست ناز پرور من
چون سایہ ہمرہم ہر سوز و ان شوی	باشد کہ رفعتہ رفعتہ ہا مہربان شوی
ز زنجیری کہ عشقِ انداخت پایِ قہری	قتاد آخر ترا ہم حلقہ در گردن ای قہری

کلیم - ابو طالب

کلیم تخلص - ابو طالب کنیت نام ہے ہمدانی مولد کاشانی المنشا ہے بشوکت

عالم شعور کے ابتدائین شیراز گیا۔ اور وہاں کے علما و فضلا سے علوم و فنون کی تحصیل کی۔ تحصیل سے فارغ ہونے کے بعد تلاش معاش میں سفر اختیار کیا۔ جہاں گیر کے زمانہ میں ہند آیا۔ شاہنواز خان صفوی کے مکان پر فروکش ہوا۔ خان و معوف نے کلیم کے ساتھ مہمان نوازی کے مراسم کر یا نہ طور سے ادا کئے ابھی جہاں گیر کے دربار میں سائی نہیں ہوئی تھی کہ وطن کی محبت و کشش و امن گیر ہوئی۔ ششم ہجری میں وطن لاہور کی طرف مراجعت کی چنانچہ کہتا ہے۔

طالب زہر ہوا پرستی ہند	برگشت و بسوئے مطالعہ
تاریخ توجہ عراش	توفیق رفیق طالب آمد

ہندوستان سے وطن لاہور مراجعت کی۔ لیکن اہل ہندوستان کی حسرت و المناکمن تھی چنانچہ کہتا ہے۔

ز شوق ہند زان سان چشم چستہ فغاذا	کر و ہم گریہ آرم نمی مہم مقابل را
اسیر ہندم زین رفق جہاں گیر	کجا خواہد رساندن فغان مرغ بل را
بہ ایران میر و نالان کلیم ز شوق ہمدان	بیائے دیگران ہجو جس ہی کر و نسل را

وطن میں پہنچ گئے و دو ماہی سال سے زیاہ نہیں ٹھہرا۔ پھر ہندوستان میں آیا۔ اور لاہور دکن میں آیا۔ ابراہیم عادل شاہ دہلی ہجراور کے پاس جا رہا تھا کہ راہ میں جاسوسی کے شبہ میں گرفتار ہوا۔ قلعہ شاہدک میں قید کیا گیا۔ قید خانہ میں عادل شاہ کی مدد میں ایک قصیدہ لکھا معلوم نہیں اسکا قصیدہ عادل شاہ کے ملاحظہ میں گذرا یا نہیں؟ غالباً قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قصیدہ عادل شاہ کے ملاحظہ میں نہیں گذرا۔ اگر گذرا تو عادل شاہ کی عنایت و قدر دانی سے مالا مال ہو جاتا۔ اور شاہ جہان کے دربار میں پہنچنے کی

تمنا کرتا۔ آخر چند روز کے بعد قید خانہ سے رہا ہو کے شاہجہان کے دربار کا عزم جبرم کیا۔ اور ایک قصیدہ میرجلہ شہرستانی کی مدح میں موزون کیا۔ اسمین اپنا تمام حال قید خانہ کے مصائب کج ذکر بھی کیا۔ قصیدہ کے شعار مندرجہ ذیل میں حصو حذلا

فلک قدر انہی پر سی کہ گردون	چرا آرزو مارا بے محابا
چرا آرزو بیمار غمی را	کہ می آمد بدر گاہ میجا
بعزم سیر بجای پور گشتم	رہے با اخترے چوشت و پیا
بچنگ را بداران فنا دیم	چہ گویم تا چہا کردند بر ما
ہمہ اندر تجسس و تشنگان	ہمہ در کسب کاوے و من دانان
یکے گوید کہ روز اند باشند	بزدان چند کہ زنجیر فرسا
و اگر گوید کہ جاسوس فلانند	کہ از تعیش ما گشتند بینا
یکے می گوید اینان بکاوت	کہ شاید نامہ گرد و مویدا
ز بس تعیش از ہم می کشود	اگر در بار ما بودے متعنا
کنون در چنگ ایشان مبتلایم	نمی دانیم چارہ جز مدارا
ز بہر پاس نہ دوامے با تیغ	چو موایستادہ و اتم بر سمارا
عجب دارم کہ با این منع جاؤ	چنان بے خواست آتد باہ اینجا
اشارت کن کہ چون قبال گردیم	بخاک آستانت جہہ فرسا

جب کن سے آگرہ میں پہنچا۔ میرجلہ شہرستانی کے مکان پر فروکش ہوا۔ میرجلہ دوست پرورد
مہان نواز تھا۔ کلیم کی بہت تعظیم و تکریم کرتا تھا مہان عزیز کو عزیز سمجھتا تھا۔ میر کی وجہ
دیگر امر یہی کلیم کی تعظیم و تکریم کرنے لگے۔ ابھی وہ زمانہ نہیں آیا تھا کہ شاہجہان فی دربار میں

باریاب ہو جائے۔ پس چند روز کے بعد میر جلد و دیگر امرا کے توسل سے شاہجہان بادشاہ
ہند کے دربار میں باریاب ہوا۔ اور ملک شہزادہ کے خطاب سے ملنے اور کلمہ سحری میں جب
شاہجہان نے تخت طاووس پر ایک کروڑ روپیہ خرچ کر کے تیار کرایا اور جشن نوروز کے دن
اگرہ میں اُس پر جلوس فرمایا تب کلیم نے تہنیت میں ایک قصیدہ لکھ کے پیش کیا۔ قصیدہ کا
مطلع یہ ہے۔

خجستہ مقدم نوروز غلبہ شوال فشانہ اند چہ گلہائے عیش بر سر سال
شاہجہان نے قصیدہ کے صلے میں کلیم کو روپے کے وزن میں تلوایا۔ پانچ سو روپے
وزن میں ہوئے۔ یہ روپے اسکو نے کلیم کے خطاب ملک شہزادہ سے شیدا وغیرہ رشک
و حسد سے کہتے تھے۔ خوشحال گشتگان کہ طاباکی ملک شہزادہ نہیں کہیں اور جہان
گئے۔ کلیم حاسدین کے رشک حسد کی کچھ پروا نہیں کرتا تھا۔ بادشاہ سے اکثر سدا و جاری
پاتا تھا۔ میر چشم و سخی المزاج تھا جو کچھ پاتا تھا فقراء اہل کمال پر تقسیم کر دیتا تھا۔ اپنے
پاس لیٹا نہ ذخیرہ نہیں کرتا تھا۔ ایک وقت سلطان روم نے اعلا حضرت شاہجہان کو لکھا کہ
آپ صرف ہندوستان کے بادشاہ ہیں نہ کل جہان کے کیا وجہ ہے کہ آپ اپنا لقب شاہجہان
مقرر کیا لقب تبدیل کیجئے یا وجہ سے اہل اولیائے بادشاہ متفکر ہوا۔ اور وزیر سے مشورہ
کرنے لگا۔ کہ کیا جواب دینا چاہئے یا لقب کو بدلنا۔ اس موقع پر کلیم نے ایک مدحیہ
قصیدہ لکھ کے حضور میں پیش کیا۔ اور اس میں ایک شعر بیا موزون کیا کہ سلطان روم کا
جواب دندان شکن ہے۔ حضور خدا

ہند و جہان روئے عدو چونہ بربر است شامہ دار خطاب شاہجہان ان مقبرست
بادشاہ نہایت ہی خوش ہوا۔ اور اسی بیت کو سلطان کے جواب میں پہنچا۔ اور کلیم نے

توایا اور شرفیاء وزن شدہ اُسی کو عطا کین -

جب جنگ فیلان کے تاشا گاد میں شاہنوازے عالمگیر نے ایک مست ماتنی سے مقابلہ کیا کلیم نے اس واقعہ کے بیان میں ایک قنوی موزون کر کے پیش کی - صلہ وانعام وافر پایا - اس واقعہ کی حقیقت یہ ہے کہ ایزد شاہجہان بادشاہ ہند جنگ فیلان کے تاشے میں مشغول تھا اور شاہنوازے بھی گھوڑوں پر سوار سیر کر رہے تھے یکا یک ایک ایک مست ماتنی مقابلہ کرتے تھے علیحدہ ہونے کے عالمگیر کے طرف حملہ آور ہوا - عالمگیر نے چالاکی سے ایک نیزہ ماتنی کے سپر مارا ماتنی نے غضبناک ہو کر گھوڑے کو دانتوں میں دبایا عالمگیر زمین پر گر پڑا لیکن گرتے ہی چالاکی و چستی سے کھڑا ہوا اور ماتنی پر حملہ کیا - اور راجہ جی سنگھ نے بھی ماتنی پر نیزہ کے دو تین وار کئے - اور اسی شان میں مقابلہ کا دوسرا ماتنی بھی آگیا پس اس مست ماتنی نے فرار کا رستہ اختیار کیا - شاہجہان شاہنوازے کی دلیری و یکہیکے بہت خوش ہوا - اور شاہنوازے کا پیار کیا - اور اسکو انہ فیون میں توایا - اور شرفیاء فقیر تقسیم کین - قنوی کے اشعار و نثر درج ہیں

یکے قصہ دارم بہن دار گوشت
بگویم تہوار زبان و قوع
من از دل شنیدم دل زودہ ام
یکے سوئے شہزادہ اور گنجیب
ز راہ چنین سیل یک سوئند
نظر از رگ غیرتش با ختہ
کہ حبت از قفار برق خشتائیش
دگر بار در رفت آہن بہ کان

بہمانی گوشل باب موش
حدیثے سار سر بیان و قوع
ز مرم من این نقل شنیدہ ام
دوید از قضا آن و فیل مہیب
بمردی ز چابک سرموشد
یکے نیزہ برق سان تافہ
ز قدرت چنان زود پیشانیش
در ان کوہ پیکر نہان شد سان

ز خرطوم انداخت پیمان کند گرفت اسب شہزادہ برو سوار چو در اسب سامان جولان دید ہماندم کہ بر خاک پارا فشرود علم کردہ شمشیر برو سے دودید درین سن اگر بودے افرو سیاب در آغاز و انجام آن گیردار از ان شیر دل چون بدیدن جلگہ نظر کردہ شاہ آفاق شد	نقاد اسب شہزادہ در پیل بند ز بیم آب شد زہرہ روزگار چو شہبانے از خانہ زرین برید روان دست جرأت شمشیر زد کران سوئے نیل غنیش رسید ہمی گشت از دیدن نیل آب ہمی دیدش منبشہ کامگار بفرشتہ یفتہ اند گنج و گہر بمردانگی در جہان طاق شد
---	--

سند اول جلوسی من جب شاہ جہان ابو شاہ نے دیار عام کی تعویک حکم یافتہ حسب کم دربار
عام تعمیر ہوا۔ اسوقت صاحب ترجمہ نے ایک باغی لکھنے پیش کی گزارش و مرحمت
شمارہ سے سرفراز ہوا۔ **خو حصد**

این تازہ بنا کہ عرش مہ سایہ اوست با غیبت کہ ہر ستون سرش سرایت	رفت حرف زرتبہ پایہ اوست کا سانش خاندان عام و سایہ اوست
--	---

سند دوم جلوسی شاہ جہانی میں ایک سفید ماتی مائل سرخی جو عجائب سے تھا باوٹاہی
سرکار سے لائے کلیم نے اسکی تعریف میں ایک باغی لکھی۔ صد و انعام سے شہزادہ **خو حصد**

برقیل سفیدت کہ مینا و گزند چون شاہ جہان برو برآمد گوئی	شد بخت بلند ہر کہ بودید ہر فلکند خورشید شد از سفیدہ صبح بلند
---	---

جب خانجہان لودمی عرف پیر نے بغاوت کا بازار گرم کیا۔ اور دیا خان انغان

بادشاہی ملازم ہی اسکا مددگار ہوا بادشاہی فوج کے مقابلہ میں شکست کہا کے دونوں
مقتول ہوئے اور دونوں کے مہر لہہ برہما پور میں بادشاہ کے ملاحظہ میں لائے۔ شاہ ویا نے
بجوانیکا حکم صادر ہوا۔ ارکان دولت نے تہنیت کی نذرین پیش کیں۔ کلیم صاحب کے جہنے
پر ہی ایک باغی منظر کشی کر کے بادشاہ کی خدمت میں پیش کی۔ العوام و صلہ سے سرفراز ہوا
ہو ہذا۔ این مژدہ فتح از پے ہم میا بود۔ این کیف دو بالا چہ نشا افرا بود
از کشتن دریا سپر ہم رفت۔ گویا سپر و حجاب این دریا بود
کلیم تاریخ گوئی میں بھی بے نظیر تھا اکثر حجاب کے وفات و تہنیت کی تاریخیں لکھی ہیں
چنانچہ ایک قسم کی رحلت کی تاریخ بھی ہو ہذا

ملک بادشاہ ملک معنی	کہ نامشس سکہ نقد سخن بود
چنان آفاق گیرز ملک معنی	کہ حد ملکش از تم تا دکن بود
بجستم سال تاریخش ز ایام	بگفتا او سر اہل سخن بود

کلیم فن شاعری میں جامع الکمالات والفضائل تھا۔ کلام کے تمام قسم کو ایسی خوش اسلوبی
و خوبی کے ساتھ خزون کرتا تھا کہ ہر ایک مضمون سے نیاز نگ نمود ہوتا تھا۔ واقعہ کا ایسا
تھا کہ کہنے چاہتا کہ بعینہ واقعہ ناظرین کے سامنے ماننا گنجائش نہ تھا۔ اسکی شہدائیان زیادہ ہو
و ستاد اول میں لیکن شہدائیان مختصر چھوٹی چھوٹی ہوتی ہیں۔ متنوعی لکھنے میں ایسی کلیم قدرت
رکھتا تھا کہ فوراً واقعہ سانحو کو موزون کر دیتا تھا۔ قصائد میں تہسید عمدہ طرح سے قائم کرتا
اور مدوح کی مدح کے طرف ایسی خوبی کے ساتھ گریز کرتا ہے کہ قاری و سامع کو لطف مزہ
حاصل ہوتا ہے۔ غزلیات میں تغزل و شہیہ استعارہ و نازک خیالی و ایجاد و تازہ معانی
کثرت سے لاتا ہے۔ مبالغہ و تمثیل سے بھی کام لیتا ہے۔ فقیر مولف آخر میں قسم کلام سے

متعدد اشعار متفرق تذکرون سے انتخاب کر کے گزارش کرتا ہے تاکہ ناظرین کو ہر ایک کے
مضمون سے لطف حاصل ہو جائے۔ تنویات سے اگرچہ تمثیلاً جنگ فیضان و مفتاب
و مقابلہ عالمگیری کی تنوی صدر میں مذکور ہو چکی ہے۔ لیکن تنوی قحط و کن عجیب و غریب
ہے جبکہ کلیم نے نہایت ہجری کے قحط کی اہمیت لکھی ہے خاصاً اہل کن کے مطالعہ کے لئے
گزارش کرتا ہوں تاکہ ناظرین نظر عجب سے دیکھیں۔ مجھے فسوس سببات کا ہے کہ تنوی کا
کامل نسخہ میرے پاس موجود تھا۔ حیدرآباد کی طبعیانی میں نذر سیلاب ہو گیا۔ اب تذکرہ بہار
سخن سے جس قدر اشعار ملے ہیں لکھتا ہوں

از تنوی قحط و کن

گر گوئی برج آبی ز آسمان رفت
کز اہل فست شد تروا منی دور
کہ نقش پاسے ہم را می ربو وند
و مان گر گوشتے دیدے زبان بود
ز تاشیر نظر بر آسمان کا ست
بنان شب فلک ہم گشت محتاج
بسان کعبہ در شہرت نشان بود
کہ ما در شیر بفرود با طفال
کہو بدار جیبیان بد شکون بود
نشان از کوچہ تابوت میداد
کہ در کوئے خموشانش گذر بود

نشان از ابر باران آچنان رفت
نجشکی شد چہ سان آیام مجبور
بشکل نان چنان شتاق بودند
حدیث گوشت بے نام نشان بود
چو شکل نان جو قرص ماہ پیداست
نظر ما قرص مرا کرد تا راج
اگر از حسانہ بر خاستے رود
عجب بنود از تنگی حال
بنوعی رعبت بر مردون فروز
ز بس رکھ چہ فرشتہ مرہ افتاد
نغان اندر دمان نوہ گر بود

بعض مولعین نے کلیم حبّ جبر کے اخلاق عادات و فضائل و کمالات کی بابت لکھا کہ وہ خوش اخلاق، پسندیدہ اوصاف یافتہ، صافی الطبع و سلیم المزاج تھا معاصرین شعرا سے محبت و اخلاص کہتا تھا۔ عند الملاقات انکی تعظیم و تکریم کرتا تھا۔ شعرا و غیر شعرا کو خیر و نیکی کے ساتھ یاد کرتا تھا۔ رشک حسد سے کوسوں دور رہتا تھا۔ بعض نے کلیم کی ہند اول مرتبہ مراجعت کی بابت لکھا کہ اسنے اسوجہ سے وطن لوفہ مراجعت کی تھی کہ وہ ابو طالب امی کی ملک لشعرا کی سے رشک کرتا تھا الخ۔ اور دوسرے یہ بھی لکھا ہے کہ نور جہان میکیم اکثر اسکے اشتیاق و عقراض کتبہ چینی کرتی تھی۔ چنانچہ کلیم نے ایک روز بیہ شعریں موزون کیا اور ولعین سمجھا کہ اسمین کعبین اعراض کا موعع نہیں ہے سو پوچھنے کے حکیم کے پاس پہنچا ۵

نوشتم آب شدم آب شکستی نیست
بجیرم کہ واروزگار چون شکست

بیکم نے شعر کے نیچے لکھا {راجست و شکست}

مراجعہ کی اصل یہ ہے کہ کلیم کو کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ شاہ عالم تھا بمقتضیٰ جوانی کامیابی کی امید منتظر رہتا اور انہیں کیا۔ اور یہ پہلا ہی سفر تھا کہ غیر زور قریب جدا ہوا تھا۔ اور وہ کی محبت کشش بھی مراجعت وطن پر مجبور کیا ہوگا۔ وائدا علم ہوا۔ جب شاہجہان کشمیر کا ارادہ کیا۔ کلیم بھی بادشاہ کے ہمراہ گیا کشمیر کی آج ہوا کی تازگی و سیرانی دیکھ کے نہایت ہی خوش ہوا اور بادشاہ سے درخواست کی کہ حضور مجھ کو یہاں سکونت کی اجازت عطا کریں۔ میں یہاں وادعت سے فتوحات شاہجہانی کو نظم کرونگا بادشاہ نے وجہ است منظور کی۔ کلیم وادعت کشمیر میں رہنے لگا۔ پھر ۱۰۵۵ ہجری میں جب شاہجہان کشمیر گیا تو کلیم نے ایک قصیدہ خیر مقدم میں لکھ کے پیش کیا بادشاہ نے دو سو اشرفی اور طلعت سے سرفراز فرمایا۔

کلیم کی وفات

آخر کلیم نے بمصدق کل من علیہا فان اس دار فانی سے بعالم جاودانی تباریح ۵۱ ماہ ویکھ
۶۱ سالہ ہجرتی رحلت کی غمی کشمیری نے رحلت کی تاریخ کہی ۵ طوعنی بود روشن از کلیم *
کشمیر میں محمد علی سلیم کی قبر کے قریب مدفون ہوا۔

میں بول برفقہ طبعیہ

<p>میکند از دہر کجا خاری است سرور پا میکند آخر کفن آلودہ دنیا مرا پچکس نکشد آخر عتدہ کار مرا خاک محنت زدہ بودہ گل ساغر ما جیب دریدہ دامن در خون کشیدہ را این پشیمانی ز مدوجز ردیا روشن است طفل خود مہر بود رنگ ہمیشینان برگرفت بر چرخ روز بال افشانی پروانہ نیست زان شد پسندیدار کہ عیب نماند ہشت چون نازند پیائے ہمہ یک نخبیر است کیا بار ساغر از کف ما میتوان گرفت اول در پائے باغبان برفت کاجا کہ توئی دیدہ بغیرے نگران نیست بد و ما برس می شوخ تاز بانی ہست</p>	<p>عزتی دیگر بود در گوشہ صحرا مرگ دشمنم نے از برائے زندگی ست دست ہر کس بہان سجو بوسیدن خطا ست نشاء از بادہ ندیدیم و طرب از مستی عریان تنی خوش است دلی پریم یگر ست ہر کرا ایام پیش از روز ووش بر نہاند اشک چشم از لخت جگر متوان سخت حسن اگر بے پردہ باشد عشق زود یوانہ ست دل ترک آشنائی مازود کرو رفت در خم زلف تو دلہا چہ بہم ساختہ اند اے مست نازگر ہمہ باید بخاک ریخت اے گلبن تازہ خار جو رست کس واقف حیرانی من نیست درین بزم تو بیزبانی ما را حریف حرف نہ</p>
---	--

چرا ناله بلبل که یوفانی و هر	دله	امان ندا که گل خنده را تمام کند
مقبول روزگار گزشتیم و اینم	دله	مارا که بر نداشت چسان بزمین زند
هرگز که سنگ حادثه از آسمان رسد	دله	اول بلا بمرغ بلند آشیان رسد
آخر همه کدورت گلچین و باغبان		گرد و بدل بصلح چو فضل خزان رسد
هواداران گروه دیگر ندو عاشقان دیگر	دله	نگیرد جائے بلبل گل گریه باغبان دارد
ز رشک طالع ترومانان داغم درین گلشن		که شبنم بستر از گل بلبل از خا آشیان دارد
چه خواری کز وفا داری ندیدم	دله	کنم صد شکر کز عالم بر افتاد
کلیم از دست بید که نالم		بکشت من گذار شکر افتاد
کینه ایکاش باعث میشد بر قتل	دله	خون ناحق گشته بود از یاد قاتل می رود
اگر جذازه تو می ز حال میدانم	دله	خدا به تیغ تو خون مرا حرام کند
در بدر نتوان بدین حال خریداران وید	دله	خوب شد ارباب را یک قلم سیلاب برد
ما طفل بوده ایم و شب جمعه دیده ایم	دله	هرگز بصبح شنبه مستان نمیرسد
باین دو دیده حسرت چه میتوان دید	دله	هزار دیده نداریم صد هزار افسوس
اگر چه از مرده رویم بخوار نگذارش	دله	بچشم من نرسد تو تپائے خاکد رش
بخانه چند شینی سرے پستان کشش	دله	چو چشم خویش من باده در گلستان کش
خنده بر بخت زخم یا بوفاداری دوست	دله	گر یه بر خویش کنم یا بگرفتاری دل
شو قم از بسکه ساخته امید دار تو	دله	بے وعده انتظار بهر رگداز کشم
این هم سفران پشت بمقصود روانند	دله	شاید که با غم قدمی پیشتر انتم
خونمانی شیوه من نیست چون دیوار باغ	دله	گل بدامن دارم اما خار بر سر میزنم

روز عیدم شیوه من غم ز خاطر بردن است اول
 اے گوشه عزلت ز تو آب زخم افزود اول
 قمری ریخته باللم به پناه که روم اول
 ز شوق شاد معنی همیشه چه دوت اول
 ما یم کنند و لقی و لکیر از دو عالم اول
 معشوق خرد و سال در آید بقیه ضبط اول
 خدا کار هر کس چنان ساخته است اول
 بنالام دل صد معنی یک شب بیا بخواب اول
 ز گوشش بر کشیده غار بر آواز او اول

مهر و محبت

میرو که گفت که این مهر و محبت اول
 ما خانه ز برق افروز است اول
 آن زهر که شستم که در شعله کام اول
 سیاه نه اعمال بود از انوار عین ظلم اول
 طالب نفس از کس آگاه با جنگ اول
 بتن بویا کند گشای که سحر بر آید اول
 من دانم بکشید چون گشاید از انوار اول
 ترا باید ز غریب تو خشن بهم بخار اول
 مهر و نام که شعور می آید می آید اول

تازہ سازد داغ مردم چون محرم شستم اول
 نشناسم اگر قدر ترا در بدر افت اول
 تاج که بر کشی ای سرو خزان از من اول
 براه عالم بالا است چشم حیرت من اول
 سر چون حرم کشیده در حبیب رده اول
 سر که کشید درستان بر آید اول
 که گوئی بجز غم و آفت اول
 در برکت چه اندام غم و آفت اول
 در سنی و آفتی و در برکت و آفتی اول

<p>بیا در چشم من بگر موائے بر شکالی را چون شمع یک سخن گذر دوزبان ما از راستی دو خانه ندارد کمان ما ضعیف تن از تحمل رطل گران گذشت او پس نگر دوسر کہ ازین خاکدان گذشت یک نیزه خون گل ز سر بخوان گذشت صد بار از کنار من این کاروان گذشت یا جنتی کہ از سر عالم توان گذشت در فکر نام ماند اگر از نشان گذشت آن ہم کلیم با تو گویم چنان گذشت چشم از جهان چو بست ازو میتوان گذشت</p>	<p>گنج ابر تو گاہے ترشح کونہ کہ باران جز حرف عشق نیست سر زبان ما از بار عشق گر چه دو تا ہم یکد لیم پیری رسید و مستی طبع جوان گذشت وضع زمانہ قابل دیدن دوبارہ نیست از دست برد حسن تو بر شکر بہار در راہ عشق گر یہ متاع اثر گذشت طبعی بہم رسان کہ بسازی بعالی و کیشش ما تجر و عنقا تمام نیست بنامی حیات دور و زمی نبود بیش بے دیدہ راہ اگر نہ توان رفت ہر چہ را</p>
--	---

کاظم - صوفی شاہ

کاظم تخلص - صوفی شاہ نام - آپ کا مسقط الراس شہر اورنگ آباد ہے
آپ شاہیر شاخ و کن کے خاندان سے ہیں صوفی مشرب صلح کل مذہب تھے گوشت خور
صابر و قانع تھے - اہل شہر آپ کی تعظیم و تکریم کرتے تھے - آپ سخن فہم و سخندان سے
کبھی کبھی موزون فرماتے تھے آپ کا کلام شورا گیر و عشق آمیز ہوتا ہے - آپ رہوین صیدی کی
آخر تک زندہ تھے - رحلت کی تاریخ معلوم نہیں ہوئی - من اشعارہ الفارسی
بوزدوانع جنون ز میق بہار مرا خاست شعلہ سر انگشت ہائے خار مرا

ز جیب خندہ گل صبح سہ برون آوڑ
دل خراب مرا حرف غم کشد سوئی
بنائے جبرست عشقم صفائست مست
شدم نزار ز دایع فسردگی کاظم
سوئے آئینہ آن شیرین تکلم رواگر آرد
تبسم می کند از جوش جمعیت درین
دل خورم کجا در نالہ و از حزن دار
چو عیش از جلوہ مہر جهان ثابت بردارم
دولت بیدار مارانیت آمیب و ال
می چکد از نالہ ام خون تبسم غنچہ وار
شاید معنی سربستہ بہ رنگ آمد
اکنون نمیدہد برج سادہ رو خوش

فروکشود کہ ہند قبائے یار مرا
ہوائے ابر فروزن میکند خار مرا
باب آئینہ کردند گل غبار مرا
ز پنبہ بسترو بالین بود شہر مرا
چو طوطی بال قشادہ خطش برفت گویائی
برنگ غنچہ ہر کس کرد کمشت زردار
شکستہ شبستہ تصویر کے اندر کمین دار
چو شبنم جلوتن نذر گو یک چشم تروارم
بخت ما در سایہ بال ہما خوابیدہ است
از نمکدان کہ یار ہمارا خم دل خندیدہ است
لذت بوسہ دید مہر جوشی مارا
آئینہ را نمود خطت تیرہ روزگار

گرامی - میر عبد الرحمن

گرامی تخلص - میر عبد الرحمن نام وزارت خان خطاب ہے۔ آپ میر کا معین
احمد الخاٹب امانت خان کے فرزند ہیں عالمگیری عہد میں ہمیشہ خدمات بادشاہی میں
سرگرم رہتے تھے۔ عالمگیری عہد میں مختلف خدمات پر مامور رہے۔ خدمات منوصبہ کا
انتظام عمدہ طرح سے انجام دیتے رہے بادشاہ آپ کی خدمت و کار گذاری سے بہت
خوش ہوتا تھا۔ آپ کو وزارت خان خطاب سے سرفراز فرمایا تھا۔ بہارستان سنن کے مولف نے

لکھا کہ گرامی میرے جد میر کاظم خان کے بزرگ ہیں۔ عالی ہمت بلند جو صلہ تھے خوش
 خلقی و خوش وضعی سے توصف۔ غبار پروری و دھان نوازی میں معروف تھے ہنسن سنجی
 و سخن فہمی میں کامل۔ پتھر و اقیقہ میں منشی فاضل تھے۔ طبع سنجیدہ و فکر پسندیدہ سے
 ہمیشہ شعرا تازہ و پاکیزہ موزون فرماتے تھے۔ آپ کی طبیعت میں مضامین لکھنوی کی آمد تھی
 بدون غور و فکر جو کہتے تھے خوب مرغوب ہوا تھا۔ معاصرین شعر آپ کے کلام کو مانتے تھے
 اور آپ کی نازک خیالی کی داد دیتے تھے۔ آپ نے اثنال اقران میں بے مثل و بے نظیر
 مانے جاتے تھے۔ آخر آپ عارضہ فالج میں مبتلا ہوئے ۱۲۸۵ھ ہجری میں شاہ عالم بہار شاہ
 آخر عمر میں بہشت برین روانہ ہوئے من شعرا الفارسی

تا قافلہ سالہ جنون فال سفر زو بر صبح بنا گوش تان تا نظر افتاد شد فصل گل و دامن ساقی مگر فتم یک صبح دم بیکر گلستان گدشتہ خود را بر دم آن تیغ جو نثار خواہم صورت یار کہ کشد نقاش چہستم بر قوج و جود ہمینا کردم بار فیکان ز خود رفتہ سفر دست نداد چون ابرہہ گر کجا کہ رسیدم گر یستم	دیوانہ ما دامن صحرا بکمر و آئینہ خورشید ز چشم سحر افتاد ہنگامہ سستی بہار و گرافتا و شبنم ہنوز بر رخ گل آب ہنزد برائے دامن جان دست و پا بسیار خواہم نقش زلفش بہ تیغ و تاب کشد فصل گل آمد من توبہ بجا کردم سیر صحرائے جنون حیف کہ تمنا کردم دامن بروئے خویش کشیدم گر یستم
--	---

بر عکس بود خاصیت زعفران عشق
 تارنگ خود و آئینہ دیدم گر یستم

گوہر - محمد باقر خان

گوہر تخلص - محمد باقر خان نام۔ گلزار اعظم کے مولف نے لکھا کہ آپ بزرگانِ اہلس
 واکا بر قوم نوا عطا سے ہیں۔ نوابِ لاجاہ کے دربار میں مغزو و کرم تھے۔ آپ نے ایک روز
 ایک قصیدہ میمنہ نواب کی طرح میں لکھ کے حضورِ لاجاہ میں پیش کیا۔ قصیدہ میں
 ایک بیت ایسی تھی کہ اُس سے ایک موضع التماس کی طلب معلوم ہوتی تھی وہ بیت یہ ہے
 تو ان چون سرگوشتن کا مہاب وضع آ رہا
 وہ دگر برب جو موضعی دروہہ تمغایم
 نواب نے قصیدہ سنے کے بعد کربانہ عنایت مرحمت کی ایک موضع عطا فرمایا۔ چنانچہ
 الی یومنا ہذا موضع مذکور انکی اولاد و آل پر جاری و بحال ہے۔ حیدر علی خان کے
 منگامہ میں تعلقہ نیلو کی فوجداری پر مامور تھے ایک سال تک فوجداری کا انتظام عمدہ
 سے کیا۔ پھر وہاں سے معزول ہو کے حضور میں پہنچے۔ چند ماہ کے بعد شہرِ حیدر کے
 آخرین فوت ہوئے۔ مسجدِ قائم مقام واقع میلاد میں مدفون ہوئے۔ آپ فنِ شاعری
 میں بے نظیر تھے۔ آپ کا کلام نہایت ہی رنگین و شیرین ہوتا ہے۔ نازک خیالی و شیرین
 میں سنجیدہ۔ آپ مضامینِ نازک کے ایجاد و تلاش میں موجد تھے۔ میں شعار و انفاکی

کرد شیرنگی حشش جلتن ہینا ترا
 ز عطرِ قند پریشان کن دماغ مرا
 نسب بہ برق رسانید بقرار منی ما
 کہ شیشہ و لم آنشوخ سبیرنگ شکست
 کہ ناتوانی من مرث عطا کشید

سمر کشد تارنگہ از ریشہ و رگہا منی سن
 مکن ز گوشہ دستار زلف را بیرون
 با بر ریشہ دوا بند سیل زار منی ما
 چہ زینر ہائے زمر و زویدہ می بارد
 ز دستگیرت اسے مد آہ خور سندم

دله	سخت و پیشہ نگام عطا منت نہد بخود
دله	ہمیشہ زخم لب بخت رہد و دارد
دله	چہ طرفہ رسم در اقلیم بے نیازی باست
دله	میتوان رفت بقبر بان کمانداری او
دله	بچاک سینہ من بعل یار میخورد
دله	سیان تابست آن شہین واد خود شش
دله	چرا زان کند منسوب آزار و دامانی
دله	بہار آید گلشن زرم عشرت اک سخاوت
دله	آوارہ عروج و نزول ہم پراہ دوست
دله	ز خجالت شیشہ آری پیش سارنگی بید
دله	کز ناوک تو بدل الفت رسا دارد
دله	کز شاہ پرورد درویش التجا دارد
دله	تیراوشیوہ و لجوی ما میداند
دله	فغان کہ بر گل زخم بہار میخورد
دله	بدوق تیغ او چون نیشگر من ہم کمر بندم
دله	عجب ترسا قیام خورشید و دامن تری ارم
دله	عروس نور عالمی رودمان تاک میخوام
دله	چون گرد باد و سر ہوا سینہ بر زمین

گلستانِ دلا علی کل ستر آبادی

گلستانِ خلاص - مولانا علی گنج شہر - سادات ستر آبادی سے ہیں مشہور نامک بعد وطن الموفہ
میرزا ابو فضل شاہ شہسوار سید سید محمد فیض علی گنج شہر سے آراستہ علوم حکمیہ و نقلیہ سے
پہرہ اسرار کے ہیں۔ مولانا علی گنج شہر میں طلبہ کثرت میں تھے۔ آپ شعر و شاعری
میں بھی استاد تھے۔ مولانا علی گنج شہر میں مولانا علی گنج شہر میں مولانا علی گنج شہر میں
نصاحت و باخلاصی میں نمایاں ہیں۔ آپ ایران سے تھیں۔ بلیہ مانہ میں میریو من استر آبادی
کی خدمت میں حیدر آباد دکن میں وارد ہوئے۔ میریو صوفی ہم وطنی کے لحاظ سے
ایک بڑی عزت و آبرو کی اور بادشاہی منصب داروں میں مغرر عہدے پر بلازم کر آیا
آپ دکن میں مدت تک خوشحال و فارع حال ہے آخر میریو صوفی کے انتقال کے بعد

۳۳۳ھ ہجری میں فوت ہوئے میر کے دائرہ میں مدفون ہوئے میں شاعرانہ سی

اے شوق ستم برون فکر بدست | آزار دل سوختہ زار بدست

گلشن شیخ سعدی برہانپوری

گلشن تخلص - شیخ سعدی نام - برہانپوری مولد گجراتی الاصل ہے تیاج افکا کے مولف قدرت اللہ خان قدرت نے اپنے تذکرہ میں لکھا کہ آپ کی نسب سلسلہ میر العوام صحابی سے پہنچتا ہے۔ آپ کے اجداد میں سلام خان احمد آباد گجرات بن وزارت کی خدمت پر مامور تھا جب احمد آباد گجرات پر کبر بادشاہ متصرف ہوا۔ اور گجراتی سلاطین کی سلطنت منقرض ہوئی۔ آپ کے اجداد میں سے ایک بزرگ برہانپور میں آئے اور وہاں سکونت پذیر ہوئے۔ آپ کی ولادت شہر مذکور میں واقع ہوئی، نشو و نما دس شعور کے بعد وہاں کے علما سے کتب سیہ عربی و فارسی تمام کر کے عالم شباب میں حرمین شریفین کی زیارت و حج کے لئے پایہ دوپاگئے۔ زیارت و حج سے فارغ ہو کر ہند میں مرجعت کی بائیس برس تک احمد آباد گجرات اور گلبہار دکن و برہانپور خانہ دین و غیرہ بلاد دکن میں سیاحت کرتے رہے۔ پہر چالیس یا پینتالیس برس کی عمر میں دکن سے براہ وطن مالوہ دلی گئے وہاں متوطن ہو گئے۔ تو کل قناعت کے طریقہ میں ثابت قدم و راسخ رہے۔ قدسی سیرت فرستہ صورت۔ متدین صوم صلوٰۃ کے اپنہ۔ دلی میں حضرت شاہ گل تخلص بوحیدت مہرندی مجددی کے مرید اور میرزا عبدالقادر بیدل کے شاگرد ہوئے۔

شیخ سے منقول ہے کہ وہ نقل کرتے تھے کہ مجھ کو میرزا بیدل نے گلشن تخلص عطا کیا۔ اور میں اس لحاظ سے کہ گل گلشن میں باہم نسبت و تعلق ہے اختیار کیا۔ شاید میرزا نے دو تین

غایت نزاکت و لطافت سے بنو سیری مشہور تھی۔ یعنی اسکا جسم لطیف و زین میں نو سیر
تھا عظمت و شان و لیاقت و وقار میں ہم رنگ کوہ تھی۔ خوش مقام و نازک خیال تھی
گلستان خوش بیاہنی کی گل غنا۔ چمنستان خوبی کی سرو بالا تھی۔ شعرائے معاصر کے ساتھ
ہم طرح غزلین کہتی تھی۔ من الشعارۃ الفارسی

تاکشیدی از نزاکت سر زہ نبال را	شد عصائے آبنوسی چشم بیمار ترا
جگر پر سوز و دل پر خون گریان چاک جان برب	قضا را شرم می آید سامانیکہ من ارم

گہن - میر بدرالدین *

گہن تخلص۔ میر بدرالدین نام آپ شاہ عبداللہ آدمی کے خلف صدق اور آبادی
میں۔ غلام قادر سامی اور نگ آبادی کے شاگرد۔ فارسی عربی میں سنی طالب العلم تھے
شعر گوئی کا دلیق شوق پیدا ہوا۔ ہندی فارسی میں شعر کہنے لگے۔ شاہ سامی ستار سے
کلام کی اصلاح لیتے تھے۔ معدن طبیعت کے مضامین رنگین کے جواہر گنجیدہ خیال سے معانی
و نقشین کے زالی بے بہا ایجاد کرتے تھے۔ روئے اور بہت ہی موزون دیاتے تھے بہا کا
زبان سے خوب وقف تھے۔ خوش مزاج و گفتہ چین تھے آخر آپ نے حجری میں فوت ہوئے

من الشعارۃ الہندی

ارے اے باغبان بلبل کجی لینے پزل کے کہہ	کوہ خود عشق گل میں خون اسے بات کہتا ہے
بجائے سبز تخت و سرخ رو موی جو گل ہندی	نہال اسکا اندم کے باؤں پر میر کسوتا ہے
کہوں گرجو ہری میں اپنے دلو تو عجب نہیں ہے	پلک کے مار میں آنسو کے موتی کو پروتا ہے
جہان فانی ہے یا دحق سیتی تیار رہ دائم	گہن تو عمر کو اپنے عبت غفلت میں کہتا ہے

حسن لام

لطف - مرزا علی خان بہوی

لطف تخلص - مرزا علیخان نام آپ استر آبادی الاصل ہیں آپ کے بزرگان
 سلف ملتان سے ہند میں آئے اور شہر ملتان میں متوطن ہوئے آپ کی ولادت وادی میں ہوئی
 اور نشوونما ہی وادی میں ہوئی۔ عالم شباب میں علما کی خدمت میں کتب درسیہ علوم
 متداولہ سے فراغت حاصل کی علامہ دہر و فہامہ عصر ہوئے۔ شعور و شاعری کا شوق ہوا
 فارسی وارد و میں کلام موزون کرنے لگے رفتہ رفتہ استاد می کے درجہ کو پہنچے۔ کلام مستم
 و نچتہ ہے ہر ایک مصرعہ و فقرہ جربتہ و شایستہ ہے آپ میر تقی میر کے شاگرد تھے۔ آپ کا
 ہر ایک شعر شیرینی میں شکر پارہ رنگینی میں گل تازہ ہے آپ کی طبیعت نہایت لطیف تھی
 دماغ میں نازک خیالی موجزن تھی۔ طبیعت رسا و فکر والا ہے جو کچھ موزون فرماتے
 وہ خمیدہ و پسندیدہ ہوتا تھا۔ آپ کی سے ہنگام گئے چند مدت و مان گذارے پہر بند گانی
 آصفیہ ثانی کے زمانہ میں حیدر آباد کوکن میں آئے۔ شہر میں آپ کی شہرت ہوئی اسوقت کے
 شعرا مشہور شیخ ایمان آپ سے ملنے کو آئے آپ نہایت خوش خلقی سے لے اور اپنا
 کلام سنایا سب خوش ہوئے آپ نے قصائد بند گانی کی مدح اور اعظم الامرا کی توصیف میں
 لکھے اور حضور میں گزرائے۔ حضور میں پسند ہوئے بند گانی نے نہایت تدر وانی سے
 چار سو روپیہ ماہوار اور ایک لکھی سے سرفراز فرمایا۔ اعظم الامرا نے بھی آپ کی بڑی تعظیم و توثیر
 کی آپ کو مصاحبوں میں شریک فرمایا۔ جب اعظم الامرا کے بعد میر عالم وزیر ہوئے تو آپ کو بھی
 اپنے کلام ہاد و بیان سے مسحور کیا۔ میر عالم نے بھی آپ کو مصاحبیت میں رکھا۔ آپ خوش خلق

و پسندیدہ شہنشاہ و حمیدہ خصال تھے۔ سلیم الطبع و جلیل المراج۔ ظریف و لطیف تھے۔ مذہبی و لطیف گوئی میں بے نظیر تھے۔ محفل کی زینت۔ زیارت۔ یاران ہم شرب کو آپ کی صحبت میں لطف فرما آتا تھا۔ آخر آپ شہر ہجری میں عالم اخروی کے مسافر ہوئے۔ آپ کے دو بہن ایک مرزا علی رضا دوسرا حاجی مرزا جان تھے دونوں شہر میں سوز خوانی کرتے تھے۔ ایک بمرض موت فوت ہوا دوسرے کو چوروں نے شہید کیا۔ صاحب گلشن بیجا نے لکھا کہ آپ نے ایک تذکرہ اردو میں شعر اور نختہ گوئیوں کا لکھا ہے تذکرہ دارالوجود ہے فقیر مولف کو دستیاب نہیں ہوا۔ من اشعار الہندزی

آپ قوبات میں گڑتے ہیں	واہ کیا منہ سے پھول جڑتے ہیں
اومیان تیغ فالتے اور یک زخم	کہ بے ہم غیر میں رہ گھستے ہیں
طرفہ بیان دیکھو رسم صیابی	مرغ بسل کے پر بکھیتے ہیں
ہفتین زخم دیکھ کچھ ٹانگے	آج تو خود بخود اوڑھتے ہیں
لطفی اور آستان علی	جہاں ایک جہاں گڑتے ہیں
گوئی زنجیر اپنی یہ زلف پر شکن	دل و دل تجھی کو دیتا کیا کوئی دیوانہ تھا
بے کون سبز رنگ خرامان کہ شکستے	دل و دل سے سبز چلتا ہے ہر سرو باغ کا
ساتی لگا دی خم مرے منہ سے کہ بار بار	احسان کون کہیں ہے سوا اور یاغ کا
فرما دسانہ رنگ نہ مجھ کوں ساحل ہے	دل و دل سے اسے بھیجے پیغام محبت
ہوتے ہیں بعد قتل طلبکار حق سعی	دل و دل تہاں میں دیکھیں نئی خون بہا کی طرح
کیا کم ہے سلطنت سے لگے یا اگر	قانع ہو استخوان پہ ہائے ہما کی طرح
خوبی کا تیرے بسکہ اک عالم گواہ ہے	اپنے بغیر کیجئے ہے حالت تباہ ہے

لالہ - سرونجی رائے اورنگ آبادی

لالہ تخلص - سرونجی رائے نام - قوم کھتری سے تھا سرکاری کچہری میں مقصدی تھا فارسی میں ستودہ لائق تھا حساب سیاق میں خوب مہارت کہتا تھا - موزوں الطبع تھا فارسی اور اردو میں شعر کہتا تھا خوش فکر و خوش خیال تھا شفیق و رنگ بارگاہی دوستوں سے تھا - ۹۰ سالہ عمر میں مر گیا تھا - آخر ستلہ جری کے ابتدا میں فوت ہوا -

صوت الشعارۃ الہندی

لالہ کے رائے دکنی سیاری کو خوش دے قہر پیو پیا کہ نین میں خار ہے اگر ایک از سے ابرو چٹا چین چین کینچے میرے جیوں کمان گوشہ میں جا کر خط کتین کینچے تجھ جی زبان شفیق نے اس میت کے آلی صرع کو اسطرح درست کیا ہے - نہایت ہی برستہ صرع ہے - یہ صوتیغ خوب سنان دم اپنا واپسین کینچے -

لائق سید گل حسین لٹ آبادی

لائق تخلص - سید گل حسین نام دولت آبادی مولد والنشا میں سخن سخن و سخن گوئی میں لائق و فاضل تھا - میر عبد القادر مہربان کے دوستوں میں تھا - آزاد بلگرامی سے تعلق رکھتا تھا - ستلہ جری میں امن از با انداز سے عالم نقبائی طرف رحلت کی - اس کے اشعار سے صرف ہکو ایک بیت مذکور بہار و خندان سے ملی چھو ہذا

دل از خود میرود بے اختیار از دین نازش | نمیدانم چہ فسون کرد چشم سحر پر دازش

لطف - میر لطف علی خان

لطف تخلص میرطف علیخان نام بہار و خزان کے مولف نے لکھا کہ آپ سید سعد
ہمشیر لادہ سید شہاب الدین مرید جانشین سید شاہ نور محمد حموی کے پوتے ہیں۔ اور درویش
محمد خان صوبہ برار کے نواسہ ہیں۔ آپ عربی فارسی میں ہی استاد و طالب اعظم تھے۔ شعر گوئی
سے نہایت دلچسپی کہتے تھے۔ آپ کا کلام بختہ و پسندیدہ ہوتا ہے۔ فکر سا و حسن صفا ہے جو کچھ
موزون فرماتے ہیں خوب مرغوب ہوتا ہے۔ آپ کی رحلت سنہ ہجری کے آخر میں ہوئی۔

من اشعار الفارسی

روشن چو الال آتش غیش است داغ ما	حاجت بفیض شعلہ نثار و چراغ ما
پریش و بگر و شش چشمی ایان ما	از فیض عشق منت صہبا نمی شام
موج می باشد نہان و نا آباغذیب	مہوشم از سہری بر آہ رسائے غریب
دل درین باب جرات دارد	بنو و تاب جلوہ آئینہ را
آہ صد جانشست می آید	در و ہجرت ز بس ضعیفم کرد
ساغر می کشید و ام کہ پیرس	دوش از ساغر نگاہ کے
آتش آرمید و ام کہ پیرس	زیر بار گران سنگ جنون
کل ہزار آفتخار گرس	شگفتہ گرد و چیان بگلشن
شکت خور و اعتبار گرس	بجلوہ حسن خوش نگاہان
پروانہ رخ تو بود صد بار شمع	در محفلے کہ جلوہ نامائے اگر شبے
رغن گراں خویش بود در سفر عشق	درواد می الفت بقدم رہ توان برد

لذتی۔ افضل خان

لذتی تخلص افضل خان نام تذکرہ گلزار اعظم کے مولف نے لکھا کہ آپ اٹھنے والے ہیں

نواب سعادت اللہ خان کے معاشرے بحسب اتفاق دہلی سے مدراس میں وارد ہوئے اور یہاں سکونت اختیار کی۔ صرف ہجرت کا احوال ہی قدر معلوم ہوا اسی پر کتفا کیا گیا انتہی کلامہ رائق نے گلستہ شعرا میں لکھا کہ ثنوی چند بدین مہیا را کی تالیف سے ہے ثنوی نہایت لطیف و پختہ مضامین ہے۔ انتہی کلامہ ثنوی کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نہایت ہی فصیح البیان تھے۔ آپ بارہویں صدی کے آخرین زندہ تھے۔ کسی مولف تذکرہ کرنے آپ کے رحلت کی تاریخ نہیں لکھی۔ من اشعار الفارسی

سیرین و لالہ خار و حسن جلوہ گاہ است
برقی پر میزد و از دور تماشا می کرد
ہوا اسیرہ دلان سازد معلقہائے پنجرش

صبح بہار و غنچہ و گل فرش راہ است
شب کہ آہم علم شعلہ چو برپا میگرد
میچشمی کہ بسمل وار میرقصم شمشیرش

الائق - حکیم غلام دستگیر خان

الائق تخلص۔ غلام دستگیر خان نام۔ آپ غلام احمد اعظمی کے بیگمات کے فرزند اور حکیم ابوالحسن خان رائق کے خواہر زادے ہیں آپ کی ولادت ۱۲۳۲ ہجری میں مدراس میں واقع ہوئی۔ بن شعور کے بعد کتب سیفارس مولوی قف حاجی زین العابدین سے تحصیل کیں۔ تحصیل کے بعد شعور شاعری کا شوق دہلین پیدا ہوا۔ مولوی راقم قف و محمد حسین رفعت شیرازی سے مشق سخن کرنے لگا۔ رفقہ رفقہ شاعری کے درجہ کو پہنچا۔ کلام پختہ و جربہ موزون کرنے لگا۔ اور کتب عربیہ بقدر ضرورت علمائے مدراس مثلاً قاضی الملک بہار و درویش الامام بہار و مولوی یوسف علی صاحب کی خدمت میں تحم کیں اور علم طب میں حکیم حسن الدین خان و مولوی مہتمم الدولہ بہار و میرجلول طباطبائی سند یافت

حاصل کی۔ سند حاصل ہونے کے بعد سرکاری اطباء کے زمرہ میں منسلک ہوا۔ اکثر اوقات
 مریضوں کے معالجہ و کتب طبیہ کے تدریس میں صرف متانتا حکمت و طبابت نوری سے
 دلچسپی لیتا تھا۔ صاحب تالیف تصنیف تھا ایک تذکرہ شعرا سہمی ہمارے شہر میں
 مختصر لکھا۔ فقیر برف کو اچھی رحلت کی تاریخ دستیاب نہیں ہوئی میں استعمال افکار

نہان از مائے شاد سرش بخون من جاو	دل	اگر ایک سخی سے دو گنا شہادت
ہرگز ز دم سر دکنے گزشتہ نگرد	دل	وہ پروا بعد از ہم چرخ اول
شود کینج قناعت حاصل نادر کتب	دل	اگر ایک گریخت ہو دو بسن بہا
اثبات و ہر ایدم بیان نقیض	دل	نہاں پسین شوم وچ و دلستان
ساقی مار نہ پیر خرد کار و بار نیست	دل	ہیز و خست ز خلدت سنا نیست
لائق از فیض عشق بت سکدل مرا	دل	و ہوا و باران خوش گویا نیست
لائق حسن تھا داو تو است حور و شرف	دل	و ہوا و باران خوش گویا نیست
سقبل ساز پریشان خود و رہند است	دل	یہ سناں سناں دلہاں زمان
طرز زلفش بعارض یارین و تاب شد	دل	نہروا ہم بہت سناں گویا نیست
زبانہ زوید غم یاد آتشین رسار	دل	مہم ہزار ہزار و بر آب حوب جام
کار و بار دولت نیا ہو و و پھر و	دل	زادگی راکن و گاہ سناں گویا نیست
شد ہوا دار من خاک نشین چشم آب	دل	چون بلبل جادو عشق کو گویا نیست
لائق افتد لخت لیل نمرہ اشکم زمین	دل	چون بلبل جادو عشق کو گویا نیست

حرف ہیکم

محشر میر غفلت انداز آبادی

محشر تخلص - میر غنمت اللہ نام - بہار و خزان کے مولف نے لکھا کہ گید مزارج آزادانہ
سید غلام نور محمد اور نگار دی کے مدرسہ میں طالب علمانہ رہتا تھا - وہی استاد و وچالا
طبع تھا - شعر گوئی طبیعت مناسب تھی - مولوی صاحب بیغ سے کلام کی اصلاح لیتا
آپ کا کلام ملاحات فصاحت عالی نہیں ہے - شائقین کلام آپ کے اشعار موزون
مطرب و مزہ پاتے ہیں - **اشعار الفارسی**

دلہ از داغ بستائے ست گویا گر بیاغم خیابانے ست گویا

منفقون - میر محمد شیرف و نگار دی

منفقون تخلص - میر محمد شیرف ام - آپ میر بیغ کے تلامذہ سے ہیں فارسی ریختہ
دونوں زبان میں کلام موزون فرماتے ہیں - بہ نسبت فارسی شعر ریختہ میں خوبیت
وچالاک ہیں - مضامین ازانہ ایسا ذکر ہے میں - نازک خیال شیرین مقال ہیں -
کسی تذکرہ نویس نے آپ کی ولادت وفات کی تاریخ نہیں لکھی - بہار و خزان کے قول سے
معلوم ہوتا ہے کہ آپ شیعہ بھری میں زندہ تھے - **اشعار الفارسی**

نکت خورد ز دہم چو گل پیالہ ما بغیر پوشد از می و گر حوالہ ما
شوخی ز گس کہ یاد آید رسم آہو است دل طپیدن ما
قطرہ اشکم قناد کردگار آستین رشتہ گوہر بودہ تر از تار آستین
نیت مارا با بتان مثل حناستین یکدے داریم و آنہم مکہ دار آستین

بی و جو این مکیدن بہائے شوخیت
از جام نعل خویش مے ناب میکشد

ملا مجلسی صفہائی

ملا مجلسی تخلص نام ہے اصفہانی المولد و المولود ہے۔ صاحب فضل و کمال تھا
مختصر کاشی کا شاگرد ہے۔ سخن دان و سخن فہم تھا میدان شاعری میں خوب جولانی
کرتا تھا۔ معاصرین شعر سے بڑا ہوا تھا۔ طریقت طبع لطیف گو و بولہ سنج تھا۔ عشق پرست
و شیفہ حسن تھا ایک زمانہ میں مجہدین پر آشفتہ ہو گیا تھا۔ بہت فضا کے کشش قلبی
معشوق کو دام محبت میں کھینچا۔ اور اسکی تعلیم نسبت میں مشغول ہوا۔ چند مدت کے
بعد مع محبوب ہندو میں وارد ہوا۔ ہند سے سیر کر آیا ہوا حیدر آباد وکن میں پہنچا و طبیب
کے دربار میں باریاب ہو کے منصب سے معزز ہوا تا مگر وکن میں متوطن رہا
آخر خلیفہ حجازی کے شروع میں دار فانی سے برکات و رانی رحلت کی اناشد و انا
الیہ راجعون۔ میریومن کے دائرہ میں مدفون ہوا۔ من الشعار لا الفارسی

در جہان ہر جا بلائے بود از مادر گذشت
غیر نخست تیرہ کو چون سایہ در بنال ہست

معصوم۔ میر معصوم کاشانی

معصوم تخلص۔ میر معصوم نام۔ نتائج الافکار کے مولف نے لکھا کہ آپ مرزا
رفیع الدین حیدر معانی کے فرزند ہیں آپ کا مولد و منشا کاشان ہے۔ آپ نے والد ماجد
و دیگر علما سے تعلیم پائی۔ شعر و شاعری میں والد ماجد سے اصلاح سخن لیتے رہے
خوش فکر و خوش طبع تھا۔ مضامین تلذذ و ملائش رجند سے موصوف تھا بہت تک
حسن خان شامو حاکم ہرات کی عاریت میں رہا۔ عزت آبرو سے بسر کیا۔ اوجی نظیری

شعرا سے جو حکام ہرات کے صاحبزادے تھے خوب بے پناہ کیا تھا۔ شاہجہانی عہد میں وارد
ہند ہوا۔ چند مدت وکن میں بسر کر کے خان اعظم صوبہ دار بنگالہ کی خدمت میں پہنچا۔
نہان اعظم کے سایہ عاطفت میں آرام سے زندگی بسر کرتا رہا۔ معصوم مرزا صاحب کلیم
کے یاران مہیم سے تھا۔ آخر شہنشاہ ہجری میں منزل آخرت کا راہی ہوا اور شہنشاہ

نواز سنجانی لاری طوق میں آہن آفری اے خواجہ تو از عقل بجنون نرسی ز نہار و مرو و بد نیا کہ اگر ہر کشتائش خاطر نہ از گلستانست اسے کہ چراغ محافق ز جهان فی طلبی خراب محبت خویش کہ صبح چون گردون نام فامد چون برآمد قالب بن شہری حرام باد معصوم ذوق عشق اگر آن خال عنبرین کہ نگارم پر فزودہ سیکہ گلشن کو سنے ترا و داغ کند	بین مشرق و بحر جم یاسر میں ہے قمری نمود اگر شوی بگردون نرسی صد سال فروروی بقارون نرسی کلید قفل و لم برہ بیا بانست آئندہ باش کہ عنقا ز سفر باز آید گر آفتاب بدستہم فتاد شام نہ اند منع روح من جواب نامہ و لدار بود بغل کشا وہ در آغوش نیشتر نرود دل می برد از ان کہ بوجہ نکو زودہ اگر بنگہت گل بر خور و صداع کند
--	--

معز - مرزا معزال دین اصفہانی

معز تخلص - مرزا معزال دین نام۔ آپ کا وطن مالوف تبارزہ عباس آباد اصفہان ہے
آپ کے بزرگان سلف سلاطین صفویہ کے حضور میں خدات جلیلہ و عہد ہائے عمدہ پر کمال عزت
و آبرو سے زندگی بسر کرتے رہے۔ آپ کے والد ماجد میرزا حسن جمع علوم معقول و منقول میں

فرید دہرتے اور فضائل و کمالات میں وحید عصر رہے۔ اور صاحب تالیف و تصنیف
 تھے چند رسائل معقولات میں لکھے ہیں اور مولانا رحمہ قدس سرہ کی مشککہ بیات کی شرح
 لکھی ہے۔ میرزا معز صاحب ترجمہ کی عمر چھ برس کی تھی کہ والد ماجد نے اس دنیا سے
 بعالم بقار حلت کی۔ حسب وصیت والد ماجد سن شعور کو پہنچ کے میرزا ابو سعید اصفہانی
 سے علوم عقلی و نقلی کو حاصل کیا اور خود شفیعیاتی سے تکمیل کی تحصیل و تکمیل کے
 بعد ابراہیم شاہ برادرزادہ نادر شاہ کی خدمت میں ملازم ہوا ابراہیم شاہ کے فرارچ پر
 ایسا محیط ہوا کہ تمام مہات سلطنت کا اختیار کل ہوا۔ ابراہیم شاہ کی سلطنت منقرض
 ہونے کے بعد اصفہان سے شیراز اور شیراز سے بندرہ طاب میں آیا۔ اور بندرہ سے جہاز پر
 سوار ہو کے شہرہ ہجری میں بندرتہ میں پہنچا۔ محمد مراد مخاطب بہر بلند خان حاکم تہ
 کے اصرار سے چند مدت وہاں سکونت پذیر رہا۔ پہر زبان سے براہ خشکی بندرہ سورت
 میں آیا۔ اور سورت سے اورنگ آباد۔ اور اورنگ آباد سے حیدرآباد میں وارد ہوا یہ چاند
 بسر کر کے نواب صمصام الملک شاہ نواز خان شہید کے حجرہ اورنگ آباد میں آیا مستقنیا۔
 زندگی بسر کرتا تھا۔ شہید موصوف آپ کی خدمت کرتے تھے ہمدومی و مساعدت کے پیش
 آتے تھے۔ میرزا معز صاحب ترجمہ شہید کے حسن سلوک پر شفقہ اور انکی صحبت نگین بہ
 فریقہ تھا۔ تازانہ شہادت نواب کی صحبت سے جدا نہیں ہوا۔ نواب کی شہادت کے
 بعد اورنگ آباد میں توکل دستغابی مسند پر تنگن رہا۔ آخر ہفتم تاریخ شعبان ۱۲۰۳
 ۱۲۰۳ھ ہجری میں فوت ہوا۔ سالار جنگ کے مقبرہ میں مدفون ہیں استعلاء الفاسی

آر و بدیدہ من از کوئے او غبارے

ہمچو آئینہ سراپا نگران بر خیزم

چشم از نسیم دارم شاید بروزگارے

در خیال تو چو از خواب گران برخیزم

شاوم ز قریب بعد کہ تا قطرہ از محیط	ور دوری نکرد و باز نیامد گہر نشد
یا راہ کبوترے وصل محبوبم دہ	یا بنیراری ز صورت خود بم دہ
یا این دل صبور از منبتان	یا در غم ہجر صبر ایتو بم دہ

محفوظ - محمد محفوظ خان بہادر

محفوظ تخلص۔ محمد محفوظ خان نام شہامت جناب و خطاب ہے آپ اسبج الدلو
انور الدین خان بہادر شہید کے فرزند دوم ہیں۔ آپ صفات پسندیدہ سے موصوفہ و مکام خلافت
میں معروف ہیں کتب سیاسہ عصر سے ختم کیں تہیں۔ علوم عقلیہ نقلیہ میں کامل
استعداد رکھتے ہیں۔ اکثر اوقات در تنہا ریس میں مصروف رہتے ہیں۔ متشرع و دیندار رہتے
ایک نشت تبار شریعت کے سوا نہیں گزارتے ہیں۔ صراط مستقیم پر ثابت قدم و راسخ و م
ہیں۔ بمقتضائے ذہن رسا و طبع صفا سخن سخن جو گوئی سے دلچسپی کہتے ہیں فکر بلند
و طبع ارجمند سے کلام پاکیزہ نظم کے ساتھ میں ڈالتے ہیں آپ کا کلام سنجیدہ و پسندیدہ ہوتا
شعرا سے عصر کلام کی داد دیتے ہیں۔ گلزارِ عظم کے مولف نے لکھا کہ ایک دربار اور گلاب و مین
نواب غفران مآب نظام الملک آصفیہ بہادر مرحوم کے دربار میں ہر کردگی سلطان العلماء
مولوی قمر الدین صاحب مرحوم علماء و فضلا مجتمع تھے مسئلہ فقہیہ میں بحث و فکر ہوا جو ہی تھی
لا سلم کا بازار گرم تھا و ائم و لاکا دور چلے ہا تھا مگر مسئلہ کا حل پورے طور سے کوئی نہیں
کر سکتا تھا محفوظ صاحب ترجمہ الدماجد کے ہمراہ دربار میں حاضر تھا۔ علماء کی تقریریں سن کر
اسی اثنا میں صاحب ترجمہ کے والد بزرگوار نے جرأت کر کے آصفیہ کے حضور میں عرض کیا
کہ اگر حکم ہو تو بندہ راہ اس مسئلہ لانا چیل کو ضرور حل کرے گا۔ اس بات کے منتظر ہی اہل مجلس

حیران ہوئے۔ اور کہنے لگے کہ علمائے معتبر اس مسئلہ کے حل کرنے میں تشرود میں پہلے سے اعلم
 نو آموز کیونکر حل کریگا۔ حضور غفران مابنے فرمایا کہ اگر جانتا ہے تو عرض کرے۔ پس
 محفوظ صاحب نے جوش و خروش کے ساتھ تقریر کی۔ حاضرین دربار سنگے بہت ہی
 محفوظ مابنے تحسین و تعریف کرنے لگے۔ بندگان الٰہی نہایت ہی خوش ہوئے۔ فرمایا
 ہم آپ کی لیاقت سے بیخبر تھے۔ اسکا صلہ ایسا کریں گے کہ زمانہ میں یاور ہوگا۔ جو آپ کو طلب
 ہو عرض کیجئے محفوظ صاحب ترجمہ نے عرض کیا خداوند تعالیٰ اس بی خدمت کا سوا
 دینا نہیں چاہتا ہوں لیکن بمصدق اطاعت الہی واجب الامر ہے امید ہے کہ
 کہ حضور کتب خانہ کے دار و عم کو حکم دین کہ وہ وہی کو کتب خانہ سے چند کتب بطور تحفہ پہنچا
 غفران آپ صفحہ بہار دے مکہ صاحب لازعان جاری کیا کہ کتب خانہ سے دو ہزار جلی پسند
 محفوظ کو دیا گیا۔ جب صاحب ترجمہ کی والدہ کی شہادت واقع ہوئی نواب والا جاہ
 حکم نواب صرخنگ شہید آپ کی جاگیر و خطاب حکومت ارکات سے سرفراز ہوا
 محفوظ صاحب ترجمہ بہانی کے ہمراہ کرنا نک میں آیا۔ بہانی کے سایہ عاطفت میں رہا۔
 آخر ۹۳ ہجری میں اس عالم ناپائیدار سے عالم بقا کو روانہ ہوا۔ نواب بہان جاہ بہادری
 مرحوم کی نقش کو حسب الوصیت جید ربابہ بی بی والدہ ماجدہ کی مزار کے قریب دفن کیا
 گیا۔ آپ صاحب تالیف والتصنیف سے رسالۃ قرۃ العین فی فضائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 اور چند حواشی پر حاشیہ قدیرہ لکھے ہیں۔ یا وگا موجود ہیں۔ **من کلام**

کزہ مر شکستین عقد گہر پوشیم ما
 نکل در شراب من امشب
 گو ہوتا جم ز اشک دیدہ بلبل کنید

ز نیت ما از گداز دل بود مانند شمع
 کرد عکس رخ بیچ کے
 خستہ اقلیم عشق افسرہ از گل کنب۔

<p>بر تابد و دوش جانم خلعت پہلے زید بر سر بتار مودنگہ دارم رسا در ہوائے گیسویش لہنڈ موگی گشتہ ام بکام دل مزہ آب زندگی دارد ہزار شکر کہ در دل شست ہیمہ خدنگ از بوسہ دقش گشت نکتہ روشن کنارہ گیر بہ پیری نہ وصل مدرویان</p>	<p>تار پود کسوت عشقم ز موج ملکینہ مہ جینان از گاہم شائے کا کل کینہ از برائے من عصا از رگہ سبیل کینہ بتستہ کہ ترا زیر لب نہانی بود اگر چہ تیر نگاہ تو آسمانی بود سچاہ رفتن یوسف چہ گامانی بود کہ پردہ دار حریفان شب جوانی بود</p>
---	--

ماجد - تاج الامرا امیر الملک و الفقار الدہ محمد علی حسین شاہ

ماجد تخلص - محمد علی حسین خان نام - تاج الامرا امیر الملک و الفقار الدہ و اہل طغر جنگ
 خطاب ہے آپ نواب عمدہ الامرا سہادر کے فرزند ہیں۔ آپ کی ولادت ۹۶۸ھ ہجری میں واقع
 ہوئی۔ نوبرس کی عمر میں تلاوت قرآن شریف و مختصرات فاریہ مولوی آدم سے پڑھیں۔ زبان
 تعلیل میں مطولات فارسیہ مثلاً عرفی در بیان ناصر علی و دیوان اسیر وغیرہ قاضی محمد
 کی خدمت میں ختم کیں تحصیل تکمیل کے بعد درواوین اساتذہ قدما کے مطالعہ میں مشغول
 ہوا۔ آپ کی طبیعت میں استعداد و خدا وادہ تھی۔ ایک یوان تقریباً چار ہزار بیت کی مرتب کی
 ترتیب کے بعد اپنے اشعار کو پانی میں ڈال دے۔ اساتذہ قدما کی طرز پر موزون کرنے لگا۔
 اور حضرت آگاہ سے اصلاح لیتا رہا۔ جب آپ ستادی کے درجہ کو پہنچے استاد کی اصلاح
 کو موقوف کر دی۔ نواب یحییٰ ماجد صاحب جمہ استاد سے متعفی ہوا۔ آگاہ نے حکمت عملی سے
 کہا نواب صاحب اب آپ کے کلام میں اصلاح کی ضرورت باقی نہیں ہے۔ اگر ضرورت ہوتی تو

مین خدمت بجالاتا۔ پس مل جلنے اصلاح ترک کی چنانچہ کہتا ہے ۵
 شعر خود پیش کئے ارچہ گذارم جلد کہ کنون حاجت ستا و نماندہ ست مرا
 ماجد شعر و شاعری کے دریا میں غواص کامل تھا۔ طبع نادر سے لائق تاملی ایجاد کرتا تھا
 باوجود خورد سالی نازک خیالی و خوش مقالی میں فرو فرید تھا۔ خاندان انوریہ کا فخر تھا
 ملک مدراس میں بازار سخن کو کسی نے ایسا آراستہ نہیں کیا تھا۔ اساتذہ قنداکے چالیس
 دواوین اول سے آخر تک بغور و فکر مطالعہ کیا تھا۔ اکثر مقام میں عراض کر کے حواشی
 لکھے۔ گلزار اعظم کے مولف نے اکثر اعتراضات اصطلاحات نقل کیا ہے۔ فقیر مولف الت
 کی وجہ سے دو ایک شبیر پر اکتفا کرتا ہے۔ ان کثرت شائقاً فارغ الیہ۔

اعتراف علیٰ جدید کلام محمد قلی سلیم

منم آن منع کرد دل ز حد طراوت مرا کہ نفس نگاہ ترا ز چنگل باستان مرا
 اس بیت میں بجائے نفس۔ آشیان مناسب ہے۔
 رسوائے کوئے عشق چو خورشید محشریم از بام آسمان ملک افکن طشت ما
 اس بیت میں بجائے آسمان فقط خوشن چاہئے۔ اس سے آسمان و فلک
 دونوں ایک ہیں۔

اعتراف علیٰ جدید کلام رام صاحب اصغر

خضم کمرش شود از راہ تجل مغلوب خاک خاموش بہ از آب کند آتش را
 مصرع اول کا تبدیل کرنا اسطرح مناسب ہے ع از رہ عجز شود دشمن مکرش مغلوب
 اسلئے کہ خاکسار می و عاجز می خاک کے مناسب ہے۔ خاک کو خاکسار سے تعلق ہے۔
 مستور از نفس ہیں تو انی آرا مید آنجا ایضا کہ بنیامین جہانی می شود کیسریہ دنیا

مصراع آخر اس طرح ہونا چاہئے ع کہ ہمیں ایجہان خواہ شدن کیلئے میدا اینجا۔
 مرا چورشتہ بکتوب می نو آن چید ز بسکہ دورمی آن سنگدل گدخت مرا
 مصراع آخر اس طرح مناسب ہے ع ز بسکہ دورمی آن سبز خط گداخت مرا
 سہل باشد گز آتش رستے فرما من ہر گ سنگے شود چون شمع روشن سنگ
 اس شعر کا تبدیل کرنا اس طرح مناسب ہے۔
 اینچنین باشد گز آتش رستی فرما من ہر گے خواہ شدن چون شمع روشن سنگ
 پس ما جد نے بیطرح اور شعر لے متقدمین و متاخرین کے شعرا پر اعتراضات کئے ہیں انکا
 فیضہ سخن سخن انصاف پسند کی لئے پرہیز تو فرمے۔ بظاہر ما جد کے اعتراضات بجا
 و درست معلوم ہوتے ہیں۔ گلدستہ کرنا ایک کے مولف نے لکھا کہ ما جد کی توجہ سے اکثر
 احباب موزون الطبع شاعری کے میدان میں جولانی کرتے تھے اور اس جلا و خیال کے
 ہم طرح کلام موزون کر کے درجہ پختگی کو پہنچ رہے تھے لیکن اس نقاد سخن کی زندگی نے
 مہلت مہی نہیں تو مدرس میں فن شعر و شاعری کا بازار شاہجہانی عہد کے موافق و فوق دیگر
 و گریہ ہوتا۔ انتہی کلامہ۔ ما جد ابتدا میں سنی المذہب تھا۔ آخر میں ذوالفقار علی خان
 صفہ تخلص نچنے کو کی مصاحبت کی بدولت مذہب آباؤی سے انحراف کیا مذہب امامیہ
 حلقہ میں شامل ہوا اور صفہ کے اغوا سے اپنے استاد آگاہ سے بھی منحرف ہوا۔ اور استاد کو انجلس
 میں ناخوشی کے ساتھ یاد کرتا تھا۔ حضرت آگاہ کے صبر کرتے تھے اور زبان سے فرماتے تھے
 علی حسین ما جد جو ان مرگ میں مبتلا ہو گا۔ اہل مدراس کے نزدیک ما جد کی عزت و عظمت ہے اتہا
 عزیز القلوب تھا لیکن آخر میں انحراف مذہب استاد کی احسان فرموشی کی وجہ سے عزت
 و عظمت سابقہ باقی نہیں رہی تھی۔ امارت و نوابی کے رعب بظاہر کوئی فردا نورا انسان

انسان سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ آخر اجداد صاحب ترجمہ عالم شباب میں بعارضہ سہال
خونی تباہیخ دوم دیچہ ۱۲۲۱ ہجری میں اس دار پائیدار سے بدلا فقر آخرت روانہ ہوا۔ شاہ
میل پور متصل ہاتھی کٹہ رو بروئے مسجد حافظ احمد خان دفن کیا گیا مولانا فائق نے تاریخ کبی
ع امیر الملک اجداد جوان رفت۔ آپ کے دو دیوان غزلیات و ایک دیوان قصائد
و ایک شہنوی یادگار باقی ہیں۔ ان چاروں مولفات میں کبھی تخلص اجداد کبھی تخلص حسین
لکھتا ہے۔ اور کبھی از روئے خود پسندی و خود بینی نازان ہوتا ہے اور کہتا ہے ۵

نزد ہم سہری من بمعاصر در شعریہ
حرف باموسی و سرخوش و بیدل دارم
چو بسم شد بود ہر مصرع من تاج دیوانہ
کہ میدارد ہلاک ہنہ چون من در سخن بستے

من بواقطعہ

اگر از جوہر آئینہ سازد خامہ مورا	نخواہد بست مانی نقش خط آن پریر را
کہ خفتن برق باشد خرمین عیش نہ لیخا را	اگر راحت طلب باشی سیرنج خواہی شد
کہ پر ز موج تبسم بود خدنگ ترا	کسے ز ہم کند فرق صلح و جنگ را
در کف لبان شیشہ باشد عنان ما	بے اختیار گر یستازہ می کنم
نگہ چون طفل شکم زانہ در آغوش مژگان را	حسین از بسکہ عشق آن میانم ناتوان را
پریشان کرد شاید شانہ آن لف سمن سارا	شیم شکام موج ہوا چون نافہ می آمد
کہ می باشد نہان قضا جابت در دل شہا	و ہر نگ قبول آخر سیبختی بہ طلبہا
داروزمین صفت سرا جوش نقش پا	نشود نافروتنی از ما گرفتہ است
قالب تہی ز شوق کند دیدہ چون جاب	آن بجر حن پیش من آید چو حجاب
کردہ است آب آئینہ در ساغر آفتاب	تا دیدہ است روئے تو امی لبر آفتاب

باجدار کف پیچک لگذار دامن و طن	وله	از شکستن دورباشن تا بود گوهر در آب
شاه جهان عاجز می و خاکساریم	وله	همچو زمین ز نقش کف پایم افلک است
کنون بعشق تو ام کار مشکل قنار است	وله	که مستی مکفت شبته دل افکار دست
محفل صاف دلان نیت بسامان محتاج	وله	خانه آئینه نبود به چرخان محتاج
بسکه در سعی هلاک من بیچاره روید	وله	از نجوم آبله دپائے فلک گشت پدید
خطر ز خسار یار گشت پدید	وله	دود گل کرد ز آتش خورشید
چه حرف میزند آنچشم سرمه گون یارب	وله	که هر که رفت به برمش خموشی می آید
گره بر بند ترکان میزند از اشک چشم من	وله	نگرد و محو تا از دل خیال جامه ریبا یش
جائے اشک آب عقیق بینی بار چشم	وله	تا خیال لب لعل که بدل دارد چشم
عمرے گذشت و چشمم به بسته ام هنوز	وله	یار بزرگ آئینه چیرن کیستم
بدل ما گشت روشن شمع عشق آتشین	وله	بزرگ شعله جواله پروانه خویشم
گلرخی سرو قد سے سیبیری پیدا کن	وله	شبنم آسا بغش چشم تری پیدا کن
سینه وا کرده چو گل مزخوش ناز آمد	وله	اے منت بنده چه خوش بنده نواز آمد
گر ز آتش بدلت شمع رخ می زود ماجد	وله	از چه امروز بصد سوز و گداز آمد
پے تسلیم از خط شعاعی هر سحر ماجد	وله	گذار و بر زمین خورشید پیش یار من دست
قبا چاک و پریشان زلف مخمورانه می آئی	وله	کجا بودی شب می مه از کد امی خانه می آئی
چون من از چشم نگارم نه قنادی بچه وجه	وله	آخراے سرمه تو هم بخت سیاهی دار می

مختار - محمد انور خان بهادر

مختار مخلص - محمد انور خان بهادر نام سیف الملک حمام جنگ خطاب - آپ

نواب لا جاہ کے تیسرے فرزند ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۲۶۶ھ ہجری میں واقع ہوئی۔ شیخ
 کے ابتدا میں کتب درسیہ فائیدہ فی عروض و قافیہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ کی طبیعت
 لیاقت کے لباس سے آراستہ تھی باوجود امارت شعر گوئی سے دلچسپی کہتے تھے۔ کبھی کبھی
 موزون فرماتے تھے۔ میر اسماعیل بجدی و میر علی مردان یکدل سے اصلاح لیتے تھے۔ وہ کی طبع
 پسندیدہ وضع تھے۔ خوشنویس تھے فن خطاطی میں کامل تھے۔ اور فنون پاکبازی میں بھی
 ملکہ تامر رکھتے تھے۔ سادات و فقہاء کے ساتھ حسن عقیدت صدق سے پیش آتے تھے۔ اور
 بزرگان دین کی خدمت کو اپنی مشکافی و بہتری کی وسیلہ سمجھتے تھے۔ آپ کی ات جامع
 کمالات و حسنات تھی۔ آپ کا کلام فصاحت و بلاغت سے بہرہ منور ہے۔ آخر آپ نے ۱۳۱۶ھ
 اس سرے فانی سے ملک جاوادی کے طرف رحلت کی۔ مداس سے آپ کی نعش کو تہذیب من
 لیکنے والد ماجد مرحوم کی قبر کے قریب فن کے۔ آپ ایک مختصر دیوان یادگار ہے۔

من شعاع الفارسی

آمین و لہری ہووے حجاب را	جز رنگ ہونے سست فاق مخاب را
من نمیدانم چہ افسون خواندہ و گوشتش را	وہ بخور فریاد و حیران دیدہ گلاب را
از بس گذشت کاہش حیرت و جان ما	وہ بیغور و بچوئے شدہ ہر استخوان ما
بسکہ ضعف ناتوانی آشنا نگشتہ است	وہ جاوہار بیطاعتی زنجیر پر گشتہ است
رموز پیچ و تاب زلف و نشانہ میداند	وہ زبان نالہ زنجیر و دیوانہ میداند
بود افتادگی آمین معالج مطاہرا	بہار خا کساریہاے مارا دانہ میداند
نقش خورش کہ بود نہان و سواد چشم	از خون دیدہ برورد دیوار کمی شرم
بہ نیم غمرہ توانی کہ قتل عام کنی	نعوذ باللہ اگر غمرہ را تمام کنی

معجزہ - غلام محی الدین

معجزہ بخلص - غلام محی الدین نام - گلزار اعظم کے موفکے لکھا کہ آپ کا مولد و منشا بلدہ
 محمد پور عرف ارکاٹ ہے آپ کی ولادت ۱۲۳۵ ہجری میں ہوئی۔ آپ سن رشد و تمیز کو پہنچ
 تحصیل علوم و فنون کے طرف متوجہ ہوئے۔ طبع رسا و ذہن صفات علوم فنون میں تہذیب
 کامل حاصل کی پھر وطن الوطن سے درس لے رہے ہوئے ابتداً نواب شہامت جنگ کی خدمت
 میں پہنچے۔ چونکہ نواب صاحب آپ کے بزرگان سلف سے واقف تھے عنایت و کرم سے
 سرفراز فرمایا۔ نواب کی رحلت کے بعد چند روز حیران و پریشان رہے نواب میلاد بہار کو
 فویدہ دوم نواب جاہانے آپ کو اپنے فویدہ نواب عظیم الدولہ بہادر کی تعلیم کے لئے مقرر فرمایا
 آپ مدت تک اسی خدمت پر مامور رہے۔ جب عظیم الدولہ بہار میں مستقر ہوئے۔ اسناد کو
 مدد معاش کافی سے پہنچا دیا۔ معجزہ صاحب جمعہ آزاد شریعتیہ اکثر گوشہ نشین رہتے تھے
 درس تدریس میں اوقات عزیز بسر فرماتے تھے۔ سخن سنجی و شاعری میں فکر صاحب طبع ممتاز
 سے موصوف تھے۔ آپ کو مولوی باقر آگاہ سے تلمذ ہے۔ سخن فہم تھے شاعری کے دقائق
 کو خوب سمجھتے تھے۔ آخر ۱۲۹۲ ہجری میں بہشت برین روانہ ہوئے۔

من الشعراء الفارسی

بجز آہے ز آہار وجودم کس ندید اینجا
 کہ این خبیر گران بے نقد جان نتوان خرید اینجا
 مبادا شعلہ جشت بدید باد آبش را
 بلبل ز آہ شعلہ نشان داد خواہ کسیت

برنگ نغمہ بزم انفس چیم از عشقت
 و صلیب رخا ہی ترک عیش زندگانی کن
 دل آئینہ چون سیاب میل زور بیتابی
 گلشن بخون طعیدہ تیغ نگاہ کسیت

ز لعل خویش کہ گلقد آفتابی بود
 ز گس آن گل رعنا بشکر خواب منور
 خبر چاک کتان از دل منتاب پیر
 اینست در فراق تو ام یاد گار دل
 کہ وار و کرد من بردا من آن ماہر دوستی

علاج ضعف دل من نکرد، پیچکھی
 شور میوہ مکن بلبل نالان کہ بود
 از جگر چاک عشاق بتان بیخبر اند
 دل رفت و داغ عشق تو در سینہ گداز
 ز پا افتاد گیہا نیم چشم کم مبین ہرگز

مومن - میو من ہتر آبادی

مومن تخلص - میو من نام سید شرف الدین بھلکی کے فرزند - اور سید فخر الدین بھلکی کا
 خواہنہ زادہ تھا۔ مشاہیر سادات ستر آباد سے تھا۔ عالم شباب میں خالوئے بزرگوار کی
 خدمت میں کتب درسیہ علوم نقلی و عقلی تمام کیں۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد شاہ مظاہر
 صفوی کے دربار میں باریاب ہوا۔ بادشاہ قدردان کے حکم سے شاہزادہ میراجید سلطان کا
 اتالیق و ادب موز ہوا۔ اور شاہزادہ موصوف کی تعلیم ہی آپ ہی کے متعلق ہوئی۔ مدت
 صفویہ سلاطین کی ملازمت میں مندر و مکرم رہا۔ پھر شاہزادہ کا انتقال ہو گیا۔ معاشرین
 حساد میر کے اخراج کی فکر میں تھے۔ میو موصوف عقیل فہیم تھا تقوی و پرہیزگار رہی
 بے نظیر تھا۔ علم معقول میں حدیم المثال تھا۔ معاشرین نے و ہریت والحا کے طرف
 غسوب کیا۔ اسوجہ سے میو موصوف ایران سے دل برخواستہ ہو کر حرمین شریفین کو
 بارادہ حج زیارت روانہ ہوا۔ حج زیارت سے فارغ ہو کر ۹۸۹ھ ہجری میں عازم ہند ہوا۔
 اہل محرم نہ مذکورہ میں گو لکنڈہ حیدر آباد وکن میں وارد ہوا۔ اسوقت سلطان ابراہیم
 قطب شاہ تخت سلطنت پر جلوہ افروز تھا۔ میو موصوف بادشاہ کے دربار میں باریاب ہوا

بادشاہ قدردان میر کی بڑی تعظیم و توقیر کی۔ یہاں کی یہاں نوازی عہدہ طرح سے کی۔
 منصب سب پر مقرر فرمایا۔ میر موصوف فاضل متبحر تھا اسوقت اکثر طلبہ علمائے میر کے
 خدمت میں مستفید ہوتے تھے۔ میر یہی شوق سے درس تدریس میں مشغول ہوتا تھا۔ چند
 کے بعد سندھ مذکورہ میں بادشاہ موصوف کے عالم فانی سے رحلت کی۔ اُس کے بعد سلطان
 محمد قلی اُسکا خلیفہ الصدق تخت نشین ہوا۔ سلطان جدید نے میر موصوف کے عہدہ وزارت
 و کالت مطلق پر مقرر فرمایا۔ اوکل و سلطنت کا مختار کل بنایا۔ اور آپ لہو لعب میں
 مشغول ہوا۔ ایران ہم مشرک کے ساتھ سیر و شکار میں مصروف ہوا۔ میر موصوف ریاست کے
 سفید و سیاہ کا مختار و مالک تھا۔ جو چاہتا تھا سبے بجا کرتا تھا کسی کی روک ٹوک نہیں تھی
 مگر میر موصوف مستقل مزاج و دیانت و دانشمندی پر مہر لگا رہا۔ ہمیں رعایا کا خیر خواہ تھا
 امور ریاست میں ہمہ تن مصروف ہوتا تھا نہایت جان فشانی و دلسوزی سے ریاست کے
 کاموں کو انجام دیتا تھا۔ رعایا کے حقوق کی بڑی حفاظت کرتا تھا۔ انکی جان و مال کی نگرانی
 میں پوری دل دہی کرتا تھا۔ رعایا کیا امیر و کیا فقیر سب خوشحال و فارغ البال تھے۔ کسی کو
 کسی سے شکایت نہیں تھی۔ میر موصوف باوجود عہدہ وزارت و شان حکومت ہر س
 ناکس کے سامنے نہایت تواضع و خاکساری و کمر نفسی سے پیش آتا تھا۔ غرور و تکبر کو اپنے پاس
 نہایت حقیر و ناچیز جانتا تھا۔ میر کے زمانہ و کالت میں ایران و توران کے ہزار ہا علما و فضلا
 و کتبہ میں آئے اور میر کے توسل سے عہد نامے جلیل پر مقرر ہوئے حجاج و زائرین بھی جو
 جو آئے میر کی سفارش سے مالا مال فارغ البال ہو کر اوطان مالوفہ کو روانہ ہوئے
 اور میر موصوف مقامات عظام میں ہزار ہا روپیہ پہنچاتا تھا۔ کربلائے معلی و نجف اشرف
 و مشہد مقدس وغیرہ مقامات کے مجاورین و خواہم کے لئے وظائف مقرر کر دئے تھے

سالانہ کل طائف مقررہ آدمی کے ہاتھ سے روانہ کرتا تھا۔ میر کی فرج میں تعصب نہیں تھا فریقین کے ساتھ شہر و شکر تھا۔ کیا شیعہ کیا سنی ہر ایک فریق کے معززہ شخص کو معزز و مکرّم رکھتا تھا۔ اکثر حیدر آباد میں اسوقت مشائخ سنی المذہب تھے ان کی بڑی تعلیم و توقیر کرتا تھا۔ علی ہذا نقیاس علمائے امامیہ کی بھی بڑی عزت آبرو کرتا تھا۔ میر موصوف کے زمانہ میں امن و امان تھا۔ کہیں شور و شر نہیں ہوتا تھا۔ یہ میر کی خوبی تھی۔ میر موصوف ہمدرد قوم تھا۔ اس زمانہ میں دیار و امصار سے اکثر اہل کمال سر ملک میں وارد ہوتے تھے شہر میں مسافر خانوں وغیرہ مقامات میں جہاں موقع پاتے تھے فروکش ہو جاتے تھے۔ بعض اوقات جہاں جہاں اہل علم لایستہ آخروں۔ ابھی میاب نہوے تھے کہ مسافر عدم ہوئے ان بیچارے غبار کی تجنیہ و تکفین پوری طور سے نہیں ہوتی تھی اور دفن و غسل کا برابر بند و بست نہیں ہوتا تھا۔ میر موصوف نے چند بیگہ زمین اقتادہ خرید کی۔ اور اس میں میں جو کچھ جھاڑی تھی اُسکو کٹوایا۔ صاف ہموار میدان بنوایا۔ اور کئے لاکھ ہون چرخ کر کے کربلائے معلیٰ کی خاک پاک چند جہاز میں بہر واکر لنگھایا اور اس میدان ہموار کو با بقدر آدم کھدوایا اور مٹی کو کھلایا اس مٹی خارج شدہ کی جگہ کربلائے معلیٰ کی خاک پاک کو ڈلو کر اس میدان محفوظ کو مسمو کر دیا۔ اور اس مقام میں ایک عمدہ حمام باوڑی و مسجد و حوض بھی بنوا کے خالصاً لوالہ اللہ الکرم وقف کر دیا۔ اور سونو غلام و کنیز رک خرید کے انکو بھی ضروری مسائل کی تعلیم دیکر آزاد کر دیا اور انکو سہ کار کی طرف سے معاش و انعام مقرر کر دیا۔ غلام و کنیزک میں آ رہے شیعہ اور آ رہے سنی تھے اب بھی بدستور غسالوں میں آ رہے سنی اور آ رہے شیعہ میں گویا ہمارے قول کی تصدیق کا محضر ہے۔ اور یہ خدمت ان کے تقویٰ تھی کہ جہاں میت ہو وہ میت کا غسل و کفن اپنے ہاتھوں سے کریں اور کسی کچھو مال مکر میں

اُسوقت سے حیدر آباد کو کن میں غسال کی قائم ہوئی۔ انہیں کی اولاد بڑھتے بڑھتے غسالوں کی ایک قوم ہو گئی۔ بیچارے غسالوں کے خاندان کثیر ہونے کی وجہ سے وہ جو وظائف قدیمہ کافی نہیں جوتے ہیں اور جو انعام طلبتہ ہیں تھے وہ بھی انقلاب زمانہ سے سرکاری بن گئے اب بیچارے غسالوں کی گذراوقات مردہ شوی و کفن دوزی پر ہے اہل شہر ان کے ساتھ ہی خوب لوگ کرتے ہیں۔ اب تک میریوں کا یہ فیض حیدر آباد میں جاری ہے اور آئندہ بھی رہیگا۔ اور وہ مقام وقف شدہ موسوم ہلا کر میریو جو ہے۔ اس میں ہزار علماء و فضلا اور امر ووزر معمول ہیں۔

میریو صوف علم جفر و نجوم و عملیات میں ہی مہارت رکھتا تھا۔ صاحب گلزار آصفی نے ایک نقل لکھی ہے ہم یہاں اُس نقل کو مختصر کر کے لکھتے ہیں۔ اہل دربار سے ایک میر گہر گیا۔ درباری لباس اتارا یکا یک اُسوقت ایک سانپ بچہ نظر آیا۔ امیر نے اُسوقت مار ڈالا۔ سانپ کے مارے ہی امیر کے تاج جسم میں جلن شروع ہو گئی۔ آخر امیر سوزش کی برداشت نہ کر سکا ایک حوض جو مکان کے صحن میں تھا اُس میں کود پڑا۔ اور غائب ہو گیا جو لوگ حوض کے کنارے تھے سمجھ کر امیر مذکور حوض میں غرق ہو گیا۔ ان کے اغوا آئے حوض میں تلاش کئے امیر مذکور کا نشان نہیں پایا نہایت پریشان ہوئے کسی نے کہا کہ میریو من حصہ کی خدمت میں جا۔ اور ان سے یہ سب معاملہ بیان کر وہ ضرور کچھ کرینگے امیر مذکور کے بہائی میریو کی خدمت میں گئے۔ اور تمام واقعہ بیان کیا۔ میریو تین ریزہ سفال پر کچھ نقش لکھ کر دیا اور فرمایا ایک نقش حوض میں ڈال دو اور ایک پہر تک انتظار کرو ضرور امیر نکل آئیگا۔ اگر نہ نکلے تو دوسرے نقش ڈال دینا۔ پہر ایک گھنٹہ تک تامل کرنا اگر آجائے فہو المراد نہیں تو پہر تیسرا نقش ڈالنا۔ امیر میریو کے بہائی حسب رمودہ میل و لال ایک نقش بنایا دوسرا

نقش ثالثا تیسرا نقش ڈالا۔ تیسرے نقش میں امیر غائب شدہ حوض میں نمودار ہوا جس نے
اُس کو حوض سے باہر نکالا گھنٹہ دو گھنٹہ کے بعد ہوش آیا سب نے اُس کو تیسرے واقعہ پوچھا
اُس نے بیان کیا کہ میں جب حوض میں کودا جھکوا سوقت اندر دوزیر درست شخص کو پکڑ کر
ایک یرانہ جنگل میں لیگئے اور وہاں سے بادشاہ کے دربار میں۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا
معاملہ ہے۔ جو انون نے کہا تو نے جو سانپ لایا وہ جن تھا۔ بادشاہ کی بہن کا بیٹا تھا
میں نے دربار میں بادشاہ کو دیکھا اُس کے سامنے ایک بیوی صاحبہ پریشان حال لڑکی
ہوئی ہے اور کہہ رہی ہے کہ میرے بچے مقتول کا قصاص ہونا چاہئے۔ بادشاہ نے ہمیشہ
کی خاطر سے میرے قتل حکم دیا اور مجھ کو جلا دون کے سپرد کیا۔ جلاؤ مجھ کو قتل گاہ پہنچا کر
تہہ کیا ایک بادشاہ کے دوسرے کارے پہنچے اور کہا مجرم کو واپس لیجیو پہر لیجیو دربار میں
واپس لیگئے۔ اُسوقت بادشاہ نے بہن کو سمجھایا کہ معاف کرو میری من اس بچہ
کی سفارش کرتے ہیں۔ مگر عورتوں کا ہٹے مشہور ہے وہ نہیں مانی۔ پہر بادشاہ نے قتل گاہ
حکم دیا۔ اسطور جلا دئے جاتے تھے کہ پہر کرارے آئے اور کہا مجرم کو واپس لیجیو۔
پہر مجھے واپس لیگئے بادشاہ نے ہمیشہ کو سمجھایا مگر وہ نہ مانی۔ پہر حکم دیا دربار سے
باہر نہیں نکلے تھے کہ ہر کارے دوسرے اور بادشاہ نے فرمایا کہ ہمیشہ کو نکالو اس ایک
کے لئے میری تمام رعایا اور ریاست برباد ہوتی ہے۔ جاؤ اس مجرم کو جہان سے لائے ہو وہ
پہنچا دو۔ اُسوقت مجھ کو بادشاہی سپاہیوں نے بہان حوض میں پہنچا دیا۔ میں کنارہ پر
نکل آیا۔ آپ سب حاضرین مجھ کو حوض سے باہر نکالا۔ اُسوقت تمام اہل دربار و بادشاہ
ورعابا کو معلوم ہوا کہ جناب میری موصوفت عامل کامل ہیں۔

حدائق السلاطین میں لکھا ہے کہ آپے رن الطبع و خوش فکر تھے کہیں کہیں شعریں کرتے تھے

آپ صاحبزبان تھے آپکا دیوان قصائد و غزلیات رباعیات سے آراستہ ہے انتہی کلامہ
 اور فرشتہ نے بھی لکھا ہے کہ آپ شاعر بنے نظیر تھے۔ دو ایک غزلین بھی بطور نمونہ
 بیان کیا ہے ہم دونوں کتابوں سے آپ کے اشعار ذیل میں مدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ کلام
 صاف و شستہ ہے ہستمارہ و کنایہ سے پاک ہے۔ ان شاعرانہ تشبیہ و مبالغہ سے غالی نہیں
 تذکرہ علماء میں لکھا ہے کہ اپنے حدیث و ادب میں مولانا سید علی الملقب نور الدین
 الموصوی شمسری سے اجازت و سند حاصل کی ہے۔ اور آپکی تصنیف کے کتابچے انتہی کلام
 اپنے دکن میں شادی کر لی تھی۔ آپ صاحب کرام تھے۔ آپ کے صاحبزادے قطب سلطنت
 میں مغرور عہدوں پر مامور تھے بادشاہ کی طرف سے صاحب انعام و اکرام تھے۔ زمانہ کے تقاضا
 سے خاندان میں تغیر و تبدل سدرجہ ہوا کہ وہ انعام مانہ و منصب اکرام فی الحال ہیرو
 کے خاندان میں ایک لڑکا جوان صاحب سہمی میر حیدر علی ہستارادی حیدر آبادی موجود
 نواب خان خانان نظام آباد جنگ پور کی سرکار میں مختصراً ہوا منصب پر ممتاز ہے۔ خوب
 قدر و ان میں خاندان اسف کالچا ناک کے میر حیدر علی کے ساتھ ہمدردی و اعانت فرماتے
 ہیں۔ اللہ تعالیٰ نواب صاحب کو جزائے خیر و ارین میں عطا کرے آمین ثم آمین۔
 آخر میر صاحب صوف ہمارے ہمارے سر سام گتہ چری میں اس عالم خاک سے عالم پاک
 کی طرف رحلت گیرین ہوئے۔ انشاء وانا الیہ راجعون۔ ملا خاتون نے جو فاضل کامل
 شاگرد ہوا، الدین عالمی تھا اور میر صاحب کا صاحب کثرت اوقات مطالب علوم حکمیہ و
 مسائل نظریہ میں میر صوف سے استفادہ کیا ہے۔ خود علامہ می تھا کہ میں آپکا شاگرد ہوں
 آپکی رحلت سے سخت غمگین ہوا۔ آپکی رنج و الم میں ابک مرثیہ لکھا اور اس میں تاریخ
 رحلت بھی کہی وہ یہ ہے

تاریخ رفتش طلبیدم ز عالمی | گفت بجواز رفتن عیسیٰ آسمان

مرثیہ کا مطلع

مضی و اعظم مفقود فحمت بہ | من لا نظیر لہ فی الناس مختلفہ

قصیدہ بہت طویل ہے۔ ہم نے بوجہ طوالت ایک ہی شعر پر اکتفا کیا۔

حسب نصیحت میر مرحوم دائرہ میں مدفون کئے گئے۔ پس لادون کا ارادہ تھا کہ میر کی لاش کربلائے معلیٰ روانہ کریں مگر نصیحت کی وجہ سے سب سے اس ارادہ کو فسخ کیا۔ میر نے دائرہ کو کربلائے معلیٰ کا ایک قطعوں پر فضا بنا دیا تھا اسی وجہ سے یہیں دفن کر نیکی و نصیحت کی میر کی قبر پر بادشاہ کے طرف سے مختصر گنبد بچھنا بنا یا گیا۔ وہ اب تک جو ہے۔ اسپر بات قرانی و اوجیہ ماثورہ کے کتبہ ہی موجود ہیں قبر سنگ سیاہ صافست بنی ہوئی ہے۔ واقعی کن کیا ہند میں دائرہ کی جگہ سے بڑھ کر کوئی جگہ متبرک نہیں ہے۔ اس شخص کے لئے نصیب جو دائرہ میں مدفون ہو۔ میر نے دائرہ کی زمین وقف کر دی تھی عام اجازت تھی کہ سستی و شیعہ کی کوئی تخصیص نہیں تھی۔ ابتدا میں اکثر شیعہ و سنی برابر اس میں دفن ہوتے گئے مین بعد میں کئی ایسے اسباب آئے ہوئے کہ وہ مقبرہ خاص امامیہ کے نام پر منسوب ہوا۔ اولاً یہ کہ اسمین کوئی مقام میا نہیں ہے کہ جہاں دس دس بلکہ زیادہ مدفون نہ ہوسے ہوں۔ بالشت رو بالشت بھی جگہ خالی نہیں رہی۔ اس وجہ سے لوگ جدید مقام تلاش کرنے لگے۔ دوسرے بعض متعصبین لوگوں نے جہلا کے خیال میں جما دیا کہ یہ مقبرہ خاص امامیہ کے ہی لئے ہے اسوجہ سے بہی مرائے دی استطاعت جدید مقبرے قائم کرنے لگے۔ دائرہ میں کیکو نعمت نہیں ہے اب بھی جو سنی غریب مسکین ہیں اسی دائرہ میں دفن ہوتے ہیں۔ میر سے نزدیک ہم دونوں فریق کو با یکدیگر شیر و شکر ہونا چاہئے۔ اور طرفین کے تعصب کو بالائے طاق

رکھنا چاہئے۔ من عمل صالحاً فلنفسہ الخ پر عمل کرنا چاہئے۔ باہم نفاق کہنے سے
ضرر اٹھاتے ہیں۔ اب ہم اس سے زیادہ کہنا نہیں چاہتے ہیں۔ صرف اس کلمہ پر اعلیٰ
تکفید الاشارہ پر اکتفا کرتے ہیں۔ من اشعار الفارسی

عاشق آن قدر کجاوار گرد و گرد و دوست	مانید انیم عاشق لبس و پروانہ را
ز پنج زلف تو بچیدہ در سرم و دو	کہ سوخت جان ملاکت رشک مجھ را
خوشم کہ در دل من عشق دعا نگذشت	مرا بوالہوسیا خویشتن انگذشت
چہ آفتی تو نہ اسم کہ در جہان امروز	محبت تو دو کس با ہم آشنا نگذشت
کمینہ مرتبہ عشق عشق مجنون است	مختہ کم ازین داخل محبت نیست
یکروز بود محبت عالم ہمہ گیر و	ز نیروی قیامت بزبانہا ہمہ فروست
مردیم و بچکس بر خاک انگذت	کامی مردہ شاد باش کہ فرو قیامت است
دولت و صل نجوا ہم بہت و	آسمان در خواب گویا بود بہت
شدم از عشق تو دیوانہ و این می بہت	حسن پیشوہ ترا عشق چنین می بہت
گفتہ ہر کہ دم از عشق زد می شمش	جان فدایت کہ مرا نیز مین می بہت
تبوہ کہ بودہ یکدم دل و انداز دارد	کہ بغیر وافع چند می ز تو یادگار دارد
اثر ملاحظت او من ز خم خورہ و غم	کہ نمک فشان ہمہ شب لم گذار دارد
عالم شگفت و خاطر مانا شگفتہ ماند	گلزار مہر و باغ و فانا شگفتہ ماند
شرمندہ ام کہ غنجہ پتر مردہ و لم	با صد ہزار سعی صبا نا شگفتہ ماند
شب جلوہ او غیرت صد حور و پری	صد حور و پری بندہ جلوہ گرمی بود
باجذب ز لیاقت توانست بر آمد	یعقوب کہ مستغرق مہرے پداری بود

ول	مجنون بره عشق نکورفت و بسکن	ول	از معرکه بیرون شدنش بیچگر می بود
ول	ز دور پر تو حسنت بدل چنان تابد	ول	که آفتاب جهان تاب از آسمان تابد
ول	توئی که حسن ترا کمترین اثر امنیت	ول	که آفتاب تو در مغز استخوان تابد
ول	هر سحر گلشن بخون غلطید و بلبل خون گریست	ول	زان شبیخو نها که حسنت بر گل سیراب د
ول	و هر صد کاروان مضطربین بر باد در یکدم	ول	نسیمی کا و در باد صبا زان جبه کیسوش
ول	بخود میل دلی از جانب لدا رفهمیدم	ول	اگر خیر باشد یاری از یار رفهمیدم
ول	خدا را بگذری بر تربت مومن کز ان مسکین	ول	بوقت جان سپردن حسرت بسیار رفهمیدم
ول	از دیدنت بغیض دو عالم رسیده ایم	ول	ای دوست ما ترانه چو اغیار دیده ایم
ول	صبر و سکون کجاست بکاک نیاز و ناز	ول	از حیرت هست اگر نفسی آرمیده ایم
ول	معجزه ناز خلیل فیض آب زندگی	ول	از دل پیرانش از چشم پر غم یا فقیه
ول	یک نفس مومن اگر از دوست غافل شته	ول	ترین که تا کی نفس امارت است غفار کن
ول	اے صید دست و پا زده عذر گنه بخور	ول	گستاخی بخدست صیاد کرده
ول	ز سینه تار سد م بر لب و من ناله	ول	بزار جان بشیند ز صفت تن ناله
ول	ز ناله بے تو همین بر لبست کز دل نیز	ول	بگوشت میرسد از چاک پیر من ناله
ول	بسمک بعد از قیامک بدایسم الله	ول	اے بیاد تو ز صد درد و ا بسم الله
ول	و کر تو در همه عالی دل شتاق ترا	ول	آنچنان خوش که در آغاز دعا بسم الله
ول	من چون شوم بنرم طرب بدم کس	ول	دارم غم کس که ندارد غم کس
ول	کر و یم قطع یاری یاران که پیش کویت	ول	نا محرم هست هر که بود و محرم کس
ول	گذشت عمر گرامی بفعلت عجبی	ول	بفعلت عجبی و بسرعتی عجبی

نتیجه همه گردیده حشر عجبی

مقدمات که ترتیب یافته در همه عمر

رباعیات

این عیش بسیل کو بهاران ماند
انگشت گزیدنی بیاران ماند
ولہ رنج و غم و غصه با بجا میریزد
بر عضو ضعیف درد با میریزد
ولہ گزینجری خوش امتعاشی دارد
ریوانه با عقل معاشی دارد
ولہ مردانه ز کف دامن مهبت ندی
منبت نکشی از کس منبت نهی
ولہ عالم دیگرست عالم ما
ای خوشا روزگار و مرهم ما
داغ با لای داغ مرهم ما
ملک هجران سواد اعظم ما
کم ز کوشه گیر ز مرهم ما
حشته ثعبان آتشین دم ما
عنیم ما از کجا و بعین ما
ولہ گلستان کن یکایان حجت شوزاری را
که من بر باد شوق داده خوش روزگار می را

این عمر با و نو بهاران ماند
ز بهار چنان بزمی که بعد از مردن
از چرخ چو بر زمین بلا میریزد
گر حصه ما پیش رسد دوری نیست
ولہ نعم نیست که دل جنون ناشی دارد
سودای ترا بهر دو عالم ندید
ولہ اگر مردی را از محنت بچی
گزینتن خویش چو مردان خواهی
ولہ شاهانیت بنده عنیم ما
جذب عشق در ستیخ بلای
شکر در تو چون کنیم که هست
شاه اقلیم در دهنم ما
ولہ ملک آن دو دیده خوش نگین است
یاد میضای وصل گور فراق
ولہ سنگساری از و نهجو مو من
خدا یا وارمان از شور بختی و تفکاران را
شدم بر از غمت غافل شوزار روزگار من

چو بست بانا سازگان ساز گاری کن	کہ باشد سازگان خود کنی ناساز گاری را
خامی بر خارم میدگر درون زیکستی	چه خوش بودی کہ دایستی ہم رخسار را

بہ تلخی جان دہ و کمتر حدیث در گو مومن	
چہ غم از تلخی ناکائے ماکا مکاری را	

بجہ دارد و دلم بر شکوہ لاف صبر طاقت را	نیارم با کمال عجز این اظہار قدرت را
ز بیم آنکہ ہر سو سر کشد صد شعلہ ز شکوہ	بصد خون جگر نہان کند دل و حسرت را
ز خونین داغہائے من فلک افرو قہا یاد	کہ خوش آید دورنگی داوہ گلزار محبت را
سیم لطف جانان کم شد اے با وسو کا ہے	مرد کن تا بچویش آریم دریا ہائے رحمت را
چہ عہدے بود عہد دل جان بہرین را	در یگانہ استیم بدل قدر فرصت را
فدائے رسم عادت سوز خود گردم کہ در عہد	عجب پرائے دیدم ہر رسم عادت را
بشرمت گرز من بیتا ہے ستر دار و بگذر	پریشان دست طرح وضع صحبت مغرط را
اگر امنیت مومن صحبت بچران کہ من دیدم	بہر شش خون خور و بیرن میا بگذر جہرے را

مہربان میر عبد القادر و رنگ آبادی	
-----------------------------------	--

مہربان تخلص۔ میر عبد القادر نام اورنگ آبادی المولد۔ سید صالح النیب الحبیبی
 آپکی نسب بائیں پشت میں حضرت امام علی موسی رضا علیہ السلام سے منتہی ہوتی ہے۔ آپکے
 بزرگوں میں بعض نیشاپور سے ہند میں آئے مقام کنتور صوبہ اودھ میں تنگن موئے۔ یہاں
 کنتوری جو اصل سادات و خلفائے شاہ بدیع الدین مدار سے تھے۔ آپکے اجداد میں
 آپکے جد سید محمد حنیف بن سیدان آمد کنتوری نے اپنے ماموں ملا قطب الدین سہاگوسی

تخصیص علم کر کے عالمگیر بادشاہ کی خدمت میں ملازمت پر منصب حاصل کیا۔ سکینہ کی
 وقایع نگاری و بخشی گری پر مامور ہوا۔ اس خدمت سے معزول ہو نی کے بعد روضہ منورہ خلد آباد
 کی قضاوت پر مقرر ہوا تا آخر حیات خدمت پر مامور رہا۔ بعد ازاں آپ کے والد ماجد محمد شریف
 النخاطب شریف لدیخان مقرر ہوئے اور شاہ نظام الدین نکرانی اور گنگا داس متوفی ۱۱۵۱ ہجری
 کی دسترنیک ختم سے شادی کی۔ آپ بھی موزون الطبع تھے کبھی کبھی بقضائے موزونی طبع
 یکدم بیت موزون فرماتے تھے اور شرافت تخلص کرتے تھے۔ مہربان کی ولادت ۱۱۵۱ ہجری
 میں شہر و رنگ آباد میں واقع ہوئی۔ تاریخ ولادت { ولادت بعد تقاد مہربان } ہے
 اور بعض نے جو ۱۱۵۱ ہجری لکھا لا اصل لکھیں کہ خود مہربان نے اپنی تالیفات میں ۱۱۵۱ ہجری
 بیان کیا ہے۔ سن شعور و تینہ میں تھوڑی مدت میں قرآن شریف حفظ کیا۔ اور کتب و سیہ
 عربی و فارسی جناب میر غلام علی آراؤ کی خدمت میں تمام کین اور فن شعر میں بھی میر موصوفی
 تکمیل کی۔ اور علوم نجوم و جفر و کسب میں بھی لیاقت و مناسبت حاصل کی تھی۔ اولاد
 بزرگوار کامیاب و خلیفہ ہوا تھا۔ سہروردیہ حشہ طریقہ کی خلافت اجازت پائی تھی۔ آپ کے والد
 مولانا شاہ فخر الدین دہلوی سہروردی اچستی کے مرید و خلیفہ تھے اور بعد میں بلا وساطت
 والد اپنے حقیقی مامون مولانا موصوفی سے خلافت حاصل کی۔ عالم فاضل و ادیب کامل
 جامع غرائب ہنر و شاعر شیرین سخن تھا۔ رنگین خیال فصیح زبان و شیرین مقال سحر بیان تھا
 رسائی نہم وجودت و ہمن سے موصوفی کا وٹے سرعت و رک میں معروف تھا۔ قرآن و اشعار
 میں عظیم الشان۔ ارباب کمال میں سہرا کمال تھا۔ اور والد کی وفات کے بعد روضہ خلد آباد
 کی موروثی خدمت قضا پر مامور ہو کے زندگی بسر کرتا تھا۔ اور دریں تدریس و مطالعہ کتب
 تفسیر و حدیث میں مشغول و طالبین و مریدین کی ہدایت ارشاد میں مصروف رہتا تھا۔ اور

آخرین شاہ فخر الدین اورنگ آبادی ترمذی کی صحبت میں استفادہ ہوا تکمیل کے بعد طریقہ قادریہ وغیرہ طرق کا خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اور نوابہ صفیہ ثانی کے وزیر برکن الدولہ کا مصاحب تھا۔ وزیر موصوف مہربان کے حال پر مہربان تھا۔ لچھی نرائن نے گل رعنا میں لکھا کہ ابتدا میں رنگین تخلص کرتا تھا۔ اور میرضیاء الدینخان اورنگ آبادی بھی رنگین تخلص رکھتا تھا۔ میر موصوف نے مہربان سے درخواست کی کہ آپ یہ تخلص چھو دیجئے اور اپنا تخلص دوسرا قرار دیجئے۔ مہربان نے اپنا تخلص اختیار کیا۔ پہریر غلام علی صاحب آزاد نے مہربانی سے مہربان تخلص عطا فرمایا۔ فی الحال شعر عربی کی مشق کرتا ہے انتہی کلامہ۔ نظم میں متعدد رسائل لکھے۔ کحل الجواهر فی مناقب شیخ عبدالقادر۔ پندہ نہر بریت۔ دیوان قصائد مناقب و نہر بریت۔ وقائع کربلا و نہر بریت۔ نشر میں بھی کئی رسائل تالیف کئے۔ مرات الشہود میر فخر الدین ترمذی کے حال میں سات نہر بریت۔ عایم التمثال فی تجدد الامثال و نہر بریت و مناقب مرتضوی تیرہ نہر بریت۔ و فخر الوطائف شرح تہذیب اللطائف۔ لطائف سنیہ و انوار کے بیان میں سولہ نہر بریت۔ و دیوان غزل پانچ نہر بریت۔

تسلسل الافکار کے مولف نے لکھا کہ ۱۱۹۹ ہجری میں اورنگ آباد سے مدراس گیا اور اہل مدراس کو علوم ظاہری و باطنی سے مستفید کیا۔ نواب والا جاہ رئیس کاٹ مدراس نے آپ کی لطافت و تہذیب و فضیلت بڑی تعظیم و تکریم کی۔ اور حسن اعتقاد سے ہمیشہ آپ کے ساتھ مراعات شائستہ فرماتا رہا اور آپ کے لئے ایک خانقاہ واقع میلاپور تعمیر کرا دی۔ اور وظیفہ یا محتاج بھی مقرر کر دیا تھا آپ مدۃ العمر خانقاہ میں رہے طالبین و مریدین کو علوم ظاہر و باطن سے فیض پہنچاتے رہے آخر ۱۲۰۸ ہجری میں اس زمانہ فانی سے بہشت برین کو رحلت کی اور خانقاہ مذکورہ میں مدفون ہوئے انتہی کلامہ۔ اور مدراس میں آپ کے خلفاء و مریدین پیشا کرتے۔ اب تک ان آپ کا سلسلہ

جاری ہے۔ جو شاخ آپ کے سلسلہ اولاد و آل میں میں فخری لقب مشہور ہیں۔ چونکہ
آپ پیر کے تعلق و نسبت کی وجہ خود کو لقب فخری مشہور کرتے تھے۔ اور بعض اہل مدعا
شاخ فخری کو منسوب بفرالدین ترمذی بنا خیال کرتے ہیں۔ ہکو تذکروں اور تواریخ سے
اس امر کا کہیں ثبوت نہیں ملا۔ ہم صرف شہرت پر اعتبار نہیں کر سکتے والعلم عند اللہ
مہربان صاحب دیوان و تصنیفات تھے۔ اکثر رسائل تصوف میں اور بعض تذکرہ بھی
چنانچہ ہم نے رسائل کی فہرست صدر میں لکھی ہے اب آپ کے دیوان سے اشعار ذیل ہدیہ
ناظرین کرتے ہیں من اشعار الفارسی

مردار شد چو گلک مصور زبان ما
بجائے سبزہ از خاکم شو شاخ چنان بد
کہ مست از چشم نازک مزار جان فرس راہ آنجا
بید ما غیمہ است لازم مردم ہمارا
نمیدانم سر زلف کرا دیدم خواب مشب
گشت شیرازہ دلم راز رنگ پان مشب
تو بید مانع نہ خاطر م پریشان نیست
خندہ داری بلب چہرے کمر مودہ است
دل بردن و نگاہ نکردن گناہ کیست
خیائے آن کمر دارم دگر ہیج
وربہ و ند دل و دین مسلمانے چند
تا چہ مقار آب شمشیر تو قاتل شور بود

حرے گذشت از کمر تن رویان ما
ہلاکم کرد داغ حسرت مانے نگارینی
صبا آہستہ آہنگدہ در کوئے اوافندہ
ہر زبان نیم عتاب آلودہ چشم ہار را
پریشان می شود ہر کس وار و فکر تعبیرش
بیرہ اسم وادی و شب جمع خواہم نشاط
چراہ پیش تو اظہار مدعا نکندم
تا صد از اظہار پیغامش دل مشا و کن
دل و دن از برائے گناہ ما
ز عشق درد سردارم دگر ہیج
دوش در تبکہ و دشمن ایامے چند
بار با خور ویم زخم و تشنگی باقی بنود

بلاے گردش چشم تو داد و در سرم و له تو جام پاده کشیدی مرا خوار آمد
 دوستان شب میرو و حرفه ازان گیسو کنید و له خشک سمنم علامت از گل شب بو کنید
 وصف خاکی کسی کرد نم نفس گلزار شد و له نکتت فردوس می آید و با نم بو کنید
 خنجر دست نگارین که قلم کرده است و له در کفن بجای خامی آید از خونم هنوز
 مردیم و بیقراری دل نیست کم هنوز و له چو گرد باد می کنذ این خاک دم هنوز
 ارا بازوئے گاهے چه میکشی و له بیرحم این مثابه غلام جیا مباحش
 صدف نیم که بابر گهر نشان نازم و له بود چو آینه ام آبروز جوهر خویش
 می کند و دیده من شک آتش فام قص و له نغمه چون بیار گرم فکند در کام قص
 نه پنداری که خط گل کرد بر پیر این عارض و له غبار از آوازان دست زور و امان رض
 جافروتن می تواند یا فتن بالاے چشم و له از زخم ایست جانان یا فتم قدر کوع
 یاد چشم و روئے اداس مهربان بس میکند و له از بهار زنگش سیرچمن دارم فراغ
 ما تو گفتی ای ستمگر خنجره دارم بکف و له گفت از خود رفته من هم سر دارم بکف
 چو گل لبریز زخم خون ناب ساکنی دارم و له شدیم تصویر بسمل اضطراب ساکنی دارم
 بخود گفت بعلکم کیت سامان چمن ارد و له دل صد پاره من در جواب آمد که من دارم
 نیمه مهربان در عزت از پنج سفر فارغ و له بر گیسو گل انداز غریب وطن دارم
 ندارم چاره گر زرق از لبم چو آریز د و له تلاش نوکری چند لک می بایست من کردم
 محتاج چرخه بنود مشقت عبادم و له چون کاغذ آتش زده خود شمع مزارم
 بر سر لوح مزار ما گل برگس زیند و له ما شهید تیغ آتش شم خوار آلوده ایم
 بار ما دیدی و حال مهربان پرسی ز من و له بیحسوت در شکایتها ز بانم و اکن

بگرو معن تو خط منیت بلکه ملک قضا	دلہ بہائے بوسہ رقم کرد در خطر پیمان
بیدارغ از سیر با غم جتے دارم بلند	دلہ کشتہ رفتار یارم نیم شیدائے سرو
اینقدر با دیدن آئینہ ظالم خوبست	دلہ میتوان کردن گاہ ناز بردل گاہ گاہ
دارم ز دست آن گل بیزحم کاشیکے	دلہ بر برگ لاله نامہ ام انشا کند کسے

ممتاز - محمد بہادر خان برہانپوری

ممتاز تخلص - محمد بہادر خان نام برہانپوری المولد ہے۔ آپ کی نسب کا سلسلہ یوسف خان چک کشمیری سے منہی ہوتا ہے۔ سخن گوئی و سخن فہمی میں ممتاز نواب آصفیہ ثانی کی خدمت میں منصب جاگیر سے سرفراز تھا۔ نواب معین الدولہ بہادر علیچند ظالم اورنگ آباد کا مضاف و جلیس تھا۔ اور آزاد بلگرامی کے معاہدین سے تھا۔ آخر ۹۶ھ ہجری میں فوت ہوا۔

میر کا مہل

چون کمال از صید مارا حاصلے منظوریت	دلہ از برائے دیگران است انجہ می کوشیم
دل بہ بیداد فلک خود داد و ایچم	دلہ از ازلین دانہ نذر آسیاست
جنون طرفہ دارم بیا و گردش چشمی	دلہ نگیرد جا آبادی نگنجد در بیابانے
حرص جمع مال دنیا رہبر راہ فناست	دلہ خویش را از بہر زیر رحمت قارون کن
جزولائے شیر خرق ممتاز در دل جامدہ	دلہ جائے گوہر سودہ الماس معجون کن

سنت - میر قمر الدین بلوہی

سنت تخلص - میر قمر الدین نام مشہدی الاصلین۔ آپ کا تولد قصبہ سوئی پت میں

اور نشوونما دہی میں پایا۔ سن بشعور کے بعد علما و فضلاء کی خدمت میں علوم و فنون کو حاصل کیا۔ فاضل و مستعد ہوا۔ مولانا فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ حقیقیہ میں محبت کی جب تک پڑائی میں تھے تب تک سنی انداز میں جہودت دہی سے لکھنؤ گئے اس وقت امام بریلوی کا اختیار کیا۔ شاعر عالی دماغ و بلند خیال تھا۔ آپ کا کلام باعزت و فصاحت میں ڈوبا ہوا ہوتا تھا۔ لکھنؤ میں مدت تک ہمارے متوال اہل رول کی تعریف مدح میں قصائد لکھے۔ خوب انعام و صلے پائے۔ پہلے لکھنؤ سے کلکتہ گئے گورنر جنرل بہادر کی مدح میں ایک قصیدہ لکھ کر پیش کیا۔ ملک اشعری کا خطاب پایا۔ گورنر بہادر نے آپ کو سفیر کے نواب نظام الملک آصف خان ثانی کے خدمت میں بھیجا۔ آپ کلکتہ سے شمسہ ہجری میں حیدر آباد پہنچے۔ وہاں آصفی میں باریاب ہوئے ایک قصیدہ بند گانہ عالی کی مدح میں لکھ کر نذر کیا۔ بند گانہ عالی بہت خوش ہوئے دس ہزار روپیہ عطا فرمایا۔ اور دو سو روپیہ عطا فرمایا۔ آپ یہاں نہایت خوشی و خرمی سے نہایت روانہ ہوئے پہلے لکھنؤ میں پہنچے راجہ کپت کے صاحب سے چند روز قیام کر کے انچاس برس کی عمر میں بتقریب سیر لکھنؤ سے کلکتہ گئے وہاں پہنچے ہی شمسہ ہجری میں خلد برین کو روانہ ہوئے۔ صاحب دیوان میں آپ کے دیوان میں کل اشعار پچاس ہزار ہون گئے۔ آپ نے کئی مثنویاں تصنیف کیں۔ اور شمسہ میں ایک کتاب نام شکرستان لکھی۔ اس کتاب میں گلستان سعدی کی طرز اختیار کی ہے۔

من اشعار الفارسی مثنوی

بائیں و طرز نوی گفتہ ام
شمار قصائد بسد میرسد
ز پانصد رباعی گرفتہ شمار

درین عمر دہ مثنوی گفتہ ام
چو اشعار من در عدد میرسد
بو شعر من در غنزل سی ہزار

من اشعار ہندوی

اس نیک کچھ ہے لطف پیار ہے	ہر دم جو کہو کہ جائیں گے ہم
گر اس لب جان بخش کی میں بات سناؤ	عیسیٰ ہی جو کچھ بولے تو صلوات سناؤ
قدم رکھ گیا کون سیئے پہ اپنے	گل داغ میں آج ہندی کی بوجھے
مدعی عشق عبت کرتے ہیں محکو منت	مان بیہ سچ میں نے کی جو بوس تو ایک ہی ہے
برمنہ پامی بچل محکو اس منت غیلان میں	جہاں ہر خار کو دعویٰ ہوشتر کی نیابت کا
علاج دلو آئے تھے مسیحا سخت دعو سے	یہاں کیا ہو گیا وہ حجرہ حضرت سلامت کا

من اشعار الفارسی

نقدے بکف بنو و بجز آبرو مرا	آن ہم ز دست ریخت پائے سبورا
پراز اسباب کلفت شد جهان جاہلی یام	کہ بار خاطر غمدیدہ را کیسو ہم آسجا
رسم دیوانگی از حلقہ گیسوے تو خاست	شور محشر زخیرام قدو بھوئے تو خاست

محب - مولانا محبوب علی سندھی

محب تخلص - محبوب علی نام۔ سندھی الاصل ہے۔ وطن سے عبدالرحیم خانخانان کے ہمراہ آیا۔ اہل منامحب کے زمرہ میں شریک تھا۔ ہمیشہ خانخانان کی رفاقت میں بسر کرتا رہا۔ خانخانان کے انتقال کے بعد ایرج خان بن خانخانان کی خدمت میں زندگی گزارتا رہا۔ کبھی براہین کہی خانامیں رہتا تھا آخر شہسہ ہجری میں فوت ہوا۔ شیخ محمد بن فضل اللہ کامرید تھا۔ پیر حسن عقیدت و ارادت رکھتا تھا پیر پرست نیک سیرت تھا۔ شاعر ہی تھا کبھی کبھی کلام مؤرد کرتا تھا۔ جو کچھ کہتا تھا پسندیدہ ہوتا تھا۔ من اشعارہ

ہزار سالہ رہ رفته را قفا رستم
 ز ہم غلط شدہ و رکوے آشنا رفتم
 روان بر سرش وام ماہی کشید
 بغوا صی آید کش آرد بدست
 ترازو کے مارچین است سنگ

بصدئہ کعنت زو بسے ز جا رفتم
 گدائے در بیگانہ منفعت وارو
 یکے قرص خورشید در آب وید
 چو از جنبش آب شد و شکست
 فرو رفت تا کہ بکام نہنگ

مسیح - حکیم رکن الدین کا شہی

مسیح تخلص - رکن الدین نام - حکیم نظام الدین علی کا شہی کا فرزند ہے - مسیح کا مولد و نشا
 کا شان تھا - فن طب میں عیسوی دم علوم فلسفہ میں معلم ثانی تھا - سخن سنجی و جاوید بیانی میں
 ثانی و نوری و خاقانی تھا - شاہ عباس ماضی مسیح کے حال پر نہایت عنایت و کرم فرماتا تھا
 اور حکیم کی بڑی تعظیم و توقیر کرتا تھا - چند مرتب حکیم کے دولتخاں پر خود بادشاہ رونق افزا ہوا
 ایک روز حکیم دربار شاہی میں کسی فاضل کے ساتھ مناظرہ میں مشغول تھا بادشاہ بھی اس وقت
 موجود تھا بادشاہ نے مخالف کی جانب اسی کی - مسیح نے کشیدہ خاطر ہو کر دربار داری ترک کی
 اور بارگاہ سے باہر گیا - تھوڑی دیر کے بعد ایک قصیدہ اجازت سفر کے بارہ میں لکھ کر پہنچا -
 اسکا مطلع یہ ہے لیکن بادشاہ نے اجازت نہیں دی -

گر فلک یک صبح دم با من گران باشد
 شام بیرون میر و چون آفتاب کشورش
 جب بادشاہ دار السلطنت سے مازندران کو روانہ ہوا تب مسیح موقع پا کر فی الفور دارالامین
 ہند کی طرف متوجہ ہوا - اکبر بادشاہ کے دربار میں بار بار ہوا - بادشاہ ہند نے مسیح کی بڑی
 تعظیم و کرم کی مدت تک عیش و آرام کے ساتھ زندگی بسر کرتا رہا - عہد جہانگیری میں کلہاڑی

ولہ	بگروعل تو خطِ نیت بلکہ کلک قضا
ولہ	بیدماغ از سیر باغم جہتے دارم بلند
ولہ	اینقدر با دیدن آئینہ ظالم جو بیت
ولہ	را غم ز دست آن گل بیرجم کا شکے
ولہ	مہائے بوسہ رقم کرد در خطِ بجان
ولہ	کشتہ رفقا ریارم نیستم تیرائے سرو
ولہ	میتوان کردن نگاہ ناز بردل گاہ گاہ
ولہ	برہرگ لالہ نامہ ام انشا کند کسے

ممتاز - محمد بہادر خان برہانپوری

ممتاز تخلص - محمد بہادر خان نام برہانپوری المولد ہے۔ آپ کی نسب کا سلسلہ یوسف خان چک کشمیری سے منہی ہوا ہے۔ سخن گوئی و سخن فہمی میں ممتاز نواب آصفیہ نامی کی خدمت میں منصب جاگیر سے سرفراز تھا۔ نواب معین الدولہ بہادر علیچند ناظم اورنگ آباد کا مضاف و جلیس تھا۔ اور آزاد بلگرامی کے معاصرین سے تھا۔ آخر ۹۶ھ ہجری میں فوت ہوا۔

منزلہ

ولہ	چون کمال از صید مارا حاصلے منظوریت
ولہ	دل بہ بیداد فلک خود دادہ ایم
ولہ	جنون طرفہ دارم بیا و گردش چشمی
ولہ	حرص جمع مال دنیا رہبر راہ فناست
ولہ	جزو لائے شیر حق ممتاز در دل مبادہ
ولہ	از برائے دیوان است انجمی کوشیم
ولہ	از ازالین دانہ نذر آسیاست
ولہ	نگیرد جا آبادی نگنجد در بیا باسنے
ولہ	خویش را از بہر زریحمت قارون کن
ولہ	جائے گوہر سودہ الماس معجون کن

منت - میر قمر الدین بلوہی

منت تخلص - میر قمر الدین نام - مشہدی الاصل میں۔ آپ کا تولد قصبہ سوئی پت میں ہوا۔

اوپر پیوند میں مشغول ہوا کہ اس خاندان کے دعا گو یوں میں ہے اکثر اوقات صاحب قرآن ثانی
انعام و حرمت کے غائبانہ یاد و نشاندہ فرماتے ہیں۔ آخر ۷۷۷ ہجری میں اس عالم فانی سے
مکمل جاودانی کو روانہ ہوا۔ مصرع تاریخ کسی شاعر نے لکھا ہے رفت بسو فلک باز مسیح دوم
اسکا کلیات ایک لاکھ بیست پر شامل ہے مزار صائب تہر نیری جو آپکا شاگرد رشید ہے
اُس نے استاد کے فوت ہونے کے بعد کل شعار میں سے سات ہزار بیات انتخاب کر کے
ایک مختصر دیوان جمع کیا۔ من اشعار الفارسی

بچینی ہائے غفوری بن شکوای میں را
وریناہ اہل ولت ہست خواری بیشتر
نار ہم فریاد ہم فریاد رسن شد مرا
نیم شبی قضا کنم نالہ عند لیب را
میشقت بباد سپارم چراغ را
دیوانہ کشتن از نگاہ اولین خوش است
مگر در دست پاش قنابل قند کہ خنیر
چراغے کر دلم روشن کنی مرون نمی داند
ہمہ سامان کفر منہ زمین زار می باید
ورور آید در دلم خورشید خاکستر شود
کنون چشمی کہ دارم بزگاہ واپسین دارم
کہ نتوان سرتو شتم خواند از لوح مزار من
مینوگر صد جان دہدیک خطہ نتوان زیستن

اگر خواہی کہ سخی زور فقر سلطنت باہم
سنبہ یا مال است وزیر درخت میوہ دآ
نالہ زار است کارم تا نفس با شد مرا
عمر اگر امان و مدت خزان درین چمن
پیش قات باب و دہد سرو باغ را
عشقی کہ رقتہ رقتہ جنون آورد چہ سود
کجا از خواب نازان قندہ و در قمر خنیر
دل من آتش طورست افروزن نمیداند
مرا از طرہ مشکین او یکتا رمی باید
بزربان گر نام خاکم بگذر دآور شود
بکام دل ندیدم یک نفس مدت عمرش
چنان روشن زیاد رمے او شد خانہ گورم
گر تو باشی میتوان صد سال چنان زیستن

ہم چہ چرخ خانہ ہم شمع مزار من توئی

اے دل بیکار آخر نگار من توئی

مِنْ بَا عِیَاتِ

دین گرسنہ شوق تو از جان بیست
ہر چند کہ زود تریاے دیرست
دورخ حیران سینہ من گردد
ہر چند کشند باز روشن گردد
ور آتش ہجر خرم سوختہ اند
روز سیدہ ما دران دوختہ اند
دل در خم آن زلف چلیپا دارم
من یک سرو صد ہزار سودا دارم

دل بے تو مزار عمر خود دگرست
ور آمدن اے نگار تا خیر کمن
گر آتش روز خم نشین گردد
گر فتنہ داغ من شود رشتہ شمع
نوبان کہ چراغ حسن فروختہ اند
بسیار درازست شب ہجر مگر
پیوستہ بروے تو تا شا دارم
بندست بہر یک مرموے تو دلم

محمود میرزا اطفالہ مدبر نیری

محمود تخلص - میرزا اطفالہ مدنام - حاجی شکر اللہ تبریزی کا فرزند ہے۔ حاجی وطن سے
دل برداشت ہو کر ہند میں وارد ہوا۔ اور بندہ سورت میں سکونت اختیار کر لی۔ اسی مقام میں
۹۵ شہید ہجری میں میرزا اطفالہ مد عالم شہود میں جلوہ آرا ہوا۔ اسکی ولادت میں کسی مورخ نے
بہر صریح موزون کیا ہے۔ بر سپہر سعادت آدماہ مجبور نے سن تمیز و رشید کے بعد سورت
میں آقا حبیب اللہ شاگرد آقا حسین خوانساری سے کربت سید علوم متعارفہ عربیہ و فنون اولیہ
اور بیہ تحصیل کینا و سخن کی صلاح ہی آقا صاحب سے لیتا رہا۔ بہر صورت سے بطریق تجارت
ملک بنگالہ میں گیا۔ وہاں کے حاکم نواب سرفراز الدولہ بہادر نے محمود کی شرافت ذاتی
ولیاقت صفاتی کا لحاظ کر کے اپنی دختر نیک اختر سے شادی کر دی اور حضور شاہی سے

مرشد قلیخان رستم جنگ کا خطاب منصب مناسب مقرر کر لیا اور اڑیسہ کی صوبہ داری پر مامور کیا۔ میرزا نے نعمت کی قدر نہ کی بعض مشیران شیر کی صلاح سے صوبہ کے انتظام میں کما بینغی توجہ نہیں کی اور وہاں سے دل پر خاست ہو کر حضور نواب صفیہ الدین کی خدمت میں پہنچا۔ اور نواب آصفیہ کی ملازمت اختیار کی۔ حیدر آباد دکن میں مدتیہ رہا خوب انتظام کیا۔ زمین کی پیمائش و بندوبست عمدہ طرح سے کیا۔ ایک تہہ برس کی عمر میں ۶۴ھ ہجری میں رشتہ زندگی کو قطع کیا۔ صاحب تحفہ الشعر نے اپنے تذکرہ میں لکھا کہ محمود تخلص مرشد قلیخان نام رستم جنگ خطاب اور گل غنابہ صاحب تحفہ کے ساتھ متفق ہے مگر صاحب صبح گلشن بجائے محمود محمود تخلص لکھتے ہیں شاید یہ ہوا کا تہہ محمود شاعر سلیم الطبع خوش مزاج شگفتہ جبین تھا۔ فضائل و کمالات سے آراستہ تھا شیریں بیانی و نازک خیالی سے پیراستہ تھا۔ ملکی انتظام میں نہایت ہی لائق و فائق تھا حساب پیمائش میں گمانہ روزگار تھا۔ فارسی و ہندی میں شعر کہتا تھا ہمہ دل میں آپ کے اشعار بطور نمونہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ آپ مددوری خان ملازم نواب شجاع الدولہ کی بغاوت کی وجہ سے مقابلہ و مقاتلہ کے لئے مستعد ہوئے مقابلہ میں کامیابی نہیں ناخوش ہو کر وہاں سے حیدر آباد دکن میں نواب صفیہ مرحوم کی خدمت میں آئے نواب نے بڑی خاطر داری کی اور خدمت جلیلہ پر مقرر فرمایا آپ دکن میں ایسے جگہ کمر اٹھے آپ کی وفات ۷۴ھ ہجری میں اورنگ آباد میں ہوئی۔ منہ اشعار الفارسی

کہ بار را کند مرغ جنگ زور ما
کہ بر میان زوہ ام دامن میان را
جدا جدا سختم همچو خط ہند و ما

پشت فلک بخاک رساند غور ما
گرفت شور جنو نم چنان گریبان را
نوشتم نہ تعبیر لفظ خال خطت

<p> ماه من بر لب جو جلوه فروش است شب بر خاک درت سرشبهان است آویزه گمشد عشق غفل گردد در شرب عذب خاکساران خوردم چو هما فریب دولت سیلاب مرثک ما بهامون تاب سخن سبک ندارم از رفتن عمر دارم افغان </p>	<p> آب ز عکس خشن باد پوشش است مشب این قطعه زمین بر آسمان است حریفی که ز پاک گوهران است شیرینی شهید کشتان است این نغمه تمام استخوان است دیوانه مطلق العنان است این پنبه گوبش ما گران است فریاد جبرس ز کاروان است </p>
--	---

حضور آصفجاه نه بی اسی زمین من یک غزل لکھی تھی اسکا مطلع و مقطع یہ ہے

<p> یادت همه دم ایس جان است از رو و لم میر کس آصف دیده میدان چها شب بزم بی او گشت دل زاری ندارد حاصل نیر از پیشانی از کوه گران سنگ مکافات بنرسید تعجب نیست بد طغیت اگر حاجت و اگر د نروزان کی بخود در ماندگان را کار کشاید گلزار محبت رشته گلدسته را مانم چرا بنمود زود و فتر ایام میفریذ بازینان را بهر صورت که هست </p>	<p> چون بو که سبرگ گل نهان است رنگ رخ زرد و تر جان است همچو سیل زیل مرثک چشم از بار و گذشت ز تیر انگشت آفوسه لب نم کمان دارد با شب نشسته ناموس کسے کار ندارد که زخم کهنه را خاکستر عقرب دوا گردد گره امکان ندارد باز از انگشت پا گردد که عمرم جمله صرف اجتماع دوستان گردد که خود بخود ورق این کتاب میگذرد کاش چنین آئین من هم جوهری مبدل شتم </p>
--	--

نہ دل از من خبر دار نہ من از دل خبر دارم بسان شیشہ ساعت نفیق کار پیدا کن باشد دو جهان فاعلم از ان ذات بگمانہ بیک صورت بود بانیک بطر سلوک من چو مجنون کے تو انعم کرد جولان و ریاکاری	دل از من کی جدا گشت و من دل کی جدا گشتم بیک ساعت نہ من و آسمان یزید بالکن بر پا چو کمانست بیک تیر و خوانہ مثال صفحہ آئینہ دارم و وضع مہواری مرا چو نگین باید بقدر تمام میدانی
---	---

متین - میر مہدی برہانپوری

متین تخلص - میر مہدی نام آپکا مولود و نشان برہانپور ہے۔ آپ مجاہدین منصب اور نشان
کے فزید میں آپکے والد صاحب سخن تھے۔ میرزا بیدل کے شاگرد۔ متین نے برہانپور میں
والد ماجد کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی۔ اور بقدر ضرورت تعلیم پانچ اسکند و حاصل
کی استعداد علم تھا خوش خلق و کم سخن شعر گوئی و سخن سنجی میں فکر سار کرتا تھا۔
شاہ سراج اور نگ آبادی سے سخن کی اصلاح لیتا تھا۔ اس وقت میں شاہ سراج برہانپور
تھے۔ جس وقت شاہ صاحب نگ آبادی سے متین بھی اور نگ آبادی میں وارد ہوا
چند مدت استاد کے پاس رہا۔ پھر وطن مالوہ روانہ ہوا۔ پھر آخر ۱۹۷۷ء میں عالم بالا
کے طرف رحلت کی۔ حسن استعلا الہندی

روز بازل سے مجھے ورد زبان ہے شیشہ اس سبستی پوئش تامل پرچہ لہو کا رنگ عرس کو مجنون کے ہر نوں نے کیا ہے اتفاق جان جاتا ہے میرا فوس کوئی کہتا نہیں	بات شیشہ ہے سخن شیشہ فغان ہے شیشہ عاشقوں لازم ہے اب سلوک کا سروا کیجئے و حشبو لازم ہے تمہاری اپنے سامان سے چلو آنسو تمہرے ہو گیا آنکھوں کی ایوان سے چلو
--	--

گل شاخ پر صبا سے ہتی نہیں چمن میں گلر کی تبسم سے بسمل تملسا ہے میں

مقصود - میرقصود علی اورنگ آبادی

مقصود و تخلص - میرقصود علی نام اورنگ آبادی المولود ہے۔ فارسی میں عمدہ لیاقت و مہارت رکھتا تھا۔ خوش الحان تھا اکثر قصائد عمدہ سیلاب شیراز میں خوب پڑھتا تھا سنا کے دلوں پر پڑا اثر ہوا تھا۔ اکثر وجد میں پڑھتے تھے۔ شعر گوئی میں مشق کرتا تھا جو کچھ کہتا تھا خوب مرغوب ہوا تھا۔ شفیق و رنگ آبادی تذکرہ چستان میں رقم فرماتے ہیں کہ مقصود و فقیر سے ربط رکھتا ہے اکثر اوقات میرے غریب نہ پر شریف لاتا ہے خوش گنج و خوش و نفع تھا ہر ایک کے ساتھ حسن سلوک کرتا تھا۔ آخر ۹۹ھ ہجری میں فوت ہوا۔

من اشعار الہندی

دیکھتے تھے چشم باری میں یوں کیف کی بہار رہتا نہیں ہے ہوش کسی ہوشیار کا
جھکوتے اشعار میں سے صرف یہی ایک شعر ملا۔ اس لئے اسی پر اکتفا کیا گیا۔

میر سید شاہ میر برہان پوری

میر تخلص - سید شاہ میز نام۔ باشندہ برہان پور میں۔ مشائخ برہان پور سے تھے۔ سید صاحب
والحب تھے کتب درسیہ سے فارغ التحصیل تھے توحید و تصوف کے دریا میں ڈوبے ہوئے تھے
محبت و شوق الہی کے شمعاروں سے ہمہ تن سوختہ تھے۔ دل کے سوز و گداز سے سینہ پر
وریدہ گریان تھے۔ اسی جوش و ولولہ میں حقانی خیالات و ربانی مشاہدات کو موزون
کرتے تھے آپ کی غزلین اور مرثیے اور رباعیات و دہرے نہایت ہی باغ و شورو انگیز

ہوتے ہیں اور کتب و قطعات و لکشی و لایزہ آپ علم موسیقی میں کامل و ماہر تھے۔ اقسام
سرو و ترانہ سے خوب واقف اس فن کے عالم با عمل تھے۔ لچھی نرائن جیستان شعرا
میں لکھتے ہیں کہ بھگت سلطان الدین شوریہ کی زبانی معلوم ہوا کہ آپ نے فی الحال یعنی ۱۱۵۷
میں دہ پتہ بچار نام کی ایک کتاب تالیف کی ہے اس کتاب میں موسیقی کے مطالب
عمدہ طرح سے بیان کئے ہیں انتہی کلامہ۔ آپ کی وفات ۱۱۹۷ ہجری میں واقع ہوئی۔

من شعرا الہندی

درخت انبہ پر کوئل چکاری شکل صحرا بـ مین پی کین پنگٹ پچل دیکھ بہار جھوم سن	مین یو جانا پی مائک ماری سرنگون ہو ایدل دو گانہ کر پچل چلی ہے گہ کوئے سر گر گھڑا ٹھا
---	--

منعجم - محمد منعم بریل پوری

منعم تخلص۔ منجم منعم نام۔ آپ کا اصلی وطن بریل پور ہے کتب سیرت فارع التوصل
نہیں ہوئے تھے مگر بقدر ضرورت لائق و ہوشیار تھے۔ اچھے کار پرداز تھے۔ فن سیاق میں
اچھی بہارت لکھتے تھے۔ خوش نویسی میں ہفت علم تھے۔ ہر علم میں علم ہے استعلاقی میں کو
جو امر زشم عطار و قوم کہتے تھے۔ فارسی میں خوب بہارت لکھتے تھے۔ بریل پور سے نظام لد
ناہر جنگ شہید کے زمانہ میں اورنگ آباد گئے۔ دارالانشاء میں مقرر ہوئے ناہر جنگ کی
شہادت کے بعد آصف جاہ ثانی کے زمانہ تک خانہ نشین رہے۔ پیر بندگالہ نے آپ کو مصنف
مقرر فرمایا۔ مدت تک نہایت آرام و راحت سے بسر کئے آخر ۱۲۰۷ ہجری میں فوت ہوئے
خوش خلاق و خوش طوار تھے۔ خندہ روش گفتہ جمین تھے۔ مدست نواز و محبت پرور تھے

لچھی نرائن شفیق کے معاشرتے۔ اکثر اوقات شفیق سے ملتے تھے باہم شعرو شاعری کے چرچے رہتے تھے۔ **من الشعراء الہندی**

تجہ حسن کے مین قربان یوسف جلال دے	جہنگل لالے ابرو ہلال واسے
گردش سے تجہ نین کے مین حیران	خورشید ڈال واسے جاہ و جلال واسے

مہتاب۔ لالہ مین لال اور نگہ آبادی

مہتاب بے خلص۔ مہین لال نام۔ قوم کہتری اور گتہ باری المولد تھا۔ فشتی خوشنویس و انشا پر از می مین مشہور تھا۔ لچھی نرائن کے سرشتہ مین فشتیوں مین ملازم تھا۔ خوش خلق و خوش گفتار و سپیدہ کردار و برگزیدہ رفتار تھا۔ مزاج مین خاکسار می عاجزی بیشمار می و دوستوں سے خوش صحبت تھا۔ ہر ایک کے موافق تھا شعر گوئی مین خوش فکر و از کہ خیال تھا۔ بانسخت فارسی و بختہ ہندی کے طرف زیادہ مائل تھا۔ خوب کہتا تھا۔ آپکا کلام مرغ ہے کی و مانات سنسکرچی مین واقع ہوئی۔ بھکوا آپکا فارسی کلام نہیں ملا صرف چند اشعار ریختہ حاصل ہوئے مین و یہ ناظرین کرنا مومن۔ **من الشعراء الہندی**

آب آنگہوں سے کم ہوا۔ ورو	چشمہ آفتاب کی سو گند
دل سے و حواس دور کر آ۔	تجگو تیرے جناب کی سو گند

لچھی نرائن نے بھی سی طرح مین ایک غزل لکھی ہے ہم غزل مین سے چند اشعار بطور نمونہ لکھتے مین تاکہ ناظرین سفید مومن۔

تشنہ لب ہوں شراب کی سو گند	جل گیا جی کہا ب کی سو گند
ہر گہری تو قسم نکہا جو ٹی	تجگو دل کی کتاب کی سو گند

<p>کیا جہلک ہے سخن کے چہرہ پر بے سخن ہوں تیرا دہن دیکھ دور کر اب حجاب کو اپنے دل صاحب نے کیا پریشان آج</p>	<p>زر زری کے جناب کی سو گند یارِ حاضر جواب کی سو گند چادرِ مہتاب کی سو گند زلف کے بیچ و تاب کی سو گند</p>
--	---

منصورہ میں منصورہ کی سیری

منصورہ تخلص۔ میں منصورہ نام۔ آپ کے بزرگ اسیر کی قلعہ داری پر امن تھے آپ بھی بہت
اُسی آبادی اور دینی خدمت پر بحال تھے پتہ لگا کر لایا ہوئے۔ قلعہ داری کو ترک کر کے بیرون
میں آئے قلعہ و شاخ کی صحبت اختیار کی جس سے ایسا اثر کیا پسند ہی۔ زمین و دیش کی بل
و فقیر و اصل ہوئے۔ مانتے کہ کبھی انور میں زندہ رہے۔ تو کل کی خناعت پر زندگی بیکر سے
رہے کسی میر و فقیر سے ملتی نہیں ہوئے۔ نہایت آزادی ہے پروائی سے کہے۔ آپ
افسوس اور ناک آبادی کے خسر تھے آپ کے دو شعور شہر میں باقی اشعار کا پتا نہیں ملتا
احیاط انہوں نے سے تلف ہوئے و امیر اعظم حقیقت الحال۔ آپ کا انھوں نے خیر بھی

منشعارہ الہندی

<p>ہم نے جانے تھے کہ دلدار ہمارا ہو نیگا رمز کرتے ہیں رقیبان مجھے معلوم ہوا</p>	<p>یہ نہ جانے تھے کہ جاغیر کا پیارا ہو نیگا اکلی قدرت نہیں دلیکا اشارا ہو نیگا</p>
---	--

مبتلا۔ الفحیان اور نگارادی

مبتلا تخلص۔ الفت خان نام۔ اصلی وطن اور نگار آباد ہے۔ عالم شباب میں غفرری سقندر

استعداد حاصل کر چکے بعد شعر گوئی کا شوق دل میں پیدا ہوا۔ آہستہ آہستہ اس رستہ میں
چلتے لگا رفتہ رفتہ سخن سنجی کے میدان میں سبکدوش ہوا۔ مضامین رنگین و خیالات نگارین کو
آہستہ کرنے لگا۔ شاید سخن کو معانی تازہ کے زیور سے پیرستہ کرنے لگا۔ جو ان کے صالح سپاہی
وضع خوش طبع تھا لاغت معانی و فصاحت بیانی سے بلند آوازہ۔ آہستہ آہستہ وقت
سے مثل گل تازہ۔ شاہ فیروز صدaron میں نسکب آصفی جہاں تماروں میں شہسوار ہوا
پچھلے برس چغتایان شاعران لکھتے ہیں کہ فاضل صاحب فقیر سے توسط غلام محمد خان انور
نے ابرار سلطنت میں محبت کو قائم کیا کہ کسی غریبانہ پردہ مرخص فرماتے تھے نیک و عزیز
میں حق تعالیٰ ان کو سلامت کہے اتنی کلامہ۔ پچھلے برس ان کے کلام سے ثابت ہوا کہ آپ
شفاعہ ہجری میں زندہ تھے۔ شعرا اور گستاخاؤں نے ان کا رشتہ عا جزو شاہ مرچ الین
سلج و غلام قادر صاحب و میرزا بلگرامی وغیرہ کے ساتھ کیا۔ آخر شاعر ہجری میں
مالہ ندیس کا مسافر ہوا۔ من اشعار الہندی

دن بیک یوں نہ دھاریا تو ان جتنی ہے بہر	کہہ دو اگر باغبان اس تر گس بیار کی
لٹ پٹا جاتی ہے اسکی صفیں میری بان	دل شوق جوتا ہے میری سچ کے چیرا لٹ پٹا
غلام میں عشق حسن میں تاجی و قی ہے	دل سنے جفا و جور کئے ہم نے دعا دیا
نہیں آرام تم میں ہر سی کئے انگشتوں کو	دل کہہ دو اگر کون تعین اپنے خوار و جشیون کو
کہہ دو اگر غلام مجھے چھٹ کر غضب	دل واپس ہے ان دنوں میں دل زار بی طرح
دلو خوشی میں یہ دہر کی او میں بھولیا	دل خیر کو دشنام کتا ہے ہمیں بولیاں
غنی و کل جو نہیں آخستہ ہوئی گلشن میں صبح	دل قنقین میری انگشتوں سے جب ہم بولیاں
دل زار دل کی یہ پہل کی نہ عرضیں مانیا	دل شوق لاکھ سے سکے ہوئے نہ فرمانیاں

تجھے غنچواری نہوسے بن اور آزار نہی

کوئی اگر پرورد تیرے پاس آزاری کرے

مہر علی اور نگ آبادی

مہر تخلص - مہر علی نام آپ کا اصلی وطن اور نگ آباد ہے۔ شاعر نگین خیال خوش فکر و شیرین مقال تھا۔ صغر سنی میں شعر گوئی کا مرض لاحق ہوا تھا۔ روز بروز بڑھتا گیا۔ آپ شعر و سخن کے فریقہ تھے۔ مرزا صفیری بیک مرزا تخلص سے اصلاح لیتا تھا۔ پچھلی کا دوست و غایت و ما تھا۔ شش ماہی میں فوت ہوا۔ حسن شعر کا الہام نہی

خسرو میں عشق کی بیداد ہے	ہاں شہر میں خود دیا غم و دست
قید سے کیا کم ہے پا بند چمن	سرو کو کھینچ کر کہو آزار ہے
حشر تک ہرگز نہ بھولیں گے کہو	ظلم غیرا ہم کو ظالم یا ر ہے
خاک ہونا کیمیا کی عشق کی قدر ہے	دارہ بیباکی دل دار کا سیر ہے
آبرو پا لی شجاعت سے طعنے نفرت	سوج نقش ہو یا نہ جو ہر شہر ہے
جون صبا یکدم خراشی کر کہ تجھ کو باغین	ہے گریبان پاک گل غنچو نیست و گبر ہے
دیکھتے چشم مہر سے اسے باغیان وقت خزان	دل خند لیا نہ کہو کہیاں ویر ہاں چرخان
سوز دل ہے آہ کی ہر کہ اُٹھا دین سہی	دل خرقہ پیش سینہ ابر کا ہلا دین تر سہی
ریش قاضی افسرینا ہے جیوں ہاں ہما	ریش زاہد تخت طاوی قباد و قہسہی
ترش روی سے مہوی زاہد کو کہا نفس اندیش	اس بہانے اسکو میں دار و پارو تو سہی
پڑہ نما زیار باہر وقت زندون کو پچھڑ	دل تنگ کو اسے زاہد پائی کیا پڑی پچی نہی پڑ
سیکڑہ کی راہ اسے زاہد نجا جائے خضاب	دل زند راہی تیرے دیکھیں لئے می نہی پڑ

ہوئے زمین کا شوق جگر اور آسمان لرزہ پڑے
خدیجان پر زمین اور سر و کچھڑ میں گرے

یہ دل یوانہ آہوں کے ترانے جب جڑ
قبور میں چوکری سوہن آزاد اور آزاد و بند

مرزا - مرزا محمدی بیگ

مرزا شاکھ صاحب مرزا محمدی بیگ نام۔ اور گاہی اعلیٰ وطن ہے منصبداروں میں طارم
من شو کوئی بن سویرا لڑتا اور سخن گوئی میں کیا رہے اپنا زہا۔ سلیم طبع و فہیم مزاج
تھا سخن و زمین کی شکار زہندی کرتا تھا۔ تازہ بیانی و پاکیزہ معانی سے دونوں کو سنجھ
کرتا تھا۔ کلام میں بن صاحبان سے فارسی میں کہتے تھے مگر بہت ہی کم ہکو
تاکم فارسی کلام میں بن صاحبان سے فارسی میں کہتے تھے مگر بہت ہی کم ہکو
تاکم فارسی کلام میں بن صاحبان سے فارسی میں کہتے تھے مگر بہت ہی کم ہکو

یہی صورت اسکا کہ انجو آنسو بہگو و بچو
پیغام پہنچتا ہے گاہ رسا کے بات

یہی صورت اسکا کہ انجو آنسو بہگو و بچو
پیغام پہنچتا ہے گاہ رسا کے بات

مقدس - محمد بان خلد آبادی

مقدس شاکھ صاحب محمد بان نام۔ خلد آباد کے سب سے واسے شاہ برکات
غریب کے بھائی بن تھے۔ مستعد طالب العلم تھے نازع تحصیل نہیں تھے مگر ذہنی
صاحب ہوا تھے۔ شعر و ہندی و فارسی میں مشق کرتے تھے۔ میر عبد القادر مہربان قاضی
دولت آباد کے شاگرد تھے۔ نر کی طبع و زمین تھا۔ شعر خوب کہتا تھا ہم عمروں میں
بڑا ہوا تھا۔ شعر ہندی میں زندہ تھا سنہ ۱۲۰۰ ہجری کے اندر ہی فوت ہوا۔ سنجیدہ
مزاج و خوش طبع تھا۔ من اشعار ۱۲۰۰ ہندی

دسین عزت میں مئی خدا کو پیدا کیجئے	ختم میں رکھ دینا نہ انگور صہبا کیجئے
تجہ قدم کی خاک ہو دلعین یہی ہے آرزو	دیدہ عالم میں نیزے کی طرح جا کیجئے

مصطر - شیخ احمد اورنگ آبادی

مصطر تخلص - شیخ احمد نام - اورنگ آبادی مولد ہے۔ کتب سے سب علوم میں اہل تحصیل
 دستہ تھا۔ پیشہ تجارت میں مشغول تھا روزی کی کشتی سے کتا تھا اور بار و نمٹ سے
 پیدا کرتا تھا۔ آپ کی گذر اوقات تجارت پر تھی۔ شعر گوئی کا شوق تھا اکثر اوقات شعر سخن
 میں صرف کرتا تھا۔ خوش کلام و شیرین سخن تھا۔ آپ کا تمام مالک و عداوت سے مالی
 نہیں ہوتا تھا۔ آپ کا انتقال ۱۲۸۵ ہجری میں ہوا۔ منہ الشعارۃ الحمد للہ

عبت ہو تجھ پر عہد قیامت کا بتاتا ہے	اسی دنیا میں کوئی کیسے کام آتا ہے
جو عرض حال کرنا ہوں جواب تلخ ہے جب	تسین یاد رکھیں بہات کا کچھ نہ پاشا ہے

محرم - محمد ماہ اورنگ آبادی

محرم تخلص - محمد ماہ نام - آپ نواب شجاعت خان بہادر صاحب دارالعلوم کے غلام ہیں
 اور نواب صاحب حضرت شاہ نظام الدین گرامی کے غلام ہیں۔ شاہ صاحب شہر شاخ
 و کن سے ہیں۔ نواب صاحب حضور آصفیہ کے غلام ہیں۔ پھر لڑی منصب صوبہ دارمی ہوا ہے
 ممتاز تھے۔ مدت تک برارین بہادر می شجاعت سے کام کرتے تھے۔ آخر کچھ عرصہ کے جنگ
 میں صوبہ مذکور شہر ہجری میں شہید ہوئے۔ محرم کے بڑے بہادر و پاک خطابت کے سفر از
 ہوئے حضور فی خدمات کا انجام کرتے ہیں۔ محرم منصب دار تھے۔ جو ان صالح خوش سلیقہ

فہیم و فرہین تھا۔ فراست و مہانت سے موصوف تھا۔ تہواری مدت میں شعر گوئی میں
رتبہ کمال کو پہنچا۔ کم گو تھا جو کچھ کہتا تھا خوب کہتا تھا فارسی شعر کی نسبت ہندی شعر
میں مشق کم کرتا تھا۔ اکثر فارسی شعر کہتا تھا ۶۶ ہجری میں فوت ہوا۔

عن الشعر لا الھندک

نزدکست بسکہ رکھتا ہے وہ دلدل جہان آرا
بجای گیار کوئی فرش راہ گلزاران ہوئے
شاخ کی دینا کو کوشش تھی تھی تھی ہے بہار
بہار آست تو بلبل کو نفس میں قیدت کرنا
مغنی آئینہ ہزار کے عکس عالمی کا
سکھین ہزار اکوہر گل از کہ نہانی کا
گل کے شہنشاہ ہیں ہر اکوہر گل لائی ہے بہار
تو سہا عالم میں ہیں یہ عقیقہ و ہست کہ

مراو۔ میر منوچہر خان

مراو تخلص۔ محمد منوچہر نام۔ ایک علامہ و شاعر۔ ۱۰۲۳ ہجری میں پیدا ہوئے۔ والد اچھا و خوش حال
نصیر آباد خاندان کے قاضی تھے۔ اپنے تخلص کے ساتھ ساتھ مولوی شریع کی تدریس کے
دخوش فکر تھے۔ کبھی کبھی کلام سن کر کہتے تھے کہ والد اچھا و خوش حال
ہو گیا آپ پر گندہ حال پریشان ہوئے۔ یہ سب کچھ سن کر والد اچھا و خوش حال
حاضر ہوئے اور اچھا و خوش حال پریشان ہوئے۔ والد اچھا و خوش حال
حال پر ہولناکی اور اپنی زندگی میں کیا۔ مراو ایک بے ہوش اور ہوا۔ آخر شہر ہجری
۱۰۲۳ میں اس جہان الی سے رخصت ہوئے۔ عن الشعر لا الھندک

اپنا واسطہ چرخوں پر نشان کئے
محب نوبین و یاسی میں شہرت کا بود آئنا
چرخہ نور میں اور سیرستان کئے
مصلحت و نوبین کے کرب سن۔ یا الھندک

بے تکلف میرا رخ کوئے جان کیجئے
بیٹھے بیٹھ کر کیا چلنے کا سا ان کیجئے

کیجئے پیدا اگر رتبہ نسیم صبح کا
آخر شش ملک عدم کو پہنچ جائے غم

مہندی - میر تقی اور نگار دی

مہندی تخلص - میر تقی نام - سید صبیح نسب ہے - اور نگار دی المولد ہے -
میں نشوونما پایا - ابتدائے جوانی میں بقدر ضرورت فارسی علمی میں ہوتا اور پیدا کر لی - اور
شعر گوئی بھی شروع کی - معنا میں تازہ کو خوب لاش کرتا تھا لاش فکر کی سچی پوشش
سے نواور صورتیں پیدا کرتا تھا - سر کار بندگان عالی - کہ نصیب درون میں تھا - پونجی میں لکھتے تھے
کہ مجھ کو میر دولت کی زبانی معلوم ہوا کہ میر تقی جیستہ جوی میں مرشد کی لڑائی میں فوت ہوا
راقم نے اسکی وفات کی تاریخ لکھی - { مہندی شہید شد } اب یہ چند شاعر جو مولف
کے مامول ہوئے گزارش کرتا ہوں انتہی کلامہ میں انشاء اللہ مہندی

گوہنے اپنا اپنا چاک گریبان نہیں سیا
میں نہ لڑا نہ لڑا میں نہ لڑا نہ لڑا
دندان جلیاں نہ تاجہ بعل میں جیسے
عشق کی درخت ہم کو کچھ کہا اپنا
نقش قلم میں نہیں کرتے سوج بوریا
مہندی حیرت ہے تنہا خطر لاکہ کیوں جیا
یوں جو آئینہ اب دیدہ ہوا
زونگی صبح دم سے بہرتے بہرتے

جستہ تیوے حسن گلشن میں پیدا ہوئی گا
خارداغون سے جلی ہے لالہ ایسا آگہی
تجربہ نگیلے لکے ایک سہ خواہش سچ دل
نان داغ دل ہمارا آب آنکھوں کا سرشک
بو جتے میں بزم کفرش تجل فاکسار
چار دن چھڑا سجن نہر قیامت آگہی
ہے کسی کہ کا تاب دیدہ ہوا
گرم جوشی سی خود شید تھا گہر سے نکل

کرے ہے آج چشم غنایان روشن آئینہ	ولہ	ہوا ہے اسکے عکس سے رشک گلشن آئینہ
کدیر جاوگیا وہ تیر نگہ سینے سنی اس کے		پہر آیا ہے گرجہ جو مرون سے جوشن آئینہ
ان گلرخون سے یارو ہم نباہ کیوں نہ مایا	ولہ	بانگی بہوان چڑا کر تیر چہی کرین نگاہین

مستعد آقا صاحب

مستعد تخلص۔ آقا صاحب نام۔ آپکا اصلی وطن ری تھا۔ آپ طن مالوہ سے عالمگیری زمانہ میں ہند میں آئے۔ نواب میر غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ کی خدمت میں باریا ہوئے۔ نواب ہمان نواز وغریب پرور تھے۔ آپکی بڑی تعظیم و توقیر کی۔ آپ مدت تک نواب کی خدمت میں رہے۔ نواب کے انتقال کے بعد بندگائے عالی آصفیہ کی خدمت میں رہے۔ آپکی زندگی کا مدار نواب صاحب کی عنایت و حرمت پر تھا۔ پریشانی سے گذرتی تھی جسوقت بندگائے عالی آصفیہ دلی روانہ ہوئے۔ اسوقت آپ نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید سے روشناس ہوئے۔ شہید آپکے حال پر بڑی مہربانی کرتے تھے۔ نواب شہید کی توجہ و عزایت سے مستعد خان کے خطاب سے ممتاز ہوئے۔ آپچے شایعہ تھے پاکیرہ روپ سنہیدہ خوتہ۔ عضد الدولہ بہادر کے فرزند سید جمال خان بہادر سے ربط خاطر رکھتے تھے بدیر گونی میں مشہور تھے۔ باجے راو کی لڑائی میں سرسوار سی نواب شہید کے سامنے یہ بہت پڑھی

بہر مدد خود دن تو مرتضیٰ علی شمشیر خویش و دب سید جمال خان
نواب شہید نے یہ بہت سنی اور فرمایا آپکو سرداران بالادست کی تعریف کرنا لازم ہے
وگر نہ آپ ناخوش ہوں گے۔ آپنے نواب شہید کی ترغیب سے ایک مبسوط قصیدہ لکھا

نواب شہید کی خدمت میں پیش کیا مقبول ہوا۔ آپ خوش بہت پاکیزہ صورت
جواغرہ صاحب ہمت تھے۔ خوگرتہ بزرگان صحبت یافتہ صاحب کمالان تھے۔ فن
شعر گوئی میں درست کلام کی شیرازہ بندی میں چست تھے۔ شعر سخن کے شیفتہ طائف
و ظرافت کے فریقہ تھے۔ علم و فضل میں مستند تھے۔ آخر یکو ۱۲۶۳ ہجری میں عارضہ جن
لاحق ہوا۔ دو تین ہینہ اسی مرض میں مبتلا رہے سعال بہت کچھ ہوا مگر مفید نہیں ہوا اسی
مرض میں اس عالم سے رخصت ہوئے۔ ہمارے آپ کے کلام سے صرف یہ ایک غزل ملی۔
باقی نادر الوجود ہے۔ شاید تلف ہو گیا ہے۔ منہم السلام الفارسی

اسیرم بجزم زنگانی راتما شاکن گلشن بے رخت گرسایہ گل بر سرم افتد بیاد عالمی دارودلم در کج تنہائی ز رنگ شک گلگونی رخ زردم بجزاں گل گذاری کن ہناتے اینسان کریم انگ بیا یکدم بنرم ستدائے غنچہ خندان	مردم ز فراقت سخت جانی راتما شاکن بیا چون سایہ فتم ناتوانی راتما شاکن ز در غافل در آغوش بہانی راتما شاکن بہار زندگی بجز جوانی راتما شاکن بہ چین چشم ز فشان راتما شاکن رخ زرد و سر شک ز غوانی راتما شاکن
---	---

مبارک - مبارک خان نیازی

مبارک تخلص۔ مبارک خان نام۔ آپ مبارک خان نیازی کے صاحبزادے ہیں
آپ عالمگیری زمانہ میں تربیت خان کے مصاحب مقرر تھے بدبانی و سخت مزاجی کیوجہ سے
ایک منزل کا شغری کے ہاتھ سے زخم تلوار آبدار زخمی ہوئے تھے زخم کاری نہ تھا صحیح و سلا
رہے۔ آخر عالمگیری کے فوت ہونیکے بعد سخت پریشانی و حیرانی میں مبتلا ہوئے۔ آخر بہ گالٹا

نظام الملک آصفیاء نے قدروانی وجوہ شہنشاہی سے منصب مقرر کر دیا۔ عہد راز کو پہچکر
عالم بقا کو پہنچے۔ آپ کے صاحبزادے میان مبارک ہی سرکار آصفیاء ہی کے منصب راجا گئے
تھے۔ آپ کی جاگیر ضلع آشتی متعلقہ برار میں تھی۔ اور آشتی میں نیاز سی کے عہدہ عمدہ سکا تھا
و منازل تھے۔ اب کبھڑو نشان تک ہی باقی نہیں ہے اور نہ ان کی اولاد میں کوئی باقی
ہے۔ اثر الامرا کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مبارک خان اول ہی کے زمانہ میں اس خاندان کا
خاتمہ ہو گیا۔ مگر تحفہ الشعراء میں فیضل قاضی شاکر مبارک خان ثانی کا حال لکھا۔ اور ثانی کو
شوراکے زمرہ میں بیان کیا ہے۔ شاعر خوش فکر و خوش خیال تھے۔ کبھی غزل و رباعی بنو
کرتے تھے۔ طبع ستین و مزاج رنگین تھے۔ آپ کی وفات تقریباً ۱۰۲۹ھ ہجری میں واقع ہوئی
آشتی میں مدفون ہوئے **من اشعار**

لب لب آساز وہ امر نادر فریا و بسے	ہم جو گل برتن جامہ در بدن باقیست
شب آفرین آفتاب زورہ ام پہلوئے	لیک آن صبح وصال تو ویدن باقیست
گرچہ کریم تھی میکہ باز سر شوق	می ازان رگس چشم چشیدن باقیست

موزون۔ رائے مدن سنگہ

موزون تخلص۔ رائے مدن سنگہ نام آپ قوم کاتھ سے ہیں۔ آپ کے بزرگوں کا اصل وطن
قصبہ چکولی متعلقہ اٹا وہ صوبہ اکبر آباد تھا آپ کے اجداد میں سے وطن سے سردار تھے ہو کر دلی
میں آئے۔ اور دلی میں سکونت اختیار کی۔ راجہ جگت سنگہ مدن سنگہ کے والد نواب زادہ نیکان
بہادر فیروز جنگ کی سرکار میں تھے۔ اولاد دارالانشا میں میرنشی تھے۔ پہنوا ابصاحب کی
مرحمت سے سہ ہزار منصب راجگی کے خطاب سے سرفراز ہوئے۔ اور نواب مملوح کے دیوان ہوئے

اور رائے مدن سنگ نواب آصفیہ کی سرکار میں مستوفی الملکی کی خدمت پر مامور تھا۔ نواب
نظام الدولہ نادر جنگ شہید کے زمانہ میں دو نہراری منصب و علم و تقارہ و خطاب راہگی سے
سرفراز و ممتاز ہوا۔ قلعہ مصطفیٰ نگر متعلقہ حیدر آباد وکن کی حرارت آپ کے متعلق ہوئی۔ آپ
مدۃ العمر قلعہ کی حرارت میں مشغول رہے یہاں تک کہ فوج انگریزی نے قلعہ ناکور کا محاصرہ کیا
اور آپ پر حملہ کیا راجہ انگریزی فوج یعنی فرانسیسی فوج کے مقابلہ میں بہت دجا نروسی سے
تباہت قدم و مستعد رہا آخر کئی زخم برداشت و خون کے آہٹا کے قلعہ سے باہر نکلے انہیں زخموں کے
صدہ سے پچاس برس کی عمر میں ۱۹۹۸ء ہجری میں اس جہان الہامی سے دارالقرار کا سفر
اختیار کیا۔ ذی استعداد صاحب موات تھا سچے سچے فلاح گوئی میں یکا نظر لگتا تھا
شہر و زمانہ تھا۔ انشا پر داری میں بے نظیر و کھلی زبان میں کلام و نصیحتیں و کلام ملی
آزاد و بکرامی کا صحبت یافتہ و دوست گرفتہ تھا۔ نواب صاحب شہید کے دربار میں سیر
و کرم تھا۔ آپ نے ایک قصیدہ نواب شہید کی منج میں لکھا تھا جو وہ قصیدہ ایک مرتبہ
کرتے ہیں۔ آپ صاحب یوں تھے افسوس مولف فقیر کو آکار یوں نہیں ملایا۔ انشا
نتیجہ ہے میں وہ بھی بدیہ ناظرین کے جا میں منہ نقاسا الفاسدی

میر سعد عرض قدم بوس زہار آئینہ
دریم انگشت بزم امت بلب نور جو
چشم گریان از خیالش یوسفی و بچہ
موزون چه فتنہاست کہ در چشم آبست
دل از باور فلحسی ز می بل نہ گہر
از آبتبار و آب چکیدن خریدہ ایم

کر دگلشن جلوہ رنگین یار آئینہ
روشن قد تو دیدند کہ وارند ز سرو
شب کہ یاد ما ہر کسے در دل من راہ
بچا کنند غمزدگان شکوہ فلک
لب و گردن محفل تبسم آشنا گرد
انرا خیر و سپند پیدن خریدہ ایم

حسن اوبی نقاب می بینم
بسکه من شش یفته چشم سپاهی شده ام
سخت جی را نم چنان برین گموار کرده
ز سر کوه تونست آینه ترسان ترسان
میکند صید خود این کج کلهان را آسان

برو کش آفتاب می بینم
سر سه گون پر تو متاب شو و در دامم
حال عاشق را چو زلف و پریشان شدن
چید گل از چمن حسن تو دامن دامن
آفریده ست خدا آئینه دام عجیبی

قصیده

تلم ببح گمان خسته نموده زین تعلیه
نوید نصرت سوز آفتاب بدست سحر گو شمع
برای تخریق این غنایان عداوت و برسیا
ز زلف بغل کشیده سحر خیزم جو شمع گیس
و پیگردون اگر سحر خیزم گیسو خرام
بچه جوان شست و شوی است بزم خرام
بعد کسری که زار بود و شمع بزم خرام
براسته تلم سوز گیتی بود و موافق اعدا و دانش
زیش چو قارون سما چو عالم چو اسکندر شمشیر
چرا بنالید جهان بدوش که سحر است عادت است
چرا بنالید غمی و سسکین بدلت عیش و شغل
کجا سلیمان کجا سکندر کجا ارسطو کجا فلاطون
ز زوات والا صفا ناه بود جهان را بهار خوبی

که حسن هر حرف است و شن آفتاب هم چو شمع گوهر
که زخم زین چو گل ناید تا سلطان فیض گستر
که زلفه اتم بیاض نسیم رقی چو صبح سعادت
ز شمشک فرید و کردم ز شمع آب کوثر
بدوق نواهد قصیده من که زلفه از عفت
جهان ستان و طغرل نصیر فلک شکوه زار و آوار
تخت سمر و بزم برتر بقعه قیصر بدیل سکندر
هر نچو آرد قضا با مظاهر هر نچو دار و قدر عقد
لبس چو عیسی بدیش چو پیوستی خوش چو پیوستی چو حید
چرا ناز و جهان بجهان که بزم خوش است پرورد
که دور است احسان فرابزم چو دور ساغر
که پیگردون پیش نشو و سبق غنای چو طفل صغیر
بغیر و اقبال فتح و دولت چو خضر سار و خدا

مستری شیخ وزیر علی دہلوی

مستری تخلص شیخ وزیر علی نام شرفاء دہلی سے تھا۔ مستعد طالب العلم تھا۔ شعر گوئی میں لائق و فائق تھا۔ حکیم عزت اللہ خان عشق دہلوی کا شاگرد۔ ۱۲۲۹ ہجری میں شہر حیدر آباد دکن میں آیا۔ مہاراجہ چند لال بہادر کے دربار میں باریاب ہوا۔ بہادر موصوفے آپکا دور و پیہ پو پیہ مقرر کر دیا۔ آپ شعر کے زمرہ میں شریک ہوئے۔ چند سال عیش و عشرت کے ساتھ زندگی بسر کی۔ آخر ۱۲۵۷ ہجری میں فوت ہوئے خوش مزاج و خوش کام تھے شگفتہ جبین خندان روتھے۔ محبت و دوستی کے لائق تھے صاحب مروت و ہمت تھے آپکا کلام لطیف و صاف ہوتا ہے۔ من ۱۲ شیعہ

اگر چہ روتے روتے کہو نہیں آنکھیں نہ کہا دیدہ خونبار پر ہاتھ

مہر مہون - مرزا علی رضا دہلوی

مہر مہون تخلص۔ مرزا علی رضا نام بہشتی الاصل ہے۔ آپ کے والد مشہور محدث سنہدین وار دہلوی۔ شہر دہلی میں سکونت اختیار کی آپکی ولادت دہلی میں ہوئی۔ نشوونما کے بعد میں شعور کے وقت کتب درسیہ علما و فضلاء سے تحصیل کیں۔ سخن گوئی و سخن سنجی کا شوق ہوا۔ میر مہمون دہلوی کے شاگرد ہوئے۔ جو کچھ کہتے تھے میر کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔ میر کی اصلاح کی بدولت چند ویشا عریضے۔ خوب کہنے لگے کلام میں پختگی و شستگی آگئی۔ مضامین تازہ ناز و خیالات پاکیزہ پاکیزہ ایجاد کرنے لگے معاصرین پر بڑھ گئے پہر آپ ۱۳۲۸ ہجری میں دہلی سے شہر حیدر آباد دکن میں آئے

راجہ چند لال بہادر مہاراجہ کے شعرا میں ملازم ہوئے بیورو پئے اموا پرستقر ہوئے
خوش خرم رہے۔ خوش خلق و نیک سیرت تھے۔ اہل کن کے ساتھ مثل شیر و شکر تھے
یہاں کے تمام امرا آپ کی عزت و آبرو کرتے تھے آخر آپ تقریباً ۲۵۲ ہجری میں
فوت ہوئے۔ من ۱۲ شعرا کا

گردن یہ ایسے ہے خون اپنی آرزو کا
قنست تو دیکھ یہ بھی کہو ہے کہنوں

پہر آرزو کے دلو جو جان خون کیا ہے
جز ایک نگاہ شتم کہی اسکی خونہیں

مشاق۔ حاج محمد الدین دہلوی

مشاق تخلص۔ محمد تاج الدین ام۔ آپ کا اصلی وطن میرٹھ ہند ہے۔ آپ کی ولادت
میرٹھ میں ہوئی۔ نشوونما بھی وہیں کی سرزمین میں ہوا۔ آپ عالم شباب میں اہل لوفہ
سے دلی میں وارد ہوئے۔ وہاں کے علما و فضلا کی خدمت میں کتب و رہے حاصل کی
بقدر ضرورت مستند و لیاقت پیدا کر کے شعرو شاعری شروع کی طبیعت تیز و چالاک
تھی۔ صفائی طبیعت و روشنی فکر سے کلام موزون کرنے لگے۔ کلام شستہ و سنجیدہ
ہونے لگا۔ رفقہ رفقہ درجہ اسنادی کو پہنچے۔ آپ آئی سے لکھو گئے۔ وہاں مشاعرے
داخل ہونے لگے۔ شعرا لکھنو کو طبیعت کے جوہر دکھانے لگے۔ سب شعرا آپ کے کلام کو
وقت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ کو نسخہ سے ملتا تھا۔ نسخہ آپ کی شاگردی پر فخر
کرتا تھا۔ آپ مدت تک لکھنویں رہے۔ پہر جان سے حیدر آباد دکن میں آئے۔ ماہ نقابانی
عرف چنداجی کی خانقاہ میں فریخت ہوئے چند روز کے بعد حیدر آباد
میں آپ کی شہرت ہوئی حیدر آباد کے شعرا آپ سے بہت خوش ہوئے۔ رفقہ رفقہ آپ کا تذکرہ

راجہ چند و لال مہاراجہ بہادر کے دربار میں ہوا اس وقت پاکی پہنچ کر پوچھا یا آپ بابر میں
 رونق افروز ہوئے۔ مہاراجہ نے آپ کی بڑی تعظیم و توقیر کی اس وقت خلعت عطا کر کے
 دو سو روپیہ یا موار منصب مقرر کر دیا۔ آپ نہایت ہی خوش خرم ہوئے عیش و عشرت
 کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہے۔ شہر میں اکثر امرا و شرفا آپ کے شاگرد ہوئے۔ جناب مولوی
 شمس الدین فیض جو دکن کے ملک الشعرا و جگت استاد تھے وہ بھی آپ کے شاگرد تھے آپ کی
 عمر قریب سو برس کی تھی۔ آخر اس شہر میں سہ ہجری میں قلعہ بین کوروانہ ہوئے۔
 آپ سیانہ قد۔ گندم رنگ۔ ریش مختصر۔ چہرہ کشادہ کو چشم تھے۔ **من اشعار الامام**

جس کو چتون تیری تیسکی نظر آئی ہوگی	بے اجل اُس نے کئی ہیر کیے کہا ئی ہوگی
کو کہن و پر ویز کو قصہ اپنا سنائی دو	ہے بیٹہ ہی فسانہ شیریں ایک پری دیوا دو

محسن۔ ملا محسن ہمدانی

محسن تخلص۔ ملا محسن نام۔ ہمدانی الاصل ہے۔ ملا شرامی کا فرزند ہے۔ علم و فضل میں
 ہوشیار و لائق تھا۔ اور شعرو گوئی میں بھی فائق تھا۔ کلام لطیف و پاکیزہ شیریں و بامزہ ہے
 خوش صورت و نیک سیرت تھا۔ صاحبِ تہ الفت تھا۔ یارانِ جم مشرب سے نہایت
 خندہ روئی و شگفتہ پیشانی کے ساتھ ملتا تھا۔ ہمدان سے ہند میں وارد ہوا۔ اولاً احمد آباد
 گجرات میں پہنچا۔ تقی اوحدی اپنے تذکرہ میں لکھتا ہے کہ میں نے محسن کو احمد آباد میں دیکھا
 چند روز قیام کر کے حیدر آباد دکن شامان قطب شاہیہ کی خدمت میں پہنچا۔ سلاطین قطب شاہیہ
 محسن کے ہم وطن تھے۔ اس وقت سلطان محمد قلی قطب شاہ تخت نشین تھا۔ بادشاہ نے
 مہمان کی بڑی خاطر داری و مدارائی۔ اور بہت کچھ سلوک فرمایا۔ مدت تک محسن دکن میں

خوش خرم رہا آخر وقت موعود شامِ ہجری میں فوت ہوا۔ من الشہادۃ الفارسی

غرو حسن نگہ دار و کیا دوستان آری

میرک - میرک معین سبزواری

میرک شخص خاص - میرک معین نام - آپ کا اصلی وطن سنبر وار ہے۔ وطن کی آب و ہوا میں آپ کا نشوونما ہوا۔ سن شعور کے بعد آپ نے علماء سنبر وار سے کتبِ ریعیہ علوم و فنون تحصیل کیں۔ علم و فضل کے زیور سے آراستہ ہندو اور ولایت کے لباس سے پیرستہ ہوئے عالمی فطرت و نیک طبیعت تھے۔ طبیعت میں فراست متانت تھی شعر گوئی میں شہو و معروف تھے۔ آپ کا کلام تازہ تازہ مضامین سے گلزار معلوم ہوتا ہے اور شگفتہ شگفتہ نکتوں سے سنبر وار نظر آتا ہے آپ کی ریاضت میں زمین زمین وار ہوئے۔ خدمت میں سلاطین و قطبِ عالم کے حیدر آباد و کنین پہنچے اسوقت محمد باقر اعظم قطبہ تخت نشین تھا۔ بادشاہ کی خدمت میں وزارت حاصل کی۔ بادشاہ بہ صوفی علماء و شعرا سے زیادہ محبت کرتا تھا آپ کی بڑی عزت و آبرو کی بنسب عہد مقرر کر دیا آپ عہدِ طرح سے زندگی بسر کرنے لگے مدت تک خوش حال فارع البال رہے آخر سہ ہجری میں بعارضہ بخارا کو کلندرہ حیدر آباد میں فوت ہوئے۔ من الشہادۃ الفارسی

خضر گاہے خود نایابا بمر دم می کند
در ظلمت فراق چنان گم شدیم کہ وصل
ہا کسے یکدم آشنا نشدیم
جز رقیقی نبود تنہائی

یافت ہر کس دوستی خود را چرا گم نمیکند
ولا تا شمع روئے دوست نیابد نشان من
ولا کہ چو مژگان زہم جدا نشدیم
باعث با خود آشنا نشدیم

محسن - ملا محسن لاری

محسن تخلص - ملا محسن نام - لار کارہنے والا تھا۔ صاحب علم و فضل تھا۔ انشا پر ازنی و عبارت نویسی میں بے نظیر تھا۔ منشی و شاعر ناظم و اثر تھا۔ شعر خوب کہتا تھا۔ اسکا کلام نگین و مکین ہوتا تھا ہر ایک شعر شستہ اور ہر ایک مصرع جربستہ ہوتا تھا۔ کلام کے دیکھنے سے فرہ و لطف آتا ہے وطن سے احمدگر و کنین آیا۔ ملا نجفی کے توسل سے نظام شاہ بھری کے بنیرہ کے دربار میں ارباب و منصبیاسب پر منتناز ہوا مدت ایک تہائی و خرمی سے بسر کرتا تھا آخر ۱۲۹۷ھ بھری میں فوت ہوا۔ احمدگر میں مدفون ہوا

من اشعار الفارسی

برہنہ پائی منہ بر زمین کہ از ہر سو
برگزارہ تو دلہا چو اختر قنادست

ماہل - ڈاکٹر احمد حسین مدرسی

ماہل تخلص - احمد حسین نام - آپ مولد مدرسی سکنا حیدر آبادی میں - فن ڈاکٹری میں سند یافتہ ہیں - بہاولگیر علاقہ سرکار عالی کے شفا خانہ میں ڈاکٹری خدمت پر مامور ہیں خدمت معوضہ کا کام عمدہ طرح سے انجام دیتے ہیں - امیر و فقیر کے حال پر برابر توجہ فرماتے ہیں - خلایق آپکی منہوں و شکوہ ہے آپکی تشخیص نہایت درست ہے اکثر لوگ آپکے معالجہ میں شفا پاتے ہیں مثلاً کہ آپکے ہاتھ میں شفا خدا داد ہے - آپ فارسی میں اچھی استعداد و مہارت رکھتے ہیں شعر گوئی و سخن سنجی کے شائق - آپکو میر میرزا علی و صفی الہ آبادی المتوفی ۱۲۹۵ھ بھری سے ملندہ ہے - آپ صفی کے تلامذہ میں رشید و لائق ہیں

آپ خوش گفتار و نیک کردار ہیں۔ آشنا پرورد دوست نواز ہیں آپ کی عمر فی الحال قیاساً چالیس برس کی ہوگی۔ ادا م اشعار الہندی - من اشعار الہندی

تہام کر دل وہ بھی رو میں ایک بار اتنا تو ہو	میرے نالوسین ان پروردگار اتنا تو ہو
لامکان پر چہریت بنے اونچا نچا اتنا تو ہو	خاک ہو تو ہی ہے عروج خاکسار اتنا تو ہو
ہنس پڑے وہ دیکھ کر پروردگار اتنا تو ہو	آہ کہتے ہیں کبھی صحبت لبین پیار اتنا تو ہو
نالہ آتش نشان کبتک یہ ہند ہی گرمی	جل بجھ کون و مکان تو شعلہ بار اتنا تو ہو
اسے خدا مجھ کو بناوے اب تصور غیر کا	اُن کے دل میں جا کے اُن اختیار اتنا تو ہو
معنی لا تقطوا سمجھا دو اگر خواب میں	بہر شکین دل میدوار اتنا تو ہو
وہ آدھر بچو رہے اور میں آدھر بچو رہا ہوں	لطف سے مائل م ہوس کنا ر اتنا تو ہو

معنی - محمد زلفعل الدین بن حیدر آبادی

معنی التخلّص - محمد زلفعل الدین نام آپ کے ہر گون کا اصلی وطن اجودہ ضلع میدک علاقہ حیدر آباد ہے آپ کے چچا بزرگوار وطن سے حیدر آباد میں آئے۔ اور اسی شہر میں کسی محکمہ میں ملازم ہو گئے۔ لازمہ کی وجہ سے یہیں سکونت اختیار کر لی۔ معنی کی ولادت جہاں حیدر آباد میں ہوئی۔ عالم شباب میں فارسی عربی میں بقدر ضرورت لیاقت و استعداد پیدا کر کے کسی سرشتہ میں نوکریہ ہو گئے۔ فی الحال آپ کی عمر قریباً تہہ برس کی ہے۔ سنج سنجی میں صاحب مذاق میں فارسی اردو دونوں زبانوں میں کہتے ہیں۔ کلام درست و فصیح ہے۔ اب آپ شادی کے مرتبہ پر ہیں اکثر طلبہ اس فن کے آپ کے شاگرد ہیں۔ ہیکو بہ نین معلوم ہوا کہ آپ کو تلمذ کس بزرگ سے حاصل ہے۔ من اشعار الہندی

دل سے وہ بیان اس شوخ کا جاتا نہیں ہر طرف اس شوخ کی تاک کے سوا ہے جرم گنہگار ہی کا خوف اس قدر محو جمال یار ہوں چال کچھ غیر نے چل کر ہے بچاؤ شطرنج	غیر کا ہرگز خیال آتا نہیں دوسرا کوئی نظر آتا نہیں ورنہ میں مرنے سے گہرا آتا نہیں مجھ کو اپنا ہی خیال آتا نہیں آج بدلا ہوا آتا ہے نظریار کا رخ
--	---

موزون - خواجہ قلیخان

موزون متخلص خواجہ قلیخان نام ذوالفقار الدولہ قاضی جنگ خطاب آپ کے والد مذہبی ترکمان شرفاء توران سے تھے۔ سبحان قلی خان والی بخارا کے ملازم تھے۔ سندھ میں عالمگیر بادشاہ کی خدمت میں والی مذکور کے طرف سے تقریر کی گئی۔ اور بادشاہی عنایت نوازش سے سرفراز ہوئے۔ مراجعت کے بعد اپنے بڑے بیٹے بولباش خان کو نوکری کے لئے ہندوستان میں بھیجا۔ اور آپ بخارا میں حاکمین کی عداوت سے مقتول ہوا۔ قتل کے بعد آپ کا دوسرا لڑکا میگا بیگی خان مع تمام مواعی و ثواب اپنے بڑے بھائی کے پاس آیا۔ خواجہ قلی خان مذکور اس وقت ایک سالہ عمر کا تھا۔ یہ سچ شیعہ خوار تھا۔ بلکہ سب سادات بارہ کی توجہ سے ماڈو کی قلعہ داری پر مقرر کیا گیا۔ خواجہ قلیخان بھی بھائی کے ہمراہ تھا۔ چند سال کے بعد آپ کا بھائی عارفہ خون سے فوت ہوا۔ نہایت پریشان و غمگین ہوا۔ تمام خاندان کی پرورش کا بوجھ سہرا یا عالم شباب میں تھا۔ ۳۶ سالہ ہجری میں نواب نظام الملک آصفیہ بہادر خدیمت خلعت و زرات کے تقرر ہوئے۔ بعد حضور سے اجازت لیکر دکن کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ نے رہتے میں خواجہ قلیخان کو

ہمارا لیا۔ مبارز خان صوبہ حیدرآباد کے معرکہ کے بعد برہانپور میں جاگیر عطا کر کے سونپ کر
 سے ممتاز فرمایا۔ کہہ کون ضلع خاندیس کی فوجداری کی خدمت پر مقرر فرمایا۔ خواجہ تکیہ
 اسی خدمت پر زندگی بسر کرتا رہا۔ ناصر جنگ شہید کے زمانہ میں صوبہ برہانپور چند ہی مہینے
 نہیں گذرے کہ معزول ہو گیا۔ بعد ازاں کہی بگلانہ کی فوجداری کہی برہانپور کی صوبہ داری
 پر دورہ کرتا رہا۔ آخر نواب مملکت جنگ بہادر کے زمانہ میں بڑی عزت و عظمت پائی
 امر نامی میں ناموری حاصل کی۔ ذوالفقار الدولہ قاکم جنگ کا خطاب پایا۔ معزول
 میں معزز و مکرم ہوا۔ جب خاندیس کی ملک مرہٹوں کے قبضہ میں گیا۔ اس وقت آپ صوبہ داری
 سے علی ہ ہو گئے۔ حیدرآباد دکن میں نواب مملکت جنگ کی خدمت میں پیشان حال
 جستہ بال آئے نواب صاحب نے بڑی خاطر و دلالت کی و پر گنہ جلا گنوں ضلع آکو لہر جاگیر
 میں عطا فرمایا آپ جاگیر کی سبلیک و قبضہ مذکور میں پہنچے چند روز عیش و عشرت میں گذارے
 آخر شیعہ ہجری میں عالم فانی سے عالم جاودانی کو رحلت کی۔ آصفیہ مرحوم آپ کے حال پر
 نہایت عنایت فرمائی فرماتے تھے۔ سلام کے وقت مجھ سے یہ بات کہتے تھے۔
 قافضانی تحفہ الشعراء میں لکھتا ہے کہ خواجہ قلی خان ہنوزون تخلص جو ان صالح خوش خلق خوش
 وضع عالمی داغ نازک مزاج تھا شعرو گوئی میں ہی ریاقت سلیقہ کہتا تھا۔ ہندی فارسی
 دونوں زبانوں میں شعر و شیعہ کہتا تھا۔ آپ کے اشعار صاف صاف ہوتے ہیں۔

ص ۱۰۳۷ الفارسی

برنگ شعلہ گرم سیرت وقت کن روانم را
 ز آب حمت خود سب گردان بوستانم را
 تو اما کن عشق خویش جسم تو انم را

الہی برفروز از برق وحدت شمع جانم را
 بسان لالہ کن داغ و لہلہ از رونق گلشن
 تنم چون مور ناز کشد ز ضعف پرستیہا

بقن از شوق خود چون شمع سرگرم تجلی کن
 ز بسخاوه هست از جوئے وحدت گلبن طبعم
 و لم همچو صدق را امید قطره از جودت
 ز پندار خود می یارب تہی کن خاطر موزون
 نہان چون غنچه توان کرد در صد پیرہ راز اینجا
 جنونم همچو گل خندان من چون غنچه دل تنگم
 ہمیش چشم منت نیت کارم ز چشم شب
 بیاد قامت شوخی که از خود رفتہ ام یارب
 ز سوز شمع آید گہت مشک ختن ہر دم
 ز یک رنگان عشقش زہد از مشرب چہ میرسی
 براہ عشق منشین کیزان بے چشم تر موزون
 ز بس را در صفا از جوش حسن نگریم شب
 بیا و چشم مخمورش ز بس از خویش تن رفتہ
 خیال شمع رخسار کہ دارد کرم پرہ دارم
 بسان شمع سرگرمست بہر ختن آہم
 نمیدانم بسینہ آتش روئے کہ شدہ واعم
 ز بس یاد بنا گوشش ہم آغوش خیال شد
 بسان ذرہ دارد جلوہ ہر موج نگاہ من
 ز بس دل شد خموش از نا کہ درون پیش لعل او

ز سوز سینہ روشن ز مغز استخوانم را
 نسا ز فوق کل نہ برگ گل برگ خمرانم را
 گہر نشان ز جود خویش کن یارب با ہم را
 چو سنے و ساز کن با نغمہ و از می با ہم را
 چو شمع آتش دل کل کند سوز و گداز اینجا
 کہ جز چاک گیر با غمت کس چارہ ساز اینجا
 چو مینا می کنم در عین سستیہا ناز اینجا
 بچشم گر گیاہ می نماید سرو ناز اینجا
 اگر گویم سخن امشب از نلف راز اینجا
 میان مسجد میخانہ بود امتیاز اینجا
 چو شمع از کف مدہ سرشتہ سوز و گداز اینجا
 بجائے اشک بزد گوہر ز چشم تریم امشب
 چو نرگس مست حیرت گشت کف ساقم امشب
 کہ چون پروانہ زیزد آتش نال پریم امشب
 نمیدانم ہوائے کفیت یارب سرم امشب
 کہ موج لالہ دارد دامن خاک سرم امشب
 توان چیدن گل نسیم سحر از بستر امشب
 ز بس تا بیدار خوردنید رویش اختر امشب
 بزنگ غنچہ می ماند قبائے احکرم امشب

مذاہم برج آراے نگہ موزون

طییدین می برد دل را بزرگ و گریہ مشب

ملا - عبد القیوم

ملا تخلص - عبد القیوم نام۔ تاریخ مشائخ برہانپور سے معلوم ہوا کہ آپ کے بزرگان سلف شادی آباد عرف ماٹو میں محمد شاہ خلجی بادشاہ ماٹو کے دربار میں معزز و مکرم تھے ہونٹنگ شاہ خلجی معاشرہ شاہ بہمنی کے زمانہ تک آپ کے بزرگان سلف کا سلسلہ ماٹو میں جاری رہا۔ ہونٹنگ کے بعد آپ کے اجداد علی میں ایک بزرگ شیخ سلطان نصیر خان فاروقی کے عہد میں لدہ برہانپور میں آئے۔ اور وہاں سکونت اختیار کی عالم فاضل تھے۔ طلبہ کے درس تدریس میں مصروف رہتے تھے۔ گوشہ عزلت میں گوشہ نشین تھے۔ ملک قناعت میں حکم رانی کرتے تھے۔ قانع و صابر تھے۔ باشندگان برہانپور کیا امیر کیا میر فقیر حضرت شیخ کی تعظیم و تکریم کو اپنا فخر سمجھتے تھے۔ اور آپ کی خدمت کو غنیمت جانتے تھے۔ آپ بروز جمعہ جامع مسجد میں وعظ فرماتے تھے۔ فصیح اللسان و بلیغ البیان تھے۔ تفسیر قرآن و تشریح احادیث کو ایسی خوبی و خوش اسلوبی سے بیان فرماتے تھے کہ شیخ کے نصائح و ہدایا حاضرین کے دلوں پر موثر ہوتی تھیں۔ اور بزرگ شیخ کے کلام میں وہ اثر تھا کہ سامعین وعدو و عہد کے بیان سے کبھی روتے تھے۔ اور کبھی ہنستے تھے۔ آپ مدۃ العمر برہانپور میں رہے آخر میں فوت ہوئے شیخ کے اولاد میں شیخ عارف مولد ابراہانپوری تھے۔ یہ بزرگ بھی بزرگان سلف کے قدم بقدم تھے۔ علم و فضل کی صفت سے موصوف و بزرگی اور شیخت میں معروف تھے۔ آپ کے فرزند شیخ معروف بھی حافظ قرآن و قاری تھے انتہی کلامہ

تشیخ الافکار کے مولف نے لکھا کہ حافظ شیخ معروف نے نواب لا جاہ کے عہد میں برہانپور سے

مدراس میں وارد ہو کے سکونت اختیار کی حفظ قرآن مجید و تلاوت کلام حمید میں اوقات
 شریف بسر کرتے تھے۔ اہل مدراس آپ کے ساتھ جن اوقات کہتے تھے۔ آپ کی تعظیم و تکریم
 کرتے تھے انتہائی کلامہ۔ اور گلزار اعظم کے نول سے معلوم ہوا ہے کہ والا جاہ کی سرکار میں ملازم
 تھے انتہائی کلامہ۔ آپ کے صاحبزادے عارف الدین خان رونق تخلص کی ولادت مدراس میں
 واقع ہوئی۔ چنانچہ آپ کا حال صدر میں لکھا گیا ہے۔ رونق کے فرزند مولوی محمد ہمدانی صاحب
 ہیں آپ کا حال ہی ردیف و او میں مذکور ہے۔ واصل کے نحت جگر مولوی عبدالباسط عشق
 تخلص میں آپ کا ذکر خیر بھی ردیف عین میں لکھا گیا ہے۔ ملا عبد القیوم صاحب جہ حضرت
 عشق کے فرزند و بلند ہیں حضرت عشق نواب ناصر الدولہ بہادر کے آخر عہد میں مدراس
 مع عیال اطفال حیدر آباد وکن میں آئے منصف سب پر مقرر ہوئے کسی محکمہ میں چند
 مدت ملازم رہے آخر وظیفہ و منصف سب پائے خانہ نشین ہوئے۔ آپ حکیم حافض طیب
 فائق تھے طب یونانی کے ساتھ ڈاکٹر می میں بھی مہارت کا ملکہ کہتے تھے۔ شبانہ روز آپ
 بنی آدم کے علاج میں بسر کرتے تھے۔ آپ کا مشرب صلح کل تھا۔ ہندو مسلمان سے صلح و
 برابر فرماتے تھے خوش اخلاق و پسنائیدہ سیر تھے۔ فن شاعری میں استادانے جاتے تھے۔ مدد
 و حیدر آباد وکن میں آپ مشہور و معروف تھے۔ مریمضون کا سعالجہ نہایت توجہ و مہر و
 کے ساتھ فرماتے تھے۔ مدراسی و حیدر آبادی آپ کے دست شفا سے صحت شفا پاتے تھے
 آخر آپ نے شہر حیدر آباد میں رحلت کی۔ ملا صاحب ترجمہ راسلی المولد والنشأین باپ کے
 ہمراہ مدراس سے حیدر آباد میں وارد ہوئے۔ ابتدا میں والد ماجد کی خدمت میں تربیت
 و تعلیم پائی اور کتب متداولہ عربی و فارسی علمائے ہند وکن سے ختم کیں۔ علم و فضل کے
 لباس سے آراستہ اور فنون متفرقہ کے پیلایہ سے پیرستہ ہوئے تحصیل تادمونے کے بعد

آپ ہندوستان روانہ ہوئے مولانا معین الدین کرٹوی سے تحصیل کی تکمیل کی۔ اور
آپ موزوں الطبع تھے۔ شعر و شاعری سے نہایت ہی دلچسپی کہتے تھے۔ جناب اسید علی صاحب
شہسوتری سادات الملک طوبی کی خدمت میں مدت دراز تک مشق کلام کرتے رہے۔ آپ کا
کلام شستہ و پاکیزہ ہوتا ہے۔ آپ کے اور اہل زبان کے کلام میں ماہہ الاتیاز نہیں ہوتا ہے
جو کچھ موردون فراتے ہیں مرغوب ہوتا ہے۔ آپ خوش اخلاق و پسندیدہ سیرت تھے۔ دوست
و غریب پرور تھے۔ امیر و فقیر کی نظر میں مساوی معلوم ہوتے تھے۔ ہر ایک کے ساتھ حسن سلوک
فراتے تھے۔ مہمان دوست تھے۔ وارین و صادرین کی نہایت ہی خاطر داری ملدار کرتے
تھے۔ آپ کا دولتخانہ مسافر خانہ تھا۔ اور آپ کا دسترخوان گویا خوان بیضا تھا۔ صبح و شام
آپ کے دسترخوان پر دس میں اشخاص شریک طعام ہتے تھے۔ آپ کے تابکر مہانداری
و غریب پروری کی رسم قائم رہی۔ آپ ہمدومی قوم میں بے نظیر تھے۔ درم سے قلم سے
زبان سے جب قدر ممکن ہوتا تھا دروغ نہیں فراتے تھے۔ ہر ایک کے معیوب مدوکار بنتے تھے
اور ہر ایک کے لئے سعی و کوشش میں کوتاہی نہیں جائز رکھتے تھے۔ باشندگان حیدر آباد
آپ کی سفارش و سعی کی قدر کرتے تھے اور آپ کو قوم کا سچا خیر خواہ جانتے تھے۔ اور آپ
شہانہ روز قوم کی خدمت و سپرستی میں کمر بستہ رہتے تھے۔ غریب کی ہمدومی و غمخواری
قدرت آپ کا خیر تھی۔ کبھی آپ غریب کی ہمدومی سے کوتاہی نہیں کرتے تھے۔ آپ نے حجاز یومی
کی تعمیر کے لئے چندہ فراہم کرنے میں جب قدر محنت و جاگہاری کی ہے اظہار میں شامس ہے
ہزار ہا روپیہ جمع کر کے سلطان روم کی خدمت میں پہنچا۔ سلطان کے جانب سے تہنیت
اعوازا آیا۔ آپ چندہ فراہم کرنے کے لئے دکن سے ہند گئے ہند سے سندھ سے گجرات
وغیرہ ممالک میں سفر کیا۔ تاہم گ چندہ جمع کرنے میں مصروف رہے۔ افسوس کہ لاٹھا کے بعد

کوئی بزرگ اس خدمت کے لئے قائم نہیں ہوا مجلس خجدہ حجاز بلوی برفاست ہو گئی۔
 آپ ابتداء محکمہ گزیر میں ملازم ہوئے۔ دو تین سال تک حکم میں رہے۔ جب کہ برسات
 ہوا تب آپ ٹپٹی کشنر انعام ہوئے۔ پہلے اس محکمہ سے تعلقداری پرستقل ہوئے چند مدت کے
 بعد ایسے سبب پیدا ہو گئے کہ آپ تعلقداری سے علیحدہ کئے گئے اور آپ کو سرکار عالی سے
 چار سو روپیہ ماہانہ وظیفہ مقرر ہوا۔ آپ چند سال وظیفہ یاب رہے۔ تناعتِ صبر کے ساتھ
 وظیفہ کی آمدنی پر گذر اوقات کرتے رہے۔ آخر ماہ رمضان ۱۳۲۳ ہجری میں فوت ہوئے
 حسبِ وصیت آپ کی نعش مبارک کو تغیل تکفین کر کے گلبرگہ من حضرت سید محمد الحسینی
 بندہ نواز کے روضہ میں دفن کئے۔ آپ کے باقیاتِ صالحات مولوی عبد النعیم مولوی
 عبد الباسط وغیرہ یادگار باقی میں بمصدق الولد سہ لایہ ہر ایک علم و فضل کے زیور سے
 آراستہ ہے۔ خدایتعالیٰ انکو خوش خرم کہے اور دنیوی ترقیات سے کامیاب کرے
 اب میں آپ کے کلام سے متفرق چند اشعارِ غزلیات و ادایک قصیدہ جو آپ نے اعلیٰ حضرت
 محلہ منزل میحجوب علیخان نظام الملک صفحہ ششم حوم کی تہنیت سالگرہ میں
 موزون کیا تھا ذیل میں گزارش کرتا ہوں۔ من اشعار الفارسی

بیا در لطف رخ آن نگار گرید و خندد	مریض عشق بلبل و نہار گرید و خندد
چنان بخت تو رسوا شد کہ دشمن بہم دو	مرا بہ بیند و بے اختیار گرید و خندد
نشان گریہ خویش خندہ عاشق را	بین صراحی سے آشکار گرید و خندد
چو شمع آنکہ درین بزم یک شبہ گذرد	عبثت بزدگی مستعار گرید و خندد

دہان خندہ گویم یا کہ دیدہ خونبار
 جراحت نظر دل شکار گرید و خندد

د و حرم وصل و امان اگر چیدم	د و	دامن حشر است پنداری که بر چیدم
گو سیه روزم ولی چون شامی خورشید رو		آفتاب باغ عشقت در جگر چیدم
جعد او همچون سیاه که باشد شعله دم		می نماید چون بران موبان بر چیدم
بر درش ملائیکه حلقه میرون در		سر بر سر تابا تا آب بر چیدم
آنکه از دست زگردد باز تقدیرست من	وله	و آنکه از دست نه بدین چشم تصویرست من
از سر جهان بگذرم خود را ساختم تابه دست		گر ازین تدبیر بید کار تقدیرست من
زده زده محو دیدار رخ پر نور او		نه همین خورشید و مه حیران تنویرست من
افتادگی مقابل خصم زبون بدان	وله	چون شیر در کین و بیم سینه بر زمین
گران رقیب کرده جدایم از وجه آبک		شیطان و آرمند پیکینه بر زمین
ملا حکایت دل جان و اوست بیاد		ماند بیاد گاری ویرینه بر زمین

سر با حیات

جواب رباعی عمر خیام که گفته (ما در بحال به که دختر بحال)

غافل از سر اثر شعرا اسلام		جابل ز شراب و نصوص احکام
ما در چو بکار برده است خیام		دختر البته بر تو گردیده حرام
از آتش فرقت تو است میر حسن	وله	سزا قدر محم شده ست رشک گلشن
یعنی که چو طائوس بباغ حسرت		صد دیده انتظار داشته رتن
مینا آساز سر بلندان باشی	وله	چون باده بکام ستمندان باشی
اے گلبن امید بباغ جاوید		چون گل بغنائی زر خندان باشی

قصیده غرض جواب طوبی بتقریب سالگره بندگای تعالی طالب شرف

شود چو زلف گر بگیر تو بجال گره
 بروی خال چو از موی میزنی گره
 خیال خال گره میزند بهر دل صفا
 چو دایم زلف بچینی بگردان خال
 تو شش و سه روز خال را به همین
 گره زلف دهی تا کتاب نکشاید
 بکار و بار دل خلق تا گره زده
 و چشم تو دو غزالند و زلف تو دو رین
 از آنکه آموست چشمت چرونه سبز خط
 گره قد بدلم زان و زلف پر چشمت
 رخ تو گنج صفت زلف پر چشمت
 چو آفتاب جمال تو سر نهیاقول
 بهر گره که ببندی کشته عقد دل
 ز بسقت تو کشاید و رسته چشمت و لان
 ز مشکسائی هر عقده ات گره زلف
 بسان سلاک آری بهم بود بنظم
 دے بهر گره زلف تو بدان ماند
 ز بسکه بر سر موی گره زنی بگره
 گره زده بگره از برائے آنکه دے

مسلسل است ز خال تو در خیال گره
 نقد بساط موی ام ز خال گره
 چنانکه بلبه بسته است بزلال گره
 کبوتر دل مارا زنی ببال گره
 که بر زنی همه بر گردن رحبال گره
 چنانکه بسته شود بر سر عقاب گره
 نقد تبار تو از صنع لایزال گره
 ازین جهان بندی بران غزال گره
 نهاده همه از خوف اتیقال گره
 چنان بر آب زنده جیش شمال گره
 چو از دریکه همی برزند بال گره
 زنی زلف گر بگیر بر جمال گره
 بے بست و کشاد دل ست دل گره
 جزیت که بسته بر نیکنه محال گره
 بخون خشک زند نافه غزال گره
 چگونه بسته ای زلف را اعتدال گره
 که غنچه بر سر شاخ و بر نهال گره
 هماره روز و شبست مست شغال گره
 نیزه از گره وزد با حمال گره

از آنکه و عده فراموش میکنی زلفت
 از آنکه دور تو سلسل محال میداند
 سیرین تو دو جبال و میان تو یک سو
 کند زلف خدنگ نظر بدل بند و
 چو رشتۀ گرۀ سال شہ بسای سر و
 چو عمر شاه درازی و پر گرۀ اس زلف
 چه جشن جشن شہی کن کمال عجبی
 بدین خیال کہ شاید رسد بتکمہ شاه
 برشتۀ چو گرہ میفتد شود کوتاہ
 با اتصال بیفتد گرہ برشتۀ سال
 بقلب تت چو آدم الی بسیار
 شہا با برو تو کان زوق و دل و ادنی است
 برشتۀ اهل شہمنت کند مثال
 چو رشتۀ المش خواستی شود کوتہ
 ز آنکہ سفتہ سنان تو بند بند عدد
 جباب تجہ ہیجا معنار ق اعدا
 ز سہم ر مح تو دشمن گمر گستره شود
 مگر کند تو بستہ دست پائے عد
 اگر عدد دے گرہ بر ہی برو گرہ

ہمیزند سہم برو عدہ وصال گرہ
 عقول فلسفیان زن با عقل گرہ
 چه معجز ست بیک مے بر جبال گرہ
 چنانکہ در دل اعدائے شہ بنال گرہ
 زنے بکا کل خود ہم علی الطوال گرہ
 مگر کہ میشود امروز جشن سالگرہ
 ملک زبوسہ زند بر سر لغال گرہ
 ز لعل سنگ بندد چو غنچہ آل گرہ
 مگر چو صفر عدد بر فرودہ سال گرہ
 ابر شمارہ ہر ریزہ رمال گرہ
 بد سگال تو افتد در اتصال گرہ
 سبا و بیج گار غصہ و طلال گرہ
 ہیفتد تو الی و اتصال گرہ
 سر عددی تو گرہ دیدہ بر فصال گرہ
 پدید گشتہ ز ستر پایے نال گرہ
 سمند تست نہنگش ببال مال گرہ
 چہ سود گرہ بکمر بستہ بر جدال گرہ
 دیا کہ بستہ با طراف و خیال گرہ
 ز لابل بل نیفتد بلا زوال گرہ

لال تا کرکاب تو گرد و از سر شوق
 لال آید و گردد و نعل شبنم گشت
 ز رشک خنجر شمشیر چو نکه نا توان بین است
 ز بسکه شاه بود با کشا و پیشانی
 کشودانه و شکفت غنچه از خلعت
 گره ناز بجاے بغیر قلب عدد
 بسی باطل او بین که بر جبین عدو
 نسیم حکم تو زلف بتان پریشان کرد
 بخصله اش نپسندی گود از ان بشا
 ز بسکه صیت نوال تو رفته در عالم
 ر حال را میریشت جمال می بندند
 همین نطاق زرد لعل گوهرش بخشی
 بصره با زروسیم چون گره زنند
 که نوال تو باج همچو با زرگان
 ز مشت مشت جواهر که می دهری ویرند
 چنان یراق و می باغ اقیان یراق
 موطعم بدیج تو در و کن شاما
 چو نیست هیچ کس تا که قدر من داند
 رسد بخاک نشینان رشحت از فیض

زیر آید و گرد و بد برد و ال گره
 چو منج خورده ثوابت بران نعل گره
 ز بد برد زده خود را بدل لال گره
 نرود برین بچین یا برد لال گره
 بهیچ شے نپسندی هیچ حال گره
 از آنکه هست همه ال بر لال گره
 ز قطر باے عرق بسته انفال گره
 از آنکه بسته بد لبا با خفای گره
 که عادلان نپسندند بر خصال گره
 بار تجال ز دستند بر حال گره
 چنان جیج حرم بهار خال گره
 بدو ز پوزنه بسته است بزغال گره
 کشاده ز سر شان نواز نوال گره
 نموده پوزنه گهر بسته بر جوال گره
 قناد بر دهن سائل سوال گره
 ز تنگهای زربین بسته بر جلال گره
 همیشه داده کمر با امتثال گره
 ز دم بدامن عزلت با اعتزال گره
 ز قطر باے سحابت بر طلال گره

شکستہ حالی میں از زبان حال شنو
چنان دہم ز گہرائے کار خود بتو عرض
مرا ز چشم و فانیز این اشارہ رسد
شہا منم کہ بسے عقدہ ہائے لایخل
چونیت اوج شہ عجبتی لال زبان
مرا کہ طبع روانست چون فورت نشد
نہم جو نیل بکھسار نغطاروئے سخن
ز تر زبانی من میں ورین چکارہ نغز
سخن گرہ بزبان سخنوران کردم
سخنوران زمانہ گرہ بسے زودہ اند
مرا بعرض ہنر ما کشائشے و گریست
اگر چہ بستہ و بکشادہ ام گرہ صدار
صبا گو بغزال غزل سدا از من
گرہ ز بستہ ام و بستہ ام گہرا نصا

نہ از مقال کہ گرد لب سوال گرہ
فتد چو در گرہ ہم بے منال مال گرہ
کہ در وجود و عدم ہر دو شان مال گرہ
کستودہ ام بمقالات انفصال گرہ
چرا بدج بقید کہ معال گرہ
جبال قافیہ مایم بقیل و قال گرہ
روان کنم و نیاید و ران مجال گرہ
ہمہ بسک سخن گشتہ چون لال گرہ
چنانکہ گشتہ سخن بزبان لال گرہ
نیافتہ ست بدینگونہ انحلال گرہ
اگر چہ طبع ملو لم شد از ملال گرہ
وے نہ بستہ یکے ہم باتبدال گرہ
کہ ما تہ تو نہ بستہ بدین کمال گرہ
ہمین بعرض رساند از زبان حال گرہ

من اشعار ۲۱ لہندی

کیا نمایان چشم شوخ تیغ زن آہن میں ہے
یہ وہان قفل ہے یا قفل وہان یا رہے
ہے یہ تیرے خون کے کیا آپکی تلوار پر
آب تیغ ناز کی چادر سے سلتا ہے کفن

ہے تماشا دیدنی ویکہو ہرن آہن میں ہے
کہئے آہن میں دہن ہے یا دہن آہن میں ہے
یا کہ آب تیغ سے پہولا چین آہن میں ہے
تیرے کشتوں کے لئے قاتل کفن آہن میں ہے

جہنچنا ہٹ ہے تری شمشیر کی
 زندہ جاوید ہے کشتہ تری شمشیر کا
 سر سلسلہ ٹوٹا نہ ملا آپ کی تقریر کا
 چہت آسمان کی توڑ کے چہرے بنائیں گے
 یہ دل ہمارا خانہ کعبہ نہیں کہ آپ
 مار نظر سے ہم ورق گل پہ عندلیب
 تصویر ہم نے کی تھی ہے اس واسطے تری
 ہے تجھ وہ دور اور ہے و ساز رقیب
 کہتے ہیں قیامت تجھے عالم میں نام
 گرچہ پامال ہیں پر تجھ کو دعا دیتے ہیں
 نہ سہیں ہم تو بہلا کون ہے اُنکا ظلم
 سچ بنا و عوی سیحانی کا بہتا ہے کسے
 لاکھ لاکھ اپنا اگر خون جگر کہا ہے حنا
 کس طرح کہا گئے ان سینوں سے دھوکا

بازبان تیغ کا فر کا بھن آہن میں ہے
 و کیسے آب بقا کیا موجزن آہن میں ہے
 گو زمین ایسی کڑی ہے کہ سخن آہن میں ہے
 سامان کے کہاں جو ہم گھر بنائیں گے
 توڑیں گے بار بار کر بناؤں گے
 ان گلر خون کیوں سطرے سطر بنائیں گے
 عاشق تھی کو تجھ سے شکر بنائیں گے
 یہ اپنے میں تقدیر وہ اسکے میں نصیب
 حیران ہوں کہ یہ کیوں نہیں تو مجھ سے قریب
 ترے بازو کے گھنگرو یہہ صدارت میں
 ہم وفا کرتے ہیں وہ داؤ جفا دیتے ہیں
 تری بیدا کو ہم مر کے جلا دیتے ہیں
 سر و ہون کو وہ اپنا کفایت دیتے ہیں
 نقد دل کو پھول لایہ بہلا دیتے ہیں

محمود - حافظ غلام محمود

محمود و تخلص - غلام محمود نام - ابو العین کنیت - آپ کی ولادت با سعادت بابل گورف
 اور ہونی میں واقع ہوئی۔ اور آپ کا نشو و نما و ن کی آب ہوا میں ہوا آپ عالم شباب میں تقریباً
 پندرہ سولہ برس کی عمر میں علم قرأت تجوید میں عالم با عمل تھے۔ حافظ قرآن تھے۔ آپ کا غلط

آپ کا حافظہ ایسا قوی تھا کہ کبھی تلاوت قرآن میں سہو خطا نہیں فرماتے تھے۔ جب تک مریح
 میں قرآن سناتے تھے آپ کی اقتدا میں سولہ سترہ حفاظ ہوتے تھے۔ تراویح کی نماز میں کسی
 حافظ سے نغمہ لینے کی نوبت نہیں آتی تھی۔ صاف صاف مثل دریائے روان کے پڑھتے جاتے
 تھے۔ نہایت ہی خوش الحان تھے۔ سامعین کو سننے سے لطف مزہ آتا تھا۔ عین عالم شباب
 میں آپ کے دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ اپنی قوت بازو سے معاش پیدا کرنا چاہئے۔ بناء علیہ
 وطن مالوفہ سے برآمد ہوئے حیدرآباد دکن میں آئے۔ دو سال تک شہر میں بسر کر کے وطن
 مالوفہ مراجعت کی۔ اور جب قدر مال کسب ہوا تو والدین کی خدمت میں بطور
 نذرانہ پیش کر دیے۔ والدین کے فرمانے سے شادی کر لی۔ جو کچھ والدین نے شادی میں
 خرچ کیا تھا۔ آپ نے تمام صرفہ شادی جیب خاص سے ادا فرمایا۔ شادی کے صرفہ سے
 والدین کو زیر بار نہیں کیا اور آپ باہر زندگی جو کچھ پیدا کرتے تھے اپنے ذاتی اخراجات
 کے لئے رکھ کر باقی تمام والدین کی خدمت میں گزارتے تھے۔ والدین کی زندگی تک
 وطن میں سکونت پذیر رہے۔ والدین کے فوت ہونے کے بعد دوبارہ حیدرآباد دکن آئے
 محلہ براق پنچ میں فروکش ہوئے۔ آپ کو علم تصوف سے زیادہ دلچسپی تھی اور اہل مد سے
 حسن ارادت تھی مولوی حافظ شجاع الدین صاحب مولوی صدر الدین صاحب و حضرت
 مولانا شاہ سعداؤد وغیرہم کی خدمت میں سفید ہوتے رہے۔ اور مولوی حافظ
 شجاع الدین صاحب کے مرید و خلیفہ ہوئے اور سلسلہ قادریہ غیرہ سلاسل کی اجازت
 پائی۔ اور حسن اتفاق سے باصرا اجابہ رمضان میں نواب صمصام الدولہ کے جلو خانہ
 کی مسجد میں نماز تراویح میں ایک شب میں قرآن ختم کیا۔ نہایت خوش الحانی سے سنایا
 سامعین نے توجہ سے سنا۔ نواب صاحب کے حالات سے واقف ہوئے فوراً آپ کو حضور

بلایا۔ آپ ایک قصیدہ مدح میں موزون کر کے دربار میں حاضر ہوئے۔ نواب نے قیس و سیمہ
 ماہوارہ و طعام خاصہ تقرر فرمایا۔ اور صاحبزادوں کی تعلیم آپ کے تفویض کی۔ حافظ صاحب
 ترجمہ مدت تک نواب صوف کی خدمت میں رہے۔ نواب سلج الملک کی دیوانی میں
 فریئر صاحب نے ریڈنٹ جید رآباد کو قنوی مولوی معنوی کے پڑھنے کا شوق ہوا۔ دیوان صاحب
 کی خدمت میں لکھا کہ کوئی لائق منشی بھیجئے۔ دیوان صاحب میر محمد علی حسین منشی کو منتخب کیا۔
 منشی موصوف نے عرض کیا کہ حافظ محمود صاحب جہاں خدمت کے لئے لائق و فائق ہے
 قنوی کے رموز و اسرار کو خوبی کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ پس دیوان نے معصام الدولہ بہادر
 کے پاس قیہ بھیجا۔ اور حافظ صاحب کو طلب کیا۔ نواب صاحب نے حافظ صاحب کو پوچھا کہ دیوان
 نے حافظ صاحب کو ماہوار پچاس روپیہ دارالانشا میں مقرر کیا۔ اور نواب مختار الملک
 سالار جنگ ریڈنٹ صاحب کی تعلیم و تدریس بھی عین کیا۔ رفقہ رفقہ حافظ صاحب
 تنخواہ پچاس سے سو روپیہ ہوئی۔ جب نواب مختار الملک نواب ناصر الدولہ غفران منزل کے
 عہد میں غلوت دیوانی سے سرفراز ہوئے۔ بدارالہام موصوف نے نصاب صاحب کی ایک سو پچاس
 روپے ماہوار کردی۔ اور آپ کے متعدد خدمات کے کام لینے لگے۔ آپ ہر ایک خدمت کے
 کام کو عمدہ طرح سے انجام دیتے رہے۔ چند روز کے بعد پور پچاس روپیہ اضافہ کر کے دو سو ماہوار
 مقرر کئے۔ اور آپ کو خدمت و کالت فیما بین دیوان و حضور نواب الفضل الدولہ بہادر و خدمت
 عرضی خانہ و خدمت تقسیم یومیہ داران و خدمت اہتمام عراس تقسیم تنخواہ دیویتیہ سلطان
 والا جاہی وغیرہ سے سرفراز فرمایا۔ جب بدارالہام نے دیکھا کہ آپ خدمات مفوضہ کا کام
 نہایت دیانت و امانت کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور اپنے فرض منصبی کے ادا کرنے میں سرکوتاہی
 نہیں جائز رکھتے ہیں اس حسن خدمات کے صلہ میں آپ کو ایک سو پچاس روپیہ اضافہ کر کے

تین سو روپیہ ہمارے معزز فرمایا۔ اور کمال بندہ نوازی سے آپکو منصبداروں کے
 زمرہ میں شریک کیا۔ حافظ صاحب بزرگی عیش و آرام کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں
 اور منصبداروں کے زمرہ میں شریک ہیں۔ یکے بعد دیگرے خدمات معوضہ سے خدمت اہتمام
 آغا اس آقیم تھانہ دیوبند تعلقان والا جاہلی من ابترائے ۱۲۷۲ ہجری تا بزرگی حافظ
 صاحب جب کے معوضہ کا حافظ صاحب نے جب بارہ حرمین شریفین کا غور
 کیا۔ تب خدمات مذکورہ کا اہتمام نے فرزند سہمی محمد حسن علی کے نام منتقل فرمایا۔ حافظ صاحب
 نے کامل چالیس برس تک سرکاری خدمات کو عمدہ طرح سے انجام دیا۔ حسب مرضی آقائے
 ولی نعمت خدمات معوضہ کا فرض ادا کیا کہیں ماکٹ آٹا کے خلاف نہیں کیا۔ آخر اپنے
 بصدیق کل من علیہا فان وسیقی وجہ رہا کذا والجلال والا کو اہم تباریخ
 ہم ماہ جمادی الاول ۱۲۷۳ ہجری ویا کے ا پاسدار سے عالم بقا کی طرف رحلت کی اناللہ
 وانا الیہ راجعون اور آپکا فرزند و بلند حافظ محمد حسین علی جو علم فارسی عربی و انگریزی
 میں لائق و فاضل تھا شمسہ ہجری میں فوت ہو گیا۔ حافظ محمولو صاحب ترجمہ جامع العلوم
 و الفنون ہے۔ فارسی و عربی میں اور بکل تھے۔ ناظم و اثر تھے۔ شعر و شاعری سے رغبت
 رکھتے تھے۔ آقا جواد صاحب تخلص شیرازی سے شوق کلام فرماتے تھے۔ آپکا کلام فصاحت
 و بلاغت سے بہرہ ور ہے۔ ہر ایک شعر و مصرع لطافت و نزاکت سے خالی نہیں ہے۔ کلام کی
 صفائی و طبیعت کی رسائی آپکے اشعار ابدار سے عیاں ہے۔ آپ صاحب دیوان ہیں لیکن
 آپکا کلام پر گندہ حالت میں گننامی کے گوشہ میں پڑا ہوا تھا۔ فی زمانہ آپکے ہمیشہ زادے
 سیرۃ مرثیہ صورتہ انسان کامل جناب القدر حاجی عبدالقادر محی الدین قادری منصبدار
 سرکار عالی نے دیوان پر گندہ کے اشعار متفرقہ کا شیرازہ باندہ کے مطبع نظام دکن میں

مطبوع کرایا۔ اور اجاب اغوہ کی خدمت میں ہدیہ تقسیم فرمایا۔ چنانچہ فقیر مولفہ کو بھی ایک نسخہ عطا کیا ہے۔ حافظ صاحب فارسی ریختہ میں کلام موزون فرماتے تھے۔ ریختہ کا کلام ناوار الوجود ہے صرف چند ہی غزلین دستیاب ہوئیں۔ تہ تہ ترتیب کیف فارسی غزلیات میں ایک کئے میں۔ اب میں آپ کے تالیف طبع کو بطور نمونہ گزارش کرتا ہوں۔

من ۲ اشعار ۲۰ الفارسی

مدا عشق بہ صبرست و آن نبود دل مارا	خداوند آسان کن درین ہشکل مارا
کجا مہر تو بیرون از وجود مار و دہرگز	کہ با عشق تو آمیزش بود آب و گل مارا
بیزدایروے آن سہ تیغ پہنای مرا	ولہ میکشد طائر عقد چین پیشانی مرا
بسکہ جو یاست دلم ناوک مرگان ترا	ولہ جائے سازد بجگر نشتر یکان ترا
بیان سوز دل آمد جو ہر زبان ما	ولہ زبان چو شمع بسوزد گد بیان ما
اسیر زلف گرہ گیر کردہ اند مرا	ولہ مقیم حلقہ نہ بنجیر کردہ اند مرا
عزم مدینہ باز بود در دکن مرا	ولہ ہر دم بشوق شست سفر در وطن مرا
بود گرد رخ یار طرہ پرتاب	ولہ چنانکہ گرد گل تازہ سنبل سیراب
بیاد آن گل رخسار بسکہ می گریم	ولہ بجائے اشک بریزد مرز و دیدہ گلاب
مرا بہر ہجرتو باشد مکان در آتش و آب	ولہ کہ میکشد ز دل و دیدہ ام ہر آتش و آب
بفرق داغ جنون سیل اشک زانو	ولہ زہر پائے مراست بر سر آتش و آب
تاورد دلم خیال لب نوش و لبست	ولہ مستغنی از تصویر تنیم و کوثر بہت
تا چشمہ حیات لب جانفزائے او	ولہ خضر خطن باین دل لب تشنہ بہر بہت
کسے گدائی کو متواختیار کند	ولہ کہ ناز بر ہمہ شامان تا جدار کند

دل را خیال زلف تو دیوانه میکند	ولہ	آئینہ را رخ تو پر نیچا نہ میکند	ولہ
در چین آن گل نورستہ اگر می آید	ولہ	غنچہ در حبیب خود انداختہ سرمی آید	ولہ
عشق احمد کا گلے جبکہ میں ڈالا تعویذ	ولہ	وحشت و حزن و جنون میرا ڈیلا تعویذ	ولہ
نہ تلاشی و رباعی کی مجھے خواہش ہے	ولہ	رکھتا ہوں نام محمد کا میں ستر تعویذ	ولہ
خط بر خسار تو دار و شوکت نشان دگر	ولہ	گشت ہر مورے بعد تو سلیمان دگر	ولہ
ہر خم زلفت پیائے دل و بندے دگر	ولہ	میشود دیوانہ حسنت خرد مندے دگر	ولہ
چو حسن جلوہ کند بارخ جهان افروز	ولہ	بجلوہ آئینہ ساز و ز عشق عالم سوز	ولہ
بیرونے تو گر سوئے چین بنگر لم مروز	ولہ	در دیدہ ز ندہر رگ گل شتر لم مروز	ولہ
در دو مرا اینس جان بس	ولہ	دل را غم چون تو دوستان بس	ولہ
مرا بود بل و دیدہ و جگر آتش	ولہ	ز دست عشق تو از پائے آبسترش	ولہ
نور محمدی بر قدم چون شد خصاص	ولہ	عشقت گشت از پئے تجدد و جہ خاص	ولہ
از سر پائے چین رو تو ام باشد غرض	ولہ	از ہوا مائے مین بو تو ام باشد غرض	ولہ
ہرگز نشد گلشن و گلزار تباط	ولہ	چون شد مرا پسیدار برار تباط	ولہ
است بندہ کو جب کہ خدا حافظ	ولہ	جواب قالو بے کا دیا خدا حافظ	ولہ
تا دیدہ تاب طلعت رخسار یار شمع	ولہ	از تاب شک سوختہ پروانہ وار شمع	ولہ
تا کہ شدان نور ہر ش در دلم روشن چراغ	ولہ	مردمان دیدہ ام دارند در روغن چراغ	ولہ
اے کردہ ناوکت دل عشاق را ہدف	ولہ	پیوستہ غمخہ تو زابر و کمان ہدف	ولہ
سرور ایجاد و تکوین است عشق	ولہ	منظر پیدایش دین است عشق	ولہ
مرا کہ افعی زلفت نبر ہر کردہ ہلاک	ولہ	ز ہرہ لب نوش تو با یدم تریاک	ولہ

ساقا گرد چمن ریخته گل بر سر گل	دل خوش بود موسم گل ساغر بر سر گل
زلفی که بر بخیر زلف او دارم	دل هزار طوق تو گوئی که در گلو دارم
کرد تا طفل سر شک من وطن در آستین	دل موجه طوفان نماید بر شکن در آستین
شاهی بود بدل گدایان کرم او	دل عدل است با هر چه رود از ستم او
اے از فروغ نور رخ نور آئینه	دل بازیب طلعت تو فایر و آئینه
غنچه دمان من بگو سر روان کیستی	دل سر روان من بگو غنچه دمان کیستی
غنچه ز لعل تو خجل گل ز رخ تو منفصل	دل در چمن مراد دل سر چمن کیستی
زلف کج تو دام دل لعل لب کا مل	دل چون نشوی تو رام دل پئے جان کیستی
صورت برشته در نظر شکل تو هست جلوه گر	دل ایدل از گو که در فکر میان کیستی
در شب تیره من ز غم نار و آه می کنم	دل تو بهیچ جو صدم شمع مکان کیستی
نمودی رخ دل عشاق حیران ساختی رفتی	دل نشاندی زلف خاطر پادشاهان ساختی رفتی
دل من چون تنورا ز سو ز حیران ساختی رفتی	دل روان از چشمم نم سیلاب طوفان ساختی رفتی
بر بودی صید دل عشاق از یک جنبش شرک	دل ز که بر که با جذب نمایان ساختی رفتی
ز مردم برده چشمان تو دل در طرفه العین	دل بجا و شیر صید عزالان ساختی رفتی

من ۲ اشعار لکالہندی

خال پیدای پتیر سے بت پر فن ہوا	کیا تماشا ہے گلشن مرغ کا مسکن ہوا
جیسے عریانی کا خلعت مجھ کو زیب تن ہوا	پہرہ باروش تیرا کوئی پیرا بہن ہوا
جائے سبز و نیچہ جان گل تنے میں ہوا	کشتہ دست گلارین کا جہان مدفن ہوا
دل میں اپنے رات دن کے روتان کا ہے خیال	یہ چرخ ویر بیت قدس میں روشن ہوا

ہو جس کے دلو حضرت خیر الوریٰ سے ربط
 مقصد ہو جس کا حق کی رضا پر سبب نام
 حشر و نشر کا ہول نہ ہو گا سمجھ کہیں
 کہا سکیگا کب ہمارے تین کے ہڈیاں
 ہوں سگان کو پھرجو بکے یا رب نصیب
 دام میں گردم کلجائے تو اے صبا و تو
 ہم دل و جان سے وفا کرتے ہیں
 سیر گلشن جو کیا کرتے ہیں
 عارض وزلف پہ چہر کتمے میں نکمے
 دن کو دامن شمس کی کرتے ہیں حفظ
 وہ قامت بالا ہے تریا کہ ہلا ہے
 دل کیوں نہ کرے تیرے لب لب کی تعریف
 کہ ہے وہ ترا خال تہ ابروئے خداد
 دولت ہے ترے خاک نشینوں کو میر
 چون نقش قدم اے دل گراہ جو کوئی

دلہ آئینہ مگر نہ ہو سے اسکو ورا د الواسے ربط
 رکھلے و میں ہم غیب کی رضا سے ربط
 کہتے ہوں اس سے شافع روز جزا سے ربط
 دلہ آئینہ وقت سے چلے میں بدن کے ہڈیاں
 ہوں طعمہ ہو ہمارا کایرے تن کے ہڈیاں
 اچن پہنچا یو مرغ چین کے ہڈیاں
 دلہ کیا ہوا گر وہ جفا کرتے ہیں
 گل سے بلبل کو جدا کرتے ہیں
 ہم سے مت پہچکے کیا کرتے ہیں
 رات واللیل پڑا کرتے ہیں
 دلہ اسے سرو خرا مان تو بتا مجھ کو کہ کیا ہے
 یہ خنجرن امر کہ کو سوار پڑا ہے
 محراب حرم میں یہ سید مست پڑا ہے
 یہ سایہ دیوار ترا نعل ہمارے
 پا مال خلاق ہے وہی راہ ہمارے

حرفِ نون

نظام - عماد الملک غازی الدین خان بہادر

نظام تخلص - میر شہاب الدین نام - غازی الدین خان عماد الملک خطاب

آپ میر محمد پناہ غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ ٹانی بن نواب صفحہ مرحوم کے فرزند
 و نواب اعما الدولہ وزیر الممالک قمر الدین خان کے نواسہ تھے۔ آپ کے والد ماجد نواب
 ناصر جنگ شہید کے بعد دہلی سے صوبہ داری دکن پر سرفراز ہو کر عین موسم بارش میں
 ہو کر مرہٹہ کو ہمراہ لیکر اورنگ آباد دکن میں آئے۔ تباریخ معلوم ماہ ذیقعدہ ۱۱۶۵ھ ہجری
 میں شہر میں داخل ہوئے امیر الممالک صلاحت جنگ بہادر کے فکر میں تھے یکا یک ساتھ تباریخ
 فیحیحہ سندھ کو رہا راضہ تھے و دست جان بحق ہوئے۔ نقشبندی خان صاحب نے ایک نقش
 مبارک کو دار الخلافہ دہلی میں لپی کر آپ کے مدرسہ باغ میں دفن کیا۔ عماد الملک صاحب
 کی ولادت باسعادت ۱۱۷۵ھ ہجری میں شہر دہلی میں واقع ہوئی نشوونما بہاری و سی شہر فیض اثر
 کی آپ ہو امین ہوا۔ جب آپ کے والد ماجد دکن میں آئے اس وقت آپ کی عمر آٹھ برس کی
 تھی۔ والد ماجد آپ کو تعلیم و تربیت کی غرض سے ابوالمنصور خان صفدر جنگ احمد شاہ
 بادشاہ کے وزیر کے تفویض کر کے آئے تھے۔ وزیر و صوفی کو نہایت محبت و الفت
 فرزندوں کی طرح رکھتا تھا۔ ایک وزیر آپ نے دارالمہام سے عرض کی کہ جنگ بادشاہی دربار
 دیکھائے دارالمہام نے فرمایا کہ اسے فرزند آپ بھی سبب صغر سنی دربار دیکھنے کے لائق
 نہیں ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ میں آپ کو موقع دیکھ کر لیجاؤں گا۔ پھر آپ نے کئی مرتبہ دارالمہام
 کی خدمت میں دربار کی درخواست کی ایک روز تو بہت صبر کر لیا۔ اوس روز نواب صفدر جنگ
 وزیر کی بیوی نے بھی آپ کی سفارش کی بچہ بدت سے دربار کی آرزو کرتا ہے آج ہمراہ لیجاؤ
 بچہ کی دل داری کرو۔ صفدر جنگ رضی ہوئے۔ اور آپ کو تاکید کی اگر بادشاہ آپ سے کوئی
 سوال کرے تو جواب میں سبقت نہیں کرنا۔ میں سوچے سمجھ کر بادشاہ کی طبیعت کے موافق
 جواب دینگا۔ آپ نے قبول کیا۔ نواب صفدر جنگ اب آپ دربار میں پہنچے اس وقت

احمد شاہ بادشاہ حاضرین و بارے پوچھ رہے تھے کہ یہ تین لفظ ہندی جوش ہو ہیں
 ان کے معانی پورے طور سے معلوم نہیں ہوتے ہیں عرض کرو ایک لفظ پوت دوسرا
 سپوت۔ تیسرا کپوت ہے تمام را سو پچھ رہے تھے کہ ایسے معانی عرض کرنا چاہئے
 کہ بادشاہ کے مرغوب سمجھوں۔ بادشاہ نے صفدر جنگ کے مسئلہ مذکور کے معانی کا سوال کیا
 صفدر جنگ سے بھی فکر کرنے لگے۔ گراؤ کی طبیعت جستی و چالاکی میں موجزن تھی آپ نے مسیت
 صفدر جنگ کی نصیحت کو بلائے طاق رکھا آگے بڑھ کے عرض کی اگر خانہ زاد کو حکم ہو تو
 تینوں اتفاق کے معانی عرض کرے۔ بادشاہ آپ کی تیزی و راست کو دیکھ کر متعجب ہو افرمایا
 بیان کرو اب صفدر جنگ بہار نے پہچا اشارہ سے ممانعت کی مگر آپ باز نہیں رہے
 عرض کیا خداوند اظہار اول کہ پوت ہے اسکا مفہوم و مصداق ذات مایوں ظل ہی ہے
 آپ بادشاہ اور آپ کے آبا و اجداد ہی بادشاہ تھے۔ اور لفظ ثانی اسکا مفہوم و مصداق عمومی
 بزرگوار بندہ یعنی اب صفدر جنگ بن ان کے آبا و اجداد میں سے کوئی وزیر نہیں ہوا ہے
 عمر بزرگوار خود کیا ہو چاہے ہند میں وارد ہوئے تدبیر و تقدیر کے اتفاق سے شاہ ہند
 کے وزیر ہو گئے۔ اور لفظ ثالث اسکا مفہوم و مصداق خانہ زاد ہے کہ غلام کے آبا و اجداد
 وزارت کی کرسی پر بٹھائے و مستار رہے۔ کمترین غلام موجودیافت خدمت ہوئی عمر بزرگوار
 کے ماتہ میں گرفتار رہے اور کوئی امیر و اہل و بار میری کیفیت بادشاہ کے گوش گزار نہیں کیا
 بادشاہ و اہل و بار آپ کی تقریر سے حیران و متعجب ہو گئے۔ بادشاہ نے صفدر جنگ فرستے
 فرمایا اب تک ہے اس ہماری موردی خانہ زاد کی تربیت و پرورش کی اب ہم کریں گے
 یہ کہہ کر ارشاد آپ کو محل مبارک میں لگیا۔ آپ چند مدت تک شاہی ظل عاطفت میں رہے
 پھر آپ صفدر جنگ کو وزارت سے علیحدہ کر دیا اور اپنے سامون انتظام الدولہ کو وزیر اور

آپ بدستور امیر الامرائی پر رہے۔ چنانچہ صفدر جنگ نے وزارت سے معزول ہو نیک
بعد ایک شعر کہا وہ شعر خاص عام میں ضرب المثل تھا ۵

رفقہ رفقہ اشک چشم در گلو زنجیر شد طفل دامگیر یا آخر گیر یاں گیر شد۔

بعد میں تو آپ نے عاقبت محمود خان کشمیری جو آپ کا استاد اور آپ کی سرکار کا قریبی دوست اور اہل ہام
تھا اس کے ورغلائے سے تیموریہ خاندان میں بڑی دہمی خرابی پیدا کر دی۔ ہولوکر کو مقام
خواجہ پر بادشاہ اور وزیر اور امیر آتش کے فراز ہونے کی خبر معلوم ہوئی۔ ہیجا با علی اصباح ہولوکر
کی فوج نے بادشاہی لشکر و اثاثہ البیت سلطنت کو غارت کیا۔ اس نے تیموریہ خاندان
کی بڑی دولت ہوئی۔ اس وقت سورج محل جاٹ کا محاصرہ ترک کر کے دار الخلافہ دلی میں پہنچے
ہولوکر ملار کی اعانت سے انتظام الدولہ دیر کو تغیر کر کے خود وزیر ہوا اور مصاصم لدو کہ کو
امیر الامرائی دلائی۔ وزارت ہوتے ہی اس پر ۱۰ تارخ شعبان ۱۱۶۷ھ ہجری احمد شاہ بادشاہ کو
مع والدہ شاہ معید کر لیا۔ اور معز الدین بن جہاندار شاہ کے بیٹے عزیز الدین کو تخت نشین
کیا اور اس کو عالمگیر ثانی کا خطاب دیا۔ پہر ایک ہفتہ کے بعد احمد شاہ اور اس کی والدہ کی
آنکھوں میں سلامی گنچوائی ۸ ربیع الآخر ۱۱۶۷ھ ہجری میں۔ پہر چند مدت کے بعد عزیز الدین
عالمگیر ثانی کو ہی قتل کرایا۔ اور محی اسد بن کام بخش بن عالمگیر کے بیٹے کو تخت نشین
کیا اس کا لقب شاہجہان ثانی رکھا۔ آخر ان تمام معرکوں اور محاربوں سے فائز ہو کر
چند مدت بند رسورت میں رہے۔ اور پہر جرین شریفین کی زیارت و حج کو گئے۔ حرمین سے
مراجعت کر کے کالپی میں جو آپ کی جاگیر تھی بسر کے آخر ۱۱۸۷ھ ہجری میں بہشت برین کو
روانہ ہوئے۔ آپ کی اولاد میں نصیر الملک تھے وہ پہلی پنی جاگیر میں فوت ہوئے ان کی
اولاد میں معلی جاہ۔ قطب الملک۔ حمید الدولہ۔ مجید الدولہ۔ مع والدہ خود سماء

عمدة الناسایکم حضرت غفران آپ کے زمانہ میں حیدر آباد دکن میں آئے۔ ہندوگانہالی نے
تمام کو جاگیر سیر حاصل عنایت کی خوشحال و فارغبال رہے اور انکی بنائیں میں ایک بزرگ
حاضر و بار نواب ناصر الدولہ بہادر کے زمانہ میں نصف جاگیر پر بحال برقرار تھے۔ مجید الدولہ
بہادر و حمید الدولہ بہادر کے فرزند بدستور جاگیرات موروثی پر بحال تھے۔

گل رعنا میں لکھا ہے کہ آپ علم و فضل میں بے نظیر تھے۔ اور متعدد زبانوں میں مہارت رکھتے
اور ہر ایک زبان میں تحریر و تفسیر کر سکتے۔ عربی۔ فارسی۔ ترکی۔ کشمیری۔ افغانی۔ مرہٹی
اور عربی و فارسی میں خط نہایت خوب عمدہ لکھتے تھے۔ علما و فضلا و شعرا کی صحبت کو
پسند کرتے تھے۔ ات کہ شمس الدین فقیر کو اپنے ساتھ رکھا۔ آپ شعر گوئی سے
نہایت ہی دلچسپی لیتے تھے۔ سخن بھی و سخن سنجی میں بے مثل تھے تحریر و تفسیر و حاضر جوابی
میں بے بدل تھے مرزا قتیل سے کلام کی اصلاح لیتے تھے۔ جو کچھ ہوزون فرماتے تھے
مرغوب دل پسند ہوتا تھا۔ آپ زیرک و متوجہ کار و ہوش مند و ہوشیار تھے۔ آپ
صاحب یوان میں۔ آپکا دیوان مطوع ہو چکا ہے فقیر مولف کے پاس موجود تھا ہونسی
کی طبعیانی میں خرق آب ہو گیا۔ اب مختلف تذکروں سے آپکے نتائج طبع انتخاب
کر کے گزارش کرتا ہوں۔ من الشعاسلا الفارسی

کہ بعد از شتم سوئے نثار و لب گزیدہا
صفائی تازہ دارد سنہو گرد و میدہا
گویند از شب ہجران خبر نیست ترا
کہ کام دل نا کام دل آرا ہم نیست
بر دل شست خوب شست و شست

بحرف مدعی گفت میراے سنگدل خونم
از خطا کرسخت فزون تر شد عجب نبود
ایک از روز قیامت خبر سے می گوئی
دوستان نیست عجب گم بدل آرا ہم نیست
تیز نگاہ مست تو دانی کجا شست

ولہ	بجاست عہد وفا گر یا نیست سہرت
ولہ	کجو چہ چارہ کغم از پئے توئے سر فکر
ولہ	ز باغ رخت سفور بہار تو ان لبست
ولہ	کفر از لطف خرید و پیش چشمش مین فروخت
ولہ	روئے بہت نصیب تو اگر دیدہ ترست
ولہ	تا چسان آگہی از حال منش دست و دہ
ولہ	غمرہ چشم فروں سازت ملاز خوش برد
ولہ	یار برداشت نقاب آئینہ صاف یار
ولہ	بادشاہ کشور دین حضرت ملکہ است
ولہ	گر نجاک تیرہ اندازد نگاہ فیض بخش
ولہ	سنگ خار اگر دوزاخ عجاز اورین
ولہ	کہ بہت نفقہ رشوہ شکست سہرت
ولہ	تا ند جیب من از دست بزد و سہرت
ولہ	شکوہ بر سر شاخ است باز تو ان لبست
ولہ	بندہ اسم دے دل کان خرید و اس فروخت
ولہ	چشم گرا شک نذر و صدف بے گہرست
ولہ	یار من بیخبر نالہ من بے اثر است
ولہ	انچہ عشقت باد لم میگفت آخیش برد
ولہ	جلوہ مفت است اگر دیدہ بینا داری
ولہ	جلوہ موجودات از نور وجودش آشکار
ولہ	وہب نگاہ را بکشا ید لب عجاز بار
ولہ	خاک تیرہ گرد از فیضش نہ کا مل عیار

نصرت - میر محمد نعیم

نصرت تخلص - میر محمد نعیم نام - دلاور خان خطاب - وطن سیالکوٹ ہے۔ آپ کے والد میر عبدالغیر داراشکوہ کی خدمت میں ملازم تھے۔ داراشکوہ کے دربار میں برہم ہو گئے تھے۔ خلد مکان عالمگیر کی خدمت میں حاضر ہوئے منصب نہری و دلاور خان خطاب سے سرفراز۔ میر محمد نعیم صاحب جمہ غنایت اللہ خان کشمیری کی دختر نیک اختر سے منسوب ہوا اور شاہ عالم کے زمانہ میں والد راجد کے خطاب سے ممتاز ہوا۔ جب محمد فرخ سیہ کے ابتداء جلوس میں مالک کن آصفیہ کے تفویض تھے تب میر محمد نعیم آصفیہ کے پھرہ و گن پائی

بعد از آن امیر الامرا حسین علیخان دکن کا صوبہ دار ہوا۔ میر محمد نعیم کو اس کا کچھ ضلع جہانپور
کی فوجداری پر مامور فرمایا۔ پھر امیر الامرا کے زوال کے بعد نواب آصفیہ صوبہ جہانپور دکن پر
مستوفی ہوئے۔ پھر محمد نعیم آصفیہ کے سایہ عاطفت میں آیا۔ آصفیہ کی عاقبت تین سال
زندگی بسر کرتا رہا۔ آخر ۱۲۹۹ھ ہجری میں فوت ہوا۔ وصیت کے موافق اپنے بیٹے شاہ ابوبکر
جو قریب حصار روضہ شاہ برہان الدین غریب قاسم شریف مدفون ہوا۔ نصرت
اپنے سرشد کے حق میں کہا تھا۔

آن شاہ کہ بادشاہ ہفت اعلیٰ	نصرت پریش ز جہاں دل سلیم بہت
عبسی است بزرگہ کردن مردہ دلاں	ہر چند کہ نام پاکش ایہ سلیم بہت

اور دلاور خان ثانی بن محمد نعیم خان آصفیہ اول کے زمانہ سے آصفیہ ثانی کے زمانہ
صوبہ سرائے توابع جہانپور پر حاکم تھا۔ ۱۲۸۹ھ ہجری میں گلبرگہ کے قلعہ کی قلعہ داری پر
مقرر تھا۔ شاعر لائق و نازک خیال تھا اور علم موسیقی میں فائق تھا۔ آخر ۱۲۹۹ھ ہجری
میں اس کا نام یاد سے کونچ کیا۔ حسن الشعار کا الفارسی

می کشم پلو غنی بے کہ میسور مرا	آتش افند در چین آجے کہ می سوز مرا
پست فطرتہ را بود علاج روز می افتن	مور را تخت سلیمان بہت سنگ سیا
می دہد از شام غربت صبح وطن	بیکسی نداشت خرکار مارا با خدا
بسکہ دار و داغ حسرت ہا دل پر در و ما	جلوہ طاؤس خواہد کرد آخر گرد ما
صبح شہر شد و از شب باقی بہت	سخن از زلف ایاز بہت امشب
رہروے را بخرد کار است	بہت کوزنگ برویش بار بہت
از لب قمری کو ششم خورد این حرف بلند	سرو ہم در پیش بالایت کمر تہ بہت

دل	هر کف خاکی که می بینی بزرگ دیگرست	دل	آرزوئی عالمی از بسکه اینجارنگ بخت
دل	اینقدر برخود سنا زای چرخ محبت باشد	دل	دو بار ما که حیرت نام دارد شام نیست
دل	چشم لغت دشمن از سفره گردون غلط	دل	مان چشکی دارد آن هم صبح و شام نیست
دل	فراموشی می پیمانه کیست	دل	ز خود رفتن ره میخانه کیست
دل	کے بد گهر صحبت نیکان رسد نفیض	دل	گورنگ جزو کعبه شود به شرارت نیست
دل	نصرت ملاک شرب پزانه میندم	دل	در بند شمع بنم و چرخ غفران نیست
دل	آئینه پریش دلیلست	دل	از مار و یارب خبر نیست
دل	سوئے دلدار میردم نصرت	دل	سفر و آفتاب این است
دل	زهره با خود شید چشمک می زند	دل	جام هستی اینقدر مانیک و شبت
دل	ناله کردن بر میوه چرخ کاروش نیست	دل	آسمان را صورت گوش است ماکوش نیست
دل	دامن از گل کشیده می آید	دل	گر آئینه دیده می آید
دل	رنگ می باز و از نراکت طبع	دل	گر زول تا بدیده می آید
دل	دست دعا بدامن ناندش نمیرسد	دل	دست زکار رفتن مارا کجارسد
دل	وصل تو وحشت دل من قیاب میبرد	دل	آئینه میقرار می سیاه می برد
دل	هرزه کردی مرا در کعبه و تجانه برد	دل	گر بدل و امیریدم یار من در خانه بود
دل	نامه را امروز از دستم شراب برد	دل	زاد از فردا مترسان و قمر در آب برد
دل	بخاطر چو منی گزین از زول افتد	دل	بنیر سجده که دارم اگر قبول افتد
دل	منی فست برین همچو سایه اش هرگز	دل	کس که در ره حق پیرو رسول افتد
دل	زنگین ز خون خود کف پائے ترا که کرد	دل	این کار بته بغیر از حنا که کرد

بے آبروئی تواند نظرم نوز میرود و له
 دارد شکست رنگم مشب بهار دیگر و له
 من چه خو نها خورده ام در کار دل و له
 صفیحه ساد و نه فلک بخت است و له
 تا ابد زندگی کرامت کن و له
 و امن کشید از من چون آفتاب در شب و له
 حق ناشناس بخت فریدون اگر دهد
 هوس عشق به پیری چقدر نادانی است
 هستی شمع فنا در هستی معشوق است
 نوشده را اگر بود لازم فراغ
 نور به بهم آسان که دمی تو بخلاق
 جان بجزرت داده زلف ترا در روز
 اگر تو را من نازی فشانده بهوا
 دل چو شد آب نمی گردد خشک
 آب زمزم هم کجا سگ تواند کرد پاک
 گلشن از یاد رفت زبکه می بالد بخود
 چرا امروز خود را تلخ دارم در غم فردا
 از وفارنگی ندارد نو بهار روزگار
 مارا که تواند دل سخت تو برداشت

این تیر بے کمان چه قدر دور می رود
 می آید آن چمن رو شایه که بار دیگر
 دل نمی آید بکار من هنوز
 سخن چند یادگار نویسی
 بسل است بر مزار نویسی
 میرفت و میدویدم چون سایه از قفاش
 در کشورش مباش بقید رنگ بارش
 شمع گیر آمدن ما هست شباه غلط
 ما تم پروانه باید داشت در انجام شمع
 بیدار می نیزمی خواهد دماغ
 روشن ز یک چراغ توان کرد صد چراغ
 نامه اعمال باشد دست سنبل کف
 داشت شوخی رنگ بقدر بهار شفق
 چاه سیاه نمی گردد خشک
 نیست زاهد بیشتر شوز آب تاک
 میتوان امروز چیدن از سرو یوار گل
 نگردد روز محشر نامه و از شرم اعمالم
 برگ این گلستان را چو بوگریده ام
 چون نقش برین سنگ شستم شستم

صبح وصال چون بود رخ بنما کہ بچنین	دلہ	شام فراق چون رسد زلف کشا کہ بچنین
جان عزیز چون رود طرز خرام جلوہ وہ		عمر و بارہ چون رسد باز بیا کہ بچنین
ہر کرادوست گفتہ نصرت	دلہ	گلہ او نمی توان کردن
جو ہر شس همچون سپند کہ مجھ می برد		آتشے تا در دل آئینہ زد و مثال او
بے حجابانہ کجا تنگ بہر می آید		تو کہ از جلوہ کہ آئینہ ترمی آبی
زلفش پائے تو صدر نگ گل توان چید		بگل کہ می نگرد چون تو در چمن باشی

نیر - مہدیعلیخان جی آبادی

نیر تخلص - مہدیعلیخان نام حیدر آبادی مولد ہے۔ آپ نقد علیخان بیجا کے خلاف
ہیں۔ آپکی ولادت شہر حیدر آباد میں ہوئی۔ اور نشوونما بھی شہر کی آب و زمین پر یا شہر
کے ہی شہر کے علما و فضلا اور والد یا جد سے کتب و سیہ عربی و فارسی تحصیل کیں۔ عالم
شباب میں فارغ التحصیل ہوا طبیعت سنجیدہ و مزاج پسندیدہ تھا اور ہر ایک رسم کی قیادت
درست و موجود تھی۔ شعر گوئی کا شوق ہوا۔ طبیعت کے زور سے مخروں کر کے نکال دیا جا
اصلاح لینے لگا۔ چند ہی روز میں کلام پرستہ و شستہ کہنے لگا۔ کچھ ہر اس نے گھر و نام
لکھا کہ میں جب ۸۵ھ ہجری میں حیدر آباد میں آیا تب نیر میرے غریب نیر کو رہا تو انا کیلئے
آئے باہم مشاعرہ را۔ نیر پسندیدہ سیرت خوش خلق میں انتہی آخر ۱۱۵ھ ہجری
میں فوت ہوا من ۲ شعرا ۲ الفارسی

روزے ترمیان چمن دیدن آرزوست	اسے نو بہار گرد تو گردیدن آرزوست
طپش دل مرا خبر کردہ اس	نیر امروز یا رے آید +

بو سدا ز گلغذا رمی خواہم	وہ غنچہ یار گار می خواہم
نیراز مر تفضی علی بہ نجف	گوشتہ قبر وار می خواہم
سینہ جا کم بگلغذا رستم	واغدا رم بلا زار رستم

نگہبست محمد یوسف بنکاپوری

نگہبست مخلص محمد یوسف امخوڑو طبعان طاب ہے آپ کے نسب کا سلسلہ طائفہ حاکم
 سلطانین کشمیر سے پہنچتا ہے۔ شاعر خوش فکر و خوش کلام تھا۔ مضامین تازہ و معانی
 شگفتہ کا شیرازہ اندہا تھا۔ گلیا کے مضامین و بیچ کا لکھنا سنا تھا۔ آپ کی طبیعت
 شورا گیر و راحت آمیز تھی جو کچھ طبع خود میں سے برآمد ہوا تھا۔ راحت و نصرت سے
 بہرہ ور۔ لطافت نظر و تخیل میں زیادہ ہوا تھا۔ سامعین کے دل سے لذت و انداز
 و فرحت تازہ و صاف رہتی تھی۔ ادب و ادب میں تہا بیدار و شایع ہوا
 محمد اکرم شاہ کی ملازمت میں آج کل کا زمانہ ہا کے طرف احمد آباد و گجرات کی
 صورت دیکھی ہوگی۔ گھنٹہ بھر کا سفر تھا۔ پنج سیر و شاہ کے زمانہ میں دار الخلافہ دہلی
 میں پہنچا اور پھر علی عثمان شاہ کے دربار میں بخوڑو کے زمرہ میں ہوتا ہوا
 امر کے علاج میں تھا۔ مگر تہا بیدار و شایع ہوا۔ فراموشی راہ گاہ
 محمد شاہ کے آخری زمانہ تک روشن اندوہ و غمراں رہی۔ دوسری رفاقت و ملازمت میں
 رہا۔ مزاج میں شوخی و آزاد دی تھی۔ کچھ کہنے میں بھی ہوتا تھا۔ اگر کوئی صلیب نہیں
 دیتا تھا تو اسکی جھوڑتا تھا۔ چنانچہ اس علیان جو ایک قی نہیں رکھتا تھا۔ اوپر بچہ نہیں
 بنوا کے جایا تھا۔ اسکی جھوڑ میں کہتا ہے۔ بیستون تازہ از سنگین دلی ایجا کردہ

ناخنہ درندہ تر از تیشہ فرما دکر وہ در مقام رشوہ از بس سخت گیری میکند
 از برائے زرگر نعن پنجہ فولاد کزبہ و اشعار ہر ایک قسم قصیدہ و نزل و مثنوی باعی
 سے رکھتا ہے۔ نیز ایک کتاب بعبارت شعر عظام الدولہ محمد الدین خان وزیر محمد شاہ
 کے احوال میں لکھا ہے۔ کتاب معانی تازہ و مضامین شگفتہ سے خالی نہیں ہے خوش
 صحبت و دوست پرست تھا۔ آخر شہید ہجری میں فوت ہوا۔ جب اہل دات بارہ کا زول
 ہوا اور محمد شاہ بادشاہ کو پورا استقلال حاصل ہوا۔ تب نکلتے ایک تاریخی قطعہ بادشاہ
 کے ملاحظہ میں پیش کیا۔ ہزار روپیہ خلعت و صلہ پایا۔ مادہ تاریخ یہ ہے
 آفتاب ملک قبائل از کسوف آمد بدر و من اشعار الفارسی

نصیب گشت شبے پاموس مرا	ز کف چو رگخت رفت اختیار مرا
ز پائے تابسم محو انتظار کسی است	کہ غیر چشم چو باد ام نہیت یار مرا
نگر و در رفت دنیا می من بے شکش حاصل	ولہ بگردن خیمہ را چندین باند کہ بر خیزد
گاہے جواب خط من اے دلربا نویس	ولہ فرما دنامہ اے بت شیرین دانویس
بہمت نقد دل بچاک نشین پیش تو قرض	ولہ آنچہ در کیسہ من بود بہین پیش تو قرض
من سپرم دل خود را تو ندادمی بوسہ	آن بود پیشکش ناز تو این پیش تو قرض
دلربا یا نہ بیا بوسہ بدہ باز گیر	نکبت امرو طلب کردہ چنین پیش تو قرض
بغیر من کہ متن نقشش بوریارم	ولہ اتو کشیدہ کہ دارو لباس عریانی

نصیر شاہ نصیر الدین دہلوی

نصیر تخلص۔ نصیر الدین نام۔ چونکہ آپ سیاہ فام اسلئے غریزاً قافین لیا کلمہ غریزہ

ایک اعلیٰ وطن شہر دہلی تھا۔ آپ شاہ غریب کے فرزند میں۔ آپ کے والد صوفی الشریعہ فی
الذہب تھے۔ فقیر تھے مگر زندگی امیرانہ بسر کرتے تھے شہر کے طر و شراف آپ کی تعظیم تو قیر
کرتے تھے۔ آپ عزت نشین تھے۔ گوشہ عافیت کے قدم بار نہیں رکھتے تھے۔ ہزار مقلد
گہر جا کر مستفید ہوتے تھے۔ آپ کے بزرگوں کے نام سے چند کانون بادشاہ کی طرف سے
آل تمغا معاف تھے۔ ملا۔ ماجرا۔ برشاہ علاقہ صوفی پت۔ سلیم پور علاقہ غازی آباد۔ وزیر آباد
دہلی کے قریب میں اب تک۔ جمادی الاول کو آپ کے بزرگوں کا عرس ہوتا ہے۔ آجیات میں لکھا ہے
کہ فی الحال مولدین ایک کانون قلب گدہ کے علاقہ میں عبداللہ شاہ سجادہ نشین کے نام پر
بجال ہے۔ آپ کی ولادت شہر دہلی میں مہمئی تہذیب پرورش ہی اسی شہر میں پانی۔ والد ماجد
نے آپ کو ازاد نعمت سے پالا تھا۔ استاد و ادب موز کر کے تعلیم کیا تھا۔ آپ نے فاضل عربی
میں بعد ضرورت استعداد حاصل کی۔ پورے طور سے کتب درسیہ میں کامیابی نہیں
حاصل کی تھی۔ مگر فن شاعری میں ایسے کامل ہوئے تھے کہ بڑے بڑے فاضل مستعد شاعر کیا
آپ کے کلام کے فیکھے سے حیران ہوتے تھے۔ آپ نے محمدی اہل کے شاگرد تھے۔ آپ روحانی
معاش پر زندگی بسر کرتے تھے۔ آخر شاہ عالم کے زمانہ میں آپ کی شاعری چلنے لگی۔ اور جو ہر
دکانے لگے۔ و بار شاہی میں پہنچ گئے۔ عیدین جشنوں میں انعام صلے پاتے رہے
ایک وقت آپ نے جاڑے کے موسم میں ایک قوطی طوبہ حسن طلب پیش کیا تھا اور صلہ
پایا تھا وہ قطعہ یہ ہے

بجائیگا تو ہی اس میرے امند	کہ جاڑے سے پڑا بید رہے پایا
پناہ آفتاب محکوبس ہے	کہ وہ محکوب اڑا دیگا روشا
اس قطعہ میں لطف یہ ہے کہ آفتاب شاہ عالم کا تخلص تھا۔ آپ دہلی سے دور تھے مگر ہونے	

ومان آپکی کچھ قدرو مندرت نہیں ہوئی بعض شعرا و حاضرین نے حسد و رشاک سے
 آپ کے کلام کی داؤد نہیں دی۔ آپ نے مشاعرہ میں آٹھ غزلین فرمائی ہیں سنگلاخ زمیں میں
 پڑھی تھیں اور ایک غزل بنی طرح کی ہوئی پڑھی جسکی ردیف و قافیہ غسل کی کہی ۔
 محل کی کہی تھا ۔ اُسپر بعض نے مشاعرہ میں طعن کیا اور کسی شعر پر کہا سبحان اللہ کیا خوب
 کہی بیٹھی ہے۔ کسی نے کہا کہ قبلہ یہ کہی تو نہ پیشی ۔ ایک نے کہا غزل تو خوب ہے مگر ردیف سے
 جی متلانے لگا۔ شاہ صاحب نے فرمایا جو صاحب نے لکھا ہے وہ لطف اٹھاتا ہے۔ صوفی
 حسد میں مبتلا ہے وہ متلائیگا ۔ آپ لکھنؤ سے دل برداشتہ ہو کر آئے پشتر حیدر
 میں تین مرتبہ آئے تھے انعام علی لیکر دہلی چلے گئے ۔ اب چوتھے بار اس طرف آنے کو
 تھے کہ راجہ چندر لال مہاراجہ بہار نے سزا جبری میں سات ہزار روپیہ خرچ راجہ بھکر
 بلایا ۔ آپ راجہ صاحب کے حسب طلب شہر حیدر آباد میں وارد ہوئے مہاراجہ نے
 آپکی بڑی تعظیم و توقیر کی بچپن میں روزانہ مقرر کروایا یعنی ساڑھے ساٹھ سوٹھے ماموار
 کر دی ۔ علاوہ ماموار انعام و صلہ بھی مرحمت کیا تھا حیدر آباد میں تمام مراد علما آپ کی
 عزت و ابرو کرتے تھے ۔ اکثر شعرا آپ کی شاگردی کے سلسلہ میں شریک ہوتے تھے اب تیر
 آپ حیدر آباد میں ایسے جھے کہ پیرائے ملی کا راز وہ نہیں کیا آخر آپ ۱۲۵۲ھ ہجری
 میں جہان فانی سے رحلت کی حضرت شاہ عسی صاحب قادیانی کے روضہ میں دفن
 ہوئے ۔ آپ کے شاگرد نے چراغ گل کے الفاظ میں تاریخ نکالی ۔ اپنے دستِ علم بنا دیا
 مرتب نہیں کیا غزلین کہتے تھے اور ایک پہلی بن جمع کرتے تھے اور گہر میں دیتے تھے
 اور فرماتے تھے کہ اسکی حفاظت کرو آپ کے اکثر غزلین متفرق و قصائد مختلف ضایع
 ہوئے ۔ مولف فقیر نے شہر حیدر آباد میں آپکا کلام اکثر کتب خانوں میں دھونڈا مگر کہیں

نہیں پایا نارالو جو ہے۔ بیاضوں میں متفرق غزلین لمبائی میں۔ آپکا کلام شعیبوں
 استعاروں میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے۔ گلاب میں بیضوں میں کہتے ہیں گلابیے و سب کہتے ہیں کہ
 خوشنما معلوم ہوتے ہیں مشکل مشکل الفاظ کو آسانی سے باندھتے ہیں۔ اکثر بے سمجھ لوگ
 غلطی سے اعتراض کرتے ہیں کہ آپ کم استعداد تھے۔ کلام کی تیز زہ بندی و تہنیکیں
 رطب یا بس میں تیز نہیں پڑتے۔ یہ معتضین کی غلط فہمی ہے۔ اکثر معاصین آپ کی
 نگاہ زمین میں غزل دیکھ کر ہلک جاتے تھے اور شاعرہ ہی چمک جاتا تھا۔

آپ بدیمہ گوئی اور حاضر جوابی میں بے نظیر تھے۔ طبیعت میں چستی و چالاکی تھی۔ عین
 مشاعرہ میں کسی کا شعر سنتے اور اسے دقت کہتے کہ یہ درست نہیں اس طرح کہنا چاہئے
 شاعر چپ ہو جاتا تھا۔ مشاعرہ میں غزل پڑھنے کا ڈر ہنگ بھی سب سے نرالا تھا۔ نہایت
 بلند آواز سے پڑھتے تھے کہ مکان گونج اٹھتا تھا۔ تیز مزاج تھے ضعیفے گرجوانی کا ولولہ
 و جوش موجود تھا۔ آپ سخی لذت بخش اعتقاد تھے آپ کی فراج میں تعصب نہیں تھا
 اولیاء کو مانستے تھے اور اہل بیت کی تعریف میں ہی قصائد مدحیہ لکھتے تھے۔ اور صحابہ
 کبار کو بھی نہیں بولتے تھے۔ خوش اعتقاد و وضع دار تھے۔ جہاں کہیں رہتے میں کسی قبر
 یا جگہ پر پہول پڑھے ہوئے پاتے وہیں جوتی اُتار کے فاتحہ پڑھنے لگتے تھے۔ ایک روز تمام شاگرد
 ساتھ تھے ایک طاق میں پہولوں کا سہرا لٹکا ہوا نظر پڑا آپ کہڑے ہو گئے اور فاتحہ
 پڑھ دئے۔ شاگرد نے کہا کہ حضرت یہ تہنیک کا گہر ہے اس نے اپنے پیر لال بیگ کا طاق
 بنا رکھا ہے اسوقت آپ ہنس پڑے اور کہا کہ میں نے خدا کا کلام پڑھا اسکا ثواب
 کہیں نہیں جائیگا۔ جہاں اسکا موقع ہے وہاں پہنچے گا۔ آپ خوش مزاج و خوش طبع تھے
 خوش پوشاک خوش خوراک تھے۔ فراج میں لطافت و نزاکت تھی صغ کے پابند تھے

نیک سیرت پسندیدہ و خصلتیں مشک نام کشیدہ قامت ریش مختصر و جاہت ظاہری کم تھی۔ مگر معنوی بزرگی و عظمت نے آپ کی شان و شوکت دو بالا کر دی تھی۔ مجلس میں لطائف و غرائب کو اس خوبی و حسن سے ادا کرتے تھے کہ ہزاروں خوبیاں آپ پر صدقہ ہوتی تھیں۔ بہ طرف سے واہ واہ کی آواز سنائی دیتی تھی۔ خوش مزاج و زندہ دل تھے جو انون میں جوان بوڑھے ہونین بوڑھے بچوں میں بچے بن جاتے تھے۔ ہر ایک گل میل میں شریک ہوتے تھے اب ہم آپ کے چند لطائف تذکرہ اسجیات سے نقل کرتے ہیں۔

لطیفہ آپ ایک فردائی میں ہو لو شاہ کی بخت میں گئے اور چند شاگرد بھی ہمراہ تھے تیس ہزاری باغ کی دیوار پر بیٹھے اور تاشا دیکھ رہے تھے۔ کسی ندی نے بہت سارے پتھر چر کر کے ایک تہ نگین کا پتھر بنوا دی تھی اور اس میں بیٹھ کر چم چم کرتے ہوئے سامنے سے نکلی۔ ایک شاگرد نے کہا تاشا دیکھ کر کچھ کہنا چاہئے آپ نے اس وقت فرمایا ۵

اس کی رت کا گلں سنہری کچھ	شب کہا ماہ سے بیروین نے
بہر پرواز یہ نکالی ہے	چرخ بیضہ سے منع زربین نے

لطیفہ کسی ایسے موقع پر کوئی زبڈی گزری اس کے سپرد و سی رضائی تھی اور وہ سمجھا چمک عجب لطف دکھاتی تھی۔ ایک شاگرد نے یہ فرمائش کی آپ نے فرمایا ۵

او وی و سمہ کی نہیں تیری رضائی سپر
مہ جبین اتے تارون بہری چہائی سپر
لطیفہ۔ دلی میں ایک ہندو بخیانامی زبڈی پر عاشق ہو کر مسلمان ہو گیا آپ نے فرمایا
جس طرف تو نے کیا ایک تار نہ جیا
نہ چہا آہ تیری چشم کا مار نہ جیا

لطیفہ۔ موسیٰ خان اور عیسیٰ خان دو بہائی دلی میں تھے۔ مال دولت کی بابت آپس میں جھگڑا ہوا۔ عیسیٰ خان ناکام ہوا۔ اور موسیٰ خان نے عدالت کے زور سے کامیابی

حاصل کی تمام مال لے لیا۔ آپ نے بطور ظرافت فرمایا اسمین کا ایک صریح سہ
 ہوئی آفاق میں شہرت کہ عیسیٰ خان کا گھر موسیٰ و لطفیہ میں ہے کہ دونوں بہائی
 شاعر تھے ایک تخلص وفاق اور دوسرے کا شہرت تھا اور یہ دونوں شاعر حیدر آباد
 وکن آئے تھے اور نواب شمس اللہ بہادر کی خدمت میں دو دو سو روپے ماہوار نوکر موسیٰ
 تھے اور یہیں فوت ہوئے۔

لطیفہ۔ وکن میں راجہ چند لال مہاراجہ بہادر شاعر و مناثرہ رات پچھلی پہرتے تھے
 ایک رات نہایت غفلت شان کا جلسہ تھا تمام وکن کے اور ایران کے شعرا جمع ہوئے
 سب اپنے لطیفیتوں کے جوہر دکھانے لگے۔ علی الخصوص ایرانیوں نے خوب قصائد
 سنائے ہر طرف سے واہ فرین پائے۔ شاہ نصیر کی نوبت آئی۔ شاہ صاحب کے طرف
 متوجہ ہوئے اسوقت آپ نے ایک چوبدار نے آہستہ سے کان میں کہا کہ آپ غزل ٹہریں
 تو مناسب ہوگا۔ آپ میں گہرے فرمایا کیوں؟ اس نے کہا ہوا تیرے لطف نہیں ہوگا
 آپ خفگی سے منہ پر ماتہ پھیر کر بولے کہ ایسا تو میں خوبصورت بھی نہیں کہ کوئی صورت
 دیکھنے کو نوکر رکھے گا یہ نہیں تو پہرین کس مرض کی دوا ہوں اسی گفتگو میں شمع آگئی
 آپ نے غزل سنائی تو سب کو لٹا دیا۔

لطیفہ۔ آپ حاضر جوابی میں برق تھے چنانچہ ایک دن سلطان جی کی ترویج میں
 گئے اور باولی میں جا کر ایک طاق میں بیٹھ گئے حقہ پی رہے تھے اتفاقاً ایک نوجوان
 آنکھلے آپ صاحب سلامت ہوئی وہیں بہت سی ارباب نشاط حاضر تھیں اور قشعرود
 ہو رہا تھا۔ نواب صاحب آپ سے فرمایا کہ اُستاد آج آپ بھی بالائے طاق میں۔ آپ نے
 فرمایا جی ہاں جفت ہونی کو بیٹھا ہوں آگے تشریف لائے۔

لطیفہ۔ ایک فرد کن جاتے ہوئے نواب جہجہ کی خدمت میں اُترے کئے دن ہے
 رخصت کے وقت نواب سے ملے۔ نواب نے کہا گرمی سخت ہے۔ کن کا سفر دور واز کا
 سفر ہے۔ خدا پر خیر و عافیت سے لاوے۔ وعدہ فرمائے کہ اب جہجہ میں کب آئیگا
 نہ سکر بوسے کہ جہجہ کی پادہ تو وہی گرمی میں۔

لطیفہ۔ دیہات جاگیر کے تعلق سے ایک فرد تحصیلدار سونی چٹکے پاس ملاقات کو
 گئے اور کہہ کرنگتر سے آئی سے بطور سوغات ساتھ لینگے۔ تحصیلدار نے کہا کہ جناب
 رنگتر وں کی کلیف کیا ضرورت تھی۔ آپ کی طرف سے بڑا تحفہ آچکا کلام ہے۔ ان رنگتر وں کی
 حسن تشبیہ کوئی شعور نشا و فرمائے آسیوت رباعی کہی اور سنائی۔

ان رنگتر وں پر غور سے سمجھے کا خیال
 پردہ میں شفق کی میں گرہ بند ہوا

اسے تیر سرج آسمان اقبال
 یہ نذر حقیر ہو قبول خاطر

من اشعار سکا الہند

لیکن انچام یہ ہو گا کفن سسج ترا
 یا نمودار ہے رخم کہیں سسج ترا
 کیونکہ رتبہ نہوا سے گلبدین سسج ترا
 رخ گلزار و مان ہے چمن سسج ترا
 جامہ بہر میں دیکھے جو تن سسج ترا
 بن گیا موج یم خون شکن سسج ترا
 لب بھی ہے غیرت لعل میں سسج ترا
 لہو کس کس کا ہے گادہن سسج ترا

زیب تن گرچہ ہے گل بہرین مسخ ترا
 محکو کہتا ہے وہ کلا ہے شفق میں یہ کلا
 دسترس پاؤں تک شمع کے جھکو بہرین
 ہے مری آہ بیان نخل گلستان خلیل
 شیشہ باد گلزار تک شکستہ ساقی
 آستین سے یہ گام کہنے وہ لوار کو پونچھ
 رشک نیم ہی نہیں نگ مسی کی یہ نمود
 سچ بتا تو مجھے سو فابہ خاک تک قائل

خاک با ہم ہو شرارت سے ہم غوش نصیر
لو لگ رہی ہے جس سے وہ شمع رونے آیا
ہوا میں ہن سے روکش سیلی صبا کی کیا ہے
وزن و کہا کے مت ہنس ہے بخیہ گریان
کیا جانے یہ گیا تھا کس منہ سے روکشی کو
برکت بختہ ہم وہ اس زمین میں ساقی
موج ہر شیا کے ہے رونق قبائے تن کی
آخر کو کہکشان ہے کیسے وہ مانگ نکلی
کشتی دن تو دایم موج خطر میں ڈوبی
کیونکر یہ مانتہ اپنا پیچھے گاتا گریان
اپنے ہی بعد محبوبوں یا رہو موند ہی رہے
ما محرمون سے تم نے کھلوئے بند محرم
ہر دم نصیر رہ تو امیدوار رحمت
اے اشک وان ساتھ لے آہ جگر کی کو
سقف فلک کہنے میں کیا خاک لگاؤں
سرمو کہ عشق میں آسان نہیں دینا
ہے بخش مرگان کا کسی کے جو تصور
دل پر ہے مرے خیمہ ہر آبلہ استاد
ہر جا متحلی ہے وہی پردہ غفلت

ولہ

صاف سے شعلہ آتش بدن سسج ترا
بل بے تری شرارت یہاں تک کہہ نہ آیا
غنجی کے آہ موند سے کس دن لہو نہ آیا
چاک جگر کا ہم کو طور رفو نہ آیا
آئینہ و مان سے لیکر خاک برو نہ آیا
لب تک کہہ ہمارے جام و سبوت آیا
کیونکر کہوں کہ سکھو کارا تو نہ آیا
اس بات میں ہمارے فرق ایک موند آیا
پہن پر چین ہو کس دن وہ روبرو نہ آیا
دست خیال جس کے دامن کو چھو نہ آیا
لے گرد باد خیمہ کب کو بکو نہ آیا
میں تو ہی آہ لیکر کچھ آرزو نہ آیا
تیری زبان پہ کس دن لا تقطوانہ آیا
عاشق کہیں نوج و علم اٹھ نہیں سکتا
اے ضعف الہی کا تہم اٹھ نہیں سکتا
گاڑی جہاں شمع قدم اٹھ نہیں سکتا
دل سے خلش غار الم اٹھ نہیں سکتا
کیا کیجے کہ ریشہ کرخم اٹھ نہیں سکتا
اے متکلف دیر و حرم اٹھ نہیں سکتا

ولہ

یون اشک میں چہن کہ نزل کو پہنچکر
شب کو کیونکر تجھ کو پہنچا میرا طرہ مار گلہین
روشنی میری ہوا جنوں سے رشک مسلسل لگی ہے
شعلہ کہاں آسمان کی شب زنجیر کی تھیں
بال پریشان میں کاکل کے بیچ گلہین میں کراہی
حق میں میرے طائر کی باز کا چکل نام کا طلقا
شعلے اور بیچ کے بدلے شیخ جی مسار کہنے لگے میں
رشک چہن سیر کر گا جبکہ کنارہ خوش لب جو
عکس شمع نہ نہیں پہنچا جہیل لٹی ہے
کیفیت کیا جو بن ساقی سے چٹا ولس قوری
ہے پہنچا میری جی میں کو تھجے کیوں بارہ کھین
اور دل کے دیف وانی لکھنے غزال س جہن جلدی
وقت نماز ہے اکا نامت گاہ خدائے گاہ کمان
مرد جوانی میں توجہ سے یاد میری ہن جھلکا ہے
بارہ کھشی کے سکھائے میں کیا ہی قیے ساون
چو تھے میں فوارہ مرقاں فروز شب آکھوں
ہاگئے کو پہنچتی ہے جھلی آسمان کوٹ تھامی کے
بھوٹم کی آمد شد ہم بارہ لڑن جو ویکی نیگین
کیونکہ بہرہ ہائے مگر گے اس بارہ پرتو سائین

ولہ

ولہ

ولہ

جون قافلہ ملک عدم آٹھ نہیں سکتا
جون پروین لہ نہ تھا میرا طرہ مار گلہین
چاہئے تجھ کو غیر یلی میرا طرہ مار گلہین
تاج زر اور موتیوں کا سا میرا طرہ مار گلہین
یون رکھتا ہے وہ مت والا میرا طرہ مار گلہین
اسے جت کا فرج تجھ کو دیکھا میرا طرہ مار گلہین
کیونکہ نہ دیکھیں نہ تھانسا میرا طرہ مار گلہین
فوارہ اوپر ہوا کیوں کا میرا طرہ مار گلہین
میرے چہن نے کیا ہے پیلا میرا طرہ مار گلہین
ابرو ہوا میں کہ میں نہ تھا میرا طرہ مار گلہین
ہاتھیں ساون میں نہ تھا میرا طرہ مار گلہین
تھنے نصیب خوب تھایا میرا طرہ مار گلہین
میں جاتے میں اہل عبادت گاہ خدائے گاہ کمان
توت ضعف کی ہے یہ ماسک گاہ خدائے گاہ کمان
کیفیت کے بندے جو دیکھا رو میں ساون بہاؤ
یون برتے دیکھو مجھے لکھنے ساون بہاؤ
دامن بر کے ٹکڑوں کو جب لکھنے میں ساون بہاؤ
سو جیے ہے بے یار دیکھتے آہ میرے جیسے ساون بہاؤ
کان گہ چھٹ رکے کتبے میں گنجینے ساون بہاؤ

کان جو اکیر کوئلہ سمجھ کر سمیت کو بہتھا ادبوس
 ابرہہ میں کہی تھی حکون کی قضا اس شکل سے ہنسنے
 سدا ہے اس وجہ سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران
 وہ شعلہ رہے سوا تو سن اور اسکا تو سن حق نشان
 سننے کو ٹپے یہ یوسف انسا میں پرور اور رام ہون
 پند گئے کو یہو و حیران کہ شبنم سکھو کہا رہی ہے
 نہا کے افغان جو چین پر پنجو زور لگو کو بھی اسکے
 کہا ہے جو شعلہ شاخ پر گل کہ ہے فصل ہمارے نعم
 کو نہ دیا یہ یکیشی تم و ہر کو آؤ تو میں دکھاؤں
 کہہ کر جو ہاؤں کل کے ابرہہ کہ گرم منہ زمانہ بھگو
 وہ تیغ کہ بھی ہوئی ہیر میں مہر جگائے پوشاک
 غصہ ہے چین چین کیا ہے بدن یکے ہی ہو
 نصیر ملکی ہے کیا عزل یہ کہ دل تڑپتا ہے نکلے بھگو
 نہاں ہے کہ چشم ہر بشر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران
 دکھا کے تم شہنشین جلوہ جو دیکھو وارہ کا تاشا
 وہ ہر شہنشاہ پست نیل پر ہے اور اسکی ظلم اور نشان
 وہ طفل تساجین قشقہ جو کہ بیچ سوج کو روکے ہا
 رو پیہ پیر بارے کا گلاب پاش اسکے ہاتھ میں ہے
 تو اپنی پگڑی پر کہلے طرہ جو کہیل پچکار یوں ہوں

ولہ

ولہ

برساتے ہیں تیوں میں پہرے گھنے ساوہاؤں دن
 یاد دلائے پہرے تری زمان مسی ساوہاؤں دن
 کل کے دیکھو اس کے گہرے فلک پہ بجلی زمین پہ باران
 عجیبے اک لہو پہرے فلک پہ بجلی زمین پہ باران
 عزیز و دیکھو مری نظر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران
 چشم گریان نالہ سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران
 دکھاؤ عاشق کو اس نہر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران
 نیا ہے عجز ظفر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران
 سر نہاں لہو جگر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران
 دکھا ہی ہے سناہ کس سحر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران
 دکھاؤں اس دل جگر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران
 عیان ہاؤں نہر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران
 بند سچی ہر کین کسی نہر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران
 ہے اس گہرے لشک سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران
 تو صید آئی باؤں سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران
 عجیبے تشبیہ جلوہ گر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران
 تو کیوں دل دیکھنے کو تر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران
 کہیوں کہ چکے نہ کیوں کہ تر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران
 عیان ہونی لگی و گھر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

وہاں وہ غرہ میں تابخ ہے یہاں یہ غرہ پہنچ ہے
 عجیب ہے کہ پھر یہ ساتھی کھل چاہے سیکھوں
 وہ شمع چہرے کی سیر کے پہلے پہر جا کے ٹیٹھا
 نصیر آفرین ہے تنجو کہ اہل معنی پکارتے ہیں
 خال پشت لب شیریں ہے عمل کی کہی
 سنگ و خشت درو دیوار قنادہ کو دیکھ
 بنگیا ہون میں خیال کمریاں میں مور
 تیرہ سخاں ازل کا کہی دیکھا نہ فرغ
 بیٹھنے سے ترے ہم سمجھ لب یار کو فند
 اُن کو کیا کام تو کل سے جو بن جاتے ہیں
 ہو گیا ہے یہ تیری چشم کا بیا خف
 ریس پروانہ جاسوز کی کرتی تو ہے پر
 صنعت لعبت چین دیکھ لا جا کر تو
 دلربا قہر فسون ساز ہے بنگالہ کے
 سخن اپنا جو شکریہ معانی ہے نصیر

یہ حسن اوت ہے تر سے ملک بھلی میں باران
 مدام لپکا دیکھ تیر سے ملک بھلی زمین پہ باران
 پکاری خلقت اور دوسرے فلک بھلی میں پہ باران
 عجیب ہے مضمون تازہ تر سے ملک بھلی میں پہ باران
 روح فرما دیٹ بکے جیل کی کہی
 ہاتھ ملتی ہے پتھور کے محل کی کہی
 نہ ترے زور کی طاقت ہے نہ بل کی کہی
 شکو جگنن کی طرح اڑ کے نہ جیل کی کہی
 بات مشکل تھی مگر تو نے یہ حل کی کہی
 قاب بریانی پہ ہر اہل دول کی کہی
 نہ اڑا سکتا ہے منہ کی نہ بغل کی کہی
 نگہ شمع میں ہو جا بیگی ہلکی کہی
 دیکھنی گر شمع منظور ہے کل کی کہی
 آدمی کو وہ بناتے ہیں عمل کی کہی
 ہے رویت سلئے اس شعر و غزل کی کہی

نثار۔ مرزا محمد جان اورنگ آبادی

نثار تخلص۔ مرزا محمد جان نام۔ وزارت خان خطاب۔ آپ اپنی نیت خان جرم
 خانی کے بنائے ہیں سے میں۔ آپ کی ولادت شہر گڑا باد میں ہوئی۔ سن کے بعد

ریافت و استعداد حاصل کر کے شعر گوئی کے طرف مائل ہوئے۔ فارسی ہندوئی فنون
زبانوں میں موزون کرنے لگے۔ آپ کو شاہ سراج اور نگ آبادی سے تلمذ تہ آپ نے اپنی
شکوئی میں شاہ سراج کی شکوئی ہویستان خیال کے دو ایک شعر داخل کر کے استاد کی
سراج کا اقرار کیا ہے۔

بچہ بیت استاد کی یاد تھی	نہ پہ بیت تھی بلکہ فریاد تھی
میرے پر عجب طرح کے دروین	کہ سب داس دروے گرد میں

آپ انجمن سخن دہلی کے صدر۔ امیر اور نگ آبادی میں جلیل نقدر تھے۔ سخن سخن میں امرا
کوئی ایک فرد ہی اس میں فکر کا نہیں تھا آپ ہم عصر میں بے نظیر نثار دہلی میں
خوش تقریر و تحریر تھے۔ حسن خلاق و اشفاق میں عدیم المثال نازک خیال و شیرین
تھے۔ آپ کے دولت خانہ پر ہمیشہ میں دو مرتبہ مشاعرہ ہوا تھا۔ چند مدت تک مشاعرہ کا
سلسلہ برابر جاری رہا۔ پھر کسی وجہ سے درم و برہم ہو گیا۔ آپ سخن شناس شعر دوست
تھے۔ شعرا و علما کے ساتھ حسن سلوک مسامتہ فرماتے تھے۔ سخاوت و شجاعت کی
سوروشی صفت تھی۔ شرافت و نجابت خانہ دانی وراثت تھی۔ ہر ایک قریب غریب کے
غمخوار و مددگار تھے۔ سرکار آصفیہ ثانی کے منصب دار و جان نثار تھے۔ منصب داری کی
علاوہ عہدہ اسے جلیلہ پر بھی وقتاً فوقتاً مامور رہے ہیں۔ سرکاری خدمات کا فرض
پورے طور سے ادا کرتے رہے ہیں۔ ولی نعمت کی تابع داری میں ثابت قدم و خیر خواہی
میں متقل و مراعہ رہے۔ ہر وقت آفاقی و لاجوئی و رضا مندی مطلوب تھی۔ یہی تھی
امشاہدہ کیا فرمان برداری و کیا اطاعت گزاری تھی۔ انہیں کار گزاروں کی آواز
و فرمان برداری کی بدولت ملک میں امن و امان تھا۔ دولت و حکومت کا ستارہ تابان تھا۔

روز بروز حکومت کی طاقت بڑھتی جاتی تھی افسوس صد افسوس ۱۵ امانت داری کہاں ہے
 اور وہ فرمان برداری کہاں ہے۔ آج کل امانت ہے نہ اطاعت۔ مان تن پرور بھی خود بھی
 ہے۔ اے اللہ تعالیٰ ان باتوں کو مسلمانوں کے فرقہ سے دور کرے۔ اور ہماری صلی عادتیں
 پہرہ دار سے طرف رجوع کرے۔ جناب تبارک و تعالیٰ کے قریب سن از غانی سے دارالقرار
 کو روانہ ہوئے۔ امانت دانا الیہ راجعون۔ من اشعار الہندکی

اگر اول آؤم دانہ گندم کہ تیرن کہا تا	تو دال ان گنہ چی گنوں کے لفظ حق نہیں تھا
نہوئے شور و نالے سے میرا فسا اگر جاری	نہ صحرایہ ہو جائے ویا جو ش میں آتا
بہل بہات سبکدوش سے دو کلا غام تھا	سہر وینا پاس سے مجلس حین گل جام تھا
تم موت گلو کے باتوں پہم گلشن کے بت	روح بلبلی سے ہماری صبح کا پیغام تھا
کیا ہے بجاو محبت نے دلہا کے آئینہ	پڑے دلی گلے سے رلف کی زنجیر
خلد ہے اس دن جنبش باسیبیم	اس جلد و کلمہ سے تیر کی لگائی ہے بہار
غم کی عمری سرو پراہ کی کرتی ہے شور	آج جو لوگوں کے میرے چشم میں بارش زور
ہماری جان کا دفتر ہوا سابق سے استہز	نکر نامی کو افسوس دوبارہ اسے کہو تر
مین پوچھا شوخ سے کس قسم کا تیرا میرا	کہا اس سنگدل نے سخت رو ہو کر مجھے مر
بہا رانے سے گلشن میں کیا چچی ہے دھوم	کیا ہے عمری و بلبلی نے سُر گل پہ ہجوم
وام میں کرو سج خلدی تا نہوین از اہم	آزور کتنے گلشن میں مرین صبا و ہم
ہم اگر مہوتے تو نے آنکھوں میں آتی جو شیر	اسطرح تیرے نہ لیتے ہاتھین فرما دہم
منہ سے مہو طفل دیکھ عبت موسفید پر	گر پیر میں ہوا تو میرا عشق ہے جو ان
گشا غم ہے بجلی ہے ہر آہ میری	برستا ہے آنکھوں سے یہ بہرہ نریمان

دل شکریا سے میرے لئے اٹھا ڈرتا ہے
 دل کہیں اور پھیرتی ہے دائرہ تسبیح کو
 مانند گل چمن میں گریبان دریدہ ہوں
 بغیر جام وساتنی سن و امین کیا قیامت ہے
 جان جاں ان اہل ام سین جدا ہوا نہیں
 کیا آستین چیرا کر آتا ہے شوخ ہنہر
 یرقان ہوا ہے پیدا نرگس ہر چمن میں
 جی کا شمار کرنا نہیں کام ہر کسی کا
 ہے جی میں صفت سکا کس کس سے کہئے
 باتوں اور کیا ہوں اسکے شمار جی کو
 اگر شہرہ تمہارے حسن کا جامہ میں پہنچے
 شربت ربک میں کر غم مہوی سیر کا تلو
 تیرے زلفوں کی سایہ میں روا کر یا سکوں
 رات کو دیکھا تھا میں نے خواب میں کیا ہے
 مصحف رخ پر نہیں ہے خط سبز کا نمود
 سکر خنجر کو لے چہاٹی چڑھے پر جفا
 موسم ہجر میں یہ تازہ بہار آئی ہے
 بسکہ روا ہوں تیری یاد میں آگاہ حسن
 زخیرے دلوں جہاں کی نعم بخود دے وہ مست ہے

ہے تباہی فوج کی کشتی کہ اس طوفان میں
 ہے حلال ان راہوں کی سیر ایمان میں
 جیوں عنایت ہے و جدائی کشیدہ ہوں
 ترشح ابر کا ہو سنبھرو اور سجلیاں گنگین
 جان آیا یہ ہمارے دل جی جان میں
 یہ باتکین کی طرز میں کسے سکھایاں میں
 آنکھوں کے جبین تیرے آنکھیں ملا لیا میں
 یہ کہ کوکن کی باتیں مہنے نبھایاں میں
 جس لب کا نام لیتے شیریں دہن ہوا ہے
 اس واسطے خانی میرا کفن ہوا ہے
 زلیخا چاہ سین پوسنے کے شاید باز آ جاوے
 تعجب میں ہے لیکر چاند شعلہ باتیں سے
 گریبان چاک کرتا مات میں شہرہ آتا ہے
 صبح تیری زلف دیکھا اسکی یہ تعمیر ہے
 من اور حسن کے یہ حاشیہ تعمیر ہے
 عاشقوں کے دج کر نیکی ہی تکبیر ہے
 دل میرا داغ گلشن کا تماشائی ہے
 مردم چشم میرا مردم دریا فی ہے
 کہ خیال چشم صنم اُسی قدح شرب سے ہے

نیاز - نیازمند خان اور رنگ آبادی

نیاز شخلص - نیازمند خان نام آپ میر فقیر اللہ خان کے صاحبزادہ ہیں۔ آپ بادشاہی منصبداروں میں تھے۔ آپکا تولد اورنگ آباد میں ہوا۔ والد ماجد کے سایہ رحمت میں تربیت و پرورش پائی۔ اور کتب درسیہ فارسیہ کو بھی ادرستہ تمام کہیں زمین و فہم تہا سوزون الطبع و خوش فکر تہا سخن کی اصلاح فرما محمدی بیگ نرا شخلص سے لینا تہا۔ خوش اخلاق اہم با سہمی تھے ہر ایک سے خاکساری و نیاز مندی کے ساتھ ملے تھے۔ طبیعت میں ظرافت زیادہ تھی ہر ایک سے دلگلی و مزاح فرماتے تھے۔ جلسہ میں یا ران ہم شہر کو نہاتے تھے آپکے چند اطراف قسہ کہ تھے کہ آج کل کے مذہب ان کو غیر مذہب میں شمار کرتے اس لئے ہم نے ان کو ترک کیا اور اس مذکرہ میں نہیں لکھا کیونکہ ہم نے عہد کیا ہے کہ اس مذکرہ میں کوئی حکایت یا لطیفہ جو غیر مذہب ہو درج نہیں کریں گے۔ آپ فارسی و اردو دونوں زبان میں شعر موزون کرتے تھے۔ دونوں زبان میں آپکا کلام خوش مزہ ہوتا تھا۔ ہلکوار کے کلام سے چند اشعار اردو طے ہیں۔ ہم یہ دیکھنا طریق کرتے ہیں۔

آپکا انتقال ۱۲۸۵ ہجری میں ہوا۔ من اشعار الہندی

اگر وہ شوخ اپنے بات کی ہند نہی دیکھتا	ولہ	تو گل رنگن یا تانہ مرجان سرخ جاتا
سرا پا جل گیا گلشن میں بافرمان کی نصیحتیں	ولہ	مرے سینے کے دھن تو گل لالہ سے کیا نسبت
رنگ آفسو غامہ ترکان سے دیکھ صفحہ پر	ولہ	کبھی کر تصویر تیری ہو گئی بہر اہم
یک نگہ ہی آسان نا کیا اسے سنگدل		جیون بگولہ اڑ گئی تیرے باد میں بارہم
سست چشم دلہ باک سطح آئے ہوش میں	ولہ	کیا گزرے نامحون کو برہم نوشا نوش میں

فرقت گل کا الم تو بلبل مخزون سے پوچھ
تمہاری زلف کا شانہ ہوا ہے
گل پیالہ بارہ مشبم سر مینا کیجئے
گر دھواں کیجئے تو ایک دم شہر بر پا کیجئے

بہو لکڑت توڑ گلچینِ رحم کر بہر خدا
سیرا دل ہجر سے صد چاک ہو کر
باغینِ جنت آئے خوشخرام سے عتید
کیا ہوا اگر مہر خاموشی کئے میں لپٹ ہم

نذرت میر خف علیخان اور نگ آبادی

نذرت تخلص - میر خف علیخان نام - اور نگ آبادی الاصل ہے - میر جمال الدین علیخان
بن فدوی خان کے صاحبزادے ہیں - آپ کے بزرگ عالمگیری زمانہ میں مناصب مناسب پر
سفر ازل و خدمات لائقہ پر ممتاز تھے - آپ کے والد ماجد آصفیاحی منصبداروں میں تھے
آپ نے سن شو کے بعد عالم شہاب میں کتب ریسید میں جو کہ ہندو دھرم سے پیدا کی
بقدر ضرورت و انشا و الامین ملکہ حاصل کیا - موروثی منصب کے سوا ضلع بیڑ میں
تحصیل کرتے - ہوشیار و عالم فہم تھے - مہرکاری کام امت داری سے انجام دیتے تھے
منصف مزاج و حق پسند تھے ناراستی سے نہایت ہی ناخوش ہوتے تھے - جو دہن
ورسانی طبع میں یگانہ تھے میر عارف الدین خان عاجز سے مشق سخن کرتے تھے - وزارت
نثار کے ہم سبق تھے - وزارت خان نے آپ کے ایک مصرع کو تفسیر کیا ہے

کئے ہم گوہرِ سلطان نثار مصرعِ نذرت خجل ہے ابر نیسان کو ہماری گریبان سین
آپ کا کلام صاف و شستہ ہے - لطافتِ نزاکت سے خالی نہیں - آخر آپ ۱۲۱۳ھ ہجری
میں فوت ہوئے - من الشعراء الہندی

خجل کی ابر نیسان کو ہماری چشم گریبان ہے

جلا یا ہے برق کا سینہ ہماری ہ سوزان نے

اشک کے پانی سے اپنے منہ کتبیں ہو کر آئیں

ہم و کھیا رون پاس جو بیٹھے وکرا آئیں

ناطق - میر محمد ماہ نذر باری

ناطق تخلص - میر محمد ماہ نام - مولود و نشانہ بار خاندان ہے - اولاد میں حضرت
محبوب بھائی قدس سرہ کہ ہیں سر کبر علی حاجی تخلص مال فخر آباد کے ایک گروہ میں جو
صالح رنگین گفتار و پسندیدہ کردار تھا۔ صوفی مشرب فقیر و ستارہ طریقت کا
طریق کی ہدایت کرتا تھا۔ خاندان میں برابر میں اکثر آپ کے مہمان تھے۔ کدالہ تک مہمان کی
نذر و نیاز پرتھی۔ متوکل و قانع تھے۔ کسی سے سائل نہیں جانتے تھے۔ شمس المہجری مین
بطریق سیر و رنگ آباد گئے تھے۔ وہاں کے مشائخ و شعرا سے مل کر شمس المہجری
میں فوت ہوئے۔ من اشعار کا الہندری

دیا تھا مست رات کو وومی پیا ہوا
رات ساری دروغم کا سبب باب تھا
نہ پوچھو خال کچھ اور نزدیک نہ نجات کے
نجات جنت کی ناطق جو ہم سید کہتے مین
بس اسے مشاطہ کہاں لگ سخن تیر و تشرط
کچھ نہ ہوا بہیہود کمر کا معلوم

انچل زری کا ناز میں کہہ پیر لیا ہوا
ہجرت میں تھا الم اور دل بے تاب تھا
یہ سلطان حبش پیا سا ہوا یا چاہ فرم پر
بہر و ما سب طرح سے تے بنایا عجب شاعر اعظم
عیش و عشرت کے گھر سے نول و شہم میں گزری
خوب تھا خوبکے یہ بات بہر میں گزری

ناور - شیخ نور الدین رگ آبادی

ناور تخلص - شیخ نور الدین نام - مشائخ اور رگ آباد سے تھا۔ ذکی الطبع و سیر علی الغم تھا

زبان بہا کا و محاورہ فارسی کا عالم و فاضل تھا۔ دوہے و کبت کے مطالعہ خوب سمجھتا تھا۔
 ہزار ہا دوہے و کبت اسکی نوک زبان تھے۔ میرزا و میرزا کا و شفیق کا معاشرہ تھا۔
 کچھ نرائن چشتان شعرا میں لکھتے ہیں کہ فقیر نے اکثر ملنا تھا نہایت محبت و خلوص سے
 پیش آتا تھا۔ فارسی شعر خوب کہتا تھا۔ ہندی میں نہایت ہی کم۔ ہلکے فارسی
 اشعار نہیں ملے اور ہندی میں صرف ایک شعر ملا ہے دیدہ ناظرین ہے۔ آپ نے تہجری
 میں فوت ہوئے من اشعار الہندی

ہوا اُس شمع رو سے آشنا دل	لگی آتش ٹہا شعلہ جلا دل
---------------------------	-------------------------

یہ ایک شعر برابر ایک دیوان ہے صاحبان ذوق و مذاق خوب جانتے ہیں۔

نجات - مرعقیوں کا آبادی

نجات تخلص۔ مرعقیوں کا نام۔ حاجی محمد ساقی کے فرزند سادات حسینی سے تھے
 حاجی صاحب حج و زیارت سے فارغ ہو کر اورنگ آباد آئے۔ حضرت شاہ برہان الدین
 غریب کے روضہ میں متوطن ہوئے۔ مقبرہ خلدکان میں صلوة خوانی کرتے تھے۔ سرکار سے
 حضرت شاہ جمال گنج روان کی دگاہ جو روضہ میں ہے اُسکے متولی ہوئے۔ قانع و صابر تھے
 دگاہ میں زندگی تا بزرگ بسر کرتے رہے۔ نجات کا عالم شباب تھا۔ دلمین تحصیل علوم کا
 شوق موجزن تھا بمصدق۔ اطلبو العلم لو کان بالصین وطن سے سفر اختیار کیا
 اولاً سورت میں آیا کتب و سی پڑھتا رہا تا نیا احمد آباد و گجرات میں جو اسوقت مجمع علماء تھا
 گیا۔ وہاں کتب و دستیک فراغت حاصل کی تحصیل کئے بعد خواجہ نعمت اللہ خان و جبار
 کی رفاقت میں رہا۔ دونوں امیر علم و فضل کی وجہ آپ کی بڑی تعظیم تو قیہ کرتے تھے۔ پھر

احمد آباد نذیر باد خاندیس میں وارد ہوا۔ وہاں اسوقت حضرت شاہ یسین صاحب
فادری بڑے بزرگ کامل و روشن دل تھے ان کی خدمت میں پہنچا حسن ارادت و صدق
عقیدت سے حضرت کامرید ہوا اسی روز دنیا و مافیہا کو ترک کیا۔ فقیرانہ رنگین لباس
زیب بدن فرمایا۔ آخر آپ علیہ السلام ہجری میں عالم بقا کی طرف سا فرموسے۔ یہ اولاد
محمد زکا بلگرامی نے رحلت کی تاریخ لکھی ہے

فقیر شاعر خوش میرزا عقیق اللہ کہ بود سکن اور دکن نجد آباد
نمودر حلت جاگاہ از جہان فنا بگلستان رزم چشم خویش را بکشا
بحسن تعبیر بہر چین سخن سخن کہ شد سیارہ ز فوط عیش بہان بداد
شکست کلک دل خویش ز در قلم تاریخ نجات یافت ز دام زمان صیتا و
اور لکھی میرزا شفیق اور نگاہ دی نے بھی لکھی ہے

قانون شناس شعر و سخن بیدل از در ہے بقا شدہ در گلشن جنان
تاریخ فوت او بصدآہ و فغان و لم گفتا نجات یا فتنہ زین ہوفا جہان
شاعر کی الطبع و خوش فکر تھا۔ فارسی و ہندی دونوں میں کلام موزون کرتا تھا۔ فارسی
میں نہایت مشکل و منطوق الفاظ استعمال کرتا تھا۔ اور اکثر مضامین خود تراشتا تھا
اور سنجہ میں بھی خوب فکر کرتا تھا۔ بہ نسبت فارسی ہندی کلام سلیس و اچھا و رہ ہوا ہے

من اشعار الہندی

چرخ یسین کو مال دیتا ہے
دل بیتاب بکہ آب ہوا
خانہ آئینہ حشر آب ہوا

سب شے غنی ہوئے ملک سے
پروچکان تیر آہ کرے
گہر بے تیرے مات سین میں گیا

منعم آخر جگہا یہ دنیا پیر

نیاز۔ محمد علی حیدر آبادی

نیاز تخلص - مرزا محمد علی نام - بیہ بزرگ حیدر آبادی میں - کسی تذکرہ نویس نے
 آپ کے کچھ حالات نہیں لکھے سنہ ولادت و وفات کا بھی پتا نہیں - مان لچھی نرائن
 شفیق کی تحریر سے استفادہ معلوم ہوا ہے کہ وہ سنہ ہجری میں حیدر آباد میں زندہ تھے
 شاعر خوش تقریر و صاف تحریر تھے - شعر نہیں میں نہایت ہی صحیح الفہم تھے - دیوان صاحب
 و قصائد انوری طلبہ کو پڑھاتے تھے - ہر ایک شعر کی خوب شرح بیان کرتے تھے - محاورات
 فارسی سے ماہر فارسی و ہندی دونوں زبان میں شعر موزون کہتے تھے - من شعرا کا
 علقا بھی اس نگاہ جاگیر کا ہے صید بہشت آسمان جگہ میں جائے تنگالکے
 نیاز کا یہ ایک شعر بجائے کل دیوان ہے - اور اشعار کو نہیں لے اس لئے ہم نے
 اسی ایک شعر پر اکتفا کیا -

نشاء۔ فقیر اللہ خان رنگ آبادی

نشا، تخلص - میر فقیر مند خان نام - آپ راوند مند خان دیوان بیوا کے فرزند ہیں اور دیانت خان دیوان کن کے زہیر نواز سے - آپ کی ولادت اورنگ آباد کن میں ہوئی اسی شہر میں تربیت و تعلیم پائی - نواب آصف جاہ مرحوم شرافت خاندانی کے لحاظ سے آپ کے ساتھ حسن سلوک مراعات فرماتے تھے - ہمیشہ خدمات لائقہ پر مقرر کرتے تھے آخر نواب صاحب موصوف نے آپ کو والد ماجد کے خطاب سے سرفراز فرما کر قلعہ یا نکل یعنی

گو گنڈہ علافہ حیدر آباد کی قلعہ داری مرحمت کی۔ تاہم گفرانخی عیش و عشرت سے زندگی بسر کرتے تھے۔ خوش خلق و صاحب مروت تھے محبت پرورد و دوست پرست تھے بخیرہ طبع و پسنیدہ فکر تھے۔ کبھی کبھی شعر موزون کرتے تھے۔ ان کے ہاتھ صاحبِ لہو ان پر لگے۔ علم موسیقی میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ گانے بجانے کچھ بھی شائق تھے حریفانِ مہم سے خوب ملتے تھے۔ لطف و فرس کے جلے فواتے تھے۔ ظریف المزاج لطائف پسند تھے۔ ایک روز حضورِ نبی کا انعامی نواب صفیہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ کے سامنے شاہ کے شاہنامہ سے وہ بیت پڑھی کہ حسین دار کا روم سے شکست کہا کر لوٹ جانا اور دوسرے مرتبہ چٹرائی کر کے روم میں آنا۔ آپ بہت محظوظ ہوئے فرمایا فرار کی کیفیت خوب بیان کی ہے۔ بیت مذکور یہ ہے۔

ازین رفتن و آمدن عارضیت کہ ہے ز جود و تدوین بجا نیست

من الشعراء الفارسی

بیدہ باز نیاید مر شک افتادہ	خدا کند کہ جیفہ کس چشم کس
بسکہ بیدار بود و دیدہ پر آب مار	جو ہر آنیک کہ دیدہ گ خواب مار
ہر گشتہ می زند مزدا ت تیر از گاہ	این فتح و گریز نصیب پادشہ است
عوان تن است اگر چہ لباسش بود حیر	بر تقدیم کلاست نیاید تباہ فیض
از دم سرد و لیسان شمع دل پر زہ آزار	بے فائوس و ہوسم جو این چنین نیست
گمان دارم بخاطر دار و استقبال مجنونی	مگر از امن کہ ہمارویدم بستہ صحرا را
شب بیزم خندہ مائل بالابن حوز بود	از بزم چون سحر کا شانہ ام پر نور بود
نمانہ بند و تہمت بید و ریم دور فلک	از جہان چون نبض بسبل یک طیش منظور بود

اے آرزو اگر ہو سکی شنی تر بہت بے عرض مدعا جو شہید نام صورت نہی نہ انظارہ ز داغ جلگہ از بسک خوش افتاد سجڑ گروشن ہم از لاشن سانی خوش ز بسعی نا امید ام از لطیف قیاد	از بہر چشم خاک رہ بو تراب گیر زبان چون شمع گیر و شعلہ و زنگام تقریم بر روی گل اسال نہ کر و ہم نظر ہم بر لے مدعا ہر چند ہجو آشنا شتم نگینہ زرقفس بال و پر من
---	---

آپکا انتقال شہید ہوا۔ حیدر آباد میں مدفون ہوئے۔

ناجی - شاہ قاسم شہیدی

ناجی مخلص - شاہ قاسم نام شہیدی الاصل ہے۔ اولاً وطن سے ملک کن مین
ملازمہ و ایکس ہیں سی ملک مین سیرو سیاحت گزارا کہہ سی چا پور مین جاتا تھا کہہ سی
اس وقت مین سیرو مین گیا۔ نواب بران ملکیت سعادت خان بہادر نے
کمالیہ مین سیرو مین سیرو مین سیرو مین سیرو مین سیرو مین سیرو مین سیرو مین
سیرو مین سیرو مین سیرو مین سیرو مین سیرو مین سیرو مین سیرو مین سیرو مین
سیرو مین سیرو مین سیرو مین سیرو مین سیرو مین سیرو مین سیرو مین سیرو مین
سیرو مین سیرو مین سیرو مین سیرو مین سیرو مین سیرو مین سیرو مین سیرو مین

پروانہ زرشک - داغ مامی سوزو	تشنہ دل ماست روشن از مہر علی
تا صبح ابد چراغ مامی سوزو	

نورس - مولانا نورس قزوینی

نورس مخلص - مولانا نورس نام - آپکا اصلی وطن قزوین ہے۔ آپ قزوین کے مشاہیر

سن شعور کے بعد علماء شہر سے کتب درسیہ معلوم فنون کی تحصیل کیں اور فن شاعری میں
بہی کمال حاصل کیا۔ خوش فکر و تازہ دم تھے۔ پسندیدہ سیرت حمید خصلت شہر کا
میں وطن سے شہر چھا پور و کن میں پہنچا۔ شہنواز خان کے توسل سے علی عا دشاہ کے
دربار میں باریاب ہوئے بادشاہ کی عنایت سے سیرت شاداب منصب سب پر ممتاز
ہوئے۔ پہر کا ایک صین عالم شباب میں اس سترے فانی سے عالم باقی کو روانہ ہوئے

من ۲۵ الفارسی

زمن دو چینز میراث ماند چون رفتم	تخم آتشم خاکسترم بیاور سید
نہ چون گلم ہوس جوش غدلیبان	چو غنچہ ام سرتیلم در گریبان است
آہم کہ طرہ برو دوشس پہر بود	از ضعف این زمان شرہ چشم سوز است
دل چون نشود خانہ ز نور از ج چشم	آئینہ فولا در رہ شذر نگامش
گلش را کباب از جگر می برم	در از ویدہ از چہرہ زرمی برم
بجذب محبت ز کفان بصر	پس در کنار پدر می برم

نوعی۔ مولانا محمد رضا خجوشانی

نوعی تخلص۔ مولانا محمد رضا خجوشانی المولود ہے عالم فاضل تھا۔ تجرید و تقریر میں نظم
تھا شعر گوئی میں عظیم الشان شعر ا جہان میں شہور تھا۔ اکبری زمانہ میں ہند میں رہا
اولاً شاہزادہ رانیال کے مصاحبت میں پانٹا ہڑوہ کے انتقال کے بعد خانخانان کی ملازمت
آیا۔ خانخانان نے اسکی بڑی تعظیم توقیر کی۔ اپنے ساتھ حضور سفیرین کہا۔ خانخانان کی
تقریف و مدح میں اکثر قصیدے لکھے۔ بہت نعام صلے لے۔ اور ایک وقت سونے میں بولا گیا

میر غلام علی آزاد بدیعضا میں لکھتے ہیں کہ نوعی شانزادہ دانیال کے ہمراہ تھا اسوقت لکھنؤ
 میں کہ ایک نوجوان ہندو عین عالم جوانی میں فوت ہوا اسکی عورت نہایت خوبصورت
 تھی۔ پروانہ کی طرح شوہر کے ساتھ آگ میں گری اور اپنے وجود کو نابود و خاک کی (یعنی
 سستی) ہو گئی اسوقت نوعی نے شانزادہ کے قول نے سے سستی کے مال میں ایک شبنوی مسمی
 سوز و گداز لکھی۔ یہ ہے۔ اور ایک ساقی نامہ بھی لکھا وہ بھی معروف ہے۔ ہم آپ کے ساقی نامہ
 کا ایک قطعہ اور اشعار میں سے چند شعر بدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ آخر قطعہ ہجری میں ہر
 پراچہ میں فوت ہوئے خانخاناں کو سخت رنج و الم ہوا۔ اس اشعار الفارسی

قطعہ ساقی نامہ

کہ روز خرامان بیاں رسید	بدہ ساقی آن ارغوانی نبید
چو شاہ نجف روز و شب گشتہ	بگردان زرہ عمر گذشتہ را
کس ز برون شیشہ نبود گلاب را	بشکن دلم کہ رایحہ در دوشنوی
منکر می بودن و ہمزگستان زستین	و جد و منع بارہ صوفی اینچہ کا فرغیست
زین خلاف رسم انستم کہ گل در بار نیست	باغبان در شہر دیدم خار چہ شکست
مبوئے چون گل کاغذ کہ بونہی آید	دے کہ بوی محبت از و نمی آید
با قباب سر او فرو نمی آید	سبوئے بارہ بدوش کسے کہ سایہ نکند
شکستہ ز گئے عشقم برو نمی آید	ہمین خرا تم از بارہ بس چونستم
خضمست بخود کہ بجان دشمن نہایت	ما عاشقم و جز خانہ خرابی فن نہایت
شراب شیشہ شکن شک بقیہ انست	بخور مجمرہ سوز آہ شعلہ بار نیست
بکشا دوہن شیشہ کہ خورشید بر آید	نمان پیش کہ صبح از شب مبد بر آید

چون ماحسن خیال تو در آغوش آید	ولہ	طفل شکم تہا نشائے برودوش آید
تا رو متو بنیم قرہ ام پاک کنن اشک	ولہ	کز گریہ نگاہم چو نفس تہ آب است
بقدر وسع نظر جلوہ می کند لدا	ولہ	چو آئینہ ہمہ تن دیدہ شو تماشا کن
باشک تازہ ز فقرگان چکیدہ پامنہ	ولہ	خذر کہ گوہر نو سفینہ کیز مان گرم است
قانع بہ تجلی نشود تشنہ دیدار	ولہ	پروانہ بہمتاب تسلی نتوان کرد
ناخوش بود ز ساغر یگانہ آب خضر	ولہ	زہر لال از قروح آشنا خوش است

نصرتی - محمد نصرت دکنی

نصرتی تخلص - محمد نصرت نام - دکنی المولد ہے۔ حاکم کرنامہ کے قرائد و نون سے تھا ریختہ میں شاعر خوش بیان و شیرین زبان تھا۔ سخن سنجی و شعور فہمی میں ہمیشہ تہا۔ معانی و الفاظ کی شیرازہ بندی میں بے بدل تھا۔ آپ کے کلام سے تازہ تازہ مضامین نمایاں میں لطافت و ظرافت عیان۔ آپ کی گزراوقات توکل و قناعت پر تھی اکثر امر و نواہی حسن سلوک سے مساعیت کرتے تھے مگر آپ کتنا وہ دست فیاض الیٰ تھے جو کچھ ملتا یا آتا تھا اسکا نصف حصہ خود مصرف کرتا تھا اور دوسرا نصف فقرا و غریباں پر تقسیم کرتا تھا۔ مدت تک کر نامہ بین باہر پیر کرتے ہوئے بیجا پور میں آیا۔ اسوقت علی والد شاہ کا زمانہ شباب پر تھا بار بار ہوا منہ عجب سے سرفراز ہوا۔ ایشامہ ہجری میں دکنی زبان میں علی نامہ لکھا۔ علی نامہ کی ہیئت دکنی زبان ہے۔ آج کل خود دکنی ہی اس زبان کو سچت جانتے ہیں۔ مگر اس نامہ میں ہی زبان درست ٹھیک ہے۔ علی نامہ میں علی عا و شاہ کے فتوحات و سیر و حالات کو نظم میں لکھا ہے۔ اور نصرتی کا یہ علی نامہ جس نامہ میں لکھا گیا

اُس زمانہ میں اس کتاب پہلے کوئی کتاب ہندی میں کسی بادشاہ کی مدح و تعریف
میں نہیں لکھی گئی تھی۔ اور یہ علی نامہ بھی ولی کے دیوان و دربار مجلس کی طرح کتب مدایح
میں اہمیت کا مستحق ہے۔ علی نامہ ختم کرنے کے بعد نصرتی کو علی عا دشاہ نے خلعت
و ملک شعلائی کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ نصرتی تمام ریختہ گوین و کن میں ملک الشعراء
آخر سنہ ۹۵۰ ہجری میں فوت ہوا۔ ہم اسکے علی نامہ سے چند اشعار بطور نمونہ گزارش کرتے
ہیں۔ جناب نواب عمار الملک مولوی سیاح حسین صاحب کے کتب خانہ میں علی نامہ قلمی موجود ہے
نقل ہے کہ ایک روز شاہ نیلمی فقیر نصرتی کے پاس آیا اور سوال کیا۔ نصرتی نے
اُسکو کچھ دیا۔ فقیر نے کہا اپنے اشعار سے کوئی شعر سنائے۔ نصرتی نے ایک نئے ہریت
جو اسی وقت نادران کی تھی سنائی۔

نہ بولا ہے نہ بولے کوئی گدھی کو زمین کے زلف میں بولا نہ دیکو
فقیر نے فی البدیہہ یہ جواب دیا۔

نہیں ظاہر کسی جیتے موصے کو زمین کے کا نہ بولا ہوں کو سے کو
نصرتی فقیر کا شعر سننے ہی درہم برہم ہوا۔ شاہ کئی کئی میں آویزان کیا۔

من اشعار العنالی

نادران سے نصیحت کی بچن بول نکو	پانی منی کہا رہی تو شکر گہول نکو
تجربہ عشق کے دیا سنے جن تیر گیشا	وہ گوہر مقصود کمان کر سولیا ہے

من علی نامہ محمد باری

سرا ناسری اُس سکت دار کون	کہ آوار ہے اُن نرادر نامہ کون
دیا اور ستم کے پنجہ میں زور	پڑیا ڈرتی جس دل میں دیا کے شور

<p>طلب کا چہ طالب کی مطلوب سے ظفر میں پیش دستی دیا نہ سہ پنجہ ہوئے تسکی سم شیر کا کہڑک شاہ پر تیز پرواز کون نہیں ہے سبب صلح مور بیر کا جتا جن وانسان و خوش طیور کہ دریا کون کوئی تیر جاتا ہے پار ایتا کر مناجات سے نصرتی شجاعت کی ہی صف کا گریسی نشین دیاست پکڑ تیغ کون تو نچہ قدر عزا کا شرف تون ہویدا کیا زمین پر نہ تھا یا قدم لات کا تیرا روح بے شبہ گل کا گلاب</p>	<p>کر نہا کر کش کو مغلوب سے بزرگی جسے دیکھہ پستی دیا جسے تون دیا زور شمشیر کا دیا تو نچہ پنچی کی شہباز کون دہنی تو نچہ ہے سجد ویر کا تیرا وہیان دائم دہری ولین پور کتنی کہہ سکے حمد تجہ بے شمار کہ تجہ لکہ صفت تی نہوی یک رتی تو میں اے شہنشاہ دنیا و دین شرف کون دلیری کی تجہ سینہ صدر تیری کاج حق نے پیدا کیا تیرا بدبہ دیکھہ خوش دیا تکا تیرا نور بے مثل گوہر کا آب</p>
---	--

نسبیت شاہ ولایت علیہ السلام

<p>علی ولی او خدا کا ہے شیر کہ ہر شاخ پر ہے نبوت کی بار جنم جب ہی ایمان کون حصن حصین او بار امان علیہ السلام زمین پائیدار ہی سون ہوئی برقرار</p>	<p>زہے بیشہ لامکان کا دلیر ولایت کا اور کہہ ہے تون سایہ دار مجتاہد ولین تیرا حب یقین تو ایک کوٹ ہے برج جبکہ تمام ہو جب سون حصار استوار</p>
--	--

علی عادلشاہ کی مدح میں

<p>کہ ثانی سکندر ہے صاحبقران صفت شدہ کی لکھنے کی تاثیر ہے علی بن سلطان محمد یلی بچن سون سحر یو عالم کیا کہ قسمی گہر ہے تجہ سا گہر شب چراغ کہ سب ملک اندام را دکن پر ہے نور منگی تجہ علم کا پناہ آسمان کہ جان توں ہوا شہ خداوند تخت</p>	<p>لکھون نیامدح شاہ زمان تسلم آج جو مجہ جہانگیر ہے زہے شاہ عادل سہمی ولی جو میں ورد تجہ اسم اعظم کیا دکن نٹ ہے اس فخر سون باغ باغ ہر یک دیپ تجہ دیپ آنا ضرور تیرا چتر نور شید کا سا زبان دکھن اتہی کیا بلبل آج بخت</p>
--	--

تاریخ فتح پینالہ

<p>دہین لوفتح کی تاریخ نصرانی بولیا علی نے پلہین پینالہ کے صلابت میں ۱۰۴۵</p>	<p>قصیدہ مدحیہ</p>
---	--------------------

<p>دل دل فلک رام تجہ کرنا زمانہ قنبری</p>	<p>اس شہ توں ہنام علی شالہ پتہ تیری سروری</p>
---	---

نذرت طمع

<p>کرے جگہیں ہے قول و بے اعتبار طمع جیون کو سکھ کے بہو نچال ہے طمع تیجہ موی دین دنیا کون مان طمع ساؤ کون نت کھو نہا کرے مسلمان کو ناموافق دس آئے</p>	<p>طمع اہل عزت کون کرتی ہے خوار طمع نام و ناموس کا کال ہے طمع مرد آزادہ بند جان طمع بخت لے چہین ہوندا کرے طمع یار سون ناموافق دس آئے</p>
--	--

وہ اشعار علی نامہ کے خاتمہ میں لکھتا ہے

سخن کا بڑا قدر ہے شہ کے پاس کہ جو ہر پرکتا ہے جو ہر شناس
کتا ہوں سخن مختصر ہے گمان کہ پوشا ہ نامہ دکن کا ہے جان
نصرتی سنی المذہب تھا بندہ نواز گیسو دان کہ خاندان کامریہ معتقد تھا -
چنانچہ ایک شعر ہے جو حضرت کی مدح میں لکھا ہے عیان ہے -
جسے ناموں عالم میں بندہ نواز محمد سیفی ہے گیسو دراز

نفیس - بہوانی پریشاد المچپوری

نفیس تخلص - بہوانی پریشاد نام - آپ چنی لال المچپوری بابر کے فرزند ہیں - آپ قوم کے
کاسم ہیں - آپ کا مولد و نشا بدہ المچپور صوبہ برار ہے - مدینہ حیدر آباد دکن میں
رونق افروز ہیں - فارسی اور حساب سیاق میں منشی تبدیل ہیں - اور قانون دانی میں
بے مثل شہر میں وکالت کرتے ہیں - وکلاء نامی میں شمار کئے جاتے ہیں - خوشحال
و فارغبال ہیں مولف فقیر کے ہم وطن ہیں کبھی ملاقات کا اتفاق نہیں ہوا بغیر
معینہ پر ہو جائیگی - اللہ تعالیٰ آپ کو خوش و خرم رکھے - آپ نورون الطبع و سنجیدہ فکر
ہیں کبھی کبھی شعرون فرماتے ہیں آپ کو میر فرار علی آبادی المتوفی ۱۰۹۵ھ ہجری
تکذہ تھا - ابنا امین بہولانا تہ صاحب مشق کرتے رہے ہیں - کلام درست ہے
شبیہ و نچتہ معلوم ہوتا ہے - من اشعار الہندی

بچاؤن شیشہ دل میں کہاں
محبت ہے تمہیں ساری جہاں

بتوں کو سنگدل حق نے بنایا
فقط نفرت ہے مجھے رزایا جان

وہ باتیں کر رہا ہے آسمان سے
میں سرگستاخوں کی آستان سے
سکسین ہو گیا بارگراں سے
کیا ہے لال منہ کو اُس نے پان سے

ترے ایوان کا اللہ سے رتبہ
دوا سمجھا ہوں اپنے وردِ سر کی
ہوا اچھا جو سرفاقل نے کاٹا
نفیس اب تجھے وہ گویا ہوگا

نفیس - محمد رفیع الدین حسین آبادی

نفیس مخلص - محمد رفیع الدین حسین نام - آپ محمد حامد حسین منصبیے سرکار عالی نظام
کے فرزند ہیں۔ آپ حیدر آبادی مولد ہیں۔ آپ نے ضروری لیاقت حاصل کرنے کے بعد
شعر و شاعری کی تحصیل کا ارادہ کیا۔ محمد مظفر الدین مخلص معنی کی خدمت میں اس فن کو
حاصل کیا۔ فارسی و اردو دونوں زبانوں میں کہتے ہیں خوش طبع و خوش فکر کلامِ سلیس
و نفیس ہے۔ فی الحال قیاساً آٹھ سینتیس برس کی ہو گئی سلسلہ مدنیہ - **من اشعار الفارسی**

کیونکر نہ چوم لے تجھے خالق بنا کے ہاتھ
ہے میرا فیصلہ کسی آتشا کے ہاتھ
باقی رہیں نہ آپ کے جو روحِ جفا کے ہاتھ
بے کشتی نجات اُسی اخلا کے ہاتھ

بے مثل بے نظیر ہے تیرا وجود پاک
مثلِ جنابِ غرق ہوں دریاِ عشق میں
کر لیجئے گا ثوت بازو کا استخوان
حامی میں تیرے شافع روزِ جزا نفیس

من اشعار الفارسی

بشیر حسن خود پروا نہ کروند
ہیسا سا غرو پیمانہ کروند
حریمِ کعبہ لے تھانہ کروند

پیر و یان مراد یوانہ کروند
بوقتِ انعقادِ بزمِ کونین
ستمہائے بمان ہندینند

ناقص۔ قاضی محمد صاحب ملکا پوری

ناقص تخلص۔ خواجہ محمد صاحب نام۔ خواجہ مظفر عرف ہنسے صاحب کے فرزند آپ کے نسب کا سلسلہ محمد بن فضل اللہ برہانپوری صاحب تحفہ سلسلہ سے ملتا ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۸۶ ہجری میں قصبہ ملکا پور ضلع بدایونہ برار میں واقع ہوئی۔ نشوونما بھی قصبہ مذکور کی آب و ہوا میں ہوا۔ تعلیم گزشتہ ہی اسی قصبہ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم حضرت شیخ کلاب صاحب مرید مولوی جلال الدین عرف اندالے صاحب برہانپوری سے جو مولف فقیر کے جد فاسد تھے ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد متفرق استادوں سے کتب درجہ فارسیہ تحصیل کیں۔ اور سید محمد علی مختصر تھوڑے میں ہی استاد حانسل کی فارسی انشا پر وازی و عبارت نویسی میں عمدہ مہارت لیاقت رکھتے تھے۔ سید محمد صاحب جو ملکا پور تعلقہ کے قاضی تھے ان کی دختر نمیک اختر سے شادی کی۔ قاضی صاحب کی اولاد میں صرف یہی ایک دختر تھی۔ بوجہ اولاد ہونیکے انہوں نے داماد کو اپنی شرف و قصات کا منتظر کر دیا۔ اور کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ داماد کے نام پر میرہ کار بطور سے مہیہ کر دی۔ خواجہ صاحب سیرورت ملقب بقاضی ہوئے۔ خواجہ صاحب اجداد کے وقت سے ہی صاحب نعام و جاگیر و موضع ہیکندہ تعلقہ ملکا پور تھے۔ اور اب اس حال کی طرف سے بھی صاحب معاش تھے۔ آسودہ حال فارغ البال ہو گئے۔ عمدہ طرح زندگی بسر کرنے لگے۔ قاضی صاحب باوجود جاہ و حشمت نہایت ہی متواضع و خاکسار تھے۔ خوش خلق و خوش گفتار تھے۔ ہر کسب و کار سے خدائے پیشانی و شگفتہ روئی کیساتھ ملتے جلتے تھے۔ فقر و دوست و غریب پرور۔ نامور و فیض گستر تھے۔ برار میں آپ کی مہمان نوازی اور انشا پروری مشہور و معروف ہے۔ ہمیشہ آپ کے گھر پر ایک مسافر مہمان رہتے تھے

ملکا پور میں آپ کا دو تختہ نہ کیا تھا مسافروں کے لئے مسافر خانہ تھا۔ اگر اتفاقاً کسی روز
 یہاں نہیں ہوتا تھا تو آپ سچیں و بیقرار ہوتے تھے۔ اُس روز انتظار کرتے تھے۔ کہا نا
 وقت پر سوال نہیں فرماتے تھے۔ ملازمین سے کہتے تھے دیکھو مسجد میں کوئی مسافر
 تو نہیں ہے۔ ملازم دیکھ کر آتے اور کہتے کہ اب تک کوئی نہیں آیا ہے۔ آپ جب پور ہو کر وقت
 کی قدر نہایت اعلیٰ سے بقدر سدرت و نقوش فرماتے۔ آپ نے قصبہ کے لوگوں کو
 اپنے اخلاق سے تسخیر کر دیا تھا۔ ایک عالم آپ کا مطیع و تابع رہا تھا کوئی آپ کی حکومت کے
 دائرہ سے باہر قدم نہیں کرتا تھا۔ آپ کی انتظامی قوت بھی نہایت درست تھی۔ ہر مین
 حکمت عملی کو مد نظر رکھتے تھے۔ آپ جو کچھ کرتے تھے وہ حکمت و فراست کے موافق ہوتا تھا
 آپ کے بہائی خواجہ احمد علی علیہ السلام بھی مین نواب میر قادر علی خان تعلق دار برار کی طرف سے
 نواب ناصر الدین کے زمانہ میں نیا تبار برار کے تعلق دار ہوئے وہ مدت تک کام کرتے رہے
 آپ نے اب صاحبِ غیبت مین بہائی کو تعلقہ کے کام میں بڑی مدد و اعانت فرماتے تھے
 آپ کی توجہ سے جناب خواجہ احمد صاحب تعلقہ کا کام میں بھی سے چلایا کہ تمام رعایا
 و عہدہ داران کے کام سے خوش تھے۔ کوئی کسی غریب پر ظلم و تعدی نہیں کرتے پاتا تھا
 آپ کی مرثیت کا خیر اتفاق و محبت کا تھا اسی وجہ سے آپ ہمیشہ عام خاص خلایق میں
 اتفاق کرتے تھے۔ آپ کی مجلس سے اختلاف کو سون دور رہتا تھا۔ قصبہ کے ہندو آپ کو آزار
 اور مسلمان لی کہتے تھے کس درجہ مقبول عام و عزیز خلایق تھے۔ علما و فضلا و مشائخ
 و فقرا کی بڑی تعظیم و توقیر کرتے تھے۔ اور ان بزرگوں سے نہایت کفری خاکساری
 سے ملتے تھے۔ ان بزرگوں کی محفل میں نہایت اربے گفتار و رفتار فرماتے تھے۔ ضعیف
 میں نہایت ہی متعل فراج و ثابت قدم تھے جس سے ایک وقت ملاقات کرتے اس کا

لحاظ ہمیشہ کہتے تھے کہ کسی آپکی استقلالی میں ترنزل نہیں ہوتا تھا متانت و حکم
 گویا ایک پہاڑ تھے۔ ایسے بردبار و مستحکم تھے کہ جگہ سے نہیں ہلے تھے۔ کیسے برا کہنے
 سے نہ ریخیدہ ہوتے تھے نہ بھلا کہنے سے خوش۔ آپ ہر حال میں ایک حال پر تھے۔ آپ کا ہر
 امیر تھے گرباطن میں فقیر متشرع و متدین تھے صوم صلوٰۃ کے پابند۔ صلوٰۃ خمسہ جماعت
 سے ادا کرتے تھے مدۃ العمر آپکی نماز قضا نہیں ہوئی۔ سنت نبوی پر قائم۔ خدا و رسول
 کے حکم کے کار بند تھے۔ بزرگان میں وادیا کرام کے معتقد تھے۔ محمدی خفی المذہب
 چشتی الطریقہ تھے۔ آپ کو میر تقی علی صاحب کاکوروی سے حسن ارادت و خلافت تھی
 آپ نے ہجری میں ملکا پور سے کاکوروی میر و صوف کی خدمت میں گئے۔ وہاں چند روز
 رہے بیعت و خلافت سے مشرف ہو کر وطن مالوہ کو واپس آئے۔ آپ عزیز و اقارب
 سے اسطرح سلوک فرماتے تھے کہ کوئی عزیز آچاشاکی نہیں تھا۔ یہ خوبی خائب قاضی صاحب
 ہی کو مخصوص تھی کیونکہ انعام دار و جاگیر دار جو قرابتدار ہوتے ہیں ان کی نسبت عرب کی
 مثل مشہور ہے۔ الاقارب کالعقارب۔ ایک گروہ دشمن جانی ہوتے ہیں۔ بالکل
 دوسرے کی تباہی و بربادی کی فکر کرتے ہیں۔ ہمارے خائب قاضی صاحب نے عرب کی ضرب
 کے مفہوم کو باطل کر دیا۔ انسانیت و آدمیت اسی صفت کا نام ہے جو قاضی صاحب
 میں تھی۔ ہم ناخلفوں کو ان کی پیروی کرنا چاہئے۔ اور ان کے قدم بقدم چلنا چاہئے
 مولف فقیر کو خائب قاضی صاحب کے نیاز تھا۔ نہایت محبت و رحمت فرماتے تھے۔ میرا
 عالم شباب تھا حضرت جگہ نہایت تعظیم و عظمت سے یاد فرماتے تھے کہ یہی حقارت سے
 نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ ایک وقت قاضی صاحب کے حرم محترم اس فقیر سے نہایت ہی
 ناخوش و شیدہ ہو گئے۔ محل مبارک میں میرا نام لینا مکروہ و نامبارک سمجھتی تھیں میں

اُس زمانہ میں احتیاطاً حضرت قاضی صاحب سے ملنے میں حجاب کرتا تھا اتفاقاً کبھی کبھی ملاقات ہو جاتی تھی اُس وقت میں ولین خیال کرتا تھا کہ حضرت مجھ سے ناخوش و رنجیدہ ہوں گے۔ مگر میں نے حضرت کو اپنے گمان کے خلاف پایا۔ خود غلط بودا نچہ مانپند استیم آپ مجھ سے نہایت خندہ پیشانی سے ملتے تھے کبھی ہو لکھری رنج کا حرف بان پر نہیں لایا پاک طینت و صاف طبیعت تھے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو عریق رحمت کرے۔

حضرت قاضی صاحب نے وہ الطبع و خوش فکر تھے۔ کبھی کبھی شعر موزون کرتے تھے۔ آپ کا کلام فارسی اردو دونوں زبان میں درست و با محاورہ ہوتا تھا افسوس کہ سب کو آپ کا کلام دستیاب نہیں ہوا۔ آپ ۱۲۹۳ ہجری میں بصرہ مقنا و پنج اس عالم فانی سے بہشتین کو روانہ ہوئے۔ قصبہ ملکا پور میں جامع مسجد کے دروازہ کے سامنے مدفون کئے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ نے اقیات و اصلاحات اولاد میں مین لڑکے۔ اور تین لڑکیاں یادگار چھوڑے۔ آپ کے اول فرزند سیدی خواجہ بدیع الدین خان بہادر المتوفی ۱۳۲۲ ہجری دوسرے فرزند خواجہ اکرام الدین صاحب المتوفی ۱۳۲۸ ہجری تیسرے فرزند خواجہ نبیلہ بدین صاحبہ ۱۳۲۸ ہجری تینوں فرزند بصدیق الولد ملکہ لائق و خوش اخلاق میں۔ صاحب عزت و جاہ میں۔ خوشحال و فارغ البال میں والد ماجد مرحوم کی رفتار و گفتار کے پیرو میں یہی تینوں بزرگ قصبہ ملکا پور کے پیشوا و سرپرست ہیں۔ برابر میں شہر و معروف جناب خواجہ بدیع الدین صاحب سند و فاضلہ و افروز تھے۔ خواجہ صاحب ہوشیار و تجسس بہ کار۔ سنجیدہ مزاج و سنگفتہ طبع۔ عاقبت اندیش و پسندیدہ کیش تھے و بیوہ کی موکدا انتظام عمدہ طرح سے کرتے تھے۔ سرکار گورنمنٹ سے آپ کو خان بہادر کی خطاب ملا تھا۔ قصبہ مذکور میں آنریری مجسٹریٹ کی خدمت پر مقرر تھے۔ بدست سے

کام کر رہے تھے۔ نہایت امانت دار و دیانت دار تھے۔ واقعی یہ بزرگ بھی بد بزرگوں اور
 کی طرح پاک طینت و نیک سیرت تھے۔ دوست پرورد و مہمان نواز علما و فقہاء سے محبت رکھتے
 طلبہ کو اپنے بچوں سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے۔ آپ کے قصبہ مذکورہ میں ایک نئی مدرسہ ستمی
 نیا ضمیمہ قائم کیا تھا اسمین پچیس تیس طلبہ تھے تھے طلبہ کو کھانا کپڑا خود دیتے تھے مدرسہ
 کے لئے ایک کتب خانہ بھی قائم کیا تھا اکثر کتب و بیہ فقہ و حدیث جمع کی تھیں اسد تعالیٰ
 آپ کی حسن نیت کی برکت سے مدرسہ کو رونق دیوے طلبہ اور آپ کے دو صاحبزادے بلند قبال
 جو اسان سیاہ و نجات کے فوقین میں کامیاب فائز المرام کرے۔

ایک صاحبزادہ خواجہ فیاض الدین مخاطب خان صاحب۔ دوسرا خواجہ قطب الدین کبیر الاول
 سلمہما اسد تعالیٰ صاحب جمہ کے اور دوسرے صاحبزادے یعنی جناب خواجہ المرام فیض
 علیہما الشفاق و حسن اخلاق سلیم الطبع و مستقیم الوضع تھے طبیعت میں خاکساری تھی
 فقر و غنا کے حال پر نظر کر رہے تھے تھے ہمت و جرات میں ہمیشہ مہانداری و غرنازاری
 میں بدل تھے موافق فقر کے حال پر نہایت ہی عنایت کر دیتے تھے سلسلہ جیری
 میں فوت ہوئے ان کے صاحبزادے خواجہ معین الدین صاحب و خواجہ مصباح الدین صاحب
 جو ان معا و تمدن و نیک محض میں خدا انکو سلامت کہے۔ تیسرے صاحبزادے مسیحی خواجہ
 منیر الدین صاحب جن صاحب صالح و دانات ہیں انگریزی مرہٹی و فارسی میں عمدہ لیاقت رکھتے ہیں
 اکثر بیمار مبتدین کو طبیحال چاق و مند رست ہیں وہ بھی خلیق لطیف ہیں مہمان نواز بھی
 مروتی عادت ہے جناب صاحب کے تینوں صاحبزادے خلاف صدق تھے انہیں ایک لڑکے میں سلمہما

ناصر نواب نظام الدولہ بیٹا ناصر خاں شہید والی و کن

ناصر تخلص۔ میر محمد خان نام۔ نظام الدولہ بیٹا ناصر خاں خطاب ہے آپ حضور آصفیاء مرحوم

والی دکن کے صاحبزادے میں۔ آپکی ولادت باسعادت سہ ہجری میں ہوی حضور
 بندگ انعالی نے فرزند بلند کی خوشی میں ایک جشن شادمانہ منعقد فرمایا۔ تمام اراکین دولت
 کو انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا سولو و مسعود کی پرورش کل عمر ہاتھام کیا۔ جب چار برس
 اور چار مہینے چار دن کی عمر ہوئی تب حضور نے اس ملک کے رسم و رواج کے موافق تسبیح خانی
 کا جشن نہایت کلفت و عظمت سے ترتیب دیا۔ تسبیح خانی کے بعد فرزند بلند کو ہستاد
 دانشمند کی خدمت میں پہنچا۔ چشم بدور صاحبزادہ بلند اقبال ہوشیار و مہونہار ہے
 تحصیل علم و کسب فضل میں مشغول ہے۔ بہر آپ سن شعور کو پہنچے علوم فنون میں لائق ہو
 جب حضور بندگ انعالی حسب اطلب محمد شاہ بادشاہ ہند سلمہ ہجری میں ملی متوجہ ہو
 اسوقت آپ نے تمام صوبجات دکن کا انتظام و اہتمام نبیا بتا فرزند بلند کے تفویض فرمایا
 نواب نظام الدولہ نے حضور کے بعد ریاست کے نظم و نسق میں بڑی جانفشانی و عزت و
 کی خوب انتظام فرمایا اور ملک میں امن و امان قائم کر دیا۔ ادنیٰ و اعلیٰ کو انعام و اکرام و
 جاگیر و خطاب سے سرفراز کیا۔ نواب مصداق الدولہ شاد نواز خان آپ کے دربار عظم ہے
 جب حضور بندگ انعالی دالخانہ دلی سے دکن کی طرف متوجہ ہوئے اسوقت مفسدین
 نے نظام الدولہ کو مخافت پر آمادہ کیا۔ فرزند و پدر کے درمیان محاربہ واقع ہوا۔ نظام
 صحیح سلامت والد ماجد کی خدمت میں پہنچ گئے۔ چند روز معقول ہے۔ بہر حضور نے
 ۵۵ھ ہجری میں فرزند کا قصور حاف فرمایا اور غائب نکالا اور سایہ عنایت و رحمت
 میں سے لیا۔ ۵۸ھ ہجری میں اورنگ زیب کی صوبہ دار سی عنایت کی۔ اور آپ کو اورنگ زیب
 روانہ کر دیا۔ ۵۹ھ ہجری میں حضور حیدر آباد کو پہنچے۔ آپ کو اورنگ زیب سے بلایا۔ آپ
 فی الفور خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہی علام علی آزاد بلگرامی سر و آزاد میں لکھتے ہیں فقیر ہی

اس سفید نواب شہید کا رفیق تھا۔ انتہی کلامہ۔ فرزند و پدر و اکٹھے و میسر گئے
 حضور نے نظام الدولہ کو سیرنگ پٹن راجہ کے پاس روانہ وصول کرنے کے لئے خصص
 کیا اور آپ ورننگ آپ آئے۔ پھر نظام الدولہ میسر کے راجہ سے نذرانہ لیکر والد کی خدمت
 بمقام اورنگ آباد پہنچے۔ پھر چند روز کے بعد فرزند و پدر دارالسرور برہانپور روانہ ہوئے
 نواب آصفیہ برہان پور میں متوجہ بہشت برین ہوئے۔ نواب نظام الدولہ صاحب رحمہ
 سند نشین ہوئے۔ برہانپور سے صوبہ اورنگ آباد میں جو دکن کا دارالخلافہ تھا آئے ہارن
 موسمی انہیں نون میں احمد شاہ بادشاہ ہند نے آپ کو بلایا۔ آپ فی الفور عازم ہند ہو
 نر بدلتا کہ پہنچے تھے کہ دوسرا حکم آیا کہ دکن میں اس جگہ آئے۔ آپ نے رننگ آباد واپس
 آئے۔ ہدایت محی الدین ہمتی زادہ نواب شہید نے جو راجپور و امروٹی کی حکومت پر
 مامور تھا سکرشی و بغاوت شروع کی۔ آپ سب سے ہم ہارن رننگ آباد میں قیام پذیر
 کہ اسی عرصہ میں حسین ست خان عرف چندا صاحب نے اعطایہ ہدایت محی الدین سے مل گیا
 اور تیخار کاٹ کی تحریص کی۔ ہدایت محی الدین خان نے فرانسیسی فوج ہمراہ لیکر انور الدین
 ناظم ارکاٹ پر حملہ کیا۔ ۶ شعبان ۱۱۶۲ ہجری میں سخت مقابلہ و مقابلہ ہوا اور تیخار
 انور الدین خان شہادت جنگ شہید ہوئے۔ نواب نظام الدولہ ستر ہزار سوار توپخانہ پیشہ
 و ایک لاکھ پیادہ لیکر باغی کی تنبیہ کے لئے روانہ ہوئے۔ ہند پر پہلچری جو اورنگ آباد سے
 پانسو کوس ہے وہاں تک ارادہ مصمم فرمایا۔ ہدایت محی الدین فرانسیسی لشکر کے ہمراہ
 قریب پہلچری کے قیام پذیر تھا۔ ۲۶ ربیع الآخر ۱۱۶۲ ہجری میں فرانسیسی فوج سے
 مقابلہ شروع ہوا ۲۷ ربیع الآخر کو محمدی فوج سے فرانسیسی فوج نے شکست کھائی
 ہدایت محی الدین گرفتار ہوا آپ نے حکم دیا کہ باغی کو حفاظت میں رکھو۔ اور باغی کی فوج کو

جان و مال سے امان دیا۔ خیر خواہوں نے اسے دی کہ باغی کا زندہ رکھنا مناسب نہیں
 مگر نواب بمقتضائے رحم قتل پر راضی نہیں ہوئے۔ بدخواہوں نے احسان فراموشی کی
 اور دوبارہ مستعد جنگ ہوئے۔ اور فرانسیسی ہی باوجود ہر ہمت شورش و فساد پر آمادہ
 ہوئے۔ آپ ان سے سرزمین ارکاٹ میں آئے۔ خیر خواہوں نے علی الخصوص نواب
 صمصام الدولہ نے ارکاٹ میں قیام کرنے سے مانعت کی مگر منظور نہیں فرمایا۔ اسی
 اثنائیں چچی کا قلعہ فرانسیسی فوج کے قبضہ میں آگیا۔ پہر آپ ۱۱ شوال ۱۲۳۰ ہجری
 ارکاٹ سے برآمد ہوئے۔ ۷ ماہ مذکور کو ایک ویش کا مل سے ملے اور اس کے ہاتھ پر
 منہیات سے توبہ کی۔ سردارانِ فاغنہ کرناہک ہم کرناہک۔ آپ کے نکلنا اور پرورشانی قلعہ
 مگر باطن میں یہ ناحق شناسا کہ قدیم و حسن کریم کا پاس نہک کر کے نصاریٰ فراموش
 ملگئے تھے۔ ۷ محرم ۱۲۳۰ ہجری میں زیر قلعہ چچی لڑائی شروع ہوئی اگر فاغنہ نصاریٰ
 کے شریک نہ تھے تو نصاریٰ میں اس قدر قدرت نہ تھی کہ لشکرِ اسلام کے مقابل ہوتے
 معرکہ کے وقت خیر خواہوں نے عرض کی کہ فاغنہ فساد و غدر پر آمادہ ہیں۔ نواب نے
 اعتبار نہیں فرمایا۔ آپ سمجھتے تھے کہ فاغنہ میرے نمک خوار و جان نثار ہیں۔ یہاں تک
 کہ آپ عین معرکہ میں قبیل سوار ہمت خان افغان کے طرف متوجہ ہوئے۔ اور توڑ دیا
 سلام کے لئے ہاتھ اٹھایا مگر اس نمک حرام نے سلام کا جواب نہیں دیا پہر نواب نے گمان
 کہ شاید مجھ کو نہیں پہچانا۔ اپنے عمار سے سہلہ لے کر اس وقت ہمت خان نے بندوبست
 چلائی وہ بندوبست کی گولی نواب کے سینہ پر پہنچی اس وقت کام تمام کر دی۔ پہر فاغنہ
 نواب کے سر تن سے جدا کر کے نیفر کی نوک پر آویزاں کیا۔ امت محمدی نے ماہِ محرم
 امام شہداء رضی اللہ عنہ کے سات جو سلوک کیا تھا وہ نواب کے نوکروں کے نکلنا و رنج

نواب کے ساتھ کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دوسری اہل فوج نے سرفروزی کر کے
 علیحدہ کر کے اورنگ آباد روانہ کیا۔ شاہ برہان الدین کے مرقد کے پائین قریب قبر نواب
 آصفیہ مرحوم دفن کیا۔ شہادت قریب قلعہ چنچی واقع ہوئی۔ میر غلام علی آزاد نے
 تاریخ شہادت لکھی۔

نواب عدل گستر عالیجناب فوت فرصت نداد و تیغ حوادث شتابت
 در ہفتہ ہم زمانہ محرم شہید شد تاریخ گفت نوحہ کرے آفتابت
 نواب شہید امیر دین پرورد عدالت گستر تھے۔ بندہ نواز و غریب پرورد۔ الوالہ غریب علی
 زمی مروت و جرات تھے۔ فصاحت و بلاغت میں جدید و سخن گوئے و سخن نمیں میں
 فرید و ہر تہے مشق سخن میں مراد صائب تک جمع کرتے تھے۔ کلام کو ایسے درجہ پر پہنچا تھا
 کہ سخنوران نازک خیال حیران ہوتے تھے۔ نواب شہید کا ہر ایک شعر صاف و شستہ
 و ہر ایک مصرع شاک و جرئت ہے معاصرین شعر کو آپ کے ہم سطح کہنا محال ہوتا تھا
 کلام میں صائب کی طرح تشبیل و نظائر کو خوبی کے ساتھ لاتے ہیں اجنبی شخص کیلئے ہی
 صائب اور آپ کے کلام میں تمیز نہیں کر سکتا ہے۔ آپ کا حب لدیوان آپ کے تین دیوان
 اعلیٰ حضرت غفران منزل میں محبوب علیخان نظام الملک آصفیہ بہادر شہ کے حکم سے
 تینوں دیوان ہر کاری مطبع میں آقا نصر اللہ الخاطب نواب لٹریا جنگ بہادر کے
 اہتمام سے مطبع ہو چکے ہیں۔ فقیر مولف کے پاس تینوں نسخے موجود ہیں ان میں سے
 اشعار انتخاب کر کے ذیل میں لکھتا ہوں۔ حسن اشعار کا الفارسی

سایہ لطف خداوند بود بر سر ما	ہست قبال خدا داد و مقیم در ما
طالع است زانو ارجالت روشن	فخر بر مہر جہاں تاب کند اختر ما

دست تسلیم او بگاه بود افسر با	دله	شرف آدمی از یمن ارادت باشد
شاید فتح و طغفر جلوه کند در بر ما		ناصر از یاد می همت شاه مران
بروئے خاک نکندی چه کجا پریشان را	دله	بست ناز افشاندی چو زلف عنبر نشان را
زدمور ضعیفی بوسه گروست سلیمان		ز قدر و منزلت هرگز نگردد زوره کمتر
بحکمت می توان گفتن مقرب پادشاهان را		در سطوشند ز فطرت ارباب بزم سکندر
بر او بسند بناسد دولت را	دله	گر تو خواهی بقمان دولت را
صید ساز و هماره دولت را		از کرم هر که دام گسترده است
چمن دلکشای دولت را		گل خلق است خوش ناما صر
ازین خیال بهاری مقابلت مرا	دله	امید باز وصال تو در دالست مرا
که از طپیدن دل نصیبی سهلست مرا		ز حال من گذر ناما غلای شکار افکن
میکنند آخر غریزی سخت زندان مرا	دله	بر که رنج می کشد آخر گنج میرسد
گرد و ایم در گلستان سنبل ریحان مرا		صید دیوانه ز راف خط و حساب کس
نگندد ایم چو اشک گاه عقبی را	دله	نشاند ایم ز دامن چو گرد و نیار را
که در بسو نتوان کرد آب دریا را		شمار ستوق تو از وسع خامه میرست
سینه خود محض آب میدانیم ما	دله	از بسم تا تک پاشید بر چاک جگر
میشتر از محنت یوب میدانیم ما		صبر ووری از رخ او گرچه باشد بغض
جوش ز خون در نظر جوئے دانی شد مرا	دله	دل ز زخم تیغ جانان بوستانه شد مرا
حرف با هر کوه کردم همزمانی شد مرا		همسفر در راه عشق او مرا در کار نیست
باده نوشی کیسه پر و ازیم ما	دله	کهنه زندیم و نظر بازیم ما

طاہر صحرائے غربت بودہ ایم	از پر خود حسانہ می سازیم ما
سیرابے بال و بے پر بودہ است	ہمچو بونے گل بیرو از بیم ما
تشنہ ام با وجود سیرابی	ولہ آب شمشیر کردہ اند مرا
بت پرستی نیکدارم من	ولہ گر چہ تکفیر کردہ اند مرا
ہر بہار سے را خزانے لازم است	ولہ اگر برنگ گل گہے خاریم ما
گل گریبان می در و گرد چمن بنید ترا	ولہ میگدازد شع گر درانچمن بنید مرا
میزند از جوش خجالت مہر خاموشی بلبل	ولہ گر بجفل طوطی ز گین سخن بنید مرا
ہنگامش از شوخی سبق و حشی غزالان را	ولہ قدش موخت آئین زاکت نوہالان را
مدہ آنزلف زک بدست شانہ ہرستا	ولہ پریشان می کنی خاطر چہ آشفتنہ حالان را
خداوند الہا کردگار را	ولہ رحیم جرم بخشا بردبار را
بدہ امن و امان و تندرستی	ولہ نطنام الملک آصف جاہ مارا
غمخے دارم کہ پایاں نیست اورا	ولہ چہ پرسی از دل جان نیست ورا
وے دارم بدر دو غم شیرین	ولہ کہ ہرگز فکر در مان نیست ورا
شد از فروغ چہرہ او ساغر آفتاب	ولہ آئینہ دار از رخ او در بر آفتاب
شاہ و گدایدیدہ روشن گہر کیست	ولہ کیسان کند گاہ بجا کہ ز آفتاب
وصف وے کیست یارب بزبان عنایب	ولہ چشمہ خورشید رخشان شود بان عنایب
از پرواہش چمن کیسہ چراغان گشتہ است	ولہ ہر تو حسن کہ رو آتش بجان عنایب
جام می از عکس و شد آفتاب	ولہ ساقی امشب طرفہ نقشے زو بر آب
می کشد عاشق ز خون دل شراب	ولہ باشد از لخت جگر ہر شش کباب

نام احمد گز رسد و رسد و	ولہ	آتش روزخ نشیند ز آفتاب
کرده ام چون نام احمد را قسم		از گل حرم دم و دم بوی گلآب
شمع جانسوز که مار در جگر آتش نه	ولہ	بهر خود فافوس از بال پر پروانه خست
بهر که در تحت دل خود چاکها انداخته است		بے تکلف میجو از لطف سخن راشنا خست
آفتاب صبح محشر در کنار لطف کیمیت	ولہ	سینه شب که کو اکب در غدا ز لطف کیمیت
خاکسار یها بنحو لازم عوجی داشته		بر سر پا او فتادن افتخار ز لطف کیمیت
نوبهار آمد جهان را پر گل عشرت نمود	ولہ	در گلستان غنچه لب خندیدن گرفت
تا که روئے آتشین او بر آمد ز نقاب		شبنم از خورشید عالم تابا بید گرفت
ویدہ مور من از فیض قناعت سیر است	ولہ	ورنه در خندان سلیمان شکر نیست گرفت
در خور حوصله کس شمر می چنید		ورنه در باغ سخایت شمر نیست گرفت
مارا هجوم دایع بشکر برابری است	ولہ	افلیم دل ملک کند برابری است
در یار دلان تمیز بخشش نمی کنند		کف در کف محبطه عنبر برابری است
ابر یا امسال برستانه رفتار آمده است	ولہ	از شگوفه شاخها آشفته دستار آمده است
وامن هرگز و پر شد ز گوهر چون صد		ابر دریا دل بخششهای بسیار آمده است
کعبه صدق صفا خلوت درویشان است	ولہ	سجده گاه و جهان حضرت درویشان است
سنگ لاله کند لعل به یک چشم زدن		کیمیای نظر رحمت درویشان است
خادم خواب شیر از بجا نعم نا صر		مایه محتشمی خدمت درویشان است
بے نیاز نیست دوائی که نظیرش نبود	ولہ	فکر اسباب جهان مایه صدور و سمر است
قیمت حسن فروان شرف تربیت است		سهل چون میوه خود و پیوسته بدست

دوستدار بہار طبع دوستان خرامتہ است	ہیچ کس یاری نمی پسند ز حال یکدگر
ہر کجا گروہ ز راہ کاروان خرامتہ است	جلوہ یوسف چہنم اہل عرفان میدہد
روزگار خجستہ بنیادست	نوبہار خجستہ بنیادست
جو بہار خجستہ بنیادست	سبیلے اگر بعالم ہست
ورویار خجستہ بنیادست	ہر مناسبت کہ ہست در عالم
ورجوہار خجستہ بنیادست	دولت آباد قلعہ ہمیش
آب ہر قطرہ بے بہا گہرست	قیمتش جو برمی نمیداند
وروطن خوار صبا ہنرست	ورصدف نیست قیمت گہر
سنبوہ این خاک نشو و نما دیکرست	سرمین عشق را آب ہوائے دیکرست
کاروان دیکوہا گاہے دیکرست	سربصیرا وادگان عالم تجرید را
دانش دروہے ووارا کیمیائی دیکرست	ورومندان را علاجی نیست غیر از عشق
بت پرستی دیکوہا پرستی دیکرست	میرودیر و حرم کہ زحق بیخراست
آب رنگ سخن از فکر تو ناصرا گہرست	گرچہ ز کین سخنان مشق مضامین کرد
در تلاطمی بدی از شخص صاحب شناست	نخل بار آور خورد سنگ خوش بخشد
خدمت پیران شماراے جوانان خوشنما	میرساند فیض خدمت آدمی را تا بعرض
جائے آسائش دل محفل درویشاست	سیر عیش ز کدہ گہر و مسلمان کردیم
نسب صراستہ دل درویشانست	نہست ربط ہم روز بدرویشانست
می بین کہ مہربین کماش زوال شد	در معرض تلف ہمہ آب بنیویست
ہر گل کہ دیدہ شد بچمن انتقال شد	بوئے نبات نیست درین تیرہ خاکدان

تخت شد دست سلیمان نور از اضعاف	وله	تا توانان راز فیض عجز زورے دیگرست
پاسبانان ز راز خواب غفلت برده است		انتظام ملک زانرو فتورے دیگرست
روشن جهان ز مهر جمال محمدست	وله	بجود وحد و ضعف کمال محمدست
ناصر جواب آن غزلست اینک گفته اند		صلوة بر محمد و آل محمدست
فاضل ترین امت صدیق اکبرست	وله	شائسته خلافت صدیق اکبرست
اول کسیکه بیعت محبوب حق نمود		از حبیب از صداقت صدیق اکبرست
در دوستان نشان محبت مانده است	وله	فرقی کنون میان قیامت مانده است
از اهل و بر شکوه احسان نمی کنم		ابوسوس شرم خشم مروت مانده است
مکی شهباز گلستان رخ جانان عیبت	وله	بے خط و رنغش نگه بر سنبل ریحان عیبت
بلبل پرست و رکنج نفس قناده ام		میزوم پر از برائے دیدن رب تمام عیبت
از دغائے خیر محتما جان بر آید کار ما	وله	هست تیرے روتے ترکش آه سرو خلیج
نخل آتشکده کیسیر و می ساز و چوبی		باشد از بر و خزان هم تخت بر و عذاب
بچه خوش آل قتال صبح ندید شمع	وله	بلکه گوش کجا صبح شنیده است صبح
مصرع مهبانی ست سیلی ناصر بخ		دید غفلت کشا صبح و میدے صبح
اگر بهار کند چهره گلستان سنج	وله	نمود رنگسرخ با خیال جانان سنج
ز خون دیده من لعل بار شد ز گریه		دین بهار بود قطره مائے باران سنج
نگاه شوق من از روتے او گل چیدنی دار	وله	ز روتے لطف و هم جانب من بدنی دار
کمال عشق را از مکرر کردست و طبعش		بحق دوستی از دشمنان رنجیدنی دار
دل از سیل غم نرفت ز جا	وله	کوه صبر و تشکیب باید دید

ولہ	آتش گل چہ داغها کہ نکرد
ولہ	فقرا بادشاہان می باشند
ولہ	عاشقان سوخته جان می باشند
ولہ	کسے ز آموئے وحشی تنیده هست فانی
ولہ	سموات و جہان رو بسوئے او آرد
ولہ	تا کہ در محسوس عریان نشود
ولہ	جو ہر ذاتی ہر کس دگر ہست
ولہ	ابر دریا دل بدست گوشتان ہست
ولہ	خاکسار بہا ترا بر اوج رفعت می برد
ولہ	فیضہا از روح پاک حضرت صائبین
ولہ	رگہ بے زوفانیست درین گلابان
ولہ	معنی مصرع پیچیدہ ز زلفش فہید
ولہ	برشتہ عمر ابد شاید بدست او رہست
ولہ	عجز ز نامزم کہ داروین زبرگیہا بخود
ولہ	خاکساری سرفرازی عاقبت با آورد
ولہ	غنچہ آساہر کسے با گوشہ دل ساختہ است
ولہ	گو ہر شاہوار آخرا ز صدق مدبرون
ولہ	خوشنما باشد بزرگان را گر آن حکمی بجز
ولہ	خسرو اعشرت جاوید مبارک باشد
ولہ	جگر عند لیب باید دید
ولہ	افتخار دو جہان می باشند
ولہ	شعشان شعلہ زبان می باشند
ولہ	ہلاک چشم تو گشتن سرے دل باشند
ولہ	کسے کہ بر سر دولت سرے دل باشند
ولہ	جو ہر تیغ نمایان نشود
ولہ	مور از تحت سلیمان نشود
ولہ	کجہا در دامن امیدواران می رسد
ولہ	تا بدامن ہر کرا چاک گریبان میرسد
ولہ	در دکن ہر لحاظ شہر صفا مان میرسد
ولہ	عاشق حسن کسے شو کہ وفائے دارد
ولہ	ناصرا ما چہ قدر فکر سائے دارد
ولہ	ہر کسے بر مرگ دشمن شادمانی میکند
ولہ	مور بدوست سلیمان کامرانی میکند
ولہ	درباج پادشاہان کامرانی میکند
ولہ	در بہشت جاودانی زندگانی میکند
ولہ	راز عاشق عاقبت در کوچہا گل میکند
ولہ	ہرزہ گردیہاے کشتی را تخل میکند
ولہ	بزم آرائی جمشید مبارک باشند

آسمان جام لای زمره عید نمود	دل	اختر عیش و خشنود مبارک باشد
ز فیض بے شمیر به است سرور چین آزاد	دل	فراغت کسیر که اوعیال ندارد
زیر پرچ شستن بتیز بال میبند		قفس خوش است بر مرغی که پروال ندارد
محو کن نقش غیر را از دل	دل	عارف نقش بند می گوید
هر که تا صر ز عشق گفت سخن		سخن از جیب می گوید
رافت و عدل هر که پیشه کند	دل	صاحب چتر و تاج زر گردد
گرم و سرد زمانه میداند		همچو ماهر که بحر و بر گردد
قیمت و قدر و وزن میشود از فیض سفر	دل	روشنان همچو گهر که بوطن پروازند
بتان که چهره خود بے نقاب می سازند	دل	ز برق چهره دل ما کباب می سازند
رسد بوصل گهر رسته که تاب خورد		خوش آن گروه که با پیچ و تاب می سازند
خواهی که ترا اگر و جهان نام برآید	دل	این نام چو خورشید را انعام برآید
آرایش ظاهر نشود درین باطن		از قند کجا تلخی با دام آید
با یک رشته ز نار و س یار بس باشد	دل	بکار زان این سحر صدانه می آید
چون گل شگفته روئے درین باغ میشود		کسب سعادت آنکه بوقت سحر کند
مانند برق زود فلک تاز می شود		از خود سفر کس که ببال شرر کند
یوسف عزیز مصر میگرد و اے عزیز	دل	تا چاشنی محنت زندان نمی کشد
گوهر بجای قطره بد ریافتاندا بر		طبع کریم منت احسان نمی کشد
نیست اکیس و دیگرے به ازین	دل	خویش را خاکسار باید کرد
اعتبار سے ندارد این دنیا		حرف ما اعتبار باید کرد

ولہ	میں خود را ز خاکسار یہا
ولہ	گر رضائے خدا بود مطلب
ولہ	گنہام چنان شد کم کہ عنقا
ولہ	دامان و دست آرزویش پر گہر شود
ولہ	عیسیٰ صفت بطایر خورشید جا کنند
ولہ	حدوش زین صومری توانی نرسی عاقل
ولہ	گریم ستر بفرق بندہ نا حضرت صفت
ولہ	زیر آبی زہ نادر مرکان خویش
ولہ	آہنا کردل جلقہ زنجیر بستہ اند
ولہ	مستوعون خاص عام بہرہ سلمین شود
ولہ	بخاکساری اور تہہ فلک بود
ولہ	شمار دور و من خاکسار ممکن نیست
ولہ	از طعید نہادلم تاثیر دیگر میدہد
ولہ	یادش بود ز شہرت جان در زمان لذت
ولہ	آن شہرت فنا کہ ریتغ تو می چکد
ولہ	آہی شرم رائے من نگہدار
ولہ	چہ دیروز و چہ امروز و چہ فردا
ولہ	زر کا مل عیار باید کرد
ولہ	راستی را شمار باید کرد
ولہ	راہے بسرائے ماندارد
ولہ	در یوزہ ہر کہ ازور شاہ دکن شود
ولہ	آہنا کہ ترک خلق برائے خدا کنند
ولہ	کہ اوضاع جہان کا ہے چین کا ہے چنان باشد
ولہ	آہی در جہان باشد سلامت جہان باشد
ولہ	زخمی زہ بے نہ و ناسور می کفت
ولہ	تا رنگہ بر لطف کرد گیر بستہ اند
ولہ	جسمی کہ دل طبعہ و تکفیر بستہ اند
ولہ	کسے کہ بر دروہا دشت گدائی کرد
ولہ	حساب ریگ بیابان کر می تواند کرد
ولہ	طائر جان از استوق وصل و پیر می ہد
ولہ	نامش بود ز شہد و شکر زبان لذت
ولہ	ما را بود ز اب خضر بیگمان لذت
ولہ	مکن رسوا حیاے من نگہدار
ولہ	مرا باشد خداے من نگہدار

از نیک لازم سہر دارست و ہشیاری
مرو بخواب تو اسے میر کاروان ز نہا

ول	بنائے خانہ دل استوار کن ناصر	ول	مکن عمارت این تیر خاکدان ز بهار
ول	هر چند من ز بهر دو جهان دشتیستم	ول	هرگز نمیروز و زلم آرزوئے یار
ول	از خاکساری ست بدل روشنی نصیب	ول	آئینه صاف بشود از صیقل عیار
ول	گذشتہ ایم ز نیروئے بازوئے تدبیر	ول	سپرده ایم عنان را بقبضه تقدیر
ول	ترا صفائی دل از مطلبست پاک بسوز	ول	برائے آئینه خاکسترست چمن اکبر
ول	با وجود پخته مغز می پچو طغیانی	ول	میکنم مشق جنونی در بوستان بهار
ول	نیت خیر از گشتی می امن هر دو جهان	ول	ابرا امسال ورده هست طوفان بهار
ول	قرب آتش فانیان بنیبه سوخت	ول	الحذر از قرب سلطان الحذر
ول	خبر من پروانه یکسر سوخته است	ول	الحذر از شمع خندان الحذر
ول	زیر فلک نباشد چون من نگاه کردم	ول	در کوئے خاکساری یک خاکسار دیگر
ول	هر درختی که شود خشک نشسته است بر هوا	ول	غیر آتش بیرون نمیستد بگر
ول	بند سلسله عشق میر پست عمر	ول	از ان ز بند تعلق مجر دست عمر
ول	رفیق مردم و یار محمدست عمر	ول	ز ما سوائے محبت مجر دست عمر
ول	سنگ از آردم بسا نام چه کار	ول	با شراب و بزم و یار نام چه کار
ول	هر چه باشد غایت دارد باصل خود	ول	میرسد آخر بد یا از رویلاب ابر
ول	سوج پر زهر سرنگم تا سر گویان رسید	ول	از خجالت پیش چشم غرق شد در آب بر
ول	مرا که هست دلم گرم با نوا دمساز	ول	کباب شعله حسن است و شعله آواز
ول	بیا ناصر از راه صدق و یقین	ول	بشو بنده شاه گیسو دراز
ول	خبر رسیده بشیرش عوی شیخی باشد	ول	حرمت جبه و دستار نماند بر امیر

دل دار شهبیکار زمانه ست امروز	دل	هر کرامی نگریم هست دنیا مشغول	دل
ز خویش گذر و بایا آشنای ساز	دل	ز راه و رسم محبت اگر خبر داری	دل
عاقل پابند را از سیر آن صحرا پیرس	دل	سبب سر دشت جنون دیوانها پیوده اند	دل
بر خواست بر پا دم آید ندید کس	دل	میخا نها کشته و شتر بجه ندید کس	دل
ز سر گذشت سیج تقیم هزار افسوس	دل	گذشت عمر بسوزد زلفی از افسوس	دل
بغیر یار بودماندن و یار افسوس	دل	بود چو شام غریبان بهجر صبح وطن	دل
در سعی حسن نیکی اطوار خویشش باش	دل	اخلاق نیک حاصل کس میشود کسب	دل
اسه پیری و همیشه شادان باش	دل	شاد و کردی تو حنا طرما را	دل
هر که باشد بفکر راحت خویش	دل	کار عالم از و نمی آید	دل
راست ره و تا بلین کج تاملش	دل	چاک نمود سینه ام بند قبا کشا و شش	دل
خط نوشت اگر میدی بخون غرض	دل	بنرم بنه خندان ننگون توانی شد	دل
ساقی رسید طرفه بسا مان انبساط	دل	ساغر بایست نغمه لبشیشه در نعل	دل
افروخت شیشه شمع شبستان بساط	دل	پروانه وار ساغر می رقص می کند	دل
گشت این دریا حسن بازار اغیر محیط	دل	چهره گلگون او را شد خط خضر محیط	دل
میکنند از خویش بزمین می کف حبل محیط	دل	خاک و زر کیسان بود در دست حبل محیط	دل
گل نیز زغم جامه درانست زمین باغ	دل	شبنم همین ال نگرانست زمین باغ	دل
با آنکه می پراست بانست وین باغ	دل	لب بسته سید پوش ز ما تم شده سوسن	دل
صورت پیکان بهر سبزه و جگر خلایق	دل	تیر باران حواش بسکه دیده گشت بهر	دل
گر زنده بر فرق و بشکافد زینته تابناک	دل	گردن تسلیم کی پیچم من از شمشیر و	دل

ولہ	تا گشت ایم از سر لغت فنائے عشق
ولہ	دل راز ما گرفته بجائے سپردہ است
ولہ	گلگل شگفت گلشن بر بلبلان مبارک
ولہ	ہر تشنہ خسار و ساز و دل را کباب
ولہ	در استغیم عمر ابد در بقائے عشق
ولہ	زین برشت بر ما چہ بودد بجائے عشق
ولہ	در جلوہ گلزاران بر عاشقان مبارک
ولہ	بعل شیر نشین فشانہ بر کباب نمک

شد سحر دیار کرنا نمک	نظم گشت کار کرنا نمک
میکشد دل دیار کرنا نمک	میتوان گشت یار کرنا نمک
بشکند قیمت زمرہ را	جلوہ سبزہ زار کرنا نمک
خاک او حکم کیسیا دارد	جتذا اعتبار کرنا نمک
زرد و سیم است چو گروان	جا بجا و دیار کرنا نمک
طلعنہ زور بر طلائے خاصہ	زر کا مل عیار کرنا نمک
در خورتاج پادشاهان است	گوہر شاہوار کرنا نمک
از حساب محاسب برون	شجر میوہ دار کرنا نمک
ہست در طرف بہائے لذت	شہرت خوشگوار کرنا نمک
دشت و درشت بیشکزار است	ویدہ ام گشت و کار کرنا نمک
حال رخسار ہفتاقلیم است	حسن سبزو دیار کرنا نمک
بروہ فوقیت از جلال آباد	ور علالت انار کرنا نمک
مقدم فتح تو آمنا مصر	باعث افتخار کرنا نمک
بادشاہ ہمائے ہمت تو	زیر بر کرد فتح کرنا نمک
بال بکشا و تا بہ تسخیرش	بر سر کرد فتح کرنا نمک

ناج سکر دفتح کرنا ملک
پر شکر کرد فتح کرنا ملک

ولہ کز و نکبت مهر و الفت شنیدم
ولہ ز دامن دوست خود را کشیدم
ولہ من کجادر کار دیگر مانده ام
ولہ زیر خاکستری خواجگرا مانده ام
ولہ زبان گل و خار را می شناسم
ولہ تلخ کاغذ شریاب را ماندم
ولہ صحن آفتاب را ماندم
ولہ خویش را محرم اساحت ام
ولہ بر کجا من عسل و نخلت ام
ولہ بر باطکا مانی را دست و پا دادم
ولہ بر در میخانه شب تا سحر بستاند ام
ولہ از میان شمع و سوا میروم
ولہ با چشمش سرود آسمان میروم
ولہ شمیر تو ز آسب بقا کرد و غم
ولہ ناصرت ظل بال بها کرد و غم
ولہ ازین دشوار تر کار ندیدم
ولہ گلے در بانجیارس ندیدم

نامه فتح بادشاهی را
نوبهال مراد را ناصر

بلان جهان من گلے را ندیدم
رمد هر که از من ز او من رمیدم
عشق بازی را ز دل کار من هست
گر چه شتم خاک سوزم باقیست
بے سیر کردم بهار و خزان را
وانع عشقم کباب را انهم
بسکه آئینه دار او گشتم
هر قدر رنگ خودی باختد ام
ناصر از فضل آلبی فتح است
نوبهار ملک میورست و ما واده ایم
ما که در خدمت بنت العنب بختد ایم
نوبهار آمد صحرای میروم
خاکساری عاقبت آید بکار
هر کس شهید ناز تو گردید زنده شد
این سایه غنایت آصف که برست
چو در و حجر آزار ندیدم
بود هر خوب را ز شسته مقارن

امیر تازہ گفتار سے ندیدم	ولہ	مشال آصف جم جاہ نامہ
مجلس انیس با رباب نہر داشتہ ام	ولہ	گر ندازم ہنرے شکر خدا را عجزیت
پائے خود زین دی خوشنوار میداشتم	ولہ	بال پروازی گز این شہر میداشتم
پایہ اعتدال را نازم	ولہ	قد آن نو نہال را نازم
اثر این معال را نازم	ولہ	مخمس جان تازہ می بخشد
در تلاش منصب بنجر نیاید شدن	ولہ	در قلع جاہ دنیا پست ترا شد چاہ
منصور شاہ بفضل خدا شکر و کن	ولہ	افراشت ہر طرف را و شکر و کن
دار و کعبت ز نیمہ عصا شکر و کن	ولہ	از بہر دفع بحر سید مار و کفر و شرک
با نوا چون بند بندنی بود و عصای من	ولہ	عن لیبک سبایک متغایان این ستم
تو میا شتر مندی دار و ز خاکپائے من	ولہ	زانکہ در راہ طلب گذشتیم گز قدم
گر دید سرو بندہ سرور دان تو	ولہ	خو این دست غنچہ ز رشک آن تو
گذشت از زمین اشک انچنان مینو	ولہ	چنانکہ آب بطوفان گذشت نہ سپل
تا مہر و ماہ ارض سما و آسمانے تو	ولہ	اے کائنات جملہ نظیر بر صفا تو
چشم بہ دور کہ خوش ذرہ نواز آندہ	ولہ	اے کہ خورشید صفت جلہ طرا آندہ
بر سر لطف چوای بندہ نواز آندہ	ولہ	نوازش سرین بر سر افلاکستان
از جیب صدف گوشت بہار رسیدہ	ولہ	از نعل بیت بر سر گفتار رسیدہ
این آہوئے رمیدہ چنان رام کردہ	ولہ	دل را اسیر لطف مینہ نام کردہ
قبول مردم دل زندہ باشی	ولہ	ز دنیا گردلت بر کندہ باشی
رنگ ابرگر بار زندہ باشی	ولہ	بہار زندگانی گل کند گل

بمطلب میرسی روزے یقین است	ولہ	بسوئے او اگر پویندہ باشی
گشتم فدائے طرز مکر بستن کسے	ولہ	قربان شدم باز خرامیدن کسے
شرمندہ کرد سرود گل غنچہ را باغ		خندیدن و شگفتن با لیدن کسے
ناز نشین چو خاک بدیا نمی شوی		جوہر شناس گوهر دہا نمی شوی

من رباعیات

در نرم تو اسے مایہ ناز آبدہ ام		مشتاق تو اسے بندہ نواز آمدہ ام
از تابش خورشید قیامت چہ عم است		در سایہ گیسوئے دراز آمدہ ام
من در حرم بندہ نواز آمدہ ام	ولہ	از صدق صفا وقت ناز آمدہ ام
از صبح بود کلام من شن تر		از روئے ارادت بہ نیاز آمدہ ام

نامی - مولوی حاجی ترازب علی خیر آبادی

نامی تخلص - ترازب علی نام - عباسی لاصل میں آپکا وطن خیر آباد ہے۔ میں شعور کے بعد آپکے کتب معقول و منقول مولا ناجیہ اللہ و احد مولوی غلام امام کی خدمت میں ختم کیں۔ اور کلام کی مشق میر تقی میر کی خدمت میں کیں۔ تحصیل کے فارغ ہوئے کے بعد تاش معاش میں کلکتہ گئے۔ حکام برطانیہ کے محلہ ایران و عراق عجم کی خوب سیر کی سیرویاحت سے مراجعت کر کے مدراس میں آئے۔ کمپنی کے مدرسہ میں مدرس ہوئے چند مدت بسر کر کے حرمین شریفین کی زیارت کو گئے۔ مراجعت کے وقت مقام بین میں ۱۲۷۱ھ ہجری میں فردوس برین روانہ ہوئے۔ آپ عالم فاضل جامع العلوم تھے۔ نیک محضر و نیک سیرت تھے۔ خوش تقریر خوش تحریر تھے۔ شعر و شاعری

دلچسپی رکھتے تھے۔ جو کچھ وزون فرماتے تھے خوب مرغوب ہوتا تھا

من الشعار ۲ الفارسی

سحر از جنبش شمشاد بگلشت چمن ہیزان دست کشان می بدم غلبه عشق نیت از بخت بدم چشم امید آنکہ بود	یا دم آمد روشن قامت دلجوئی کسے از پے سجدہ بطلاق خلم روئے کسے دست در دست و سرم بہ نیرافے کسے
---	---

ناجی - سید محمد حسین

ناجی مخلص - سید محمد حسین نام۔ آپ میر صلاحیت علی کے صاحبزادے ہیں
آپ کی نسب کا سلسلہ دیانت خان مرحوم عالمگیری سے منہی ہوتا ہے آپ کے بزرگان سلف
تہذیب سلاطین کی لازمت میں خدمات بزرگ پر مامور رہے ہیں۔ جاگیرت خطابات
و خدمات سے صوفیہ آپ کے والد ماجد میر صلاحیت علی صاحب علم و فضل تھے اور خاص
علم جاسمین کمال جہارت کہتے تھے۔ اور نہ نظام مہات ملک سے خوب ہر تہہ رست
حیدر آباد میں ملنے دولت کے نزدیک انت گزار دیانت خان نے جاتے تھے۔ شہر ملک
بہار و وسیعہ ملک بپہلے در و در اور بہار و بہار جو منت بہار و وغیرہ نے اپنے جاگیرت کا نظام
انہیں کے تفویض کیا تھا اور خاصہ اب خانہ ان بہار کے جاگیرت کا نظام ہی
انہیں کے اہتمام میں رہا نہ در زبک باہ خوش خلاق و نیک نیت تھے۔ اور باوجہ
کے ساتھ حسن سلوک فرماتے تھے۔ سادات زائرین کی بھی خدمت کرتے تھے۔ آپ نے
ایک مسجد چادر گھاٹ میں مونی ندی کے کنارے بنائی اور اس کے تحت میں ایک مکان
بھی تعمیر کرا دی تاکہ اسکا کرایہ مسجد کے ضروری مصارف میں آئے۔ آخر عمر میں حج

وزیر اہل سنت سے مشرف ہو کر بلائے معلیٰ میں اقامت اختیار کی تھی سنہ ۱۱۳۰ ہجری میں
 دین فوت ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ
 الولد سر لایہ والد مرحوم کے قدم بقدم میں بلکہ از پدر اہل مناصب کے زمرہ
 میں شریک ہیں۔ اور نواب فخر الملک بہ درمیں المہام عدالت کو قوالی کے مقدمہ
 خانگی میں۔ نواب صاحب کی جاگیرات کا انتظام اپنے حدود کی طرح سے کرتے ہیں
 دیانت و امانت کو اپنا رفیق رکھتے ہیں۔ نواب صاحب آپ کی بہت عزت ابرو کرتے
 ہیں۔ اور وقتاً صلوات و کرم سے بھی سرفراز فرماتے ہیں آپ کو ابتدائے عمر سے شاعری
 کا شوق رہا ہے۔ آپ کا کلام اردو فارسی و دونوں زبان میں سنجیدہ و پسندیدہ ہوتا ہے
 آپ کی طبیعت قدرۃ شعرو شاعری کے مناسب تھی۔ میدان سخن سنجی میں خوب لائی
 کرتی ہے۔ خاص اس فن میں آپ کی مہارت اس قدر بڑھ گئی کہ معاصرین و اقران
 آپ کو استاد سمجھتے ہیں آپ کے کلام میں مہر کا انداز معلوم ہوتا ہے آپ کے تلامذہ میں
 اکثر ہیں۔ آپ کی اصلاح سے کلام کو درست کرتے ہیں۔ اعتبار میں غزلیات کا شوق
 تھا آخر غزلیات کو ترک کیا۔ قصائد مدحیہ مرثیہ کہتے تھے۔ اور قوالی سچ گری میں
 بدبھار کہتے ہیں۔ تہنیت تعزیت میں فی البدیہہ موزون ہوتے ہیں۔ بدبھار
 کی زبانی معلوم ہوا کہ صاحب نے ان میں۔ فی زمانہ مناسب سے منتخب کیا۔ ان کو ان میں
 صاحب فرزند ہیں۔ خانہ نشین و عزت سائین میں عالیجناب نواب فخر الملک
 بہادر بدستور قدیم ماہوار عہدہ می عطا فرماتے ہیں۔ اب میں آپ کے کلام سے چند
 قطعات تاریخ گزاریں گراموں تاکہ سائقین کو مطالعہ سے سلف حاصل ہو و
 فقیر مولف کو بجز قطعات تاریخ کے کلام بہت نہیں ہوا۔ لہذا یہ قطعات پر ہی

تاریخ انتقال نواب مختار الملک

خسرو خواہر آمد سیر ہند بر فلک
گفت ناجی عیسوی سال فات غم و ش

کر و چون سفر سے عدم سالار جنگ
شد سے غلہ روح پاک سر سالار جنگ

تاریخ کد خدائی سیر قربان حسین

نوشاہ بھدا شد قربان حسین شد
بنو در قم ناجی این مصرع تاریخش

از عطف ولی اللہ وزاد رسول اللہ
قربان حسین شد نوشاہ بھدا شد

قطعہ تاریخ تسمیہ فرزندان نواب مختار الملک

زہے تقریب بسم اللہ خوشا عشرت محفل
بصد حسرت فلک کہے نہ کیوں کر خیم خیم ہے

قبا پہنے کوئی زین ہے اور کوئی تارونکی
کہ زرم عیش ایئر کی ہے محفل نامدارونکی

ہوا کرتے ہیں عشقین بسیر عیش میں
کہاں مجمع عزیزوں کا کہی صحبت ہے یارونکی

نیا نواب مختار الملک کو قائم کہے و ایم
نزوں ہو خضر کہ ہی عمر سے عمر کیے یارونکی

یہ دونوں نہال گلشن زہرا و جید رہیں
رہیں خرم بر آئین اسے امیدیں ہزارونکی

بے ہر ایک دل اور دواہن کو بیاہ کر لائیں
رہے سہڑن میں چہرے چاند سے چھانوںکی

خیال سال تاریخ آیا جب اس سنم کو کا
کہا ناجی ہے۔ بسم اللہ ہوئی گلزارونکی

نعمانی - محمد عبد الجلیل نام پوری

نعمانی تخلص - محمد عبد الجلیل نام آپ کے فر کا سلسلہ حضرت امیر المؤمنین
ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے منتہی ہوتا ہے۔ آپ کے بزرگان سلف شاہیر علماء سے

گذرے ہیں آپ کا مولدہ مستط الراس راہ است مصطفیٰ آباد غوث نام پور ہے۔ آپ نے

تاریخ ۲۷ ربیع الاول روز ووشنبہ ۱۲۷۹ ہجری میں ابتدائی تعلیم اپنے مامون مولوی
عبدالرزاق ناصر خوشنویس ریاست پائی۔ اور فارسی کی تکمیل مولانا احمد علی استاد
والی ریاست سے کی اور کتب درسیہ علوم معقول و منقول متعدد اساتذہ کی خدمت
میں تحصیل کیں۔ اور آخر میں تحصیل کی تکمیل مولانا حافظ مفتی محمد ارشد حسین صاحب
مجددی نقشبندی فاروقی رام پوری سے کی تحصیل تکمیل کے بعد آپ کو یہ وساحت
دورس و تدریس کا شوق ہوا۔ وطن سے برآمد ہو کے دہلی میں چلے گئے۔ جہاں اورنگزی
ضلع پبلی بہت اور مان سے بنگلہ ملک مسیور میں آئے۔ ہر ایک مقام میں آپ کے
پاس طلبہ کا مجمع رہتا تھا۔ آپ صبح سے شام تک سی شغل میں مصروف رہتے تھے اور عام
خداوند کو وعظ و نصائح سے فائدہ پہنچاتے تھے۔ ۱۲۷۹ ہجری میں بلدہ حیدر آباد میں
وارد ہوئے یہاں ہی آپ کا وہی کام درس طلبہ رہا چنانچہ ۱۲۷۹ ہجری میں کٹر غلام سنگھ
پرستی قادری خلیفہ شاہ سلیمان صاحب۔ توسوی کے مکان پر واقع روبرو بنگلہ بستی حلاوت
احکام قرآنی کا وعظ شروع کیا۔ شائقین و سامعین کا مجمع کثیر ہوتا تھا۔ تمام آپ کے
بیان سے مستفید ہوتے تھے۔ اور اکثر صاحب کی بہت خاطر و مدارات کرتے تھے
اور آپ کے تصوف کے رسائل بھی ملاحظہ فرماتے رہے چند روز اس شغل میں گزار گئے
بعد ازاں مولانا محدث محمد سعید صاحب مفتی ٹائیکورٹ نظام نے صاحب جہ کو
اپنے پاس بلایا۔ اور تفسیر قرآن مسمیٰ بفیض الکبیر کی تالیف میں شریک فرمایا۔ مولانا
نعمانی صاحب نہایت خوشی سے تفسیر کی تالیف میں مفتی صاحب کے معین و مددگار
ہوئے۔ یہ تفسیر روزبان میں تیار ہو رہی تھی۔ وہم پارہ سے بہت سویم پارہ تک
تیار ہو چکی۔ مگر ختم ہونے سے اول ہی مفتی صاحب نے اس عالم فانی سے ملاک ویدائی

رحلت کی تفسیر تمام رہ گئی۔ ۱۳۱۳ ہجری میں صاحبِ جہ نے امدادِ تکمیل کیلئے
 بذریعہ نوابِ فسرالملک بہادر علیحضرت قدر قدرت میر محبوب علیخان نظام الملک
 آصفیہ اش ششم کی ملاحظہ میں پیش کیا تاہا علیحضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ تفسیر کا مکمل
 ہونا ضروری ہے۔ لیکن کچھ سیکی جزات نہی کیا ورنہ مانی کرے۔ سنہ مذکورہ میں
 نوابِ فسرالملک بہادر نے آپ کے بعض کتب عجیبہ ملاحظہ کیں۔ پھر تھوڑی ہی مدت کے بعد
 مدرسہ آصفیہ واقع ٹاک پٹیہ میں ریختیات کے پڑھانے کے لئے مقرر ہوئے۔ مدرسہ میں
 دس سال تک تعلیم میں مشغول رہے۔ طلبہ کی تعلیم کی بدولت مسائلِ مینیہ سے خوب
 واقف ہوئے۔ پس ازان ایسے اسباب پیش آئے کہ آپ مدرسہ سے استعفی ہوئے
 گوشہ نشین بنو گئے۔ پھر آپ نوابِ غلام محمد غوث خان کی عنایت و قدردانی سے
 مسلمان مالین پور میں مورخہ میں کہ انجامِ اہتمام کے لئے امور ہوئے۔ چند سال
 سے مفوضہ کام کو عمدہ طرح سے انجام دے رہے ہیں۔ مولانا نعمتات سے ہیں۔ آپ کو
 درسِ تدریس کے علاوہ تالیف و تصنیف کا نہایت شوق ہے۔ علوم و فنون میں
 متفرق مسائل و کتب تالیف کر چکے ہیں۔ اکثر آپ کے رسائل بطبع ہوئے۔ شایع
 ہو چکے ہیں۔ آپ کے مولفات کی تعداد اسی سے زائد ہے۔ فی زمانہ ابھی تالیف کا
 سلسلہ جاری ہے۔ باوجود تعلقِ لازمت و شغل و درس و تدریس و تالیفات و شعرو
 شاعری سے بھی رغبت کتے ہیں۔ آپ قدرۃ موزون الطبع ہیں۔ اپنی موزونی طبع
 سے کلام کے اقسام و مضامین و غزلیات و قطعات و رباعیات و مثنویات و مسمعات
 وغیرہ موزون فرماتے ہیں۔ اور تاریخ گوئی میں بے نظیر۔ بلاشبہ موقع و محل پر واقعات
 کے مطابق کہتے ہیں۔ طرفہ بہ بات ہے آپ کو تلمذ و سحر اپنی طبیعت کے کسی تاد سے

نہیں ہے۔ آپ جو کچھ موزون فرماتے ہیں مرغوب خاص و عام ہوتا ہے۔ فقیر مولف کے
 آپ کے بعض رسائل دیکھے۔ واقع میں قابل قدر و تحسین ہیں۔ چونکہ آپ کی تالیفات کی
 تفصیل مع شرح لکھنا طوالت سے خالی نہیں تھا اسوجہ سے فقیر مولف نے صرف
 انکی تعداد پر اکتفا کیا۔ میرے نزدیک فہرست اسلئے رسائل بدون شرح ہر ایک کا
 لکھنا بیجا ہے۔ لہذا قلم انداز کیا۔ جناب نعمانی صاحب و سہیل کے معاف فرمائیں گے
 منجملہ اسی کتب کے ۵۴ کتب شایع ہو چکی ہیں انہیں ۱۳ رسائل منطوقہ میں۔ انہیں
 آپ کے اشعار سے بطور نمونہ ایک باغی اور چند فقرے تاریخی ذیل میں گذارش کرنا ہوا
 ہے میری بدی اگرچہ سب سے زائد جو سب سے زیادہ میں ایسے بد سے زائد
 مانا کہ یہ سب ہی مگر سچے ہی نہیں بخشناش رحمت سے حد سے زائد
 اور آپ نے اعلیٰ حضرت بنادگان عالی خلد اللہ علیہ کی مراجعت و بار قیصری جلی سے
 خیر مقدم میں ایک رباعی لکھی مقبول خاص و عام ہوئی۔ حمد و ثناء

مہر کار سفر کر کے وطن میں آئے	اس طرح کہ جیسے دن تیرہ میں آئے
جان کر کے بیمار خود روایا نے کہا	وہ ملی سے حضور نے کن میں آئے

تاریخی فقرات

دربار قیصری دہلی خسروی۔ شدہ پندرہ جوان عباسی از محمدان کچھ شہنشاہ
 مولوی انند بیلیان محسن الممالک انفرنس کی رپورٹ میں اس فقرہ کو درج کیا۔
 ہمیشہ کے لئے یادگار ٹھہرایا۔

نصرت۔ عباس قلینان

نصرت مخلص۔ عباس قلینان نام۔ مجمع الفصحا کے مولف کے لکھا و گئی ہے

خاقان زمان کے عہد میں ایران میں آیا۔ اور زیارت کے لئے گیا۔ خطاط تھا۔ خط نسخ میں متوسط الطبع تھا۔ شعر و شاعری میں دلچسپی رکھتا تھا۔ من اشعار ہذا انتہی کلامہ

زبیم آنکہ دوران شایدیم از وی جدا سازد	برویش ہر گاہ من گاہ آخرین باشد
عقدہ در کار من از آبلہ افتادہ	سخت و ماندہ املے خابریان بدو

نوائے سید عزیز

نوائے تخلص۔ سید عزیز نام۔ مجلی الفصحا نے لکھا کہ ۱۲۶۹ھ ہجری میں ہند سے ایران ہجرت فرمایا۔ من اشعار ہذا انتہی کلامہ۔

رستے بدوش غیر تھا و از سر یونفا	ار اچو دیدستی پارا بہانہ سناخت
---------------------------------	--------------------------------

واصف۔ مولوی محمد مہدی

۱۔ اصف تخلص۔ محمد مہدی نام۔ آپ محمد عارف الدین خان رونق کے فرزند ہیں۔ تذکرہ گلزار اعظم کے مولف لکھا کہ آپ کی ولادت ۱۲۶۹ھ ہجری میں مدراس میں واقع ہوئی۔ آپ نے نشوونما بھی وہاں کی آپ وہاں پانچ سو روپے سن شعور کو پہنچے۔ آپ نے اولاً کتب درسیہ فارسیہ الدماجد کی خدمت میں ختم کیں۔ اور آپ کو علوم عربی کے تحصیل کا شوق پیدا ہوا۔ علمائے مدراس کی خدمت میں کتب درسیہ عربیہ سے بھی فراغت حاصل کی۔ عربی و فارسی سے فارغ ہونے کے بعد آپ کے پلین زبان انگریزی سیکھنے کا بھی شوق ہوا۔ انگریزی شروع کی تھوڑے ہی مدت میں ایسی قیامت دستبرد حاصل کی کہ انگریزی میں بلبلان کے ساتھ باہم کالہ مکاتبہ کرنے لگے۔ قریب

انگریزی میں متعارف کئے اور ایام خورشیدی میں والد ماجد کے ساتھ وطن سے برآمد ہوئے
 اضلاع مدراس میں سیر و سیاحت کرتے رہے پھر سترہ برس کی عمر میں وطن بلوچستان
 آئے۔ بذریعہ مولوی ترازب علیہ صلاہ الامی مدرسہ کبیری میں نوجوان اہل فراغت کی تعلیم
 کے لئے ملازم ہوئے۔ درسی تدریس میں تھینا سترہ برس تک مصروف ملازم رہے
 آخر نوکری سے دست بردار ہوئے گذراوقات کے لئے معاش معتادہ حاصل کر لے لی
 پس معاش محصلہ پر قانع و صابر ہوئے تدریس طلبہ تالیف ترجمہ سائل میں ہمہ تن
 مصروف ہوئے۔ اسی اثنا میں ترجی پالی جابیکا اتفاق ہوا۔ وہاں مولوی سید جام
 عالم واعظ سے ملاقات ہمدست ہوئی حسن عقیدت ارادت سے آپ کے مرید و خلیفہ
 ہوئے۔ قاریہ طریقہ کی جازت خلافت حاصل کی ۱۲۶۲ھ ہجری میں مجلس شعرا
 کے توسل سے مشاعرہ اعظم میں شریک ہوئے اور سرکار اعظم جامی میں مغز و فکر میں
 آخر محکمہ عالیہ میں مترجمی کی خدمت پر مامور ہوئے آپ صاحب التالیف التصریف
 تھے۔ من تالیفات۔ دلیل ساطع۔ دلیل شعرا۔ گلزار عجم۔ مختصر برمان قاطع
 الامانامہ واصفی۔ تذکرہ معدن الجواہر ترجمہ اول جلد و مختار ترجمہ البصالحین
 خلاصۃ التکمیل و رغبۃ التحسین اخلاق مطلوب لاطبا ترجمہ موجز۔
 آپ نہایت ذکاوت و ذہین تھے سخن گو و سخن فہم کلام کے نقاد و جوہر تھے شعرا
 قدیم و جدید کے اشعار پر رد و مدح دیتے تھے آپ کے بعض اعتراضات بجا و درست
 ہوتے ہیں اور بعض جیا و نا درست۔ من اشعار الفارسی

تاشو و خاک رہ آن یار پیر میں
 باد بانی گشت موج جو پیرا ہن مرا

کہ کاہیدہ شو و مانند خارے تن مرا
 کشتی جان تا در آب تیغ او افکندہ ام

گر دوش چشم سیاهش سر ز آواز شد	ولہ	چون ستمہا کے رقیبان کر و فریاد می
نامہا یم را کز آب چشم من گردیدہ تر	ولہ	یا دکن غیر ز جواب خشک کے وادی مرا
چو آن سرو چرخان کز سہو شعلہ می شد	ولہ	نہال فاقتم بالیدہ شد از گرمی تپ ما
دیدم چو صبح تیغ جگر گون آفتاب	ولہ	دریا فتم علامت شجوں آفتاب
عاشق کہ شکرین بہت را چو پستہ گفت	ولہ	تشبیہ تازہ زبان شکستہ گفت
حیف باشد چارہ عیانی مجنون نکرد	ولہ	آمدہ با این فراخی دامن صحرایست
خدیجہ عشق نظر کن کہ پس از مرثین	ولہ	خاکم آویختہ بادا من جانان گستاخ
تا گنج روانی بمن اید و ست ہوس شد	ولہ	ذکر تو بہا کی گہر تار نفس شد
جواب بخت من نخواہد دید روئے اقطاع	ولہ	رشتہ آمال صرف پروما کے خواب شد
در شوق بو سہ لب او خوردن دلم	ولہ	باشند بر نگ شیر و شکر در جہان لذیذ
کیکہ از تو سپردہ رہ عدم بر تیغ	ولہ	نہا داساس حیات خوائے صنم بر تیغ

حرف واو

ولی - محمد شمس الدین اورنگ آبادی کنی

ولی تخلص - محمد شمس الدین نام - خاندان مشائخ قادریہ سے تھا - اسکی تخمیناً ولادت ۹۷۰ھ ہجری کے آخر شہر اورنگ آباد دکن میں واقع ہوئی نشو و نما بھی اسی میں کی گئی ہوگی میں ہوا - ابتدائی تعلیم کے بعد میں بس کی عمر میں تحصیل علوم کا شوق دلی میں پیدا ہوا خاندان و خانمان و وطن سے جلا ہو کے سفر اختیار کیا - اس زمانہ میں احمد آباد و گجرات دارالعلم تھا - وہاں مولانا وجہ الدین العلوی لکھنوی المتوفی ۹۹۹ھ کا مدرسہ شہور تھا

ہند میں بغداد کے بدریہ نظامیہ کا ہم کپہ تھا۔ دور دور سے طلبہ جوق جوق آتے تھے
 مدرسہ میں داخل ہو کر علم و فضل سے کامیاب ہوتے تھے۔ ولی بھی دکن سے احمد آباد
 گجرات میں آیا۔ اور مدرسہ میں فرودکش ہوا۔ طلبہ کے زمرہ میں شریک ہوا۔ مدت تک
 علوم ظاہری و باطنی کی تحصیل میں مشغول رہا۔ چند سال کے بعد بقدر ضرورت استعداد
 و لیاقت حاصل کر کے علوی خاندان میں خانقاہ کے سجادہ نشین سے طریقہ قادریہ
 میں بیعت کی پہلے اپنے اصلی وطن اور گائے و دکن میں مراجعت کی آخر و احباب کی ملاقات
 سے مخطوظ ہوا۔ آزادانہ مشرب و رویشانہ مذہب کہتا تھا۔ صلح کل کے طریقہ پر چلتا تھا
 قناعت پسند و متوکل مزاج تھا۔ دنیا و مافیہا سے متنفر تھا۔ گوشہ نشینی و تنہائی کو
 پسند کرتا تھا۔ صوفی المشرب ہونیکی وجہ سے ہمیشہ کتب تصوف مطالعہ میں کہتا تھا
 شعرا کے دواوین مثنویات کو اوراد و وظائف کی طرح حفظ کرتا تھا۔ طبیعت میں زوہنی
 خدا وادہ تھی۔ زوہ طبیعت قوت فطرت سے ریختہ گوئی کا فن ایجاد کیا۔ اور ریختہ میں
 ایسے ایسے ہستعارے اور کنائے لائے کہ سننے والے حیران تھے۔ اور ایسی ایسی شہیدیں
 اور نظیریں لکھیں کہ دیکھنے والے تصویر بن گئے۔ اکثر تذکرہ نویسوں کا اتفاق اس بات پر
 ہے کہ ولی عالم ریختہ گوئی کا آدم اور اس فن جدید کا استاد و مقدم ہے۔ اور اہل ہائے
 اس ایجاد کی وجہ سے دکن کا نام ہند کے صوبوں میں بڑی عظمت و عزت سے لیا ہے
 اور مورخین نے دکن کے شعرا کا نام طبقہ اول میں لکھا ہے۔ ہم کنیوں کو ولی کے نام پر
 فخر کرنا چاہئے یہ ولی ہی کی کرامت ہے کہ اہل ہند دکن کا لوہا مانستے ہیں اور دکن کی
 استادہی کا اقرار کرتے ہیں۔ بعض نے کورت نفسانی کی وجہ سے اہل دکن کو حقارت کی
 نظر سے دیکھا ہے اور کوئی زبان پر منہ چڑایا ہے مگر جو نصف مزاج تھے انہوں نے لکھا ہے کہ

او اہل میں ہندوین دلی اور دکن دوسری مقام کی زبان ریختہ درست تھی۔ مان تلفظ
 و لہجہ میں ماہہ الاقلیاز نہ تھا۔ دلی کی زبان ہمیشہ خراطیہ چڑھتی رہی اور اہل زبان
 ہسکی درستی کی فکر کرتے کہ یہ رفقہ رفقہ نہایت ہی صاف و درست ہو گئی۔ اور
 دکن میں کسی نے اس زبان کی درستی کے طرف توجہ نہیں کی اس وجہ سے دکن کی زبان
 صاف و درست نہیں ہوئی۔ اب تک دکن کے قصبات بلاد میں دلی کی زبان متعل
 ہے دکن کی استاد دلی کے نام لگی گئی۔ دلی واسے و کمینوں پر پڑھ گئے جیسا کہ تبدار میں
 اہل اسلام نے یونان کے علوم و فنون کو زندہ کیا۔ یورپ فریقہ میں علوم و فنون کی نہیں
 جاری کیں۔ اور مدارس کتب خانے دیار و امصار میں قائم کئے۔ مدارس میں طلبہ اہل
 وغیرہ اسلام مساوی و رجہ میں ہوتے تھے ماہہ الاقلیاز نہ تھا۔ تعلیم تربیت میں بخل نہ تھا
 اکثر اہل یورپ مدارس اسلام سے سفید و فیضیابے کے ہیں۔ اور اہل اسلام کی فقیہ
 سے سیرت شادابے ہیں۔ اور اہل اسلام کو استاد ماننے میں۔ یہ ان کی الوالہ العزیز
 اور عالی ہستی ہے کہ ہمارے استاد دلی کا اقرار کرتے ہیں۔ نہیں تو ہم ننگ ندان فی ہائے
 اس خطاب کے لائق نہیں ہیں۔ واقعہ میں جو شاگرد تھے رفقہ رفقہ استاد ہوئے اور
 استاد تھے شاگردی کے ہی لائق نہیں ہے۔ زمانہ میں اس بطح کے انقلاب ہوئے ہیں
 اور آج یہ ہی ہوتے ہیں گے یہ انقلاب تقدیری ہے تغیر و تبدل فطری ہے مصداق
 ملک الایام نہادو لہا۔ تو ایسی حالات میں کسی پرچون طعن نہیں کرنا چاہئے۔
 دلی شاعر پر کو تھا۔ ہمیشہ کلام کی شیرازہ بندی کرتا کہی قصیدہ لکھتا اور کہی غزل شاعری
 سوز و گم کرتا۔ کہی ستراد و محسن میں طبع آزمائی کرتا کہی باعیا و قطعات میں
 جولانی طبعیت دکھاتا کہی فنونی ترجیع بند میں رجوع ہوتا تھا متواتر اس شغل میں

مشغول رہا۔ رفتہ رفتہ ان تمام طبع راو کا ایک ذخیرہ ہو گیا۔ پہر سکوا سبات کا خیال
 ہوا کہ کل مجموعہ کو حروف تہجی پر ترتیب دینا چاہئے۔ گلاباے متفرقہ کا گلدستہ بنایا گیا
 اور اوراق متفرقہ کا شیرازہ باندھنا چاہئے۔ ترتیب دیوان کی طرف متوجہ ہوا۔ تہوڑے
 ہی عرصہ میں دیوان مرتب کیا۔ ارباب جلسہ معاصرین کی خدمت میں پیش کیا جسے
 دیوان کوثری عظمت نیرنگی کی نظر سے دیکھا۔ تاج مرصع کی طرح سپر پر دکھا۔ پہر ولی کوثری
 مرتبہ اور نگاہ سے احمد آباد گجرات آیا۔ اور دیوان مرتبہ کو بھی جہاں لایا۔ گجراتی شعرا
 دیوان کو دیکھ کر نہایت ہی خوش ہوئے عظمت سے آنکھوں پر رکھنے لگے۔ معاصرین میں
 ولی کی شہرت اعلیٰ درجہ کو پہنچی۔ اکثر ولی کی کرامت کے قائل ہوئے۔ ہند کے اطراف
 وجوانب میں ولی کے شعر و سخن کے چرچے ہونے لگے غزلین قوال و گیت گانے لگے
 بعض نے لکھا کہ بیشک لی کی جہفدر تعریف و تحسین کیجائے بجا ہے۔ ہند میں یہی بنا
 شاعر ہے جس نے ریختہ میں دیوان کامل مرتب کیا۔ یہی پہلا وہ وجد ہے جس نے رنگین قضا
 لکھے۔ سب معاصرین نے اسکو استاد سخن مانا۔ موجودین کی فہرست میں اس کا نام قول
 لکھا۔ فقیر مولف کہتا ہے کہ ولی کو ریختہ میں پہلا شاعر و موجد قرار دینا درست نہیں
 اس لئے کہ دکن میں ولی سے ایک صدی قبل ریختہ میں سلطان علی قطب شاہ بانی سلطنت
 قطب شاہیہ کا دیوان اور اسکے براہوز اسے محمد قطب شاہ کا بھی دیوان مرتب چکا ہے
 دونوں دیوان فقیر و فک کے پاس جو رہے افسوس سی ندی کی تلخیاں فی میں غرق آب
 ہو گئے۔ دیگر فی زمانہ میں نے نواب مختار الملک مرحوم کے کتب خانہ میں وہی دو دیوان
 خوشخط دیکھے۔ وجود میں۔ ان گنت شائفاً فارح الیہ
 ولی احمد آباد گجرات میں ایک شیرازہ مسمی ہوا معانی سے نہایت محبت کہتا تھا

لوگ انکی محبت کو عشق سے تعبیر کرتے تھے۔ ہمیشہ سید صاحب کی رضا کا جوا اور انکی مدح و تعریف میں گویا رہتا تھا۔ ہر وقت انکی خدمت میں سایہ کی طرح ہمراہ۔ ایک لمحہ جلدی کو گوارا نہیں کرتا تھا اتفاقاً انہیں دنوں میں سید صاحب نے بزرگان دلی و وسرہند کی زیارت کا ارادہ کیا۔ ولی بھی ہمراہ ہوا۔ اسوقت محمد شاہی زمانہ عروج پر تھا ترقی و عیش کا ستارہ اوج پر تھا۔ ولی سید صاحب کے ملکہ ولی میں پنچا۔ دیوان مرتبہ بھی ہمراہ تھا۔ ولی کی شہرت ہموئی شعرائے معاصر نے بھی ولی کی خبر پائی جو جوق ملنے کو آئے نہایت محبت و اخلاق سے ملے مہمان کی بڑی خاطر و تواضع کی۔ سب نے شعر و سخن کی داد دی منصف مزاج و حق پسند تھے کلام سے مستفید ہوئے۔ دیوان مرتبہ بڑی عظمت و شان سے دیکھا۔ کثرت محبت سے سروانگہوں پر کہا۔ پھر دلی میں ولی کے دیوان کی شہرت ہوئی۔ شعرائے معاصرین موجودہ بڑی قدر دانی کی۔ سب کے کمال شوق سے عزت کے نگاہوں پر لیا۔ اور نہایت ہی عظمت کے نگاہوں پر کہا۔ دلی کے ہر کوچہ و بازار میں ولی کی غزلوں کے چرچے ہونے لگے تو اہل صوفیوں کی مجلسوں میں گانے بجانے لگے شائع و صوفی سننے سے لذت اٹھانے لگے۔ ارباب نشاط کی زبان پر بھی انہیں کی غزلیں جاری ہوئیں سننے والوں پر وجد و حال کی کیفیتیں طاری ہوئیں شعراء موجودہ کے دنوں میں دیوان نیا نیکا جوش و ولولہ پیدا ہوا۔ ہر ایک ولی کی طرز پر غزلیں مرتب کرنے لگا تھوڑے ہی عرصہ میں اکثر دو اورین مرتب ہو گئے۔

اس زمانہ میں دلی میں سید سعد اللہ گلشن تخلص شائع نقشبندیہ میں ایک بڑے بزرگ تھے۔ ولی آپ کی خدمت میں مستفید ہوا ہے کہ سید صاحب فیض باطنی بھی پایا اور آپ کے فرمانے سے اپنے کلام کو دلی کی بول چال میں ترمیم کیا۔ یہی وجہ ہے کہ محکو دلی کے کئی دیوان

قلبی دستیاب ہوئے۔ انہیں اکثر اشعار بایک دگر مختلف معلوم ہوتے ہیں۔ بعض میں
 ٹہیٹ و کئی رنگ بوسے اور بعض میں ہندی خوشبو ہے معلوم ہوتا ہے کہ پورا دیوان
 دلی کے محاورہ میں نہیں لکھا متفرق غزلین لکھی ہیں۔ اسوقت ہندوستان میں وہی
 مقام کی یعنی دلی و دکن کی زبان مستند و معتبر سمجھائی تھی۔ دکن کی زبان کو دلی کی
 زبان سے مقابل ہونا تعلق شاہ و عالمگیر بادشاہ کی بدولت نصیب ہوا تھا۔

دکن سلاطین بہمنیوں کے زمانہ میں علماء و شعراء و شائخ کا موروثا۔ اکثر علماء تورات
 و ایران سے و اکثر شعراء و ایران و مصر سے و اکثر شائخ عرب علم سے دکن میں آئے ہیں
 سلاطین بہمنیان بزرگوں کی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے۔ علماء و شعراء کو مغزز و عمدہ
 عطا کرتے تھے بجا پور و احمد نگر و حیدرآباد و بیدر و باریں ٹپے ٹپے مدرسہ تہا اکثر
 طلبہ فارغ التحصیل نکلتے تھے۔ انہی کا علمی تصدیق کے لئے دارس کے کتب خانے میں
 بیدر کا مدرسہ موجود ہے اس میں تعلق دار کی کچھری ہوتی ہے حیدرآباد کا مدرسہ جوفی کے
 باہر ننگر حوض کے قریب تہا سمار ہو گیا۔ مدرسہ کا بارغ و سبب موجود ہے اور احمد نگر کا مدرسہ
 بہلی تک قائم ہے۔ اب اس میں محرم میں علم تہا اگر کسی میں اور کچھ اسکے نام سے شہر ہے
 علیٰ ہذا القیاس ہر ایک مقام میں آثار و رسوم باقی ہیں ان کے در و دیوار کے ساتھ
 آثار پدیدست صناید و دکن کے یہ بزرگ کیا عرب و کیا عجم و دکن میں ایسے جہے کہ مر اٹھے
 متوطن ہو گئے تھے۔ اور دکنیوں کے ساتھ شیر و شکر کی طرح مل گئے تھے اور ایسے تعلقاً
 پیدا کئے تھے کہ سب ان کو دکنی الاسل کا اطلاق کرتے تھے۔ ان کی اولاد اسی ملک میں
 پیدا ہوئے اور یہیں کی آب ہوا میں تربیت پائی علم و فضل میں بھی لائق و فائق ہوئے
 میں۔ انہی کا کثر یہاں انہیں خاندان کے باقیات و اصلاحات موجود ہیں۔ ہم ان کے

حالات طبقات دکن کے دوسرے حصہ میں اور عمارات دکن کی کیفیت طبقات دکن کے پانچویں حصہ میں لکھی ہے مطالعہ کیجئے۔

پہر چند مدت کے بعد ولی نے دکن سے احمد آباد گجرات میں مرجوت کی۔ اور وہاں چند روزہ بکرا اور گائے آواہن آیا۔ اور یہاں اس کے چھری میں کتاب مجلس شہداء و کبریا کے بیان میں تالیف کی۔ کتاب ضخیم ہے نظم میں لکھا۔ تھمنا اس جز کی کتاب ہے۔ کتاب ٹیٹ لکھی زبان میں ہے۔ ولی کی وہ مجلس کو فضلی شاعر نے نظم سے نشر کر دیا۔ ولی کی کتاب مشہور ہوئے سنہین پائی تھی کہ فضلی کی وہ مجلس ختم نہ ہوئی زمانہ میں معروف ہو گئی اور سب نے مان لیا کہ شہداء کے بیان میں یہی پہلی کتاب ہے کہ اردو میں لکھی گئی ہے۔ واقع میں اس ولایت کی صفت کا ولی ہی مستحق ہے۔ ولی نے وہ مجلس کے خاتمہ میں لکھا ہے ۵

ہوا ہے ختم جب یو در و کا حال تھا گیا رہ سو ہوا کتا لیوان سال اور عدد جل میں بھی تاریخ کہی ہے ۵

کہا ہا تفنے یو تاریخ معقول ولی کا ہے سخن حق پاس مقبول ہم شعرا کے بیان میں وہ مجلس کے بھی چند اشعار بطور نمونہ گزارش کریں گے۔ تاکہ شائقین مطالعہ سے لطف اٹھائیں۔ وہ مجلس کی تاریخ سے معلوم ہوا کہ ولی شہر ہجری میں زندہ تھا اسکے بعد ولی پھر گجرات میں آیا ولی کا یہ آخر سفر تھا علوی کی خانقاہ میں ایسا بیٹھا کہ مرکز اٹھا۔ کہتے ہیں کہ ۵۵۵ ہجری کے قریب احمد آباد گجرات میں فوت ہوا۔ دریا خان کی نیلی گنبد کے سامنے مدفون ہوا۔

اکثر تذکرہ نویسوں کا اتفاق اس بات پر ہے کہ ولی دکنی الاصل و اورنگ آبادی المولد ہے اور ولی بھی اکثر اشعار میں تذکرہ نویسوں کی تصدیق کرتا ہے اور اس کا لقب العجیب بھی کرتا ہے

جو بزرگ حمدا باد گجرات کا رہنے والا کہتے ہیں اسکی کچھ اصل نہیں اسکا قول اعتبار کے لائق نہیں کیونکہ ان بزرگوں نے اپنی تحقیق میں غلطی کی غور و فکر سے کام نہیں لیا۔ شاید غلطی کی یہ وجہ ہوئی ہوگی کہ مذکورہ نویسوں نے اسکا قصیدہ جو گجرات کے فراق میں ہے اور مثنوی جو سورت کی تعریف میں ہے دیکھ کر یقین کیا کہ وہ گجراتی الاصل ہے اور اس کے نسب کا سلسلہ بھی وجہ الدین علوی سے ملایا۔ اس امر کی بھی کچھ اصل نہیں واقع میں مشائخ اور نگاہ کے خاندان سے ہے اور علویہ خاندان کا مرید و معتقد تھا یہ ہم و جلالین کے تمام نسب نامہ کو دیکھا مگر ان کے کسی سلسلہ میں ولی کا نام نہیں پایا۔ علویہ کے اسباب خاص ایک کتاب میرے پاس جو ہے۔ اور ولی کے نام میں بھی اختلاف کیا ہے۔ ولی دکنی جو عالم ریختہ کا آدم ہے اسکا نام محمد شمس الدین اور ولی تخلص ہے اور بعض نے کہا محمد ولی نام شمس الدین لقب ولی تخلص ہے۔ یہ دونوں قول کا مطلب ایک ہی ہے مگر جرمن میں جو دیوان مطبوع ہوا ہے اس میں ولی کی کیفیت لکھی ہے جرمنی عالم متروک دونوں روایتیں نقل کرتا ہے۔ قوت فیصلہ سے قول فیصل نہیں کہتا۔ جانب لانا جسٹین آزاد نے جرمنی فاضل کی ایک صورت یقیناً لکھ دی کہ الی حمدا بادی گجراتی ہے اور سب سلسلہ بھی جہ الدین سے ملا دیا اور نام شمس و لا ولی اللہ لکھ دیا۔ ناں اس نام و تخلص کا شخص حمدا باد میں تھا شاید شہزادہ تخلص سے التباس ہو گیا۔ علاوہ اس طرح یہ کہ صاحب بیجاپت نے نام گجراتی کا لکھا اور ولی دکنی کا کلام نظیر لایا۔ حضرت آزاد نے خلط ملط کر دیا۔

وہ اشعار جو کمینیت ہونے پر گواہ ہیں

ولی پروا نگہی کرتا تیری ملک و کہن بہتر

یہ مکہ کی شمع سون و شن ہے نہوت تعلیم کی مجلس

ولی ایران و توران میں ہے شہوہ اگرچہ شاعر ملک کہن ہے
 و کہنی زبان میں شعر لوگان کہنے میں اولیٰ لیکن نہیں بولا کہنی ایک شعر خوش شیرین خط
 لب لہجہ سے بھی خاص کہنی ہونا معلوم ہوتا ہے۔

عالم کو تیغ ناز سے بجان نکو کرو غمزے سونے اپنے غارت یا مان نکو کرو
 اس پوری غزل میں لفظ نکو خاص کہنی لایا ہے۔ اور یہ حرف نہی ہے اس وقت سے
 اتنا کہ اس ملک میں مروج ہے۔

ایضاً مثل نکو

نکو کر آشنائی غیر سونے سے سیمت ہرگز نہواے شمع روم ہر سخن میں متعلدن ہرگز

ایضاً لفظ سٹین بمعنی ڈالین

بجائے مہر اگر خاک سرقہ م کی ہے نین میں دلی سٹین تیز رجکت کی گنگ

ایضاً لفظ و مانچہ - بمعنی و مان

شریعت کا جہان ہے شارع عام یوتنکا و مانچہ کر آغاز و انجام

لفظ سنگات - بمعنی ہمارہ

تب سون اٹھیا ہے دسوں ہیرے کا خیال تیرا خیال جسے ہوا ہے میرے سنگات

لفظ باتان - بمعنی باتیں

اے شکر آئندہ سون تجھ لب کی میں آتا لہذا حرف تیز اس کی میں جیسے طوطہ سولہ لہذا

لفظ اپس - بمعنی اپنے

کیا ہوں بر میں آپ کے بارے میں ولی برہ و یا یو قبا مجھے شریف

لفظ بیگی - بمعنی جلدی

گراؤں کے دیکھنے کی ولی آرزو ہے تجھ بیگی آپس کے سفا آر سی کیتین

لفظ سٹ

عالمان دیکھ تجھ فصاحت کون سٹ دے دعویٰ سخندان

لفظ داغان کے گلان

مضام مضام المیہ دونوں کو جمع استعمال کرنا اہل دکن کا خاصہ ہے مثلاً
انبان کے جھاڑان۔ نوآبان کے باغان۔

مجھہ دل کی آچمن میں کر یک نظر ماشا داغان کے ہے گلاسنوں روشن یویش

لفظ دستا بمعنی دیکھتا

کتاب الحسن کا یو مکہ صفاتیر صفا دستا تیری ابرو کی دو مصرع سون کا ابتدا
ولی گجراتی الاصل نہیں تھا بلکہ انہیں بطریق سیر یا تھا گجرات کے فراقیہ قصیدہ کے
بعض اشعار سے معلوم ہوتا ہے

اس سیر کی نشہ سون اول تر داغ تھا آخر کون اس فراق میں کنچا خا تھا

سیر کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ولی گجرات میں بطریق سیر یا تھا نہ کہ وہاں کا متوطن
تھا اگر متوطن ہوتا تو ایسا نہ لکھتا۔

ولی زند مشرب حسن پرست تھا۔ نو جوان حسین کی محبت میں مست تھا۔ پاکیزہ دل

و پاکیزہ خو تھا شگفتہ طبع خندان رو تھا۔ صوفی زندہ دل صلح جو تھا۔ درویش دوست

جگت گرو تھا۔ وہ عشق و محبت کی خاک کا پتلا تھا۔ محبت کی راہ میں چلتا پڑا تھا۔ اور ملک

میں لاکھ پید اس سے محبت رکھتا تھا ان کی وفات کے بعد نہایت غلین و اداس ہوا۔

پھر گجرات میں ایک سید زادے مسہمی بوالعالی سے تعلق خاطر پیدا کیا تا برک سایہ کی طرح

اُن کے ہمراہ رہا اور تہی میں امرت لال و گوہر لال و محمد یار خان کو جو حسن و خوبی کے پتلے تھے بہارِ نوجوانی کے نئے پودے تھے پاکیزہ فطرت سے دیکھتا تھا اور حوالہ الحاقیقین کو یاد کرتا تھا یعنی مصنوع سے صانع کو پہچانتا تھا۔ ان پانچوں کی تعریف میں غزلین لکھی ہیں دیوان میں موجود ہیں ہم ہر ایک غزل سے دو ایک شعر یہاں نقل کرتے ہیں تاکہ ناظرین مطالعہ سے حظ و لطف اٹھائیں۔

کہیداس کی تعریف میں

ہے بسکہ آبِ نگ جیا کہیداس میں
ہے اسکی نگہوں جلوہ ناموج آفتاب
آتا نہیں کسی کے خیال قیاس میں
موتی کی مثل گرچہ ہے سادہ لباس میں

ابوالعالی کی تعریف میں

ہوا مجھ کو لکی جنت میں سوہریک جیون بی
تیرا قد دیکھ اسے تید معالی
لشاک چلنا جو دیکھا بسکیہ میں تید معالی کا
سخن فہان کی ہوئی طبع عالی

امرت لال کی تعریف میں

شمع بزم وفا ہے امرت لال
ماہ نو کی نمط ہے سب کو عزیز
سر و بارغ ادا ہے امرت لال
اس سبب کم نام ہے امرت لال
نعل تیرے بہرے ہیں امرت سون
نام تیرا بجا ہے امرت لال

گوہر لال کی تعریف میں

ہے آج خوش قدی میں کمال گوہر لال
برجائے اسکی دلو کوہوں گلشن بہار
استاد چال سرور ہے چال گوہر لال
آتا ہے جبکہ دلیں خیال گوہر لال

محمد یار خان کی تعریف میں

کیون نہوی عشق سون آباد سب ہندو	حسن کی ملی کا صوبہ ہے صہبار خان
پیچ و تاب میں لان اسوقت میں بیجا نہیں	لٹ پٹی و شارسون آتا ہے ہزارک میں

صاحب ترجمہ زادانہ مزاج تھا سیر و سیاحت کا مشتاق تھا۔ چند و صورت میں رہا۔
و جد و سماع کی محفلوں میں شریک ہوتا تھا۔ رنگون اور سیلون میں بھی جاتا تھا۔ اکثر
و مان کے خوب رویوں کی بھی تعریف کی ہے۔ سورت کی شہنوی شاید حال ہے ملاحظہ کریں
جہاں رہا و مان عشق کا دم اترتا رہا۔ حسینان ہر جہاں پر فریقہ ہوتا رہا۔ ان کے خط
و خال کی وصف میں وقت کو صرف کرتا رہا۔ شہنوی کے چند شعرا بطور نمونہ یہاں لکھتا ہوں

عجب شہر ان میں ہے پر نور یک شہر	بلا شک ہے جگ میں مقصد دہر
رہے مشہور اسکا نام سورت	کہ جاوے جسکے دیکھ سب کدورت
بہری ہے سیرت و صورت سون سورت	ہر ایک صورت ہے و مان انمول صورت
ختم ہے امر دان پر و صفائی	ولی ہے بیشتر حسن سائی

ولی کا کلام ایہام سے پاک و صاف ہے۔ ہر شعر سے سادگی نمایاں۔ اور ہر ایک مصرعے
بے تکلفی عیان ہے۔ بناوٹ کا نام نشان نہیں۔ خلاف واقع کوئی بیان نہیں۔
ان شاعرانہ خط و خال کی تعریف میں اور حسن جمال کی خوبی میں مبالغہ پایا جاتا ہے
اُس زمانہ کے موافق مضامین پاکیزہ و معانی تازہ کا ذخیرہ نظر آتا ہے۔ الفاظ و معانی
بہم ربط و ضبط محاورہ کے مطابق معلوم ہوتا ہے۔ اکثر تراکیب فارسی کا رنگ چھایا ہے
بعض اشعار میں جیسے فارسی کا ڈھنگ لایا ہے۔ سید ہاراد کا کلام ہے خیالی مضامین
ہے۔ اسوقت ہندوستان میں ملی و دکن کی اردو زبان مساوی درجہ میں تھی اسی
دو مقام کی زبان کو مستند سمجھتے تھے مگر ابہ الاقبا چند الفاظ و کئی تھے جو ولی کے

مجاورہ میں نہیں تھے ہم نے چند الفاظ جو خاص دکنی ہشت تر بطور نمونہ مذکور کئے ہیں
اہل زبان تمیز کر سکتے ہیں۔ ولی کے اشعار کے دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ عشق
و محبت کی دریا میں ڈوبا ہوا تھا۔ حسن اعتقاد میں پورا تھا۔ سنت جماعت کے زمرہ میں تھا
اہل بیت پر جان نثار تھا اکثر ان کی محبت کا دم مارتا تھا۔ اصحاب کبار کے ام پر فدا تھا
اولیاء کرام کو بھی حسن ارادت سے یاد کرتا تھا مستغنی المزاج و وضع دار تھا۔ اہل دنیا
غرض و تعلق نہیں رکھتا تھا۔ مدۃ العمر کسی بادشاہ و وزیر کی مدح نہیں کی اور نہ کسی سے
انعام اکرام کا خواہاں ہوا۔ جو کچھ کہا خدا و رسول کی حمد و ثناء میں کہا۔ اہل بیت اصحاب
کرام و اولیاء عظام کو بھی نہیں بھولا۔ جو کچھ چاہا خدا سے اور ان بزرگوں سے چاہا
سبحان اللہ کیا پاکیزہ عادت تھی یہ ہر ایک کام نہیں ہے۔ یہ خاصان خدا کے لئے
مخصوص ہے۔ اور شعر کی طرح ولی کی مزاج میں ہی شاعرانہ تعلی و تہا ہے۔ اکثر شعرا
میں متقدمین و معاصرین شعرا پر چوٹیں کی ہیں ہم شعرا کو شائقین کے ملاحظہ کیلئے
ذیل میں گزارش کرتے ہیں ملاحظہ کریں۔

وہ اشعار جو شعرا متقدمین سے مفاخرہ کیا

رکھہ شوق میرے شعر کا شوقی حسن آوے شہو جیوں کر سخن اس بلبل تہریر کا سے اسکو یقین اٹھ جان ولسو حسان عجم کر گر بو علی سینا دیکھو دفتر ترے اخلاق میں	رجا ہے اگر حکمین ولی پہر کہ روجی بار یوں شعر تیرا سے ولی مشہور ہے آفاق میں تجہ حسن کی تعریف میں جب بیختہ ہو تیری تواضع دیکھ کر جابجایے ایجان ولی
---	---

تیرے سخن کی نغمہ رنگین کر سن ولی
ڈوبیا عرق کیے بیچ عراقی عراق میں

وہ اشعار جو شعراء معاصرین سے تفاخر کیا

آزاد سے شاہون یہ مصرع مناسب تیرے اشعار ایسے شراقی ولی مصرع فراقی کا پڑھوں تب جبکہ وہ ظالم اشرف کا یو مصرع ولی مجھ کو ہے دلچسپ پڑے سکر اچھل جیوں مصرع برق	جس سے کہ یار ملنا ایسا ہنر نہ آیا کہ جس پر رشک آویگا ولی کو کمر سون کہنچیا خنجر چڑاتا آستین آدے الفت ہے دل جان سون مجھے میم گرو اگر مصرع لکھوں نا صر علی کون
--	--

ولی کے جواب میں افضل خان سرخوش نے نا صر علی کی تعریف میں ایک رباعی لکھی باء علی
ایک مصرع ولی کے شعر کا جواب ہے رباعی

در ملک سخن بود جہا نکیر علی باشعر علی نمیرسد شعر ولی	در مشرب دل ولی علی پیر علی زان سا کہ خط نمیرسد بخط غیر علی
---	---

بعض نسخ میں بجائے ولی کے مرقوم ہے تقدیر اول میں جواب ہوتا ہے اسی لحاظ سے
یہاں نقل کیا گیا۔ اسی مصرع کے مضمون کو عزیز کوئی نے اردو میں ترجمہ کیا۔ اور یہ شعر
نا صر علی کے طرف منسوب ہو گیا۔ واقع میں نا صر علی کا نہیں ہے۔

با عجاز سخن گراوڑ چلے وہ	ولی ہرگز نہ پہنچے گا علی کون
--------------------------	------------------------------

من اشعار الہندی

تجہ لب کی صفت لعل بدشاہ کہو گا دی حق نے تجھ باو شاہی سن مگر کی زخمی کیا ہے مجھ تیری پلکوں کے انی نے دیکھنا صبح تجھ رخسار کا	جاو ہے تیری نین غزالان سے کہو گا یہ کہ شور ایران میں سلیمان سے کہو گا نہ ختم ترا خنجر بہالان سے کہو گا وہ ہے مطالع مطلع انوار کا
--	---

یاد کرنا ہر گہری تجہ یار کا ولہ
 آرزو کے چشمہ کو شربت نہیں
 بلبل و پروانہ کز مال کے تئیں
 کیا کہے تعریف دل ہے نے نظیر
 گر ہوا ہے طالب آزادگی
 سب نکل منزل شبنم ہوئی
 اسے ولی ہوتا میری پرتار
 یونانی نکر خدا سون ڈور ولہ
 ہے جدائی میں زندگی شکل
 اس سون جو آشنائی ڈور کری
 آرسی یکہ نہو مغرور
 اسے ولی غیر آستانہ یار
 جب صنم کون خیال باغ ہوا ولہ
 فوج عشاق و یکہ ہر جانب
 پان سین تجہ لبان کے سرخ ہوا
 دل عشاق کیوں نہورین
 اسے ولی گلبدن کون غمیں کہہ
 جسوقت سے میری توبے حجاب ہوگا ولہ
 مت چاچین ہوں لہ بلبل مت تم کر
 ہے وظیفہ مجھ دل بیمار کا
 تشنہ لب ہوں شربت یاد رکھا
 کام تھا تجہ چہرہ گلزار کا
 حرف حرف اس مخزن ہزار کا
 بندت ہو سب وز تار کا
 دیکہ رتبہ دیدہ بیدار کا
 مدعا ہے چشم گوہر بار کا
 جگ سنہائی نکر خدا سون ڈور ولہ
 آجہائی نکر خدا سون ڈور
 آشنائی نکر خدا سون ڈور
 خود نامی نکر خدا سون ڈور
 جہہ سائی نکر خدا سون ڈور
 طالب شہ فراغ ہوا ولہ
 ناز میں صاحب دماغ ہوا
 جگر لالہ داغ داغ ہوا
 جب خیال صنم چراغ ہوا
 دل صبرگ باغ باغ ہوا
 ہرزہ تجہ جلاک سون جو آفتاب ہوگا ولہ
 گرے سو تجہ یکہ کی گلگل لب ہوگا

ست آئینہ کو دکھلا اپنا جمال روشن
 نکلا ہے وہ شکر تیغ ادا کوں لیکر
 رکھتا ہے کیوں جفا کو مجھ پر اور ظلم
 مجھ کوں ہوا ہے معلوم است جام خون
 یا تف نے یوں دیا ہے مجھ کو لی بشارت
 تجھ میں عالم تاب جو عاشق و شیدا ہوا
 سینہ میں اب محشر ملکوتین کو لکھ کر وہ
 پایا ہے جگ میں سے ولی وہ لیلی مقصود
 لیا ہے جب سے مومن طریقہ خودمانی کا
 بیتل تجھ کے کعبہ میں چلے سو جبر و ستا
 کیوں کرے آلودہ زر جگ منی صید و
 بلہوس کہتے ہیں دائم فکر نگار عاشقان
 یو کنار می مکہ پہ تیری نے رینجا و سنہین
 حار بھرنے جسکے دیا ہے درد و دل مجھ کوں
 عجب نین گر گلان روڑین کیلے کہ صورت قمری
 تا حشر ہے بوسے گلاب سکے عرق سے
 سایہ ہوم اس بنبرنگ پر طوطی
 کہینچیں اسل کہیاں منے جون کحل الجوار
 ہرگز سخن سخن گولا و سے نہ زبان پر

ولہ

ولہ

ولہ

ولہ

ولہ

ولہ

ولہ

تجھ مکہ کی تاب لکھے آئینہ آب ہوگا
 سینے پہ عاشقان کے اب تجھ اب ہوگا
 محشر میں تجھ میں آخر میرا حساب ہوگا
 تجھ انگھڑیاں کئے کیے عالم خراب ہوگا
 اسکی گلی میں جا تو مقصد شتاب ہوگا
 ہر خوب رو کے حسن کے جلوہ ہوں بے پروا ہوا
 جو تجھ میں کے جام من می پی کھتا لاہوا
 جو عشق کے بازار میں مجھ کوں من سو ہوا
 چڑھا ہے اسی پر تے رنگ حیرت افزائی کا
 زرخندان میں تیرے مجھ چاہ زرم کا اثر دتا
 ہے علم اور محفل صورت شیر طلا
 ہے ہوس کی صدا سینہ میں تدبیر طلا
 سورہ یوسف کو لکھا گرد تحریر طلا
 رکھوں نشہ من انگھڑیاں میں گروہ مست آوے
 ادا سوں جب چمن تیرے وہ ٹھنڈے اڑے
 جس سے کیا روہ گل پیر میں آوے
 گر جواب میں وہ نوخط شیریں بچن آوے
 عشاق کے گرا ہاتھ وہ خاک چرن آوے
 جس میں میں کیا روہ نازک بدن آوے

وحدت شاہ ہدایت اللہ چارکائی رنگ آبادی

وحدت تخلص شاہ ہدایت اللہ نام رہ بندی الاصل خواجہ مخدوم عظم کی
اولاد میں تھا۔ بلکہ چارکار میں پیدا ہوا۔ صغیر ہی میں والد ماجد کے ہمراہ دلی میں
آیا۔ تحصیل علوم میں مشغول ہوا۔ چند مدت میں علوم فنون میں فارغ التحصیل ہوا
مدت تک میرزا عبدالقادر بیدل کی صحبت میں رہا مزار ایاقت و قابلیت کی وجہ
وحدت کی تعظیم و توقیر کرتا تھا۔ پھر دلی سے دکن میں آیا۔ اور گنگ آباد میں شاہ قلم در
شہید کام آیا ہوا۔ حضرت بابا شاہ مسافر کے تکیہ میں سکونت اختیار کی۔ اسوقت
تکیہ میں بابا شاہ مسافر کے سجادہ نشین محمود صاحب تھے۔ حضرت بابا مرحوم نے
تکیہ میں نہر بارو پیہ خرچ کر کے عمارات عالیہ تعمیر کرائے۔ اور زمین ایک نہر نکالی
جب زمین کو کھدوایا اسوقت زمین سے ایک پاجوش ن ہوا اس کثرت سے پانی
نکلنے لگا کہ عقل انسانی دیکھنے سے حیران ہوتی تھی بموسم گرا اور گنگ آباد میں اکثر
پانی کا قحط ہوتا تھا جب یہ نہر برآمد ہوئی ہے تب سے حیوانات کے لئے یہ نہر چشمہ
آبجیات ہے۔ تشنگان نہر محمود آب و مسجد اقدس خیلے باصفا
اتمام یافتہ خانقاہ میں ستون سنگیہ سے تراش کے قائم کئے ہیں۔ نہایت
خوش رنگ و خوش صنع معلوم ہوتے ہیں۔ تکیہ کے اطراف میں حجرے مصفا و پاکیز
درویشوں کے رہنے کے لئے تعمیر کرائے گئے۔ تکیہ کے بیرون دروازہ ایک حوض بشکل
دریا تیار کرایا گیا۔ چشمہ کا مخزن بلندی پر ہے بلندی سے پانی نہایت خوبی کے ساتھ
ریزش کرتا ہے۔ اور دوسرا حوض تکیہ کے اندرون واقع ہے نہایت جوش و خروش سے

اُسکا فوارہ نکلتا ہے۔ تکیہ کا تمام صحن گلباسے رنگا رنگ سے سیر ہے اور دست بھین
 بہار سے کم نہیں ہیں۔ نہایت پر فضا مقام ہے اُسکے دیدار کا شوق زیادہ تر ہو جا
 اور دل اسکی سیر سے سیر نہیں ہوتا۔ تکیہ کی تعریف جس قدر کی جائے کم ہے
 اگر فردوس پر روئے زمین است ہمیں است ہمیں است وہمیں بہت
 شاہ ہدایت اللہ ایسے مکان پر فضا میں کمال توکل فضا سے زندگی بسر کرتا رہتا تھا
 نہایت ہی ستغنی المراج ذکی لفہم و زمین تھا خوش طبع و خوش وضع۔ شعر خوب
 کہتا تھا۔ مہجری میں فوت ہوا اور رنگا رنگ دین مدفون کیا گیا۔

من الشعراء الفارسی

<p>خود بخود بشکند از موج صفائیشہ ما گھر آبلہ بس مزد ہنر پیشہ ما جامہ شید ہو و در دہ شیشہ ما ہست در خامہ نقاش گد ریشہ ما میترا و می گلگون از رنگ ریشہ ما</p>	<p>دارد آسب نراکت دل نعم پیشہ ما ہمت ز مکافات عمل مستغنی است صاف نیزنگی ما نشہ دیگر دارو ما درین باغ نہال چمن تصویرم وحدت از ساغر حیات می نابی دہم</p>
---	--

واحد میرحفیظ اللہ اور نگاہادی

واحد تخلص۔ میرحفیظ اللہ نام آپ میرنجیب الدین سید عبداللہ کے فرزند ہیں
 سید صیح النسب ہیں۔ آپ کے جد بزرگوار عالمگیری زمانہ میں پانچہزار ہجری سے سیر فرما
 تھے۔ امر میں معزز و مکرم تھے۔ واحد کی ولادت اورنگ آباد میں ہوئی۔ اور اسی شہر
 کی زمین میں نشوونما پایا۔ اور اسی ملک آپ ہو امین پرورش پائی۔ یہیں کے علما کی

خدمت میں استفادہ کیا۔ کتبِ سیاریہ و قدسے عربیہ فراغت حاصل کی۔ کچھ شاعری کا شوق ہوا۔ کہنے لگا۔ رفتہ رفتہ کلام میں شستگی و دستگی آنے لگی شعرِ معاصرین کے مزہ میں شمار ہونے لگا۔ پچھلی نرائن چمنستان شعر میں لکھتے ہیں کہ مؤذن و خوش فکر ہے اسکا کلام رنگینی و نمکینی سے بہرا ہوا ہے۔ لطفِ مزہ سے خالی نہیں۔ نیک سیرت و خوش خصلت تھا یا رانِ ہم صحبت کے ساتھ خلاقِ اشفاق سے لگتا تھا۔ آسودہ جلال تھا۔ سرکار سے معاشِ معتد بہ و منصبِ برقرار و بحال تھا۔ برکتِ وفیق نواز تھا۔ شمسِ مجری میں فوت ہوا۔ من الشعراء احمدی

آر سی کو دیکھ جو رون نے دھشان کر دیا نامہ درو جدائی لکھا دلدار کو آفتابِ طبع واحد نے زمین شعر کو رونقِ بزمِ نہیں شمعِ رخ ساقی بن	دردِ بقیہ کو خورشید تابان کر دیا خون کے شکر سے آنکھوں نے افشان کر دیا معنی رنگین بعلون سے بدخشان کر دیا گرچہ اسباب طرب بکھو تھیا سب
---	--

واضح - مرزا علی صغراصفہانی

واضح تخلص - مرزا علی صغرا نام۔ وطنِ صفہان ہے۔ بقدر ضرورت استعداد و لیامت علمی کہتا تھا۔ فارغ التحصیل نہیں تھا مستعد طالب العلم تھا۔ شعر گوئی میں لائق شعر خوب کہتا تھا۔ وطن میں پیشہ زرخشی کرتا تھا۔ آخر اس پیشہ سے دست بردار ہو کر باسید کامیابی ہند میں آیا۔ سیکا کول دکن میں پہنچا مگر زمانہ موافق نہیں آیا ایک ایک اسرارِ محنت دار باقی کو روانہ ہوا۔ یہ واقعہ شمسِ مجری میں واقع ہوا اسلی شعارہ

پس از ریش غار دروے آمدن از یسانی	آوارے میکند اربابِ ہمت را پریشانی
----------------------------------	-----------------------------------

روئے استاد نسیب لڑیں ریزش سحاح | اہل ہمت را پریشانی قرارے میکند

وحشی - مولانا وحشی کا شانی

وحشی تخلص - مولانا وحشی نام - آپ کا شانی المولد ہیں - عالم و فاضل و شاعر و کاتب
مولانا محقق شاکر دہلوی - آپ ۱۹۹۹ء ہجری میں شہر لڑیں تھے - ابو تراب بگ -
فرقتی سے نہایت محبت و الفت کہتے تھے بعض نے آپ کی الفت کو عشق سے تعبیر کی
ہے - فرقتی کی جدائی میں ایک مصرع کہا عمار کو کٹر و مسل ابو تراب سان بد حال گئی
میں مشہور ہے نام عمر آپ کی شاعری غزل گوئی میں صرف ہوئی - کلام گہل و شبنم
ہوتا ہے - وطن سے ہند میں پہنچا - تفرق مقامات میں - آخر کو کتبہ و کتبہ بن
آیا عبد اللہ قطب شاہ کے سایہ عنایت میں رہے لکھا ناظم میرزا کو کتبہ و کتبہ بن
میں فوت ہوا اور دکن میں مدفون ہے اتنی کلامہ - صاحب یا فاضل شعرائے مدنی لکھا
گو لکندہ و کتب لکھا - حسن الشعراء الفارسی

فشاں از عرق ہر گدا زلف خیز فشان را	دل	برون آرد زلف مست شہر ہامی آبجیان را
ندارد آسمان ہم در خواہیم بس کا		ازان ہرگز ندیدم ہر دو خوش دستان را
ز آسب بوسہ دیدیم ہر پاسے ریشانی		یارب و گر کہ بوسید آن ناکستان را
گر سرشک آتشین بیزر دل میں دورست	دل	شعلہ تو اندکا باد شہر از خوشش را
دور از چشم در نظارہ را مسماہ کرد	دلہ	ہر نگاہے خنجرے گروید و در دل کار کرد
از شوق سوختن دل میں ہوا گرفت	دلہ	بانے کہ چرخ نامزد جان لالہ کرد
گشتم چنان ضعیف کہ در گلشن صال	دلہ	ہر دم مرا نسیم بسوئے و گر برد

تا چشم نیم مست نہ را دید روزگار ولہ خاک سبب کا چشم غزالہ کرد
شب گزاری می تل بی خورد و خوراک ہم کردی ولہ آنقدر گرم گشتی کہ کباہم کرد می

وصل - مرزا ترک علی بیگ اورنگ آبادی

وصل تخلص - مرزا ترک علی بیگ نام - اورنگ آبادی المولد آپشہ نظام الدین
اورنگ آبادی کے مرید صادق الاعتقاد تھے۔ باوجود استعداد علمی بمصدق شاعر
نملک مردم ناوان و پغمان ملو تو ان فضلی و دانش مین گناہ بست
دنیوی جاہ و ثروت و مال و دولت سے کچھ نفع نہیں اٹھائے۔ ورویشی کے سبب
شہادت قدم ہوئے۔ مدۃ العمر قناعت توکل پر زندگی بسر کرتے رہے۔ ہمیشہ ذکر و شغل میں
مغروٹ و مشغول رہتے تھے۔ حقائق تصوف معارف معرفت میں فروید تھے۔ ملک
توحید و تجرو میں وحید تھے۔ شاہ صاحب کی خانقاہ میں سکونت پذیر تھے شاہ صاحب
اکثر مرید آپ سے استفادہ پاتے تھے ذکر و شغل کے طریقے سیکھتے تھے۔ میان اصل کے
دلیں محبت الہی کا جوش و خروش تھا۔ کثرت محبت و عشق میں ہوش سے بیہوش تھے
جمعہ کے روز شاہ صاحب کی خانقاہ میں مجلس سماع منقذہ موتی تھی شہر کے اکثر شاخ
شریک مجلس ہوتے تھے۔ اکثر پروردگار کی کیفیت ظاہری ہوتی تھی کثرت وقت
و جوش محبت سے ایک کے آنکھوں سے لگا و جھٹکا جاری ہوتی تھی علی الخصوص آپ
شاہ صاحب کے میدان خواص سے تھے آپ کی کیفیت حالت سب سے نرالی تھی آپ عالم
محو تکے دریا میں ڈوبے ہوئے تھے۔ خودی سنجو و اور جوش سے بیہوش ہوتے تھے
شاہ صاحب کی نظر توجہ اوروں کی نسبت آپ ہی پر زیادہ ہوتی تھی۔ آپ بزرگ کامل

وصوفی واصل تھے۔ مقامات تصوف کے واقف حقائق الہی کے عارف تھے۔
 شاعر خوش فکر و موزون الطبع تھے۔ شوق و ذوق میں طبیعت کی جولانی سے اکثر شعرا
 آباد موزون کرتے تھے رفتہ رفتہ شعرا کا بڑا ذخیرہ ہو گیا۔ آپ کے شاگردوں نے
 کمال شعرا متفرقہ کو بہتر ترتیب حروف تہجی جمع کر کے اور لکھا ہے منتشر کا شیرازہ باندھ کر
 گلہ ستہ بنادیا۔ دیوان کمال مرتب ہو گیا۔ ہر کو آپ کے دیوان کا منتخب ملا ہے۔ ترجمہ
 کے خاتمہ پر بطور نمونہ گزارش کرینگے تاکہ شائقین مطالعہ سے لطف ٹہا میں آپ کا کلام
 توحید و تصوف کے مضامین سے بھرپور ہے۔ آپ کے ہر ایک شعر کا مطلب پسند
 و دلاویز ہے۔ صاحب تحفہ الشعر لکھتے ہیں کہ فارسی میں آپ کے دو دیوان تھے۔
 آپ کے ایک دیوان عالم شباب میں لکھا تھا دوسرا دیوان عالم شب میں تیار کیا۔ ہر ایک
 دیوان کا رنگ نرالا ہے۔ ہر گلے رازناک ہوئے دیگر است انتہی۔ دوسرے دیوان کا
 انتخاب بھی ہر کو تلاش کے بعد ملا اسمین سے ہی ہم چند اشعار دیوان اول کے اشعار کے بعد
 لکھیں گے۔ تاکہ شائقین کو دونوں کے مقابلہ سے ماہ الا متیاز ہو جائے۔
 کسی تذکرہ نویس نے آپ کی نسبت ولادت و وفات کی کیفیت نہیں لکھی۔ مگر ہر کو تحفہ
 کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ۶۳۰ھ ہجری میں زندہ تھے۔ اور ۷۸۰ھ ہجری میں
 اس رافانی میں موجود نہیں تھے۔ آپ کا انتقال ۷۸۰ھ ہجری کے قریب میں ہوا
 پیرو مرثیہ کے مقبرہ میں مدفون ہوئے۔ آپ کے مرثیہ کا مرتبہ شریف محلہ وال شادی
 اور نگ آباد میں واقع ہے۔ مرتبہ گنبد خوشنما بنایا ہوا ہے۔ یزار و تبرک۔

صاحب تالیف تھے علم صرفت جو اہل التصریف۔ اور شرح جو اہل التصریف زبان عربی
 اور دیگر شرح جو اہل التصریف زبان فارسی۔ اور ایک فصاحت ترکی۔ اس کتاب میں

امثالین قطعات بین هر یک قطعه من اسامی شیا و ما يتعلق بها علیها علی کلمه مثلاً
قطعه البر و ما يتعلق بها و قطعه الا طعمه و ما يتعلق بها و قطعه البحر و ما يتعلق بها علی نذر لقیاس

اشعار من الدیوان الاولی

<p>از دل ماروشن چومه جام صفاداریم ما کار ما بکشاید از ادا و پیران بیشتر راست بر سر و قد ما بجامه عریانست نور و زرق از سبکتری بساحل میرسد تازه گرد و روح من ز رشک آه و عشق او ز جوش گریه شوق تو نقص من پیداست از زرق غبار تو در دل گره دارد و حد از ره دل چه عیش کند از نشا و هر پروانه یافت خلعت ز لیلین سحر عشق بنارم از فروغ حسن من آن دایع محبت را نباشد خوف از رنج و بلا کامل عیار از را ساکان جفس نفس مقصود حاصل میکند نکته گوهر صفت را نفس صالح لازم است و اصل بیان ماست بر پافن بدیع بهر فروغ دل از ضعیفان مد طلب در سینه ما گوهر ذاتی چو گره بست</p>	<p>یک طریق از ابتدا تا انتها داریم ما قامت خم گشته محراب عا داریم ما هستی خود عقد بند قبا داریم ما این صدر گوشتیم آدا ز کف یا مرا راحت از ناله دل این آب و هوا باشد مرا بود حباب صفت خانه پر آب مرا معدن از لعل تو دارد در جگر خون ما شاخ گل شکسته نه بیند بهار را ز نیشان شد آتیا ز عاشق نواز ما که نواز مهر زخانش بود صبح قیامت چو پاک از گرمی آتش طلای صفا و بغش را ره بود پر گوهر طلبم غواص را گوش باید چون صدف تابش و غطا پیدا است از معنی ما اختراع ما اذا احسن بست بر روشن چراغ ما جز گوهر بگفتا نبود در صدف ما</p>
--	--

<p>تو اشدت گرم بر رخ تو اشتیاق ما دل چو آرزو از علائق شد بہ نیرنگی صیغہ دم آن مہر تابان تا کہ بردارو نفا افتد بجان سدا ز زمام فراق ما شتافت شیشہ ہرگز نہیں رنگہا در تماشا گاہ شش سہر آرد آفتاب</p>	<p>آپنے اٹھا میں یوان قرب کئے۔ قافیہ الف۔ ورو فی الف۔ قافیہ الف۔ ورو فی الف۔ علیٰ ہذا لقیاس۔ ہر حرف کا لحاظ قافیہ ایک ایک یوان ہے۔</p>
--	--

وفا۔ محمد امین ایلمچو می براری

وفا نخلص۔ آقا محمد امین نام۔ آپ حکیم محمد تقی خان اصفہانی کے فرزند میں آپ کے والد حکیم صاحب عالمگیری ریانہ میں اصفہان سے ہند میں وارد ہوئے مدت تک اصفہان کے بہادر کی رفاقت میں رہے۔ خدمات شائستہ کے بعد منصب ہزاری دارت اور سات سو سوار سے سرفراز و ممتاز ہوئے تھے۔ نواب اصفیاء مرحوم آپ کی بڑی عزت و آبرو کرتے تھے۔ اور آپ برار کی نظامت پر مقرر تھے۔ دلاور خان و عالم علی خان کے محاربات میں محوض خان بہادر کے ہمراہ حضور کے معین و مددگار رہے ہیں۔ آقا محمد امین علیہ السلام ہجری میں یلیدہ ایلمچو پر میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کے سایہ عاطفت میں پرورش و تربیت پائی۔ کتب درسیہ ملائح محمد زمرانی و مولوی شیخ مصطفیٰ انسان سے تحصیل کیں۔ اور شعرو سخن میں ہی انہیں دو بزرگ سے اصلاح لیتے رہے مدد العمر شعر گوئی و انتشار داری میں رہے۔ حدیث فقہ و معقول میں بھی کامل تھے۔ درس و تدریس میں زندگی بسر کرتے تھے والد کے فوت ہونے کے بعد آپ نے جاگیر منصب کی تلاش نہیں کی۔ توکل قناعت کی جاگیر میں جاگزین و گوشہ نشین ہوئے۔ جو کچھ

یو میر برار میں حکام سے ملتا تھا اسپر قانع تھے۔ زائد کے طالب نہوئے۔ درویش سیرت
 فانی مشرب خاک طینت صوفی مذہب تھے۔ فرارح میں تواضع و خاکساری عیشیہ تھی
 آپ کی صحبت میں مہشت نیوں کو لطف سرور ہوتا تھا۔ بزرگ با کمال تھے فرشتہ خصا
 و پاکیزہ خیال تھے۔ طبیعت موزون تھی نظم کلام میں الہی آبدار و درشاہوار پر ہوتے
 معانی تازہ کا جلوہ دکھاتے تھے۔ آخر آپ ۳۹۳ھ ہجری میں اس زفانی سے بہشت
 کو روانہ ہوئے اور بلدہ ایچچوہر برار میں مدفون ہوئے۔

بلدہ ایچچوہر برار میں حضرت شاہ عبدالرحمن ولد شہید کا روضہ منورہ واقع ہے سالانہ
 ربیع الاول میں آپ کا عرس بڑی عظمت شان سے ہوتا ہے۔ آپ کے عرس میں
 بہت خلایق جمع ہوتی ہے۔ روشنی چراغان نہایت تکلف سے ہوتی ہے و فغانے
 چند فقرے چراغان کی توصیف میں لکھے ہیں

اگر زبان برنگ شعلہ ہمیں آتش شود فقلہ بیان روشن نہیں تو ادا نہ ہو۔ و اگر تقریر سیر پا
 غرق لُج جہر و نرمی گرد و خبر بسان خشتک مغرے تو ادا نہ ہو۔ از عکس چراغان
 میان دریا و یرہ تماشائی شعلہ تریمس۔ و از فیض بے پروا خرمی بر سطح تن زلال حیرت
 از موج لباس ز تار و زار و از حجاب تلج یا فوت بر سرازیر نجوم بنگلہ مانے چراغان
 کار روشنی چند از قلع پذیرفتہ کہ آسمان باین ہمہ ستارہ و ماہ غیر از دست گاہ رنگ زمی

بنید و ختہ

زمین تا آسمان باشد گل نشان
 گل خورشید ہر جانب شگفتہ ہست
 کہ چون پروانہ گرد و دل پریشان

تعالی اللہ کہ از جوش چراغان
 چند گل خورشید در نہفتہ ہست
 شعاعی ہر چراغ ہست چندان

شود پیرایہ نظارہ گلگون
 بہار آتشی در عالم آب
 خراہد ہر نگہ آئینہ در بر
 کہ اینجانشش جہت لبریز نور است
 کہ روشن می کند از غب تا شرق
 بلند از ہر طرف فوارہ نور
 کہ شد نظارہ ہمارا دست و پا گم
 کہ بہت از قدرت حق معنی نشا
 چراغ دل توان روشن نمودن
 چراغ دیدہ را روغن ز نور است
 ز دل در معنی ہر شے نظر کن

ز سیر این چہ راخان پرفسون
 بہ بین عکس چہ راخان در غم آب
 صفا از بس گرفت آفاق کبیر
 تا شا محو انداز سرور است
 خمیر این چہ راخان باشد از برق
 شد از جوش ضیا نزدیک دور
 مگر بحر خود آمد در تلاطم
 از بین سیر بہار عالم آرا
 بود کہ بہرہ ات آگاہ بودن
 بین گرفت در دلت شمع شعور است
 بہر حال اندک از نظا ہر سفر کن

مرزا افضل قاضی شال تحفہ الشعراء میں لکھتا ہے کہ عاصدین نے نواب صفحہ بہادر کی
 خدمت میں میرے طرف سے بدگمانی پیدا کر دی نواب خوش ہوئے اور مجھ کو معتوب کے
 آخر نواب سید شریف خان بہادر شجاعت جنگ صوبہ دار بنانے کمال قدر دانی
 مجھ کو اپنی سرکار میں بخشی مقرر فرمایا کہ ایچ پور میں ہمراہ لے آئے۔ آقا صاحب کی خدمت میں
 حاضر ہوا۔ نہایت محبت سے لے اور ایک روز میرے عزیز بنائے۔ پھر آئے۔ سر فرما فرمائے
 اپنی طبع زاد سائے اور سنے۔ دیر تک خوب لطف دیا غرض کہ مرزا وفا خلیق تھے مدعا
 غریقی رحمت کرے۔ اور لچھی زائن شفیق اور نگاہ آبادی نے گل عنایں لکھا کہ جناب
 وفا صاحب جہمہ السہیحی من حبلطیب ناظم اور نگاہ نواب معین الدین ایچ پور کے ہیں

آئے تھے ایک سال تک قیام کر کے ۸۲ھ ہجری میں المیچو پر مرجعت کی۔ اقامت کے زمانہ میں اکثر حضرت میر غلام علی آزاد کے دولتانہ پر آتے تھے مگر سہ کرک لاقات کا اتفاق ہوتا تھا۔ بزرگ سیرت و صاحب کمال تھے انتہی کلامہ۔

بہار و خزان کے مولف نے لکھا کہ وفا صاحب جمہ نے محکو خط لکھا کہ اس غزل کے چودہ مین مین سے چودہ برس مین موزون کیا۔ فی الواقع اس غزل کا ہر ایک شعر مضامین بلند و تلاش ارجمند سے سرانجام پایا ہے مگر نسخہ قدیم میں ایک شعر کم خوردہ ہو گیا برابر برما نہیں گیا اس لئے صرف تیرہ اشعار لکھے گئے انتہی کلامہ صحو ھذا

گل کند چون غنچہ موج خندہ زین پیمانہ ام
بحر و بر آستین دارد جو اہر خانہ ام
خاک ناکر ویدہ میگردد ہوائے دانہ ام
گشت از پیر سی دولابا بازی طغیانہ ام
گر گشتم از گوشہ زنجیر یا دیوانہ ام
روشن از دل کرد شمع سوختن پروانہ ام
نہ سبوی شیشہ بخشہ نشانی پیمانہ ام
تا فلک چیدہ است نامہ وار می پیمانہ ام
کرد شب روشن سواد سوختن پروانہ ام
پیش این جہل شنایان معنی بگمانہ ام
از سخن معلوم استعدا و استادانہ ام
چون خامیر است با خود جگر بخانہ ام

بادہ عشرت و دجام لب جانانہ ام
کان یا قوم ز دل وز ویدہ ام گوہر شمار
باشہر چمنی پرواز دارد اشک من
نہ صفت ز برق ست سرعت سبک نہ تر
و امن شت جنون اگر کف ندان عاقلی ست
بر چرخ رسم ظاہر متعمد امن فشانہ
ہست کیفیت پذیرد گردش چشم تو دل
کیست تعمیر نماید بہر عشق پاکبانہ
داشت و بر و فتر بال و پر از تعلیم شمع
گر بود مخفی ز ناقص فطران قدیم بجا
می کند عواصن بحر معنی روشن گہر
رنگ پا بوشن فاسان نمی بدست

خواب شیرینم نیک نبرد و چشمم از اشک شور
از خموشی گر بگوش خود رسد افسانه ام

من الشعاع الفاسی

سیه کاری نماید سنگدل از غرو نشان پیدا
نشان زن کمردقت شناسان باشد حاصل
ز جام خون جگر میر خرو چگونگی شود
در دو عالم نعمت دیدار معشوق رست
ترب هر جا هست با جان چو در بطریق
غماوشی بگریه رست معشوق رست
بوست خلق خوش علاج در زمانی میکند
مگر و چشم غماکی سدره سیر و حانی
شبه روشندلان جاگرم اگر گردند از صحت
ز جبین چو موج گویم که صورت گل شود
عشق ز بس یگانگی آید میکند
شبه بخاطر گلشن گذشت فرگشت
بسی مگر از غنچه لبست داشت
بیا که بستم وصل تو چون سبوی تری
در آنگاه یادت پنهان خود شمیم
قناعت پیشه کن بگذر ز حرص بدعاشی هم
چو شد از شوخی چشم بیا پرایغ من
ملکین در و سیاهی گرد از نام نشان پیدا
از تصویر عدم گردید جرفه در میان پیدا
چو لاله هر که درین باغ و اغدا نیست
بر سر خوان کرم پیوسته دل بهمان کسیت
زین معیت نیک گاهی نصیب جان کسیت
در تکلم غیر تحسین بر وفا احسان کسیت
کار آب زنگی این خطر غماکی می کند
بکرو حان برنگ کت گل نین چمن نقند
سحر از سر و مه بیا چو شمع از بختن نقند
تواز کنند و صفتی محیط موصاف شود
مارا کس که دیدت یار می کنند
زند ز خون رنگ گل بهار جوش منور
ندای خنده گل میرسد بگوش منور
نگد بیدیه من هست بار دوش منور
تا میتوان ترا دید خود را چو به بیم
بعالم عالمی دار و تلاش به تلاشی هم
دل پر خون برنگ گل می چید بدایغ من

نسیم ہر نفس نے آرزو دل نکبت لفت
دیگرے را بکرم گم کنی از خود سبیل است
ولہ مگر گلہاے داغ سینہ شبے نے بلغ سن
ہزار است کہ خود بنائے و گریے

وحشت - شیخ عبدالواحد تہا نیری

وحشت تخلص - شیخ عبدالواحد نام - تہا نیری الوطن - شاعر خوشخو و پرگو تھا۔ انطا
شوخ و رنگین معانی و لہجہ و لفظین کو استعمال کرتا تھا۔ صغف الیف تنافر کلمات
سے کچھ پرہیز نہیں کرتا تھا اولاً میسر علی سرحدی سے اصلاح لیتا تھا۔ ثانیاً میر عبد
بیدل کی خدمت میں مشق کرتا تھا۔ ہند سے وکن میں آیا۔ شہر ورنگ آباد میں ملکیری
شکر میں پہنچا۔ اہل اہل مناصب کے توسل سے منصب سبب خدمت پر مقرر ہوا
جب شیخ سعد اللہ گلشن اورنگ آباد میں آئے وحشت کے مکان پر فروکش تھے اسوقت
اکثر شعراء کا ہا ہم جلسہ ہوتا تھا موسوی خان جرات اورنگ آبادی بھی جلسہ میں شریک ہوتا تھا
یہ واقعہ صحبت مشاعرہ سلسلہ ہجری میں تھا۔ بعد ازاں درہم و برہم ہو گیا وحشت کے
سلسلہ ہجری میں عالم نامی سے رطبت کی اور اورنگ آباد میں مذکور ہوا میں کلام

با کمال اوج و رستی ہلاکم کردہ اند
نصو پر خود بنامہ نوشتن ضرور شد
چشم را خالی کن از دیدن تماشانا از گشت
صد بیابان مالیر داز خموشی گشتہ ایم
شوخ چشمی قابل کیفیت و تدار
بجھلے کہ حریفان وحدت آننگ اند
ولہ آسمان وقت خود بودم کہ خاکم کردہ اند
انظارہ حال بے قلم ہو نمی شود
آرزو و ریسہ لشکر جلوہ آرا از گشت
میرہ میداند کہ فریاد دل نازک است
شیشہ از جراحی دل کن کہ صہبانا از گشت
بہم چو دید کہ تصویر محو مکن گاہ اند

کہ کعبہ و بعل میر نہار فرسنگ اند
بقدر آرزو بر خویش باشد گرسوا سن
تپنے اعضا شیرین میسر آب لال من
جو ہر آئینہ فریاد دل رنجور بود
ہر کف خاک کی تجلی خانہ منصور بود
صد سیابان عالم از ویرانہ من بود

فغان زینجری ہائے این خودی شان
جو اہم لربش گرد خطا رستہ را ماند
ز بس وحشت مراد دشمنان ہم حمی
بسکہ از یاد تو حیرانی قیامت شور بود
در بیابانی کہ چشم بخود می کردہ ایم
خانمان پر از می ہمت تاشا کردہ ام

وفا - ابو العلی حیدر آبادی

وفا تخلص - ابو العلی کنیت - عزیز الدین ام آپتے لوی احمد علی خان میر حرم
ناظم عدالت بزرگ کے فرزند اور مولوی محمد اکبر الخا طب محمد اکبر علی خان کے پوتے
آپکے والد ماجد و جد امجد سید سید من شمس قمر سے زیادہ مشہور ہیں آپکے بزرگ
رباست میں مغرور و مکرم تھے۔ آپکے جد امجد و عطا و نصیحت میں ضرب المثل تھے
اور جد موصوفے ایک بنی خانہ عمارت نہایت عالیشان و با عظمت تیار کرانی
اور اس میں ہزار درویشوں کے جہاز و فاناوس شیشہ آلات و بطور کی قسم سے جمع کئے
ماہ ربیع الاول میں اس مکان کو روشنی و فرش وغیرہ آرائش سے نہایت آراستہ
فرماتے تھے اور اس میں عطا کرتے تھے شہر کے عمائد و مشائخ و بیگات سنے کیلئے
جمع ہوتے تھے۔ بیگات کے لئے پردہ کا عمدہ انتظام ہوتا تھا اور تمام قسام کے
کہانے ہی تیار کرتے۔ فاتحہ کے بعد تمام حاضرین تناول فرماتے تھے۔ ہم آپکے
والد و جد کا حال مستقل طور پر اس کتاب میں لکھیں گے۔ آپکے جد کا اصل وطن

سورت تھا۔ وطن مالوفہ سے دکن میں آئے اور یہیں سکونت پذیر ہوئے۔ آپ کی ولادت اسی شہر میں ہوئی۔ نشوونما کے بعد مدرسہ دارالعلوم میں تعلیم پائی۔ کتب عربیہ و فارسیہ تمام کیں مستعد و لائق ہوئے شاعری کا شوق قلمین پیدا ہوا خیر و تعلیق سخی کی خدمت میں خوب شوق کی خوب کہنے لگے کلام صاف شستہ ہے ایہام و استعارہ سے پاک ہے۔ آپ خوش خلق و نیک سیرت تھے سرکاری کسی محکمہ میں ملازم تھے فقیر و کھاپ کی رحمت کی تاریخ معلوم نہیں ہوئی۔ من اشعار الہندی

وصل کار و گیار گیار نوبت زار ہی کی	جان کہا نیکو شب بھر ہماری آئی
کبھی گلشن میں جو اس گل کی سوار ہی کی	ہو گیا سب کو یقین باد بہاری آئی
سرو کو لڑا ہے ملک بعد سے یہیم	بعد مر وں جو انہیں باد ہماری آئی
پہر ہوا جوش جنوں آپ کے دیوانے کو	مدا لحد کہ پہر باد بہاری آئی
وہ ہی خود اپنے لگا ہمارے ماتون ملکہ	کو چہ یار میں جب لاش ہمار کی آئی
آج بھولا ہے خط شکر خدا کرتے ہیں	یار سے اس بت کو وفا باد ہماری آئی

واقف غلام علیم حیدر آبادی

واقف شخص خاص غلام علیم نام حیدر آباد دکن کے باشندہ ہیں عالم شباب میں شہر کے فضلہ کی صحبت میں فارسی نوشت و خواندین بقدر ضرورت مہارت و لیاقت پیدا لیاقت کے بعد شعر و شاعری کا شوق پیدا ہوا مرزا قربان علی ساکت پلوئی کی خدمت میں مشق کرنے لگا۔ استاد کی توجہ سے چند مدت میں موزون کرنے لگا خوب کہتا ہے کلام رنگین و بامزہ ہوتا ہے۔ من اشعار الہندی

دیدہ نہ بند ہے نہ کھلا انتظار کا
لٹا ہے مفت ہرین نافہ تار کا
پہلا قدم ہے جوش پہ اپنے غبار کا
اب ہلکو دیکھنا ہے مال انتظار کا
کیا جانے حال کیا ہے دل مقرر کا

یاس امید میں ہے شبِ عدہ کشمکش
اسکی شمیم زلف کی ایسی ہوا چلی
برباد ہو گئے یکمین پہنچتے میں ہم کہاں
موسیٰ تو دعویٰ ارنی کر کے غش ہو
واقعہ کو آج دیکھ کے آنسو نکل پڑے

والہ - میر سید محمد

والہ تخلص - میر سید محمد نام آپ ملا سید محمد باقر موسوی خراسانی کے فرزند میں - آپ کا
مولد و منشا خراسان ہے - آپ سن نہ تو تیز گئے والد ماجد کی خدمت میں کتب سیر
معقول و منقول سے فارغ التحصیل ہوئے اور علم ادب کی بہت تکمیل والد ماجد سے کی -
شباب کا عالم تھا - مزاج میں زکارت و دمانت کی بجلی شعلہ زن تھی دماغ میں قوت خیالیہ
کی جولانی موجزن تھی - شعر گوئی و سخن بخشی کا شوق دلیں جلوہ افروز ہوا - موزون
کرنے لگے والد بزرگوار سے اصلاح لیتے تھے چند ہی روز میں معاصرین سے بڑھ گئے والد
ماجد کے انتقال کے بعد عالمگیری زمانہ میں وارد ہند ہوئے - چند روز ہند میں قیام فرمایا
رہے - پھر ہند سے حیدر آباد دکن میں آئے - بادشاہی منصبدار تھے انور الدین خان
کی مہر کا بی میں متعین تھے - خان بہادر کی عنایت و رعایت سے حیدر آباد میں عیش و
عشرت جاوہر شہ سے بسر کرتے رہے حیدر آباد میں نشا ویدی بھی کر لی تھی آپ نے نوکری
و خانہ داری وغیرہ علائق کے وجہ سے حیدر آباد کو وطن قرار دیا تھا - اس وجہ سے اولاً
میر فضل قاضی اور ہنگ آبادی مولف تحفہ الشعراء نے آپ کو حیدر آبادی لکھ دیا اور

میرا فضل آپ کا معاصر ہے۔ اور تذکرہ تحفہ الشعراء^۶ ہجری میں الخلف ہوا ہے
مولف تحفہ نے آپ کو باعتبار سکونت تامل حیدر آبادی لکھ دیا۔ اسی وجہ سے
بعض تذکرہ نویس متاخرین منالغہ میں پڑے۔ صاحب گلہ سہ کرنا ملک نے ٹھیک
و درست لکھا۔ ہم ہی آپ کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں اور تامل میں ایک لیل قاطع میں
کرتے ہیں کہ تذکرہ علما و سادات سے معلوم ہوا کہ لا محذور موسوی ہند میں نہیں آیا
فرمائے والد کی ولادت حیدر آباد میں کیونکر ہوئی۔ قائل و لاکن من المعالین۔
صاحب گلہ سہ نے لکھا کہ پہر آپ مدت دراز کے بعد حیدر آباد دکن سے تہہ نگر مدرس
میں رونق افزا ہوئے۔ اس وقت مدرس مرکز علوم فنون تھا و میں سکونت اختیار
کر لی۔ پہر مدرسہ الوطن مشہور ہوئے۔ آپ عالم فاضل شاعر کامل تھے۔ سخن ان
و سخن سنج تھے۔ شعرو کی کہ فن میں استاد اور کلام کے پرکھنے میں نقاد تھے مدرسہ میں
اکثر شعرا آپ کے چشمہ فیضان سے فیضیاب تھے۔ میں۔ مدرس کے اطراف جوانب میں
اسی چشمہ کی بہت سی نہریں جاری ہوئی ہیں۔ آپ صوفی مشرب مذہب تھے درویش
و کاہن تھے۔ خوش مزاج و خوش خلق کیا امیر کیا فقیر کیا ہندو کیا مسلم سے
اتفاق تھا۔ صلح کل کے طریقہ پر ساکنتھے۔ پاکیزہ خیال و شیریں مقال تھے تحریر و تقریر
میں سحر الیوان تھے۔ مضامین تازہ و معانی شگفتہ پر شیفتہ۔ نازک خیالی رنگین معانی
پر رفیقہ تھے۔ آپ کا کلام تراکت و لطافت سے بہرہ ور ہے ہر ایک شعر و مصرع سے قند و شکر
کا فرہ آتا ہے۔ آپ کا دیوان کیا ہے حلوانی کی دکان ہے ہر ایک صفحہ ورق میں قسم قسم
حلوے اور انواع انواع شکر پارے دکھائی دیتے ہیں۔ شائقین دیوان کے مطالعہ سے
خوب لطف فرماتے ہیں۔ ہم آپ کے چند شعرا بطور نمونہ ترجمہ کے خاتمہ پر لکھتے ہیں۔

تا کہ شائقین لذت پائین۔ اور آپ کہی کہی زبان ریختہ میں ہی موزون کرتے تھے
 آپ صاحب التصنیف و التالیف تھے چند رسالے آپ کے تصنیف سے یادگار
 ہیں۔ رسالہ عروض و قوافی۔ رسالہ تصوف۔ فن النشامین قانونی ہیں۔ آخر فجو
 کل من علیہا فان^{۸۴} ہجری میں تھڑکے بدراس میں اس عالم ناپائیدار سے دست بردار
 ہو کر بہشت برین کے طرف متوجہ ہوئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

من شعرا الفارسی

<p>کہ مہتاب از آفتاب بزمی آید کہ در گوش از شمس رنگ گل آید کہ از فراز گل چیاں بوسے ناز می آید کہ با گشتل طیفیہ ناز رسا زمی آید و نامع آشفتمند گشت چشم غلام ہوا خواہ بہار جلال از خیال غلام بہار شعلہ سوزم گشتان چہ ز غلام چو مازار یک نامک سہ جاب گرفت نظارہ ام کل آئین گلاب گرفت ساخت بر فراز می سدا ایلغ عشق را رستہ رنگین بستم قلاب غم عشق را منت کشد از صدف آپ گہر ما اما ہر رخت سایہ نقش شد بر ما</p>	<p>بزم امشب مگر آن دلبر طنا ز می آید بجگشت چمن نازک نہالم میرسد آید ندانم شب کدامی شوخ ساقی بود و ز نغم مگر مطرب شنید از ناز بانی والہ آہنگی ز بس زونگاہ وحشی سرور بر بیابانم نیم صید گرا بخانی نسیم گلشن شوقم خیال شش شمع بزم دل تمنائش گل حشر خیال رخت تو امشب کرد خواب گرفت بزرگ لالہ حسن شش شمع از عرق بہت ہر کہ بچو لالہ در دل سوخت داغ عشق را لالہا ہے داغ را پیچیدہ ام از تار آہ روشن ز بنا گوش نو شد چشم تر ما آئینہ دل مشرق انوار تجلی بہت</p>
---	---

واله کشد نخل هنرمست خورشید	وله	از شاخ سخن پخته بر آید شرما
صاف طینت را بود در خاکسار پیرو	وله	مشت خاکستر فرا بد اعتبار آینه را
سینه صافان را دل فیض خوشی شن	وله	جلوه آید نماید پیر غبار آینه را
واله شکست تو به بجا شد که چشم عیش	وله	روئے بهار در آینه مهوا
تا سایه حسن تو افتد بر آفتاب	وله	هر صبح از کفن بدر آرد سر آفتاب
واله داشت ملاوت نظاره جمال	وله	روشن بود حقیقت شبنم در آفتاب
میرزا اس ساقی طلام گل سستی عجب دل	وله	که خواب خوش پائے مشرب می بردار
قوی را از واله شد بود این مصرع صفا	وله	همان بی طاقتی صحرای صحرای بردار
مشت عشقم داشت معنای گل کنید	وله	پروانه ناموش شمع پیر بلبل کنید
تا کنان حواریان کز چشمه کوثر شکر	وله	جان واله را شمارا کب ل کنید
بخت روشن است این کز روشن است	وله	صورت معنی دلچسپ است آغوش منست
کیمیت تویی و چه پروانه که از روشن	وله	شعله تد نظر مهر و زری پوش منست
بس که شوق شد بسوئے شراب	وله	روم از خود گرفتگوئے شراب
زوان عشق تو آگشت شایع کل ستم	وله	نمود و کوچه باغ است آستین مرا
بس که شبا آهوه چشم کس آید خواب	وله	می کند از خلوت آینه رزم تنال
روضه بل کند از ناله زنجیر دلم	وله	اس پری شوخی دیوانه مبارک باشد
اینچنین که شعله اصل لبست خواب گفت	وله	بلبل تصویر از شوق تو گویا می شود
کرد دل را بروش میاب ایام لطف	وله	ز خمی بن تیغ می گردد زمر خمسته تر
تا خیالش بدلم جلوه مانوس ریخت	وله	چون خناخون جگر دیده پایوس ریخت

دل گشت ز شوق زخم صد چاک	دل	شمشیر بدوش دیدشش دوش
باز لب تو دل چو کار بار داشت		من حلقہ بگوش دیدشش دوش
برسیا بدنگہ از ضعف ز چشم بے تو	دل	باشارات تو وابستہ شفائے قلم
غلطہ از شوقی عشق تو ز گہوار چشم	دل	اشک چمن کو کوکخ کردہ بدمن ستاخ
لاہ خونین دل مگل زخمی زگر گس بیار	دل	در چمن دل بچہ نقیب شہود و اجنبو
عمر زہ بیباک و نگہ مست و تبسم لہر زہ	دل	شوخی جا و وطن من طرفہ بسا ز آمدہ
قلم سے قاصد ز شوقش قلم ساز و چنگار	دل	کروں حرفے کو بسا مذکورہ جے زمان حرفے
ز بس ز خویش ز قلم در خیال زگر گشت	دل	مرا مشایخ خواب سہل ست چلار سی

واصل - مولوی محمد وصل صفا

واصل تخلص - محمد وصل نام - آپ سید محمد قریب کے فرزند ہیں۔ آپ کا اصلی وطن کٹرہ ضلع الہ آباد ہے۔ آپ سادات کاظمی شہید میں آپ کی ولادت قصبہ مذکورہ میں ہوئی۔ اور تربیت پرورش ہی قصبہ مذکورہ میں ہوئی آپ نے سن شعور کے بعد کتب درسیہ فارسیہ و فضا سے تحصیل کیں۔ چنانچہ وطن مالوہ میں رہے پھر تلاش معاش کے ارادہ سے ریلوے چوکی میں سہریہ آباد کن میں وارد ہوئے اسی وقت یہاں مدرسہ نجف پوری جاری و قائم تھا۔ آپ علم ریاضی میں ہوشیار و چالاک تھے۔ اور طبیعت کا تعلق ہی قدر نا اسی علم کے ساتھ زیادہ تھا۔ فن نجومی کا کمال حاصل کر لیکر غرض سے مدرسہ میں شریک ہوئے۔ آپ کو نگارے میں یہاں اور طبیعت مقرر ہوا۔ مدت معینہ تک تحصیل کرتے رہے جب امتحان کے سب طلبین

کامل لامتحان ہوئے۔ اب منتظر و امیدوار تھے کہ کلاس سے صیغہ انجینیری میں کوئی
خدمت پر مقرر ہو جائیں اس وقت جناب اب کٹر مالدولہ بہادر مخدوم مال نے
مدرسہ اعزہ حیدرآباد میں امر و شرف ازادوں کی تعلیم کے لئے قائم کیا مدرسہ میں
مدرس یا ضعی کی ضرورت ہوئی۔ مدرسہ اعزہ کی مجلس نظامی نے اس خدمت کے لئے
آپ کو انتخاب کیا اور یہ رائے قرار پائی کہ آپ سے بہتر اس فن میں کوئی لائق آدمی
نہیں ملے گا۔ آپ کو مدرسہ انجینیری کے مہتمم و مکتب صاحب سے درخواست کر کے دینا چاہا
یہ مقرر قرار دیا ہونے کے بعد نواب صاحب سے صاحب معارف کو آپ کی اجازت اکر لے
لے گا کہ آپ محمد علی صاحب صاحب نواب کو کلاس سے مدرسہ کے لئے بھیجے ہم ان کو وہی
دین کے جو محکمہ انجینیری میں ملے گی۔ صاحب صوفی نے نواب صاحب سے قہر پھری
منظور کیا آپ کو مجلس نظامی مدرسہ اعزہ میں بھیجا کہ کیا بندے افتتاح سے ۱۲۹۵ ہجری
میں مدرسہ اعزہ میں ریاضی کے مدرسہ مقرر کئے۔ اور آپ کی ابھار و ریڑھ سوار و پیہ
تکراری ہوتی رہے۔ چند سال کے بعد وہ میں اپنا فرض منصبی امانت دیا کہ سب سے
اگر سب سے پہلے آپ کے طلبہ مباحثے سے ہے جب کتاب مدرسہ میں رہے
ارکین مجلس کے کام سے خوش ہے۔ آپ کو امید تھی کہ مدرسہ میں آئندہ سیکرٹری
ہوگی۔ مگر ایسے اتفاقات و موارد واقع ہوئے کہ آپ کی امید مومومی ہو گئی۔ بسبب
یہ واقع ہوا کہ مدرسہ اعزہ کے سرپرست مہربی مرض دائمی میں مبتلا ہو گئے۔ کوئی
مدرسہ کا سرپرست و مربی نہیں ہا۔ اور مدرسہ کی مالی حالت دل ہی ضعیف تھی
مہربی کے نہونے سے زیادہ ضعیف ہو گئی اور مدرسہ کی حالت شبہ ماند شب دیگر
نمی ماند کے مصداق بن گئی۔ آپ کو اپنی ترقی و استقلال نوکری کی فکر مومومی آپ نے

کوشش جستجو شروع کی بمصدق ہرچیز یہ ایبندہ ششہ ہجری میں سرکار عالی کے
محکمہ صفائی میں مساوی ہوا پر مدرسہ سے منتقل ہوئے۔ آپ محکمہ مذکورہ میں مدت
مددکاری پر امور دیکھ کر سرکاری کاموں کو عمدہ طرح سے انجام دیتے رہے۔

جب ششہ ہجری میں ہنگامہ عالی عرش شہانہ حضور پر نور میر محبوب علی خان نظام الملک
فتح جنگ صفحہ ششم نمٹا دیں تب قریب نکال دینا فرمایا ہوئے تھے آپ بھی محکمہ
صفائی کے طرف سے اہتمام و انتظام کے لئے روانہ کئے گئے تھے۔ اسوقت آپ نے
جو کام صفائی کے متعلق تھا اسکا خوب ہی انتظام کیا۔ ہنگامہ عالی اور زمان سامی
خوش ہوئے۔ آپ حضور کے لئے اور نگرانے اور ایک کامیاب حوالہ و نظم میں
تصنیف کر کے مطبوعہ کر دیا تھا وہ بھی پیش کیا۔ ہنگامہ عالی حضور نے کو بہت
دھی کہ اس میں سے چند اشعار ٹیڑھوں کے ساتھ حضرت بنی گامالی کے ساتھ ملو گئے۔
آپ موزون الطبع و مناسب لکھتے ہو گویا سخن کے ذریعہ ہر کام میں آسانی
شیریں کے آشفقت تھے۔ دوسری طبیعت صفائی کے لئے ہرگز ہرگز ہرگز
آپ کے کلام کے ہر ایک شعر سے عذات نمایاں اور ہر ایک شعر سے عذات نمایاں
آپ ہمدردی قوم میں جان مال اپنے بچے میں کہ اپنے ہر ایک سے سی فکر میں تھے تھے
کہ کوئی ایسی بات کر لیا جائے کہ حسین قوم کی ممالی ہو۔ عید النبی میں قربانی کی
کہانوں کا جمع کرنا دیوبند کے مدرسہ کے لئے شہر حیدرآباد میں آپ ہی کی ہمدردی کی
تقریر تھا مدرسہ کے لئے علاوہ کہانوں کے چند دس سالانہ جمع کر کے بھیجے تھے۔ آپ کی
توجہ و ہمدردی کے وجہ دیوبند کے مدرسہ کو بری حالت میں بھیجی تھی۔ مدرسہ کو کیا بلکہ
ہند کے مسلمانوں کو آپ نے ہمدردی کی تحریک کی تھی اور دیوبند کے مدرسہ کو

گئے تھے اور جہاں جہاں اس قسم کے مدرسے تھے وہاں ہی گئے ہیں۔ غرض کہ
 آپ فنائی القوم تھے۔ صفائی کی کچہری میں جو سالانہ حضور کی سالگرہ کا جشن
 منعقد ہوتا ہے اس جلسہ کے آپ ہی موجود ہیں۔ جلسہ میں شہر کے معززین شعرا
 و امرا و عہدے دار جمع ہوتے ہیں۔ شعرا حضور کے مدح و ثناء و دعائیں قصائد پڑھتے
 ہیں۔ حاضرین سسکتے تھکے ہیں و تعریف کے ساتھ ادا دیتے ہیں۔ اسی جلسہ میں میرٹ فزا
 کو وکیہ کے شہر کے امرا ہی کرتے گئے۔ شہر میں متعدد مقام میں جلسے منعقد ہوئے ہیں
 ۳۰۹ ہجری میں حضور خفرت منزل ایک مصرع موزون فرمایا۔ ہندوؤں کے
 ملا۔ میں بطور طبع شایع ہوا مصرع یہ ہے۔ یہ چوٹی کس لئے چھپے پڑی ہے
 شواہد و سی شخ میں خالین لکھیں۔ اخباروں میں مطبوع ہوئے ہیں۔ آپ نے بھی
 ۳۰۹ ہجری میں ایک شہر میں واقع ایک کوٹہ میں اسطرح میں غزل سنا
 اور اندیشہ پیش کیا کہ اسے حاصل کیا اب میں اس غزل کے چند شمار ذیل میں
 کر دیتا ہوں۔ ایک کا نام ہوئی خوش سلوئی سے خالی زمین ہے اکیر کوٹہ
 ہوئے۔ آخر آئے شہر ہجری میں اس غزل سے عالم باقی رحلت کی۔
 انا اللہ وانا الیہ راجعون مولف فقیر نے آپ کی تاریخ رحلت اس فقرہ سے
 لکائی کہ اصل حق داخل جنت امیرین دوازہ چار گھاٹ مسجد کے صحن میں
 موسیٰ مدی کے گناہ سے مدون ہوئے۔ مولف فقیر کے خلع میں ہے اللہم اغفر
 آپ کے ائمہ الصالحات موسیٰ محمد علی و محمد اکرم و محمد کرم و حشمت علی وغیرہ
 ارکا میں۔ سلمہ اللہ تعالیٰ۔ من الشعراء العندی

اکریٹ پڑے ہوئے درپر کھڑی ہے

کہیں سے شہر لے وکیہ اک پری کو

<p>قربیب آکر کہا اے راحت جان پلٹ کر یوں کہا اس دلربا نے چمن میں سکی آمد اس گہڑی ہے کسی جاگوش برآواز گل میں کہین بلبل کی ہے نغمہ سرائی</p>	<p>یہ چوٹی کس لئے پیچھے پڑی ہے نگہ باہم گر جب سے لڑی ہے وہ کہ خلقت پیشوائی کو گہڑی ہے کہین زکس بھی در تکتے گہڑی ہے کہین قمری کی کو کو گہڑی ہے</p>
---	---

وزیر - میر فیروز علی بادشاہ حیدر آبادی

وزیر تخلص - میر فیروز علی بادشاہ نام آپ صمد عالم ملک جہاد کے ہوتے ہیں۔ لوہے
افضل الدولہ بہادر مرحوم الی دکن کے داماد۔ آپ نے نال آصفی کے نو بیٹے و دو ماں
نظامی کے تحت جگر میں۔ ریاست کے روسا میں ممتاز۔ اور سلطان کے عہد میں سرکار میں
آپ کی ولادت باسعادت حیدر آباد دکن میں واقع ہوئی۔ تربیت پرورش ہی اسی شہر کی
آپ جوان میں ہوئی۔ نشوونما کے بعد ابتدا سے شیخ مورین آپ کی تعلیم کے لئے استاد
اتما سبق مقرر کئے گئے۔ آپ نے دس و ہوشیار تھے دوزخانی سال میں کتب سینا سے
فراغت حاصل کی پہر کچھ شوق ہوا کہ عربی کتب سے بھی پڑھنا چاہتے۔ چند مدد
عربی کا بھی شغل ہوا۔ چند رسائل نحو، صرف کے ختم کئے پہلے موانع واقع ہوئے گائیدہ
عربی کتب کے تحصیل کا موقع نہیں ہوا مگر شوق و شاعری کا دلبین شوق پیدا ہو طبعیت
میں موزونی و چالاک خدا داد تھی۔ فکر ساو طبع والا سے شعور موزون کرنے کے اسوت
مولوی شمس الدین فیض المتونی رحمۃ اللہ علیہ جوڑی کی استاذ و نجی سلم الثبوت تھی شہر میں
استاذ کل کے قصبے مشہور تھے آپ پہلی بنا کلام میر صوفی دکھلانے لگے میر صاحب

آپ کا کلام دیکھ کر فرماتے تھے کہ صاحبزادگان آصفی اور امرا و کسی میں اس کی مانند نہ ہوتا
 کا کوئی ایک فرد بھی نظر نہیں آتا ہے آپ صاحبزادوں میں فرید اور امرا میں وجہ تین
 مدت تک اشعار سنوڑون کرتے رہے اور اتنا موصوفے برابر اصلاح لیتے رہے چند مدت
 کی مدامت اور شوق میں شاعر کا دل جو گئے بہت دوسری کے مرتبہ کو پہنچ گئے۔ آپ کے کلام سے
 شہسنگی و پختگی معلوم ہوتی ہے۔ آپ کا ہر ایک شعر سنجیدہ و پسندیدہ ہے اور ہر ایک مصرع
 جربہ و شستہ ہے کلام سلیس و نفاذ ہے الفاظ کی نشست معانی کی بندش پاکیزہ
 ہے۔ آپ صاحبزادوں میں۔ مگر ابھی تک اپنے کلام کو مرتب کر کے مطبوع نہیں فرمایا ہے
 آپ خوش خلق و حلیم الطبع بہت عقیم موضع میں۔ فقر و دوست و غریب پرور ہیں۔ اعزہ و حبا
 کے ساتھ ہمدردی و مسامتت فرماتے ہیں علم و اہل علم کے قدروان۔ اہل کمال جو ہر کچھ
 جو ہر شئ ماس میں۔ اعزہ و احبا کو اس بات کی ترغیب دیتے ہیں کہ بچوں کو تعلیم عہدہ طبع سے
 دینا چاہئے۔ اور بچوں کو اس لائق بنا اچھا ہے کہ سرکاری عہدہ کے جلیلہ کے لائق ہو جائیں
 آپ خوش مقدار میں اپنے بزرگان سلف کے طرح اہل عد و اہل کمال کے خوامان۔ ولی
 کامل و صاحب دل کے جو یا ہیں۔ بزرگوں کے اعزاز نہایت ہی عظمت و شان سے فرماتے
 ہیں مشائخ و علما کو مدعو کرتے ہیں ہر ایک دعوتی کی بہانہ داری و خاطر داری بے طور
 سے ادا کرتے ہیں۔ ہر ایک کو نصرت کے وقت عطر و پان عطا فرماتے ہیں۔ اور ہر ایک کی
 تلافی آوری کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ بندگان عالی مضور پر تو بھی آپ کو بہت عزت تھی
 ہیں۔ شہر کے امرا و صاحبزادوں میں بھی آپ مغرور و مکرم ہیں۔ معاش لائق و جاگیر
 فائق سے ممتاز و سرفراز ہیں آپ کی عمر تقریباً پچاس برس کی ہوئی۔

فی الحال اخبار سے معلوم ہوا کہ آخر شوال ۱۲۸۷ھ میں انتقال ہوا۔ ۲۰ انا اللہ

وانا الیہ راجعون من اشعار الہندی

ہم کر کیا جو آپ کو گیسوئے یار کا	منہ کا لا اس خطا سے ہے مشتار کا
قاری ہوا ہے مصحف روئے تباہ نہو	حافظ خدا ہے میرے دل بقیار کا
کب ناتھ میں ہے باگ میرے اختیار کی	ہے جبت انتظار کسی شہسوار کا
پہنچے کنار گور کے ہم جان بلب صنم	پورا کیا قرار نہ بے سن کنار کا

واضح - میرزا مبارک اللہ

واضح تخلص۔ ارادت خان خطاب ہے کشمیری مولد۔ جناب میر غلام علی آزاد نے سرور آزاد میں لکھا ہے کہ واضح کا جد بزرگوار میر محمد باقر آزاد تھانہ فاسا وہ سے تھا اور میرزا محمد جعفر صفحان کا داماد۔ اور جہانگیر سے زمانہ میں میر بخش کی گری کی خدمت پر مامور تھا۔ شاہ جہان کے زمانہ جلوس میں وزیر ہوا۔ بعد ازاں صوبہ داری کنن و خطاب خان اعظم سے مقرر ہوا۔ اور کبھی کبھی گجرات و بنگالہ کشمیر و آبا کی صوبہ داری پر مامور ہوا۔ کسی وقت بیکار زمین رہا آخر بادشاہ نے اسکو اجازت دی جہان پناہ و ان کی حکومت کرے۔ اُس نے جو نیو کی صوبہ داری اختیار کی وہاں چار ور خاؤ سے کر کے شہر ابھری میں فوت ہوا۔ اسکی اردا کی شاہ شجاع سے منسوب تھی اُس خفیض سے سلطان زین الدین بن شجاع پیدا ہوا۔ اور اسکا چچا بارڈ کا میر اسحق ارادت خان عالمگیر زمانہ میں داراشکوہ کی فتح کے بعد اووہ کا صوبہ دار ہوا اور اسی سال میں مرغانی سے رحلت کی۔ اسکا فرزند میرزا برکت اللہ واضح صاحب تہ جمہ درگاہ عالمگیر سے خطاب موروٹی ارادخان مامور ہوا۔ اور شہر الہ ہجری میں چاکندہ کی فوج داری پر سرور آزاد اور

۳۸ھ ہجری اور نگاہ باو کی فوجداری اور بعد ازاں گلبرگہ کی قلعہ داری سے ممتاز ہوا اور شاہ عالم کے زمانہ میں منصب چارہلاری سے مہربند اور آخر فرسج سیر کے زمانہ میں ولی میں ۳۸ھ ہجری میں فوت ہوا انتہی کلامہ

و واضح فن شاعری میں میر محمد زمان اسلم محمدی کا شاگرد۔ اور نقصوب میں میر سحر
نقشبندیہ کا مرید تھا اور میر سحر کی و خمر نیک اختر سے نقصوب ہی تھا۔ میر کی نسبت قیام
کے دیباچہ میں لکھتا ہے { لوح اعتدال بری از بدستی افراط و خالی از خمیا ز کشتی
تغیڑ از شاہ سجوقیو ان شہید۔ صراط مستقیم طریق و ست و نعمت غیر غصوب
تحقیق اور در غفوان شباب کہستی جوانی و نشاء کمال و پنجوی غرور و ولت و سرسرم
جمع بود۔ آن جوش فریائے خم و بر سال و صاف پیائے صراحی و پیالہ تہلانیہ غسالہ
تست شوی باطن بہن چہان نمود کہ کوشت کچہ فہمی مزاج و مواد احوال جاج اصلا ماند
انہی { اور میر سحر کے مرثیہ میں ایک ترکیب بند لکھا ہے۔ ہم ایک بند ناظرین کے
ملاحظہ کے لئے لکھتے ہیں

۱۔ فیک سے میوفا اور عالم کے بھائی
۲۔ گربان میاں نے مارک خیر میگنی

رفتنی آخر شاه سحر دایم بیدایم
خاک بر سر نخت و در هجرت دل نشاندایم

پچھی تراش تعین اور نگ آبادی سے گل رعنا میں لکھا ہے کہ محکو واضح کا دیوان
خط موع نوشتہ شمسہ پوری ملا۔ دیوان میں چند غزل حاشیہ پر بخط واضح میں اور
انکی پیشانی پر بخط طغرا مرقوم ہے { فاقو اسورۃ من مثله } اور دیوان میں

دو قصیدے ایک فلک المعاجز جواب میں شمس المناقب معز فطرت قہمی دوسرا
مسمیٰ بفخر دارین دو نو قصیدوں کا کلام سرسری ہے۔ ہم فلک المعاجز و فخر دارین
دو دو اشعار نمونہ کے طور پر لکھتے ہیں ۵

کے گیر و از عزیمت من مست نیم تار	نہ بجنتی فلک کساند اگر مہار
از موج بحر ہمت اول قدم بود	نہ کشتی فلک چو بیا بند بر کنار

قصیدہ ثانیہ فخر دارین میں اولاً شبیب کے بعد از ان بہت خان بن اسلام خان کی
مدح کرتا ہے۔ منہا ۵

و یک شکو غنایات لطف بہت خان	کہ فخر می کند از ذات پاک و خانی
چگونہ شرح دہم بکان تودہ شناس	کہ باد دولت ہر دوسر شل روانی
مرا خرید ہنر خے کہ لا نقش بودم	رہم مننت او بجز راسی و جانی

واضح نے متعدد رسائل نظم و نثر میں لکھے۔ اور ہر ایک منظوم رسالہ کے پہلے تین
مستقل سیاچہ لکھا اور ہر سیاچہ کی پیشانی پر اپنی مہر کرتا تھا۔ بجز نقش (الحق واضح)
تھا۔ منجملہ رسائل۔ قنونی مرآت دیدار + کند و حدت + نغمہ و شیون
مقابل مخزن سرار مقابل سلسلۃ الذب مقابل لندن
آئینہ راز + تاب زمار + ساتی نامہ + اشعار معنوی
مقابل محمود ایاز مقابل سجدۃ الابراہیم ہم بحر سکند نامہ و پیر و نغمہ معنوی لوی
یہ ساتون مثنویات کو سلسلہ ہجری میں شروع کیا اور سلسلہ ہجری میں تمام کیا
یہ تمام مثنویات مختصر ہیں۔ قلیل لفظ کثیر المعنی۔ مرآت دیدار کے چھین اشعار میں
نغمہ و شیون ایک جزوہ کند و حدت کے ایک انوسے اشعار آئینہ راز کے ہجز

و کتاب نار ایک جز ۴ ساقی نامہ دو جز ۴ اسرار معنوی ایک نیم جز ۲
ان رسائل کے علاوہ ایک یونان ہے جو غزلیات قصائد و رباعیات و غیر شعائر
شامل ہے۔ صاحب گل غنائے تمام مثنویات و اوایل کے اشعار انتخاب کر کے
اپنے تذکرہ میں لکھا ہے مولف بخمال طوالت کلام صرف دیوان کے اشعار پر
اکتفا کرتا ہے۔ **من اشعار الکافری**

پروان چون کند چمن مرغ جان ا	در پائے گل بخاک سپار آشیان ا
دل ز طیش ز رفتن خود مید بخبر	آوازا بود جبرس کاروان ما
ز مقراض فنا دوست شمع زندگانی ا	بود آب و دشت یغیر دل سرگدانی ا
با اسیرے چکند معجزہ یوسف حسن	بفت درو اشک و کشت و دوزندان ا
بزرخم دل نمک ما متاب مریم نیست	سوا و سمرئہ شہبائے تار را در یاب
گدشت صبح جوانی و گرد سپری ماند	چو رفت نعل لیلی بخبار را در یاب
با سکند داشت صحبت زمر ویشانی ا	حق بدست خضر باشد که خورد منها شراب
را ضح از شوخ چون صبح قیامت شد ام	انچہ انجام دو عالم بود آغاز نیست
وانع جگر بخاک نشینان غمیت است	زنگ شفق بشام غریبان غمیت است
تاب حجاب بوئے گل پذیرم دل	در نو بہار پاک گریبان غمیت است
میرود دل بخرمبوئے جنون تدبیریت	اینقدر دامنم کہ الفت میکشد ز بخرمیت
بوئے خون از نفس باد صبا می آید	شاید از گلشن دانع دل مامی آید
سنگین مشو کہ زود فرو می وی بخاک	دیدم بلوچ تربت قارون نوشته اند
راحت درنج بود خواب پریشانی چند	یوسفی چند ترا شنیدن وزندان چند

کہ مرایا در کج قفسے می آید
گر و غربت بست بر مار خنہ چاک قفس
در چہ راغان رقم از بہر تاشا سو ختم
تبع کین بر ما کشاے خضم مری کن
نگہم کجا فتا وہ دل من کجا شستہ
مبا و اگر یہ بر عالم کنی اے ماہر بر حے
صید ما در بیضہ دار و چشم بر صیاد ہے
چشم بہ خیمہ بی دار و این دنیا د ہے
کہ مینا سبزہ ساغر کن میں سجد ساقی

دام پرورش نگر باز کسے می آید
بے نوار اے نیم غم ز افرا و ارس
سیر کردم گرمی ارباب نیا سو ختم
جنگ ہفتاد و دو ملت سپہنہ اختم
برہ جنون دیدم خبر سے خود نہ ارم
جکا غذا خگرے پیچیدہ ام یعنی ل غور
آہ ز جوش طیش ز دور دل تاشا دہتی
ستی ناخاکساران نقش پای ہی پیشیت
لہی کعبہ یحنا نہ بادا انقدر باقی

رباعے منہ

رنج است آل و خنہش فبیدہ است
چون صبح عروسی و چو سہام عید است

دنیا کہ در و دل بہوس پیچیدہ است
غم و غاش تمام حسرت و بیخبری است

ولا - نواب عزیز جنگ بہادر

ولا تخلص - مولوی احمد عبد العزیز نام - خان بہادر - نواب عزیز جنگ کل نظام
خلد مد ملک سے اور شمس العلماء - خان بہادر کلر انگریزی سے خطاب ہے - آپ مولوی
محمد نظام الدین مرحوم کے فرزند و بلند مین - آپ کے نسب حسب سلسلہ حضرت جعفر طیار
سے منسوب ہوا ہے - آپ سببا جعفری ندیبنا شامعی - تو ما اعطی مولد لہ راسی مین
والد ماجد کے ہمراہ کم سن ہی مین حیدر آباد و کن آئے - آپ کے نشو و نما و تربیت کی تکمیل

یہاں ہوئی۔ بن شعور و تمیز کے ابتدائیں فارسی عربی کی کتب متداولہ درمیتعدد
 اساتذہ سے ختم کیں۔ آپ تحصیل سے فارغ ہونے کے بعد سرکار عالی نظام
 خداداد ملکہ کے مرشدت عدالت میں مقرر ہوئے۔ درجہ بدرجہ ترقی کے اوج پر پہنچ
 کرتے گئے۔ عدالت فنانس مالگزاری وغیرہ محکموں میں ملازم ہے۔ ہر ایک محکمہ میں
 امور مقوضہ کو ریاست امانت کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔ عظم لازمت پر عہد تعلق دار کی
 ضلع سے وظیفہ یاب ہوئے۔ حسن خدمات کے صلہ میں انہما اروپہ امانہ وظیفہ
 خزانہ شاہی سے پائے ہیں۔ چند مدت مرقا الامور بہار و روم کے پایگاہ میں مقعد
 و صدر تعلق دار رہے۔ پایگاہ سے ہی ایک سو چار سو چھ امانہ وظیفہ ملتا ہے۔ آپ نے سال
 تک سرکار آصفیہ کے ایجنس لیٹو کوئٹل کے مہار کی سال تک حیدرآباد مینو پالی کے
 رکن اور ایک سال نائب صدر نشین۔ اور چار سال تک مہار طبابت کے رکن فی زمانہ
 ایشیا تک سوسائٹی کلمہ کے ایڈیٹورسٹ ممبر ہیں۔ آپ سرکارین یعنی گورنر نظام
 و سرکار انگریزی دام قبا اہما کے نزدیک غرض و مکر میں۔ آپ کی عزت و عظمت مسلم ہے
 آپ کو ریٹوی اور آف و امر کشیں نے اعزاز نظام و منصبین میں سلور فرمی پاس دیا
 اور سرکار انگریزی نے ایک تلو اعطافرائی۔ اور آپ سرکار انگریزی کے کل ملاکٹ
 میں قانون اسلحہ سے مستثنیٰ ہیں۔ آپ علم و دست و ہنر سید ہیں۔ علما و فضلا
 شعرا و طرفا کی قدر کرتے ہیں آپ کی طبیعت میں قدرت و فطرۃ نور و نیت واقع تھی
 بناء علیہ آپ کو شعور و شاعری سے دلچسپی ہے اور تالیف و تصنیف کا ولولہ دل میں مخزن
 ہے۔ سخن سنج و سخن فہم ہیں۔ فارسی و اردو دونوں زبان میں کلام موزون فرماتے ہیں
 جو کچھ کہتے ہیں مرغوب و دلچسپ ہوتا ہے آپ کو فارسی میں مولوی وجہ الدین خان

معنی تخلص و رمولوی نجم الدین حسین خان افضل سے اور اردو میں جناب فصیح الملک
 داغ دہلوی و حافظ جلیل حسن صاحب جلیل مینائی سے تلمذ ہے۔ آپ کا کلام دونوں
 زبان میں شستہ و پاکیزہ ہوتا ہے۔ صاحب یونان میں۔ دیوان فصائد و غزلیات
 و رباعیات و قطعات تاریخچہ پر شامل ہے۔ فی زمانہ مطبوع ہو کے شایع ہو چکا ہے۔ آپ
 اردو میں کم کتب ہیں اردو کا کلام مرتب نہیں فرمایا۔ آپ کو تاریخ گوئی میں ملکہ تاجیہ حاصل
 ہے فی البدیہ کہتے ہیں۔ فن تاریخ جمل میں بے نظیر و میں۔ غرائب الجمل کے دیکھنے سے
 آپ کی لیاقت خدا و کی وسعت معلوم ہوتی ہے جو صاحب ق و نصف مباح و گارڈ
 "الیف و تصنیف کے شیفہ میں تجوید بحسب سال سے اس کام میں بہت مصروف ہیں تو میں
 و متعدد فنون کے رسائل و کتب الیف کے چنانچہ سترہ ادب شمس نظام فہائس و نیو لورڈ
 شایع ہو چکا۔ سرکار سے انعام صحت ہزار سے زیادہ ملا۔

مذہب و ذیل کتب مطبوع ہو کے شایع ہو چکے ہیں۔

فن فلاحت میں۔ فلاح النحل۔ کاشت انگور۔ کاشت ترکاری۔

فن سیاق میں۔ سیاق و کن

فن تاریخ میں۔ تاریخ النواظ۔ محبوب سیر۔ عطیات سلطانی

فن جمل میں۔ غرائب الجمل۔

فن طبویر میں۔ حیوة الحام

فن لغت میں۔ آصف اللغات

لغت میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھے ہیں۔ چار جلدیں شایع ہو چکی ہیں

اور چوبیس جلدیں نیز الیف میں اس کتاب کی ہر ایک جلد کے لئے ویسے باندھے

پانسور روپے سکھ کلہارا نعام۔ اور سرکار عالی نظام نے پانسور روپے سکھ مجموعہ
منظور فرمایا ہے۔ ہر چہ معینہ میں ایک جلد شائع ہوتی ہے مولف نے کل جلدیں سیلک
کے لئے وقف کر دیں۔ اور اسکا خالص نفع محمد ن کالج علیگڑہ کو دیدیا ہے اور دیگر
تالیفات کے خالص نفع سے کتب خانہ دارالوجہ و خرید کے پہلک لائبریری کے نام وقف
فرماتے ہیں اسوقت تک سہ عالیہ کلکتہ ایٹیاک موساسیٹی بورڈ اکر اسٹریٹ کلکتہ
محمد ن کالج علیگڑہ کو بارہ سو جلدیں قیمتی بارہ ہزار روپہ بھیجے ہیں۔

آپ ملکی انتظام میں فروغ دینے عقل فرست تدریس میں ذات حید میں صاحب الکر
و عقل مزاج راست گفتار و نیک کردار میں۔ معاملات نیوی میں راست بازی سے
کام کرتے ہیں۔ ناجائز طور سے کسی کی حمایت نہیں فرماتے۔ جوام واقع کے مطابق ہوتا
ہے اسلئے کہ میں کوتاہی نہیں کرتے عوام الناس کو ان خواص نفسانی میں مبتلا میں آپ کی
راست بازی و صاف گوئی دیکھ کے شاک کی ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نواب صاحب
تذم مزاج و سخت گیر ہیں۔ جو بزرگ و سی فہم و منصف مزاج میں منصفانہ آپ کی تعریف
کرتے ہیں۔ چنانچہ فقیر مولف بھی سنی سنائی باتوں پر عطا و کر کے آپ سے بہت کم ملتا تھا
لیکن فی زمانہ مجھے آپ کے لئے کا اتفاق ہوا۔ نہایت محبت و اخلاص پیش آئے
اور آتے ہیں۔ خود غلط بوداچھ لائڈ اسٹیم میں میں بہت ہی پشیمان و نادوم ہوا
میں سچ کہتا ہوں کہ جناب لا صاحب جمہ واقع میں عزیزالوجہ میں۔ معتقدات سے میں
خدا یتعالیٰ آپ کو سلامت کہے۔ آپ ہر پاقوم کے ہمدرد و خیر خواہ ہیں۔ آپ کی ذات ہر
سے قوم کو شمار فائدہ پہنچ رہا ہے۔ آپ اتدن نفع عام کی غرض سے تالیف
و تصنیف کی فکر میں باوجود بیماری و ناتوانی بہت تن مصروف رہتے ہیں۔ ذاتی سرمایہ کا

بڑا حصہ اسی تالیف تصنیف میں صرف کر رہے ہیں اور کتب لغات طبع کر کے خلائق کو
بلا قیمت مدیہ و تحفہ تقسیم کرتے ہیں۔ ایسے بزرگ فی زمانہ نادر الوجود ہیں اللہ علیہم السلام
والعافیہ۔ فقیر مولف آپ کی تالیفات کو سویرخانہ محققانہ دیکھتا ہے۔ درست
والائق تحمین پاتے مثلاً کتاب غرائب جمل نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھی ہے
اس کے مطالعہ سے آپ کے معلومات کی وسعت و تحقیق کی وقعت ثابت ہوتی ہے
اتنا اس فن میں جامعیت کے ساتھ ایسی کتاب نہیں دیکھی گئی۔ اس طرح دیگر رسائل
بھی ہیں۔ فی الحال صفت اللغات لکھ رہے ہیں اس میں جب قدر تحقیقات کر رہے ہیں
ایسی تحقیق کسی نے نہیں کی نہ کوئی ایسی کتاب جامع اللغات ہے۔

اب میں آپ کے دیوان سے چند اشعار بطور نمونہ گزارش کرتا ہوں ناظرین مطالعہ کریں
اور مولف کے کلام کی داد دیں۔ من اللہ عاۃ الفارسی

اے لوح جبین تو بسم اللہ غوا نہا	وے سے حسین تو خوشیہ مطلع دیوان نہا
آن عارض لجویب یک صفحہ صد دیوان	یک شعر و ابویہ بیت بیتا غزل آ نہا
بہم دار و رخ چون آفتابش آتش را	کہ آتش نشاند آتش آتش را
ز چشم خاست سیل خون بچویش آتشگون	بہم کرد و در مضمون جہاںش آتش را
قطرہ اشکم اگر مثل گہر میدار آب	در غلاف چشم و تیغ نظری دار آب
آب جادو من از مرگان چشم رواہ عشق	گر بود چشمے را و از دوبری دار آب
پنبہ برداغم نہ چشم پر آب اووے	ہر زمان زخم دل عشاق بر می دار آب
دل من گر بدست دلربا نیست	بدستم انقیاد من چہا نیست
گرت سیل سر شکم رہنا نیست	چہا در ویدہ با نقش پا نیست

بر زده چون آفتاب سمرقپیان صبح
 آینه حیرت است از رخ تو آفتاب
 تیغ ز سرور گدشت در تن من جان نماند
 عشوه زن فتنه گر دست منه بر کمر
 دوش با پیوسته ابرو اتفاق افتاده بود
 آرزوی موه را آن دم وصال زنده کرد
 برنگس بر نیسان نجات مینا آب ساغر
 به تاید شب لعل تو شش از غافل را
 در چشم آبدار تو آب ندیکس
 جز روی بے نقاب از تاب حسن او
 دود آهم بر لب گلناری من همچو شمع
 سوختم از آفت چندانکه خاکستر شدم
 و من که هم ابرو یار شد و دم تیغ
 بر آب دیده من (حالیکه در من است)
 پرده شکاف دل است تو که غمگ گاه
 تند بر آید چشم باز در آید به چشم
 بدیده مست خواب بے خواب و نیم باز تو خواب
 زخمت چو نیست نقاب گیر به نیم قرص قیاس
 چو مهر مبدانوشد مقابل بهر و شد آفتاب اصل

پیش تو گردش نقاب شرم و مان صبح
 سمرکش غیت است دیده حیران صبح
 آب چو از سر گدشت بنیم طوفان نماند
 ناز ترا یک نظر در دلم اربان نماند
 اتفاق جفت ابرویش بطاق افتاده بود
 در من و جان من ایجان اتفاق افتاده بود
 ز جوش باده خیر و صد دریا آب ساغر
 نماید عکس مست نیم خوبت خواب ساغر
 در جو بهار تیغ حجاب ندیکس
 عشاق ز بدست حجاب ندیکس
 سوز جانکا هم نهان در کتوتن همچو شمع
 تو ده خاکستر گردید من همچو شمع
 بجز نهرش تسلیم کرد و خم دم تیغ
 پله است بسته تیغ نگاهت زخم تیغ
 برون جان شکن مت حیف چنگ گاه
 لیک نیاید چشم تیر تنگ نگاه
 بجام مست نیم مست که شمع از شراب می
 زرخ گر نقابتی روز مهر قیاس نیمه
 رسید نیمه ماه کامل نقبت قیاس نیمه

انتخاب رباعیات

باشد به دلم حرمت نام حافظ	در چشم من است احترام حافظ
او خواجہ شیراز و ولایت او	این نظم کجا - کجا کلام حافظ
ابروئے تو کرد عالمی راتہ تیغ	ولہ تیر نگہت جفا کند ہمرہ تیغ
کافی است گرہ برابروت بہر ولا	ولہ مشتی بھل بہ بود از حر بہ تیغ
خون گرمی کس عیان شود از رنگ پوست	ولہ حرفے تو آگہ کن از دشمن و دوست
آید نربان ہر آنچہ باشد در دل	ولہ از کوزہ جان ہرون تر او کہ در دست
دو دہل ماکہ بر سما خواهد رفت	ولہ در بار گہش شکل دعا خواهد رفت
ابر کر مشش خبر دہ زین کہ ولا	ولہ آخ آہے بہ جوت ما خواهد رفت
حاضر حسد بہر چہ خواهد نرسد	ولہ نیکوئے خواہ را گئے بد نرسد
فائز ہرام می شود خیر طلب	ولہ بد خواہ کسان پیچ بہ مقصد نرسد

انتخاب قطعات تاریخ

در جشن خٹان بن سید کبیر	صد گوہر اشک بخت از چشم پیر
از تخرجہ لطیف گفتہ تاریخ	این شمع شایر قطع زبان روشن
چیکا رہ و کن کشن پر شا و	ولہ شد و زیر حضور شاہ و کن
اے ولا سال ہر وازی آوت	ولہ دل ماست و چشم مار و شن

تاریخ رحلت مولوی سید علی کا مل تخلص

دنیا ست گیا لکے سخن کا والی	اقلیم سخن کی ہے یہ بہداقبالی
افسوس جہان میں فرد کا مل نہ رہا	استاد سے ہو گیا زمانہ خالی

تاریخ طبع دیوان حضرت جلیل مینائی

دیوان سخنور جلیل دستان
سلطان قلم و سخن کا دیوان

جس وز چہا ہوا وہ مقبول جہاں
کیا خوب کہی ولانے اسکی تاریخ

ولا۔ سید ابو سعید المخاطب ابو طیب خان

والا تخلص۔ سید ابو سعید نام و کنیت ہے۔ آپ سید ابو طیب خان بن سید زین العابدین خان
امامی کے فرزند ہیں۔ آپ پدر بزرگوار کے نام سے مخاطب تھے۔ گلزار اعظم کے مولف نے
لکھا کہ آپ کی ولادت ۹۱۹ھ ہجری میں بمقام رحمت آباد واقع ہوئی نشو و نما کے بعد
سن شعور و تمیز کے عہد میں آپ کے کتب متداولہ فارسیہ مختصرات عربیہ مولوی میر الدین علی
و مولوی شاہ امین الدین علی سے ختم کیں۔ اور خط نسخ کی مشق محمد صبغۃ اللہ اعظمی
حرف شاہ صاحب کی تحصیل سے فارغ ہوئے بعد رحمت آباد سے مدراس میں
مولانا آگاہ کی خدمت میں کتب محصلہ کی تکمیل کی تحصیل تکمیل سے فراغت پاکہ
شعر و شاعری کے طرف مائل ہوئے۔ موزون الطبع تھے مولانا موصوف کی خدمت
میں شوق کلام کرنے لگے۔ درجہ کمال کو پہنچے۔ فن خطاطی میں بے نظیر تھے۔ مولانا آگاہ
جب آپ کی بیباقت و ذکاوت سے آگاہ ہوئے تو آپ کو والا تخلص عطا کر کے جہت لکھی
خط وافی بہر از سبچو بلبل والا اولین جوش بہار است گلستان ترا
مولانا کی زندگی تک آپ مدراس میں رہے۔ مولانا کی رحلت کے بعد اپنے اصلی وطن
میں جو ایک موضع رحمت آباد کے قریب تھا آئے۔ مدت دراز تک کونت پذیر رہے
اور اپنے مولوی شاہ رفیع الدین و کنی کی خدمت میں اولاً طریقہ نقشبندیہ و ثانیاً

طریقہ قادریہ میں بیعت کی۔ مدت تک نون طریقوں میں ریاضت کرتے رہے۔ آخر
۱۲۵۲ء ہجری میں لخت جگر کے فوت ہونے سے نہایت غمگین و دل برداشتہ ہوئے وطن سے
غربت اختیار کی۔ چند ایام ہجرت میں بسر کر کے واپس آئے۔ آپ کے بنی عامر مدینہ منورہ
بہار و کبرجگانے آپ کو آوارہ گردی و درہ گردی سے باز رکھا۔ پھر آپ اسی زمانہ میں نظارہ جنگ
کے توسل سے نواب اعظم جاہ کی سرکار میں باریاب ہو کر خطاب سے مہراز ہوئے۔ اور
نواب کے اساتذہ کے زمرہ میں شریک کیے گئے۔ نواب صوف اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ
سبحان اللہ کیا شان والا ہے۔ استاد کامل و ریادل میں۔ آپ کے نیاں فیض سے نبار ہا طلبہ
کے دامن ہند صدف جواہر فقرات نشر سے لبریز اور آپ کے آفتاب تعلیم کی شعاعوں سے
ایک عالم کا جیبل مثل کل باخشان لعلہائے نظم سے لہلاتے۔ آپ کے ملائذہ درجہ
استادی کو پہنچے۔ آپ خوش تقریر و تحریر تھے آپ کے حسن بیان سے سامعین تازہ دل ہو
جیتے۔ نظم کو ایسی داسے پڑھتے تھے کہ دل سنجر ہو جاتے تھے۔ اور شکر کو ہی ایسے لہجے سے
ادافراتے تھے کہ قلوب تازہ ہوتے تھے۔ تاریخ دانی میں بے نظیر تھے۔ مثنوی معنوی و
کتاب شاہنامہ اکثر تذکرے مثلاً کلمات شعرا و خزانہ عامرہ وغیرہ کے حافظ تھے۔ اور
بمعقد میں شعرا کے بشمار قصیدے آپ کے خزانہ حافظہ میں محفوظ تھے۔ صاحب البیہ
و تصنیف تھے۔ مثنوی بجزم۔ و مثنوی آیہ رحمت و رسالہ بحر رحمت۔ و شرح بعض قصائد
عرفی۔ و چند رسالہ بشریط ظہوری وغیرہ آپ کی تصنیفات تھیں۔ اور ایک دیوان
ضخم ہے۔ دیوان قصائد و غزلیات قطعات و باعیات کا مجموعہ ہے۔ آپ کا کلام شاہ
ناصر علی کے اناز پر ہوتا ہے۔ جو نصف مزاج ہوگا رونون کے کلام کو امتحان کی ترازو
میں تول کے راوی دیگا۔ بلکہ ہر کیمیک رونون ایک ہی ہیں۔ فرق نہیں کریگا۔ آخر آپ نے

بحکم کل من علیہا فان ہشتم ماہ صفر ۱۲۶۴ ہجری میں بعارضۃ فالج جہان فانی
بہلک جاویدانی رحلت کی۔ اور مسجد مہرور کے صحن میں واقع متیال پیٹھ دفن ہوئے
خوشنود نے تاریخ رحلت کہی العاقبۃ للمتقین اور نواب اعظم جاہ نے بھی لکھی ہوھذا

مکتہ پنج رموز دان سخن	رحمت برست چون سوائے عجبی
بیدل شاد گفت ہائے غیب	رفت مہبات زین جہا والا
سرخوش عصر بو طیب خان	ولہ کرو زین دار فنا چون رحلت
راقم از پیر خرد سانش خواست	گفت ہائے بخار و رحبت

آپ خوش خلق و نیک محضر تھے۔ باوجود کبر سنی ظریف الطبع جوان مزاج تھے۔ آپ جس
محفل میں رونق افروز ہوتے تھے محفل کو روشن کر دیتے تھے محفل میں اکثر اشعار ضرب
سناتے تھے۔ اہل مجلس آپ کے کلام دلاویز و شکریر سے تازہ دل ہوتے تھے۔ ہمیشہ اوقات غریبہ
کو سخن سنجی میں مصروف کرتے رہے۔ چنانچہ آپ نے رحلت کی صبح حالت نزع میں بیستہ
لکیر کے مولف اعظم کی خدمت میں پہنچی ہوھذا

دارم این امید اعظم وقت مرگ خوشنود	سرو قوت دیدہ سیر عالم بالا کنم
-----------------------------------	--------------------------------

مولف تذکرہ گلزار اعظم نے آپ کی مدح میں یہ رباعی لکھی ۵

خارج زہد انست کمال والا	مفقو در زمان ست مثال والا
گر شبہ بخاطر زنا یم واری	این نظم زنا انست ز حال والا

من ۲۰ سہاسۃ الفارسی

آہی ساز روشن چون بدیض با نغمہ	کلیم طور سیناے تجلی کن ز بانم را
اہی بعد مدون نیز ز گین کن بانم را	کر امت کن اثر برگ خدا ساز بانم را

شدیم همچو کمان یک استخوان بهلوان والا
 سیر یونش است یارب غم تو حرف حزن
 مزارعت بود و بسیم شد عنوان ما
 هست دور از خلل کمینش صافی گهران
 نرم خوبی سبب امن بود از ظالم
 گر پسر شد به از پدر چه عجب
 اهل بصیرت از سخن رنج می برند
 مس را چو زبر بروئے محاکم نکشد
 گشت حسن از پرده ظالم صورت جانانه شد
 خاست دور از شعله جسته بگیناوم نیت
 صاف طینت شود عرفان چون بعد از روض
 جان کند تعجیل فتن چون شود قامت
 دل معشوق خال او خواهد ز علش بوسه
 دائم آفت دان کن نیرت نیاموس
 نمی افتد بغفلت هم گاه چشم قناش
 جز بیاست نبو و کار بیاست جاری
 بنگر از چشم بصیرت نعت والا شمع
 است از بیت بلندی جمله دیوار شرف
 که بود در لگنت او چیکس با حرف

غم ابرویش از لب کاست جسم تو انهم را
 که است کن اثر چون بت خود پیرت یوان
 هست بیت ابرو مطلع دیوان ما
 نتوان ساخت جدا چون که فتنه پیر
 نشود ز خم نمایان چو زنی تیر و آب
 لعل از سنگ می شود در نیاب
 مورد میان دیده کم از نوک خان نیت
 سختی بغیر قسمت کامل عیار نیت
 عشق بر جوش خروش مد دل یوانه شد
 چاکه عشق جنون انگیزه در دل شانه شد
 این سخن از خم نیکام شغل مل رسید
 سر عیش یارب سجا باشد که او بریل رسید
 شخص تریا کیت اکثر نجات نیت
 می نمود زنجیر آخر شهید بر پائے کس
 مگر بخم رقم کرد زان برگشته مرقاش
 نشود خامه روان تا نرنی از بر اقط
 می نهد عوش برین بزار کخ و پاشع
 می شود طفل نکو در خاندان چشم چراغ
 و بعدم شیرینی علش گیرد پائے حرف

ایکے برسائل زلب مسک حجاب خشک	ولہ	از جیب خشک سال برآید سحابت خشک
اصلا ز گرم جوشی خوابان مخور فریب	ولہ	کز جیب قناب برآید سر خشک
عشق فائز کند آخر بحقیقت ز مجاز	ولہ	میرسد شبنم افتادہ بہار زہر گل
چون درخت نو کہ بربر میزند از جیب تخم	ولہ	ہر دو دست خود ز رنگ کہ بہیم سودہ ایم
کرد و ایم از سر مہ ابرو سے ترا و بنا دار	ولہ	حسن این بہت بیند از مستند او افزودیم
دستگیر عجز و اماندہ شمشیرت من	ولہ	خاک گشتن بہر دلیک کارا کیست و من
دل من از گل اغش بہستان میزند پہلو	ولہ	ز جوش اشک شمع من بچمان میزند پہلو
زاد کجاستنا سدر مر سیاہ چشمش	ولہ	ہر کو دے نگردد دار بحث کحل گاہ
از رخنہ دل گوہر آہستہ بہن گوید	ولہ	صدامن نہان باشد در گوشہ تنہائی

وفائی - سلطان اسماعیل عادل شاہ

وفائی تخلص - اسماعیل عادل شاہ نام - یوسف عادل شاہ والی جیپور کا فرزند و بلند پایہ والد کے فوت ہونیکے ہی تخت نشین ہوا - بادشاہ حلیم کریم دہلی تہا - علم و دست تہا - علما و فضلا کی بہت قدر کرتا تھا - اکثر اوقات علما کی صحبت میں بسر کرتا تھا - نہایت ہی عالی ہمت بلند و صلہ تھا ممالک محروسہ کی آمدنی و خرچ کی کچھ پروا نہیں کرتا تھا - خیرات و مہار کرتا تھا علما و شعرا کو خوب دینا تھا - ظلم و ستم کار و اربابین تہا - مجرمین کے ساتھ عفو و انعام کا طریقہ جاری رکھتا تھا ماکولات و مشروبات و ملبوسات - من تکلف کرتا تھا - نیک سیر و شیرین زبان تھا - زبان سے کبھی فحش نہیں نکالتا تھا - سخن دان و سخن فہم تھا - اسکا کلام لطیف و متین ہوتا تھا - فقیر مولف نے آپکا حال

محبوب الوطن تذکرہ سلاطین دکن کے دوم حصہ میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ
 لکھا ہے۔ ان کنت شائقاً فارجم الیہ فرشتہ نے لکھا کہ علم سنی و شریعہ میں
 مہارت کامل کہتا تھا۔ اور وفائی تخلص کرتا تھا۔ سلاطین دکن سے کوئی بادشاہ سخن گوئی
 میں بطیف و متین اسکا مثل نہیں ہوا ہے اور کسی نے اس کے مثل کلام موزون نہیں کیا۔
 انتہی کلام۔ آخر وفائی صاحب ترجمہ معرکہ محاصرہ قلندہ بالکنڈہ ہمارا ہوا۔ ہمارے سبب
 بالکلی میں سوار ہو کے روانہ ہوا۔ اور چار شنبہ تیار پنج ۱۶ صفر ۱۱۱۱ ہجری میں فوت ہوا
 قصبہ کوئی میں والد ماجد کی قبر کے قریب فن کیا گیا من کلام

دل خوبان ز قید بہر آزادست پنداری	مادر دہری بر جور و بیادوست پنداری
مراد محنت از عشق تو بر دل میرا ہر دم	دل میرا عاشق محنت آبادست پنداری
ز عشق قامت سر سہی مانا پا و ر گل	دانش دیدار و ز بار دل آزادست پنداری
ز بخت آتشے دارم بدل کز بہر تکلیف	نصیحت کے سر ز بدن بادست پنداری
دل ریش قائم آن چنان خود کردہ باتیں	کہ یکا نشین بجائے مہر م قناعت پنداری

شب سحر جز گریہ کاری نداری	ولہ	بجز دیدہ اشک رسی نداری
شبے گزرد کز فراق تو چو شمع		پر از اشک حسرت کنار می نداری
من عشق و زخمی کوی مست		براہ سلامت گذاری نداری
از ان با غمش خوگر قسم وفائی		کہ غیر از غمش ننگ رانی نداری
دل ز بفس حکایتے دارد	ولہ	از شرب غم شکایتے دارد
تا کے آزار اہل دل طلبی		بیوفائی نہایتے دارد
خون دل میخورم ز غصہ		بارہ قیابان غنایتے دارد

دل سختش ز آہ من شدم	آہ عاشق سراپتی دارد
اسے وفائی منال از ستش	کہ ستم نیز غایتے دارد

وحدت - محمد امان اللہ

وحدت تخلص - محمد امان اللہ نام - بہار و خزان کے مولف نے لکھا کہ آپ قاضی سراج الدین قاسم سرہ کے فرزند ولید بن - آپ کی ولادت ۱۳۲۲ ہجری میں قلعہ قندھار ضلع محمد آباد بیدر میں ہوئی نشوونما یہی وہاں کی ہو امین پایا - والد ماجد و دیگر اساتذہ کی خدمت میں کتب درسیہ فراغت حاصل کی - نوی استعداد تھا - آپ کے والد قندھار کی قضا پر فخر تھے - اور آپ پر گنہ گار کی قضا پر راسخ تھے - شعرو شاعری مناسبت رکھتے تھے کہیں کہیں موزون فرماتے تھے - صرف آپ کا ایک شعر لا - **ہو ہذا**
انعام انکسار بود اوج اعتبار
نخے کر آستانہ میں شد و سیدنی ہست

ولا - سید حمید الدین

ولا تخلص - سید حمید الدین نام - سید محمد خان خطاب ہے - آپ سید ابواللطیف خان کے فرزند ہیں - آپ کی ولادت ۱۳۲۲ ہجری میں ہتھام حمت آباد واقع ہوئی - ابتدائے شعور میں پیر پڑھنے لگے کتب درسیہ فارسی عربی شروع کی مختصرات عربی تا کافیہ پڑھ سکے - اس میں آئے اور ناکا بعد موی علاء الدین لکھنوی و سراج العلماء مولوی محمد اسلمی رسولوی تتراب علی خیل الدینی محمد عین باہلی کے حلقہ درس میں شریک ہوئے تحصیل علوم میں مصروف ہوئے - ذکی الطبع و تیز فہم تھے - تمام طلبہ سے فائق ہوئے چند روز مدرسہ میں

مین بھی شریک ہے۔ علما و فضلا سے سند حاصل کر کے اپنے اُس موضع میں آئے جو تہا
کے قریب تھا۔ زراعت و کشت کاری میں مشغول ہوئے۔ نہایت تندرست و شمع طبع
تھے۔ جب مشاعرہ اعظم کی مجلس منعقد ہوئی اسوقت آپ وطن سے یہاں آئے اور والد
کی سفارش سے سرکار اعظم جاہ کی خدمت میں ملازم ہوئے۔ اور خطاب کے سرفراز ہو گئے
مشاعرہ میں شریک ہوئے چند مدت کے بعد رخصت ہو گئے لیکن وطن بالوفاء و محبت
کی۔ وطن میں مدۃ العمر گوشہ نشین رہے۔ آخر ۳۲ ایضاً ماہ رمضان ۱۰۳۰ ہجری میں اس
جہان فانی سے عالم بقا کو روانہ ہوئے۔ شعر گوئی میں الیاد سے اصلاح لیتے تھے۔
فصیح البیان و شیرین زبان تھے۔ من الشعاع کا الفارسی

یا فتم از قنہ کاریہائے خالِ مے یا	عقل بالا دست باشد قاست کو تہا را
الفت مال تیرہ ساز و دل	دیدہ باشی خریطہ زور را
چون ذرہ را کشد رخ گلگون آفتاب	دل از خود روم چون شبنم نقوش آفتاب
مخفی بادہ کشان بیت خوش است مشب	دل قتل شیشہ می سر فروش است شب
دست و بازوئی کہ کا بجہ عقدہ گس انکرو	دل پنجہ مریم صفت سرتا قدم ہد عیث
نیست مژگان کہ با طرف چشمش پیدا	دل صفا شدہ بر میکہ زندان سماخ
بہر او نقش قامت او تا جبین کشد	دل بنید چو نیش الفے بر زین کشد
نام آوری اگر طلبی سر سجده باش	کین خط سر نوشت جبین کین کشد
تا از سوا از لطف کسے کامران شدم	فرمان روائے کشور بند و شان شدم
عمر بست ہیچ جاوہر ہے فتادہ ام	اے من فدائے رومیو گاہے گذر کن
جان زہر است باو شاہ آفاق	بر نیرہ سرش رفت چو مصحفی طاق

یا احمد مرسل است بر پشت براق

جبریل بدرہ یا سلیمان بر تخت

وفا۔ مرزا عبد الباقی

وفا تخلص۔ میرزا عبد الباقی الشریف الرضوی نام۔ گلزار اعظم کے مولف لکھا کہ
 آپ میرزا محمد شفیع خان وزیر سابق بلکہ گلپاڑگان کے فرزند ہیں۔ ملک عجم آپ کے بزرگ
 سلف کا وطن اور اوقاف عرب انیا خراسان و صغہاں تھا۔ آپ کا سقوط الراس
 بعد از شیراز سے غنائم ہجری میں آپ کی ادارت ہوئی میں برس کی عمر تک لدا ماجد کی خدمت
 میں تربیت و تعلیم پائی۔ والد کے فوت ہونے کے بعد تحصیل علم کے لئے اصفہان گئے
 و ماں علمائے عہد مثل ملا علی اکبر و مرزا محمد اسمعیل و مرزا شمس الدین و غیرہم سے مستفید ہوئے
 علمائے سند علوم و فنون کی حامل کیسے محمد کاظم والد و فتح علی خان صاحب ملک الشعراء کی
 خدمت میں شعرو شاعری میں مشق کرتے رہے اساتذہ کی توجہ قصائد و غزلیوں پر کرنے
 لگے۔ نو برس کے بعد سیاحت و سیر کے لئے برآمد ہوئے ممالک ایران کی سیاحت کر کے
 ہندوستان کے طرف متوجہ ہوئے۔ حیدرآباد و کون میں پہنچے۔ مدت دراز تک فیروز الملک
 بہادر کی خدمت میں عزت و اکبر و سہ ہے۔ چند روز کے بعد حضورنا صرمد ولہ بہادر کے
 دربار میں باریاب ہوئے باو شاہ کے قدیم طبیب بنے۔ پھر آپ ۱۲۴۴ھ ہجری میں بقا صا
 آپ خوش در اس میں پہنچے۔ کلر کمپنی کے اجنبٹ کے پاس منشی گری کی خدمت پر
 مقرر ہوئے۔ ذی استعداد و لائق تھے قصائد گوئی میں استاد تھے۔ غزل کم کم کہتے تھے
 خوشنویس تھے۔ ہفت قلم تھے۔ فن خطاطی میں استاد رائے جاتے تھے متاعہ میں شریک
 تھے۔ آپ کی رحلت کی تاریخ معلوم نہیں ہوئی۔ من الشعا سلا

مینت گربار قیبان ہنشین کیوفا
سکن خوبان دل زوفا بود و کفون
خورشید را بجن تو سجدا ہم صبح
ہر کنتہ کہ بود نہان در دلم ز عشق
خوربے کسب فروغ برور با ہم دلم
ز وصل یار جدا و قنادرہ می گویم
صبح چو طغیان کند لشکر جان پیا من

بر تن از غیرت خلد سر چو زین مرا
سخت و ازون بین کہ بنو و زنی مسکن
ویدیم چون تارہ صفی آفتاب
لیک سحرشک بر رخ جو بہشت گشت
مہست بدیوزگی ہر چو گدا یار مسکن
سرباز ہیر و ونہار دہی گویم
آسمان گرد و زمین از چشم بچشم گشت

وصفی۔ مولوی سرفراز علی

وصفی تخلص۔ سرفراز علی نام پشپا و نجیب بخش ساکن قصبہ ایبٹین ضلع کراچی
ماہ جنرل سے ہیں آپ کے نسب کا سلسلہ مخدوم بہاء الحق جدِ لاجپور شیخ احمد سے متصل ہے۔ آپ
آپ کی ولادت ۱۲۵۷ ہجری میں واقع ہوئی۔ نشوونما کے بعد مولوی غلام امجد علی
خدمت میں تعلیم پائی۔ سوز و فی طبیعت خدا وادہ تھی۔ شعر و شاعری کے طرف توجہ ہوئی
مولانا موصوف سے کلام کی مشق کرنے لگے۔ تھوڑی ہی مدت میں لانا کی فیض حاصل
کامل ہوئے۔ فارسی اردو دونوں زبان میں زور فرماتے ہیں۔ آپ کا کلام فصاحت
و بلاغت سے خالی نہیں ہے بہشت و پاکیزہ ہوتا ہے۔ آپ صاحبِ یونان میں سرفراز
ونغمہ عند لیب۔ و گنج تواریخ۔ و نغمہ عشاق آپ کی تالیفات سے ہیں۔ آپ ۱۲۸۵ ہجری
میں حیدر آباد دکن میں وارد ہوئے۔ صدر مرقعہ میں منشی گری پر مقرر ہوئے۔ مدت
عمر ۶۰ منفرضہ پر عمرہ طح سے کام کرتے رہے آخر رخصت لیکر وطن مالوہ گئے۔ بہن

فوت ہوئے۔ پہلے واقعہ ۲۹۳ھ ہجری میں واقع ہوا۔ آپ کے باقیات الصالحات سے
منشی اعجاز علی شہرت تخلص یادگار حیدر آباد میں موجود ہیں۔ نواب خانان نظام یار
سید کی خدمت میں ملازم ہیں۔ منشی عارف الفارسی

مرغ دل و رفس بفریاد است سیر شوریدہ را و واجستم بیار شود یار و دشمن نرم نگردد بسکه دیوانہ آن ز گس فغان گشتم از گس خمور تو دل بچرخ افتاد بیار تو دساز پند است درین بیم گریم خیالما شکست کباب جگر شوم وصفی اگر با کشتندم بچرم عشق	واخواہ کدام صیاد است گفت سنگ مزار فرما د است ورآہ من جست از شربت اثر نیست می شدم جام شدم گردن و ران گشتم دیوانہ چو باست در افتاد بر افتاد نہشت چو بر فاست چو افتاد بر افتاد مرا بیا گذارم و شمع سحر شوم من ہم بکشتگان غمش نامور شدم
---	--

وصلی - میرزا وصلی

وصلی تخلص - میرزا وصلی نام ہے۔ عراقی الاصل تھا۔ خوش طبع و خوش وضع تھا
علم و فضل سے آراستہ تھا۔ سخن سنجی و شعر گوئی سے زیادہ رغبت کہتا تھا۔ پیرگو تھا
ولایت عراق سے حجاز گیا۔ اور وہاں سے ہزار میں ہزار کے ہندوستان کی طرف
روانہ ہوا۔ سود اتفاق سے اہل شتی تمام بحر فناء میں غرق ہوئے۔ صرف وصلی صاحب
نجات کے کنارے پہنچا۔ دریا کے کنارے سے قطب شاہ والی کو لکندہ و کنگ علاؤ الدین
آیا سکونت اختیار کی۔ علاوہ شاعری فن کشتی گیری و پنجہ گیری میں استاد کامل تھا

زور و قوت میں بڑھا ہوا تھا۔ دکنی کشتی گیروں سے اکثر کشتی و بیجہ گیری میں غالب ہوتا تھا۔ تمام پہلو انان کشتی گیر قابو جو رہتے تھے۔ ایک روز ایک شخص سے بیجہ گیری میں مقابلہ کیا۔ غالب ہوا تمام کے دلوں میں حسد کی آگ بھڑکی۔ زہر دیکے ہلاک کئے۔ یہ واقعہ شہر ہجری میں واقع ہوا۔ **سلسلہ ملام**

دل فریبانہ برہ میرودومی ترسم	کہ مبادا بودش دل نگرانی آپے
نگار من تو چنان تند خو برآمدہ	کہ کس بتند خوئی تو بر نمی آید

واقف مولوی شاہ میران محی الدین

واقف تخلص۔ میران محی الدین نام۔ گلزار اعظم کے مولف نے لکھا کہ شاہ احمد نورانی کے فرزند میں آپکی ولادت شہر ہجری بمقام و گیارہ واقع ہوئی۔ زمانہ خورشالی میں والد کے ہمراہ مدراس آئے۔ اور وہاں سکونت پذیر ہوئے۔ آپنے کتب و تہ مولانا آگاہ و معجز سے ختم کیں۔ اور شعرو شاعری میں معجز سے اصلاح لیتے تھے چنانچہ معجزی شان میں لکھا ہے

می کند کار سیحا شعرا سیحا بولاما تا غلام محی الدین معجز بود ہستاداما

اور ملک العلماء مولوی علار الدین لکھنوی و مولوی سید خیر الدین فائق کی خدمت میں کتب عربیہ سے فراغت پائی۔ فضیلت لیاقت کے پیرائے آراستہ ہوئے۔ اقراں و امثال میں نامور اور اپنے حقیقی ماسون حضرت شاہ منصور قادری کے مرید و خلیفہ ہو ریاضت و ہدایت مریدین میں مصروف ہوئے۔ مدرسہ اعظم میں مدرسہ پر مامور اکثر طلبہ آپکی خدمت میں مستفید ہوتے تھے۔ اور آپکی تعلیم و تربیت کی برکت سے

فائز المرام ہوتے تھے۔ من الشعاع

سایہ سان کا سے نباشد باغم شاد می	بسکہ در عین تعلق گشت آزاد می مرا
حضرت منصور وقت تا بود ما دی مرا	از سر جفا تا الحق شد دست من عصا
شعور مامیت اختیار می ما	تا امانے نفس سان نے
ما دی خلق خاک ساری ما	کرد از لطفش پا واقف
اشکم گریخت بصابون	چشم بجز باران سرسپید شد
ولم از ویدن انجمن جروش مست	آید یادگریوئے زلفشان کسے
ور نہ بروئے یار کسے پرده داریت	پندارستی تا حجابی ست در نظر

آپ کی وفات کی تاریخ دستیاب نہیں ہوئی۔

واقف شیخ نور العین المتوفی ۹۵۰ھ ہجری

واقف تخلص - شیخ نور العین نام - آپ قاضی امانت اللہ ساکن بٹالہ ضلع لاہور کے غلط اصدیق ہیں۔ آپ کے بزرگان سلف موضع مذکور میں منصب قضا پر سلسلے کے بعد بکرے امور ہوتے رہے۔ واقف صاحب تہجد کتب سید عربی فارسی تاریخ تحصیل تھے تحصیل تکمیل کے بعد مدت دراز تک سخن سخن و زبان دانی میں مصروف رہے۔ شاعری سے زیادہ دلچسپی رکھتے تھے۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی لکھتے ہیں کہ واقف مجھ سے بیان کیا کہ ایک رات خواب میں یہ مصرع میرے دل میں گزرا خواب سے بیدار ہوتے ہی یہ مصرعے موزون کیا ع درخندہ اختیار نداری برگ گل - اوپر ہر ایسا ہی دوسری شب بھی ایک مصرع دلیں آئے اے چراغت بکف از رنگ خنار و بیا - چہ ہینک

نہانی مصراع کے فکر میں متفرق رہا آخر یہ پہلے اول مصراع موزون کیا ۔

دل ز دستم بہ شبستان غمت گم گردید ۔ انتہی کلامہ

واقف و حاکم لاہوری کے درمیان باہم محبت و اتحاد و وحانی تھا ۔ دونوں باہم اتفاق کر کے سیر دکن کے لئے پنجاب سے براہ ہوئے ۔ بتاریخ ۲۹ ماہ جب ۱۷۷۷ء ہجری میں شہر لورنگ آباد وارد ہوئے ۔ میر غلام علی آزاد کے پاس فرودکش ہوئے ایک ہفتہ قیام کر کے بندر ستور دانہ ہوئے ۔ حاکم حرمین شریفین روانہ ہو گیا ۔ اور واقف سبب بیماری وضعف بدنیت میں سکونت پذیر ہو گیا ۔ غرض خواہی میں کہتا ہے ۔

گرچہ جان بنیو بلب نزدیک است ۔ در بودن بادب نزدیک است
اکثر عوام واقف کی کم ہمتی و بزدلی پر طعن کرتے تھے ۔ کہ شرف زیارت و حج تہ مجھ و ہم
لیکن اس نے نہ جانتی کہ وجہ ایسی خوبی سے ادا کی کہ طاعنین خاموش ہوئے ۔ جب حاکم نے
زیارت و حج سے فارغ ہوئے سورت میں مراجعت کی ۔ دونوں باہم ملے سورت سے
اورنگ آباد روانہ ہوئے ۔ ہا تا تاریخ جمادی الاول ۱۷۷۸ء ہجری اورنگ آباد پہنچے ۔ شاہ
خلیفہ باباشا مسافر کے تکیہ میں فرودکش ہوئے تقریباً ایک سال تک ہے ۔ اسی مدت میں
چند روز حیدر آباد بھی گئے ۔ پھر سال ۱۷۷۹ء ہجری میں اورنگ آباد و ملتان ہونے
روانہ ہوئے ۔ رہتہ میں بابین بالا پور و اورنگ آباد نہر لون نے آپکا تمام سامان اسباب
لوٹ لیا ۔ بے وسہ مافی میں نہایت ہی پریشان ہوئے ۔ بالا پور سے میر غلام علی آزاد
بلگرامی کی خدمت میں خط لکھ کے بھیجا اور اپنے واقعات سے مطلع کیا ۔ اور حسب حال
ایک باعی موزون کر کے لکھی ۔

عینکے ویا رہ سیاب با ما ماندہ است چشم پنجاب دایہ نایہ ما ماندہ است

سرمند و مانند هیچ چیز از سامان
و امانده با همین دو چشم حیران

کردند غریب عنایت را بنظران
بروند هر آنچه بود الا عینک

آزاد نے اورنگ آباد سے خرچ روانہ کیا۔ دونوں بالاپور سے کہو لا پور گئے پھر پانچ
لکھا کہ خرچ کافی نہیں ہے پھر آزاد نے دوبارہ اعانتہ خرچ بھیجا۔ آخر دونوں بزرگ
ناگپور ہوئے ہوئے پنجاب میں داخل ہوئے۔ وطن مالوہ میں اغرہ و افارک کے
دیدار سے خوش ہوئے۔ من الشاعرا الفارسی

پے پاسے غزالان بس بوزیر بحر مخمور را
عاجت روغن نباشد چنانچہ طور را
عشق گرم دار بازی میکند منصور را
سرد بازار بست اینجا ہم کا فور را
نالہ اگر شیخ شود تمنفس مرا
خندید زیر لب کہ ارادت مقدم است
با آنکہ ہر سوال مرا صد جواب داد
با وجود حسن یوسف نعمہ داد و داد
بیمار را زیادتی خوان گران کند
غنچہ گل گردد و گل نیز بازار آید
ماہیم و خاک کوئے گواہ و مباحث
دانستہ کہ دل ز تو امی یار میکنم
چون شعلہ فتم و خیمہ چو شمع سوختم گریم

میان چشم او در بندار و جان مخمور را
نیت می و کار در گان رخ پر نور را
حسن چون شایانہ کر سنی نازار دشت
در دیار عاشقی تنگناہ دانع است گرم
چون نے ساخت ہمدے چکس مرا
مغمم کراد ہم دل ازین دلبران شہر
قربان آن لیم کہ بخشش نکردیل
ایزد آن عیسی نفس ہر چہ ممکن بود و داد
چشت گرانہ از می چون از عنوان کند
حسن در پردہ محال است کہ ماند پنہان
مقبول نیست جز تیہ ہم نماز عشق
بسیار دلیرانہ نگہ میکنی مگر
شب فراق چراغی ز دل فروزم و گریم

جگتن وصف ویت کروم گل خجل کروم
 زمیں سرچ پریشان حالی مہشپیش و فتن
 نیکند بدے کار زخم کاری من
 بصد ہزار جفا از تو نا امید نیم
 در خاکس نہد دست باین رنگ کہ تو
 ایکہ پوستہ زنی تیر و نداری سپرے
 سزاواری نبردان نفس بلبل چینائی
 نفس شد قطع از بسہ ہمدید ہار و کلوہ آرم
 دم زن اسے تیغ با بروے یار از ہمیری

حدیث گفتیم از مونتو سنبل را بخیل کردم
 بنوعی شد ادا کان نفس کا کل بخیل کردم
 بگو کہ جمع کند دل زمین شکاری بن
 کر از جماعے تو پیش ہست امید واری بن
 پیچہ در خون جوانان زلفہ پیش شو ہی
 بخوری نیر و عاے سحری از جگری
 تو خود کردی چراقہ گل و گلشن بدستی
 مگر آنجا کہ ہم پیوند نریادی بغریادی
 بہت کہ باشد ایمل قاطع جیو ہری

واعز - حکیم شاد وزیر الاماں پور سی

وازع تخلص - شاہ زین العابدین نام نہاد و تقباً و قہار قادری مائل اعظمی
 گلزار اعظم کے مولف نے لکھا کہ آپ غلام محمد مائل اعظمی لکھنؤ صاحب ہر رضا حسین خان کے
 فرزند ارجمند ہیں آپ کے والد و جد حافظ محمد نواب سعادت آباد خاں بہادر کے
 ہمراہ دہلی سے محمد پور میں آئے۔ سکونت پذیر ہوئے۔ وازع صاحب جمہ کی لادست
 شہرہ جوی میں واقع ہوئی عقل و شعور کے عہد میں کتب فاریہ پڑھ کر بزرگ
 شاہ حسن علی قادری مائل محمد سلیم خان شایان سے ختم کیں۔ اور شعر و سخن کی مشق بھی
 بزرگان مذکور کی خدمت میں کی اور حکیم علامہ رفیعی کی خدمت میں کتب طب کی سند حاصل
 کر کے مطلب میں مشغول ہوئے۔ اور علوم عربیہ کے طرف متوجہ ہوئے حکیم موصوف کی خدمت میں

پڑھ کے مولانا سراج العلماء محمد شہاب الدین مدرس تفسیر حدیث کی سند پائی۔ اور
 علم جفر و رمل و نجوم و کیمین ہی لیاقت و استعداد حاصل کی۔ علوم و فنون کی تحصیل
 و تکمیل سے فارغ ہونے کے بعد حضرت عطار آمد قادری کے مرید اور حضرت سید شاہ احمد
 قادری کے خلیفہ ہوئے اور علم سلوک و طریقت کے طرف مصروف ہوئے۔ اکثر اوقات
 طالبین و مریدین کے درس و تدریس و الیف تصنیف میں مشغول رہتے تھے۔ تحریر تقریر
 میں بے نظیر تھے۔ اور اخلاق و عادات پسندیدہ میں پیشکش۔ جامع علوم و فضائل
 تھے۔ ہر فن کے طلبہ آپ کے رولتخانہ پر مجتمع ہوتے تھے اور استفادہ کرتے تھے۔ آپ نے
 اپنی ذات مبارک کو عام و خاص کے لئے وقف کر دیا تھا۔ انوارہ و افاضہ میں کوتاہی
 نہیں فرماتے تھے شعور و شاعری سے دلچسپی کھتے تھے بشرط فرصت موزون کرتے تھے
 آپ نے چند رسائل مفید الیف کئے تھے مثلاً قنادی جمہ۔ رسالہ الیہ العتدر۔
 و صدقہ الفطر۔ و تکمیل الہام فی الصیام۔ و تبصرۃ الواہب۔ و تکمیل الحجہ۔
 فی بیان السنۃ البدیۃ۔ و کشف الیقین فی روایات المحدثین۔ و مرآۃ الحق
 وغیرہ جدید و شاعرہ اعظم کی تحف میں باریاب ہے۔ ملازمت سرکاری میں فائز المرام
 ہوئے۔ آخر مقام بلوچ میں عزالت نشین و سکونت پذیر ہوئے۔ آپ کے وفات کی تاریخ
 و سبب معلوم نہیں ہوا بعض جہاں سے سنا گیا۔ کہ سنہ ۱۲۸۰ ہجری میں فوت ہوئے ہیں
 و انشاء اللہ بالصواب۔ **من اشعارہ**

ایک نفس ناشد متاع صد غبار آئینہ را
 بیعت و سرت سب کو کشف العطا باشد مرا
 بخود نہی گاہ خون انگبخت فتح الباب

سادہ لوحان را تحمل از جفا خلق منیت
 ہوشیار فی ظلمت افزائے نگاہ باقیست
 در شہود آن پری شہا مرقب بدہ ام

کے برائے کشتی آنکس کہ در گز اب نہ
چو صیبا ویکہ واسے گستر و آہستہ آہستہ

از خیال زلف پیا نشن فتادم در بلا
برائے صید و لہامی کشاید شانہ زلف او

حرف ہائے ہونہ

ہمراز - شیخ عبدالقادر

ہمراز تخلص - شیخ عبدالقادر نام - قادر علیخان بہار و خطابت گلزار عظمیٰ کے
مولف نے لکھا کہ آپ شیخ امام کے فرزند ہیں آپ کے بزرگان سلف کا وطن چچا پور ہے
آپ کے والد ماجد محمد پور میں سکونت پذیر تھے - آپ کی ولادت سنہ ۱۲۵۷ ہجری میں بدخشاہ
دراس میں واقع ہوئی - نشو و نما و تمیز و شعور کے بعد خواجہ سید شاہ محمد حسینی کی تلمیذ
مختصر تاریخ فارغ ہو کر کتب متداولہ فارسی علماء و شعرائے مدراس سے ختم کیں ہندو
کمال حاصل کر کے شاعری کے میدان میں قدم رکھا - سید ابوالطیب خاں - و محمد علی خاں
وجوہری و مستعد خان لاو غیر ہم کی خدمت میں اپنا کلام پیش کرنے سے پہلے سحرانگہ
کی اصلاح سے کلام درست و شستہ ہونے لگا - زلف و فتنہ درجہ چٹائی کو پہنچا - سحرانگہ
میں معتبر شمار کئے گئے - اوائل حال میں آپ نشی گری کا پیشہ کرتے تھے یعنی نو جوانوں
فرنگ کو فارسی وار د پڑھاتے تھے - چند روز بذریعہ تعلیم زندگی بسر کرتے رہے -
پھر سرکار انگلینڈ میں ملازم ہوئے - متعدد خدمات پر درجہ بدرجہ ترقی کرتے گئے - آخر
درجہ تحصیل داری ضلع یلور میں فائز المرام ہوئے سرکاری کمات کے انتظام میں رہا
ہوشیار و تجربہ کار رہے - امانت و دیانت کے ساتھ امور موقوفہ کو انجام دیتے تھے
حسن خدمات کے صلہ میں مذکور سے مخاطب ہوئے - مگر کے نزدیک مقرب علیہ

خوش خلق و نیک خوئے۔ یہاں نوازی میں شہور تھے۔ وارو و صار کی خدمت مقیم
 مسافر کی رعایت اپنی حدیث سے زیادہ کرتے تھے۔ اور اجبا و اقر کے ساتھ جیلوگ
 فرماتے تھے۔ اور نہایت تواضع و انکساری سے پیش آتے تھے۔ آپ حضرت شاہ مظہر
 کے مرید و خلیفہ تھے آپ کی رحلت کی تاریخ دستیاب نہیں ہوئی۔ من نتائج طبع

آہ رسائی خویش عصا می شود مرا
 مرکب ز دوش با و صبا می شود مرا
 گر میان چاک بر سر خاک در جان حسرت دار
 نہی جستی گرا ز رخسار گلگونش تو گل
 وے بر میونایہا شخند رہے تا بل گل
 مرا پا آتش چون آتش یا قوت خاموش
 چو بے گل ز تحریک نوازی بر دہوشم
 بہر صبح وطن شام غیبان کردہ
 چو گلم چاک گریبان تا بدامان کردہ
 بر آید از نے پرستجو انم بانگ تا قوسے

چراغی چو را ہنما می شود مرا
 نازم بنعنف خویش کہ ماند بوی گل
 چو پرسی سے پر و حالت دیوانہ خور
 چمن را اقبلا تا زگی از پای افتادے
 دولت ہمار شد محو ہوائے گلشن دنیا
 بیاد لعل بہائیش چو لاله خون دل شمع
 صبا شوخی کن با طرہ زلف گامیش
 در حجاب زلف سے خویش نہبان کردہ
 اسے جنون دیگر چہ نالم لبس سا در چمن
 گر آید ہر مزارم ان بت نیز گاہ سے

ہمد۔ شاہ محمد تقی برہانپوری

ہمد تخلص۔ شاہ محمد تقی نام۔ مرزا محمد خافجان کا خلف اصدق ہے۔ مرزا محمد خافجان
 مورخ کے بنائے ہیں۔ آپ کے جد اعلیٰ نواب حضرت آگ صغیہ مرحوم کے دیوانے
 ہمد کی ولادت برہانپور میں واقع ہوئی۔ خاندانی علم و فضل موروثی تھا۔ آپ پہلی میں

کی عمر میں فانی تحصیل ہوئے۔ مگر طبیعت و روشنی کے طرف مائل تھی فتوحات بکیرہ فصوح
راشدین مطالعین انتہی تھی کیا کہنے بعین محبت الہی کا ولولہ و جوش پیدا ہوا دنیا و مافیہا
تارک ہوئے۔ ہر وقت دیدہ گریبان و دل بریان رہتے تھے۔ آخر برآمد پور سے حیدر آباد
حضرت شاہ شمس الدین محمد الحسینی جو سید محمد الدین شاہ محمود الحسینی نعمت الہی کے خالص
و سجادہ نشین تھے۔ ان کی خدمت میں بیعت کی خلعت فقر سے معفی ہوئے۔ خزان ہمار کے
مولف نے لکھا کہ حضرت نے دیکھا کہ ہمام نیک کروار و پسندیدہ اطوار ہے۔ بناء علیہ کہنے
و اما وہی سے سرفراز و ممتاز فرمایا۔ چند مدت بسر کر کے حضرت سے حرمین شریفین کی زیارت
کے لئے رخصت لی۔ اور روانہ ہوئے چار سال کے بعد حج زیارت سے واپس آئے۔ شہر کی روگنا
میں مقیم ہوئے۔ انتہی کلامہ۔ عالم فاضل منشی بظہیر طبعیت میں ذکاوت کے قریب
نہی شعر گوئی کا خیال ہوا۔ فارسی و اردو دونوں زبانوں میں کہنے لگے میر سید محمد والرحیلمی
سے ابتدا میں اصلاح لینے لگے۔ خود استاد آپ کی کلام کو دیکھ کر کہتے تھے کہ استاد کلام سے
اصلاح کی ضرورت نہیں چہر روز اصلاح برائے نام نہی پر ترک کبھی۔ فارسی کلام استاد
شیرین و باغ ہو تا ہے اور اردو بھی لطافت و نراکت سے خالی نہیں ہوتا ہے۔ آپ تہ العمر
حیدر آباد میں رہے آخر شہر الہی جوئی میں فوت ہوئے۔

من ۲ شعرا ۲ الفارسی

با نوح سر شک اہل پامست اہل ما
جان دادہ شمشیر گاہست دل ما
ز دجوش بحر شیر میدان زماستاب
بروہست رنگت توازنو بہار د

در ملک عم عشق تو شامست دل ما
تا بورت بسا زید ز شاخ گل نرس
گشت ز است نقرہ بان زماستاب
زمین شمع دست تاکہ ترا از نگار دست

دل گیسو پریشان تو بخیری نیست	دل گیسو پریشان تو بخیری نیست
حاصل بے تلبے بودت دانه اشک	حاصل بے تلبے بودت دانه اشک
کے حق نمک کند فراموش	کے حق نمک کند فراموش
یوسف کہ بجاہ گشت نہبان	یوسف کہ بجاہ گشت نہبان
ساخت با سونہر آکس نہری پیدا کرد	ساخت با سونہر آکس نہری پیدا کرد
نیار تاج بیت او چون سوی قمی آید	نیار تاج بیت او چون سوی قمی آید
دل دیوانہ مار با فسون بسن و کشتن	دل دیوانہ مار با فسون بسن و کشتن
دل سببہ می آید نیار مصحف رویت	دل سببہ می آید نیار مصحف رویت
بجا میکرد مار مست و مدہوش	بجا میکرد مار مست و مدہوش
شاخ سبیل را قائم کن گویا بی صف	شاخ سبیل را قائم کن گویا بی صف
قطہ ہائے آن حسنش سیم کن از چشم	قطہ ہائے آن حسنش سیم کن از چشم
ما زخم دل خویش بر جہم نغزو شیم	ما زخم دل خویش بر جہم نغزو شیم
شاہ مروان بود امام من	شاہ مروان بود امام من
تو معنے خط آن خوشدین چہ میدانی	تو معنے خط آن خوشدین چہ میدانی
ز محمودی بیخا نہ فتادم بر تھا جامی	ز محمودی بیخا نہ فتادم بر تھا جامی
سہا و اشکند سوے کمر از بار میترسم	سہا و اشکند سوے کمر از بار میترسم

من ۲ شعرا ۲۰ ہندی

جان برب رسیدہ باقی تھا	جان برب رسیدہ باقی تھا
کرو تم جو ریا رکھو گلابی جان پہلو میں	کرو تم جو ریا رکھو گلابی جان پہلو میں
مجھ میں اور عشق میں حساب ہوا	مجھ میں اور عشق میں حساب ہوا
تہمین ہم کاشیشہ برینے شرا و تیجہ میں	تہمین ہم کاشیشہ برینے شرا و تیجہ میں

ولہ	نہ شب بر میں آتا نہ دن مکہ کہہ ساتا
ولہ	ترپتا ہوں روتا ہوں جلتا ہوں ہجران
ولہ	آراش حسن جو بیٹھ گیا کر و بر آئینے کو مصدا
ولہ	تار یک راتوں میں بار یکاے و نہیں
ولہ	ان مار بچوں سے اس منگی مہری کو
ولہ	ہجران کی تلخی سے دل ہیزا ہینگا
ولہ	کڑوی سیلی رقیبوں کی باتوں سے
ولہ	قاتل نگہ کی ہے شمشیر تیرے پاس دم
ولہ	ظالم تغافل کا اب وقت میں ہینگا
ولہ	نہ احوال سنا نہ مجھ کو بلا تا
ولہ	دل خون ہوا میرا دلبر کے ہاتھوں
ولہ	دے جا کہ کیا میری نہ بانی تو معیبت زلف کا کل کھینا
ولہ	زلفوں کی بالوں میں الجھا میرا دل
ولہ	افسوں گری سے فسوں گری مہر آ جا
ولہ	میرے سلونے سے کوئی جا کے بولو
ولہ	ہوں ترش لبے میٹھا چکھا جا
ولہ	شہادت کا رکھتا ہے خواہش
ولہ	یک جسم کاری ادا سے لگا جا

بادی - عبداللہ اومی رنگ آبادی

بادی مخلص - عبداللہ اومی نام آپکا اصلی وطن اور گنگ آباد ہے۔ شاہ سامی کے تلامذہ میں سے ہے۔ علمی لیاقت و استعداد سے معرکہ مشہور ہے کہ شاہ سامی اسکو کہہ دیتے تھے۔ پچھلی رائے تذکرہ چستان میں کہتے ہیں کہ مجھکو شہرت کی تصدیق ہوئی اتنے میں بادی کچھ نہیں تھا کیونکہ حققت میں حیدر آباد یا اسوقت میان بادی سے ملاقات ہوئی ایک ہی منزل میں ہم صحبت ہے کئی مرتبہ منجھ مصرع ریختہ طرح کے مگر اس عزیز سے ایک مصرع بھی سزا نہ ہوا۔ کثرت ملاقات سے آدمی کا حسن و قبح معلوم ہوتا ہے مجھے ثابت ہو گیا کہ بیچارہ بے سرومایہ ہے۔ ہاں حسن و برت جمال سے آرتہ تھا اکثر صورت پرست اُن کی صورت پرستی کرتے تھے۔ حسن مجازی سے احسن الخالقین کے طرف پہنچتے تھے انتہی کلامہ

میں کہتا ہوں کہ مادی کا مصرع طرح پر غزل نکھنا اس بات کو نہیں ثابت کرتا کہ وہ محض بے بہرہ اور شعر گوئی کے کوچہ سے نا آشنا ہو شاید اول کہتا ہو۔ اب کسی جسے ترک کر دیا ہو اکثر شعر نے کہا کیا ہے مثلاً شاہ سراج اور گنگا دیور سا لکڑی رنگا دیو جلیل القدر شاعر تھے ابتدا میں خوب کہتے تھے۔ آخر میں جب مرید ہوئے اور تمام کمزوریات و ممنوعات سے توبہ کئے از بخندہ شعر گوئی بھی یک لخت ترک کر دی تھی۔ یہی قیاس مادی کے نسبت کرنا چاہئے۔ مادی صاحب یون ہے۔ دیوان کم و بیش بنانوا بیات ہیں۔ مادی حیدر آباد میں سکونت پذیر ہو گیا تھا۔ ششم جی میں زندہ تھا اسکے بعد فوت ہوا تحقیقاً تاریخ فوت دستیاب نہیں ہوئی اس وجہ سے قلم انداز کیا۔

من شعر ارہ الہندی - مدح شاہ سامی

رہون میں کیوں نہ ثنا خوان نام سامی کا
جو روح بخش سخن ہے کلام سامی کا
نہیں یہ کام کیا ہے کام سامی کا
ہوا ہوں جب سے میں مادی غلام سامی کا

بہجہ ہے و زبان بکنہ نام سامی کا
میں وقت اگر میں کہوں تو ہے برجا
میری سر کی کیا ہے زبان کو اہل سخن
شرف ہے مجھ کو جہان کے نخورون تمام

حاجی علی اکبر مال کی نشان دہی

سنکے اسکے شعر میں گلشن میں بلبل ہو
یہ میں تیرا ہے ظلم کیوں نہ ہو حلوا فروش
دل میرے شیشہ گر کہ نہیں تیرے میں ابو فروش
حبیب اپنا شفیق اپنا گار دلربا اپنا
یہ اپنا نہ اپنا ہے آخر خدا اپنا

نکھن میں دھچک ہے بن حاجی اکبر کے سخن
نقد لے لیتا ہے میرا ایک میٹھی بات سین
کیوں نہ ہو اکھن کو بہر تیرے دشت و سستی
یقین میں تم بنا دو جھک کر زبوجا نہیں ہو
جہان فانی نہ ملے عبت دل بستگی نہیں

یہ تجھ پر مہربان ہو گا مرست ہو قیادار	ولہ	ہاوی کا دل سے مجھ کو یہ بشار ہو گیا
دلدار پر میرے ہے عجب کچھ بہار آج	ولہ	ہے آفتاب حشر گمراہ آشکار آج
نغم کی آتش بیج جل گئی یہ ہمارے دل میں	ولہ	ہات جل جاو گیا ڈرتارہ انکار و نکو بیخیر
سن یہ قاتل ہاوی کا دل کی یہ گفتار ہے	ولہ	ایک کا مل ہو بلبل ہزار و نکو بیخیر
ہے سونگون چمن میں اور زر و رنگِ غم	ولہ	نرگس کو جبے تمہیں انکھیاں بتایاں میں
عشق کی بے تابیاں تو نیکہ	ولہ	کہیں عاشق ہوا ہوتیوں سمجھی

ہاشمی - شاہ ہاشم بجا پوری

ہاشمی تخلص۔ شاہ ہاشم نام بجا پوری الاصل ہے۔ علی عا و شاہ کے ماں میں تھا۔ نصر قی ملک الشعراء کا مہاصر تھا۔ اندام ماوراء تھا۔ مگر اسکے دل کی آنکھ نہ روشن تھی نہ ہایت ذکی و فہیم تھا۔ ہندی میں غزلین نکلین کہتا تھا۔ اکثر اچکا کلام ایہا م لازم شعیرہ میں ڈوبا ہوا ہوتا تھا۔ قصہ یوسف زلیخا کو کئی زبان میں نظم کیا ہے۔ پچھلی نے تذکرہ چستان شعراء میں اچکا تخلص ہاشم دکنی لکھا ہے شاید بوجہ نام تخلص میں شبہ ہو گیا ہو کسی تذکرہ نویس نے سہواً بجائے ہاشمی ہاشم ہی لکھ دیا ہو گا۔

پچھلی اُن نے بھی اسی تذکرہ غلط نویس کی پیروی کی نام و تخلص میں فرق نہیں کیا یا ہاشم کوئی اور ہو۔ اور ہاشمی بجا پوری اور ہو و اللہ اعلم۔ سیدی مسعود خان بجا پوری ہاشمی سے حسن عقیدت و اخلاص کہتا تھا۔ ایک روز محل ہرامین ہاشمی کو ابداً بلایا تمام اہل حرم موجود تھے کوئی پردہ نہیں ہوئے اسوجہ سے کہ وہ بائینا تھا ہاشمی نے اسوقت سیدی مذکور کو ایک ایسی غزل سنائی جس میں اہل حرم کے لباس زیور اور شکل و صورت کا

ذکر تھا۔ تمام اہل حرم کو گمان ہوا کہ بہ شاعرینا ہے وہاں سے اٹھ کر سب پر سین
پوشیدہ ہو گئیں۔ ہاشمی شعاریں عورت کا عشق مرو پر بیان کرتا ہے بخلاف عرب کے
وہ مرو کا عشق عورت پر ظاہر کرتے ہیں۔ اور اہل ایران مرو کا عشق مرو پر ہاشمی نے
اس طرز میں قرآن شریف کی متابعت کی کیونکہ اسمین رینجا کا عشق یوسف پر ہے
پکا انتقال ۱۹۰۰ ہجری میں واقع ہوا ہے۔ **من الشاعرا الہندی**

اگر مجھ کو ہو گی فرصت صبح پہر تو گلی چوڑو	رضا گر مجھ کو دیتے ہی کروں گی گہرین وارو
مجھے بزم نام کیا کرتے ہیں میں جاؤنگی چوڑو	اگر کوئی آئے دیکھے گا تو دلعین کیا کہیگا

یا نف میر عاشق حسین جان جاوید آبادی

یا نف شخص خاص۔ میر عاشق حسین جان ام آپ حکیم عنایت علی خان شاہجہان پوری
کے فرزند ہیں۔ آپ کے جد علی میرطف علی النخاطب حکیم شفقانی خان بندگا نعمانی نواب
ناصر الدولہ معفو کے زمانہ میں بہت حیدر آباد دکن میں آئے۔ بندگا نعمانی کے دربار
میں باریاب آئے۔ بندگا نعمانی نے معتد الملک کا خطاب و منصب اس سے فخر فرمایا
آپ کے جد علی میرکار عالی کے نہایت ہی شکر گزار ہوئے اور اس بابت میں سکون پیش
ہوئے۔ خوشحالی و نازعجالی سے رہنے لگے۔ ریاست کے امرا و شرفا رہی حکیم صاحب کی
بڑی تعظیم و توقیر کرتے تھے۔ آپ کے والد نے بھی فن طبابت میں عمدہ لیاقت پیدا کی
تھی۔ تشخیص و نباضی میں بے نظیر تھے۔ بیمار کی طرف خوب توجہ فرماتے تھے۔ بیماری
حال خوب استفسار کرتے تھے۔ اگر کوئی صاحب مرض جلد ہی مکترا تھا تو آپ اس کے
معالجہ سے دست بردار ہوتے تھے۔ آپ نے اسی شہر میں کتب فارسی عربی علماء شہر سے

پڑھین اور فن طب کو جو آپکا موروثی پیشہ ہے والد ماجد کی خدمت میں حاصل کیا
خوش وضع نیک سیرت پاکیزہ صورت میانہ قد خندہ پیشانی میں - عمر تخمیناً پچیس
برس کی ہوگی - آپنے شعر گوئی کا فن میر فرراز علی آلہ آبادی و صفی المتوفی ۱۲۹۵ ہجری
سے حاصل کیا مدت کچھ عرصہ کی خدمت میں مشق بعد از ان حکیم نواب زاهد خان
مہوش بریلوی کی خدمت میں سخن کی اصلاح لیتے رہے - فارسی و اردو و دونوں بانو نہیں
کہتے ہیں - کلام پاکیزہ و درست ہے ششوی نغمات توحیدارو میں آپکی تصنیف ہے

مشاعر الہندی

یا د آتے ہیں ترے رخسار سے سروان	بہول جاتا ہوں جن میں گل کی گت لیکر
چہوڑ دی خمی جفا بھی وہ قسمت یار نے	کاوش خرم جگر کا حوصلہ دست و لیکر
جان کو روتی ہو ماتف کیا کہیں کچھ بہت	دل لگانا تھا کسی سے نیک ساعت لیکر
اپنی حقیقت اپنی خود کو مٹا کے لیکر	دلہ رہتا ہے کون کہیں راہ جگر کا کئے لیکر
ندمب ماتف مسکین کو نہ پوچھو ہم	دلہ لوگ کا فرج سے کہتے ہیں سلسلہ یہی
اڑ جائے مدینہ کی طرف کو میرا لاشہ	دلہ میں خاک و ب کوئے رسول عربی ہوں

ہادی - ابو الحسن محمد داؤد حیات آبادی

ہادی تخلص - ابو الحسن کنیت - محمد داؤد نام - حیدر آبادی مولد و المنشا میں -
طبییب و حافظ قرآن میں فارسی و عربی میں بقدر ضرورت لیاقت و قابلیت کہتے ہیں
سخن سنج و سخن فہم میں - فارسی شعر گوئی میں مولوی عبد العلی صاحب متخلص و بحر الکے
مشق کرتے رہے - اور اردو میں فرار قربان علی بیگ لکے اصلاح لیتے رہے - دونوں

استادوں کی توجہ سے دونوں زبان میں شاعر ہو گئے۔ جو کچھ کہتے ہیں خوب لکھتے ہیں
کلام سلیم با محاورہ ہے۔ آپ کی عمر تقریباً پچاس برس کی ہے اور ام اللہ بقا

من اشعار الہندی

گریہ ہی رہا حال میرے شور و بکا کا
تاب رخ انور سے بڑا حسن بہ و مہر
کیا حال کیا کیا کہوں فروغ میں شب غم
اشد نگہبان ہے پر ارض و سما کا
رتبہ تیرے زلفوں سے گشتا مشک خطا کا
بقیا بیوت ارض کا نالوں نے سما کا

من اشعار الفارسی

دارم تن فکار و دل و انداز را
ما از برائے الفت تو آفریدہ ایم
من وشت بشت ز خودی خود نمیریم
یک درویشیت جان من بقرار را
پروانہ شمع را بود و گل ہزار را
آہم کشتان کشتان بہر و جسم زار را

ہنزگیان کے حیدر آبادی

نہر نخلخص گیان واسطہ نام۔ آپ کے اجداد کا اصلی وطن جہڑ ضلع دلی تھا۔ مگر
آپ کی ولادت سالہ ہجری میں بمقام دولت آباد واقع ہونے لاشوونما کے بعد
والد نے وطن مالوہ روانہ کر دیا تھا۔ آپ کے والد اور وطن سے نواب قلیچ خان بہا
کی رفاقت میں حیدر آباد آئے۔ خزان و بہار کے مولف نے لکھا کہ حسین قلیچ خان
بہادر خسرو پورہ غلامنزل بہادر شاہ النہ۔ اور چند روز پر ملک و طین مالوہ روانہ ہوئے
پہر تانیا عالم علیخان برادر زادہ امیر لاملر حسین علیخان بہادر کے ہمراہ منشی گری کی
خدمت پر آئے۔ پہر بدستور چند روز کے بعد دلی جانا ہوا۔ پہر تیسرے دفعہ آب صفی کی

ملازمت میں شریک ہوئے۔ نواب قدردان کی خدمت میں مدت العمر ہے۔ آخر آپ کے والد حیدر آباد دکن میں فوت ہوئے۔ نواب آصفیہ نے گیان رائے سہرکھوہ وطن سے بلوا کر آپ کی جگہ مرحمت کی۔ نواب غلام الدولہ کی رفاقت میں شاہجہان آباد دلی روانہ فرمایا۔ دلی سے مراجعت کے بعد بہت انعام و اکرام سرکار سے مرحمت ہوا۔ گیان رائے آخر عمر میں اورنگ آباد میں گوشہ نشین ہوا۔ اور استاد میر غلام علی آزاد بلگرامی کے خدمت میں حاضر رہتا تھا۔ شعر گوئی میں ہوشیار و ذہین تھا۔ رمضان میں رنگین سے کلام کو آراستہ کرتا تھا۔ آخر شمس المہجری میں عالم غاصر سے خارج ہوا۔

من اشعار الفارسی

دوش در آئینہ تنہا رخ یار افتاد	آنقدر آب شد از شرم کہ از کار افتاد
صورت گر جمال تو چون اہتمام کرد	دل رنگہا کہ در اشت در علم خود تمام کرد
سید پوشیدہ سنبیل بد چون حال پریشانم	دل نہ از زلف شکنین کرد یارب نظر کردم
رفقہ نام دیوانہ زیر خاک ہرگز کس نکرد	دل از شرم رنگ طفلان شمع بہت روشنم
نفرماید بعض جو ہر جرأت خلعت	چو شمشیر اصیل افتادہ ام در دست نامرک

باب حرف یا کے تحتانی

یوسف عادل شاہ

یوسف تخلص۔ یوسف عادل شاہ نام ہے۔ فرشتہ و دیگر موصوفین نے آپ کے طبع کی نسبت لکھا کہ رومی الاصل ترک تراو خاندان عثمانیہ سے ہے۔ سلطان مراد ستونانی ۱۰۷۵ ہجری کا فرزند ہے جب مراد مرحوم کے بعد سلطان محمد اسکا فرزند بزرگ برادر یوسف صاحب ترجمت نشین ہوا۔ ارکان لکھنے عرض کیا کہ بادشاہ مرحوم کے عہد میں ایک شخص نے

دعویٰ کیا تھا کہ بن الیدرم بائریدم کا فرزند ہوں قریباً کہ سلطنت عثمانیہ میں قنبر پرہوجا
 لیکن حکمت عملی سے وہ قنبر فریو کیا گیا تھا۔ پس لمجاظ حفظاً مقدم بادشاہ اولاد سلطان
 سے سوائے ولیمیکو سیکوزندہ نہ رہے۔ تاکہ آئندہ کوئی قنبر پرانہو۔ بناء علیہ سلطان محمد
 نے اپنے برادر کو چاک یوسف صاحب جمہ کے قتل کا حکم دیا۔ ارکان دولت اہالی سیاست
 مع جلاو حرم ہر کے دروازہ پر گئے کہ یوسف قتل کر کے جنازہ باہر لیجا میں۔ سلطان محمد
 کی والدہ اپنے فرزند خور یوسف کے زیادہ محبت کہتی تھی۔ لخت جگر کے قتل کی خبر سے
 نہایت ہی پریشان حواس باختہ ہوئی۔ ارکان دولت سے درخواست کی کہ شاہزادہ کو
 آج کی رات مہلت دیجئے تاکہ میں اس کے دیدار سے مخلوط ہوں۔ کل صبح آپ کے پیر کردو نگلی
 ارکان دولت نے قبول کیا۔ ایک رات کی مہلت، یہی مہلت ملتی ہی وہ عقیقہ لخت جگر
 کی حفاظت کی فکر میں مصروف ہوئی۔ رات ہی کو خواجہ علاء الدین محمود گرجستانی منوگر
 ساکن ساوہ کو بلایا فرمایا خواجہ آپ کے پاس کے غلام فروغ قنبر میں۔ جواب دیا کہ پانچ غلام
 گرجی اور دو چکر جس حسب حکم ملکہ تمام غلام حاضر کئے گئے۔ دو غلام چکر جس سے ایک
 یوسف کا ہم شکل ہمہ نگہ تھا خرید لیا۔ اور اس از رخصتی سے کیسکو خنجر ہوئی۔ پہرہ و اگر
 سے تمام واقعہ بیان کر کے کہا کہ اگر تو اسوقت مدد کرے تو میں تجکو زرو جواہر سے مالا مال
 کروں گی۔ یعنی یوسف کو غلاموں کے زمرہ میں شریک کر کے ملک عجم میں روانہ کرے
 خواجہ مال فر کی طمع سے اسی شب یوسف کو ہملہ لیکر بغداد روانہ ہوا۔ اور دسین مہلت
 کہ اگر میں شاہزادہ کے ساتھ مع الخیر عراق عجم میں داخل ہو جاؤنگا تو خمس مال شیخ صفی
 کے مقدر پزیر میں سمرقند کو دوں گا۔ صبح برآمد ہوئے ہی ارکان دولت حرم ہر کے
 دروازہ پر پہنچے اور یوسف کو طلب کیا۔ والدہ سلطان نے غلام گرجی کو یوسف کے

معاوضہ میں پہنچا۔ جلاؤ نے اس بیگناہ کو قتل کیا۔ اور بموجب اُج لاشہ کو مکفون
 کر کے دفن کر دئے۔ خواجہ عمار الدین سوداگر مع یوسف سرحدی مع النجیر پہنچا
 اردبیل میں جا کے شاہ جعفری کے مرقہ پر نذر محو و کوا د کیا اور شاہزادے یوسف کو
 شاہ موصوف کی بیعت سے مشرف فرمایا۔ پہر خواجہ اپنے وطن بلوہ ساوہ میں آ یا شاہزادہ کی
 تربیت و تعلیم میں مشغول ہوا۔ اپنے فرزندوں کے ساتھ تعلیم کرنے لگا۔ ایک سال گزرنے
 کے بعد یوسف کی والدہ نے پوشیدہ ایک معتبر شخص فرزند ولد بن کی حالت دریافت
 کے لئے پہنچا شخص کو رساوہ میں آیا۔ یوسف سے ملا۔ ایک خط یوسف کے ماتہ لکھا کہ
 روم روانہ ہوا۔ جب کندریہ میں پہنچا جا رہا تھا۔ ایک نیم سال کے بعد روم میں پہنچا۔
 شاہزادے کی والدہ کو یوسف کی خیریت سے آگاہ کیا۔ اور خط بہی یا والدہ فرزند کا خط
 دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئی۔ پہر چند روز کے بعد شاہزادے کی آقا کو مع فرزند ان آتا
 روانہ کیا۔ جب شاہزادے کی آقا اور اس کے فرزند ساوہ میں پہنچے۔ اس وقت خواجہ عمار الدین
 سوداگر ہندوستان گیا تھا۔ آقا کے پیچھے ہی خواجہ کے اہل عیال راز مخفی سے آگاہ ہوئے
 کہ یوسف غلامیہ خاندان کے شاہزادوں سے ہے۔ رفتہ رفتہ یہ خبر ساوہ کے حاکم کو معلوم
 ہوئی۔ اس ظالم نے ایک جعلی مقدمہ قائم کر کے ان سے چار سو تومان لئے۔ انتہی کلام
 پہر ہوا اتفاق و گردش زمانہ سے یوسف صاحب ترجمہ حاکم ساوہ کے دربان مخالفت
 واقع ہوئی۔ یوسف نے مضطرب حال میں کہ مسافرت اختیار کی۔ ساوہ سے غصہ و غم میں
 آیا۔ اور مصحح راہ کیا تا وقتیکہ ساوہ کا حاکم مغرور نہو جائے۔ ساوہ میں طرح بہت تھیں
 بعد ازاں تم سے بطریق میر و ساحت برآمد ہوا۔ کاشان و صفیان سے سیر کرتے ہوئے
 شیراز میں پہنچا۔ چند مدت شیراز کے باغات سیر کا جون میں عیش و عشرت کے ساتھ

زندگی بسر کرتا رہا۔ وہاں سنا کہ ساوہ کا حاکم معزول ہو گیا خبر کے سنتے ہی مراجعت کا ارادہ کیا۔ یکایک خواب میں خضر علیہ السلام سے بشارت پائی کہ ہند کا سفر کرنا نرا المرام ہو گا فوراً اس بشارت کے پاتھ ہی تلک شہر بجری میں بندہ ہر فر کے شتی میں سوار ہو کے مع الحیر والعمانیہ سے طغی آباد و عرف بندر ابل پہنچا۔ وہاں خواجہ عطاء الدین تاجر سے جو اسکا محسن و معری تھا ملاقات کی۔ پھر خواجہ کے ہمراہ محمد آباد و سید روانہ ہوا۔ اس وقت نظام شاہ بہمنی خور و سال حکمران تھا۔ اور خواجہ محمود گادان وزیر خواجہ گرجستانی و محمود گادان میں باہم محبت و اتحاد کا رابطہ مہموظ تھا۔ اسلئے گرجستانی نے خواجہ گادان سے کہا کہ آپ میرے یوسف کو بادشاہی چیلون میں شریک فرادیکھئے محمود گادان کے توسل سے بارگاہ بہمنی میں باریاب ہوا۔ بادشاہی چیلون میں شریک کیا گیا۔ آہستہ آہستہ ترقی کے درجہ پر عروج کرنا گیا۔ بادشاہ کی ملازمت میں اکثر کار نمایاں کئے اور متعدد معرکوں میں کامیاب ہوئے و فرمانہ ہوا رہا۔ بادشاہ و وزیر کے نزدیک محمد علیہ تھا خواجہ کا دست گرفتہ و تربیت کھاتا تھا۔ خواجہ محمود گادان کی توجہ و عنایت سے بیجا پور کا صوبہ دار ہونا انقرض سلطنت بہمنیہ صوبہ کا انتظام عمدہ طرح سے انجام دیتا تھا۔ جب سلطنت بہمنیہ قرض ہو گئی تمام صوبے خود مختار ہو گئے ہر ایک شاہی خطاب اختیار کیا۔ چنانچہ ۹۵۵ھ ہجری میں یوسف عادل خانی سے عادل شاہی لقب اختیار کیا اور شانہ و تختہ دارانہ حکومت کرنے لگا۔ بہمنیہ عہد میں نظام سنی المذہب تھا لیکن اقتدار و اختیار کی حالت میں امامیہ مذہب کی شاعت پر کمر بستہ ہوا واقع میں یوسف عادل شاہ صاحب ترجمہ ہو جو تول فرشتہ و دیگر مومنین کی الاصل خاندان عثمانیہ سے ہے۔ آبائی طریقہ سنی مذہب تھا لیکن شاہ صفی کی ارادت و عقیدت علمائے عجم کی صحبت کی وجہ سے شیعہ بن گیا تھا۔ ۹۸۵ھ ہجری میں ایک محاسن عظیم

منعقد فرمائی۔ اس میں تمام مرآتِ امامیہ مذہب مثلاً میرزا جہانگیر قزوینی و حیدر بیگلر سید احمد
 صدر و دیگر علمائے امامیہ حاضر ہوئے۔ پس شاہ نے حافیزین کے سامنے بیان کیا کہ
 مجھ کو خضر علیہ السلام نے عالم خواب میں سلطنت کی بشارت دی تھی اور فرمایا تھا جب تجھ کو
 سلطنت نصیب جائے اس وقت امامیہ مذہب کی تقویت دینا اور سادات و اہل بیت کو
 معزز و مکرم رکھنا میں نے عہد کیا تھا کہ فیروزی کے بعد مذہب شیعہ کو رواج دوں گا۔ خدا نے
 آج وہ دن نصیب کیا۔ آپ سب کیا فرماتے ہیں تمام نے کہا مبارک ہے بسم اللہ بعض
 کہا ہوشیار رہی احتیاط کے ساتھ کرنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ امرائے سنی خفی الذہب ہیں۔
 اور محمود شاہ بہمنی موجود ہے ملک حمز نظام الملک بھری و عماد الملک شیرید و غیر ہم
 سنیان پاک اعتقاد میں۔ باوجود اسے تمام حافیزین کی تقریریں سن چکے فرمایا ہرچہ باد باد میں
 اپنے عہد کو ایفا کرتا ہوں۔ خدا کے تعالیٰ حامی مددگار ہو گا۔ پس مجمعہ ماہ و بیچہ سنہ ۱۲۱۰
 میں جامع مسجد قلعہ میجا پور میں خطبہ بنام امام شہنا عشر علیہم السلام پڑھا گیا۔ اور از ان میں
 کلمہ اشہد ان علیاً ولی اللہ پڑھا گیا۔ اور خطبہ سے صحابہ کرام کے اسمائے گرامی پڑھا گئے
 باوجود اشاعتِ مذہبِ اہل بیت و اہل بیت کی کئی شیعہ کی مجال تھی کہ صحابہ کرام و اہل بیت
 اسلام کے نسبت حقارت کا لفظ زبان سے نکالے۔ بناء علیہا ہم فریقین سے تعصب بالکل
 دور ہو گیا تھا۔ علمائے جعفری و فضلاء خفی و شافعی باہم شکر کی طرح احتیاط
 و آمیزش نہ کرتے تھے۔ مذہب کے معاملہ میں کوئی بحث و تکرار نہیں کرتا تھا۔ اور اس کے
 مضمون پر کار بند تھے۔

گر آن بہتر ورین بہتر تراچہ	چون حلقہ ماندہ بر در تراچہ
مساجد و معابد میں ہر ایک فریق اپنے طریقِ پوجا و عبادت کرتے تھے کوئی کسی کا مزار نہیں	

کوئی اپنے مذہب کی فضیلت و بزرگی کا مدعی نہیں بنتا تھا۔ بعض امرائے میان محمد
 النخاطب عین الملک و لاورخان حبشی و محمد خان سیستانی وغیرہم اگرچہ فتنہ و فساد پرست
 ہوئے۔ لیکن بادشاہ نے تمام کی دلجوئی کی اور لکھ دینک و دی دین کا مضبوط نہایت
 نرمی و لطف سے گفتگو کیا تا مرام راضی ہو گئے۔ اور عین الملک سپہ سالاری سے معزول فرمایا
 و حقیقا بادشاہ نے حقیقہ پوس مقرر کی کہ ہر ایک کے جانے سے خبر تیرے زمین انتہی کلامہ۔
 فرشتہ نے سید احمد مری صدر سے نقل کی ہے کہ یہ کہتا ہے کہ یوسف علی و شاہ ہوشیار
 و منجربہ کار تہا سخاوت و علم سے موصوفہ و شجاعت و عدالت و خیرات و حسنات میں معروف
 تھا۔ خطا و غلطی نہ تھی۔ خداستعلیق خوب لکھتا تھا۔ علم و فضل و توفیق میں بہارت تمام کہتا تھا۔
 اور علم و توفیق میں استناد و طعن و رونا خوب سمجھتا تھا۔ اہل علوم و فنون کا اعزاز و اکرار کرتا تھا
 ہمیشہ اسکی مجلس میں شعرا و علما کا مجمع ہوتا تھا۔ قدامت کے اشعار پڑھے جاتے تھے اور سلاطین
 ساف کے تذکرے ہوتے تھے شعرو شاعری سے دل چسپی رکھتا تھا کہیں کہیں خود بھی شعر کہتا
 عیش و طرب کو اور اسطیقت کے ساتھ کہتا تھا۔ ایک ساعت ملک رعایا کے حال سے
 غفلت نہیں کرتا تھا۔ ہمیشہ ارکان دولت کے سامنے عدل و امانت و امانت کی تعریف
 کرتا تھا تاکہ ارکان کے قلوب میں صفات مذکورہ کی طرف رغبت زیادہ ہو جائے۔
 اور ان کے اخلاق شائستہ سے ملک میں آسائش تمام پیدا ہو جائے۔ تنویر و تقویٰ پھیل گیا تھا
 حسن خوبی میں گویا یوسف زمانہ تھا۔ باوجود پیری و دیش سفیدی اسکے حسن خوبی کی
 دکن میں ایسی شہرت تھی کہ اس کے دیدار فیض آئنا کے لئے دکن کے اطراف و جوانب سے
 عائدہ خلایق بجا پور میں آتے تھے سواری کے دن رات میں صفت تہہ کھڑے ہوئے نظارہ
 کرتے تھے اور زبان حال سے کہتے تھے **۵** بہرن کاروان زہد و پرہیز و بدعت نہ

دوستی خصم آمیز پڑ در کوئے تو از هجوم ظار گیان ۴ نے جانے ستاوست وزیر راہ گریز
جہا نگریہ می زمانہ میں ایران و توران و عربستان و روم سے صاحبان علوم فنون بہادری
کاروان کو خطوط و خراج راہ پہنچانے اپنے پاس ملا تا تھا۔ اور ان کی عزت و آبرو ایسی کرتا تھا کہ
اسکے سایہ عاطفت میں لشکر گزار ہو کر زندگی بسر کرتے تھے۔ اور بیجا پور کو وطن اصلی پر ترجیح
دیتے تھے۔ اور یہاں ایسے جتنے تھے کہ مر کر اٹھتے تھے۔ انتہی کا امر۔

قلعہ بیجا پور قدیم عمارت راجگان سلف کی تعمیر سے تھا۔ قلعہ دیکر کی تعمیر گلی و خانگی تھی
عادل شاہ نے پختہ کچ و پتھر سے بنایا۔ یادگار باقی ہے۔ مکتبہ علوم پر جو محمد شاہ بہمنی کے
امرا کی اولاد سے تھا اسکی دختر نیک اختر کو جو حسن جمال میں دروہری سے کم نہ تھی اسکا نام
پونجی خاتون تھا۔ مسلمان کر کے بموجب رع شریف اپنے نکاح میں لایا۔ اس عقیقہ سے
چار فرزند پیدا ہوئے۔ ایک بیٹا شامزادہ اسماعیل عادل شاہ اور تین لڑکیاں۔ ایک بیٹی مہارانی
منوہر برمان نظام شاہ۔ روم خدیجہ سلطان زو جد علاء الدین شاد الملک سوم نے بی بی ستمی
زو جد محمد شاہ ثانی بہمنی۔ اس بادشاہ نے میں بریں ماہ نہایت شان و عظمت کے ساتھ
سلطنت کی۔ اکثر راجگان کن کو خراج گزار بنایا۔ ۹۱۶ ہجری میں بنارہ گوا کو دوبارہ سخر
کیا تھا۔ آخر ۹۱۶ ہجری میں بقول بعض ۹۱۷ ہجری میں سو ہجری میں مبتلا ہو کر پھر
۹۱۷ سالہ بہشت برین روانہ ہوا۔ قوال دل معتبہ سے چنانچہ کسی شاعر نے رحلت کی تاریخ
کہی ھو ھذا بقما ناندہ شہنشاہ عادل ۴ حسب حقیقت قصبہ کو کی میں
شیخ جلال الدین عروسی شیخ چندا کے قریب ۹۱۶ ہجری میں کیا گیا شیخ سے ارادت صادق کہتا
یوسف عادل شاہ کا حال محصل محبوب الوطن کے حصہ روم طوائف الملوک میں بیان کیا
ان کنت شائما فاسجع الیہ۔

من الشعاع الفارسی

<p>تا بار غم عشق شد و سافله ما با آنکه بجان با تو نکردیم بجای بتجالد بلب آمده برپاره عشقت ما سکه فقه ندانیم چه یوسف گرد و ارسى بدرد دل ناتوان من درد دل خود را نکند کار مشکل است با آنکه صدر بهم بجفا آرموده اے گل سیده هست گوش تو قصه ام گویم که بلبلان چمن نقل کرده اند یوسف بزاری بل من گوش کس نکرد مرا زبانه جامی فراغ یعنی چه</p>	<p>کلبا شگفته هر طرف زمر حله ما پیشین دگران بهره کردی گل ما زرقیم که شد ما دی ره آبله ما آسان شده از عشق تبار سله ما که می برد بزرگ کسان شک جان من ظاهر که میکند بتو در و نهان من تیغ کشیده زپئے امتحان من بلبل نخواهد وقت سحر درستان من حمرنه زیوفائی گل از زبان من کو بخت آنکه گوش کند نکته دان من سبوسه خنم خم ایام یعنی چه</p>
--	--

سرابا عمنه

<p>می مالیدم سر و دوست مرغ زرد بیهوده بود کوفتن آه من سر و آثار هزار گونه اسباب فتوح زان دوست که رویت شد آینه روح در مزارع و هر تنه نیکوئی کاشت مرد آنکه بمرد و نام نیکو نگذاشت</p>	<p>دشمن بر آستان یا از سر زرد بر حلقه دوست زدم گفت چهره اے آمده دیدن رخت وقت صبح انوار کوفی از رخت می تابد آنکس که علم به نیکنامی فرشت نیکو نامان زنده جاویدانند</p>
--	---

یار - مرزا محمد یار بیگ

یار تخلص - مرزا محمد بیگ نام - خزان و بہار کے مولف نے لکھا کہ آپ مرزا الف بیگ بن دوست بیگ خان کے خلف الصدق ہیں۔ آپ کے جدِ مجدد والدِ شاہ عالم بہادر شاہ ہند کے عہد میں ولایت بلخ سے ہند میں آئے ہوئے منصب سب پر ممتاز ہوئے۔ یار صاحب ترجمہ کی لاوت ۱۲۴۱ ہجری میں شہر اورنگ آباد میں واقع ہوئی۔ نشو و نما شہر کی زمین میں ہوا۔ عالم شاہ کے عہد میں کتب و کتبہ فارسیہ عربیہ سے فراغت حاصل کی و کی الطبع سخنِ طراز و معنی پرواز تھا فکرِ سا و زہن صفات کلام رنگین و شیرین موزون کرتا تھا۔ اپنی طبیعت کے سوا کسی اصلاح نہیں لیتا تھا۔ آخر جب بلخ اورنگ آباد و مین رونق افزا ہوئے اس وقت نہایت حسنِ احوال و تحقیق سے موصوفہ ایک کی خدمت میں پہنچا اور اپنے اشعار و کلام کو بغرضِ صلاحِ نظر اشراف میں گذارنا۔ حضرت بلخ نے آپ کے اشعار کو زیورِ اصلاح سے آراستہ کیا۔ آپ نے شکر یہ میں حضرت کی مدح میں دو قصیدے لکھے اور اس میں اپنی شاگردی کا اظہار کیا۔ اس مقام میں ہر ایک قصیدہ سے چھپتا تھا۔

ذیل میں بطور نمونہ گزارش کرتا ہوں۔ وہ یہ ہیں۔

بلبل طبع شد نگار سخن سنبُل لعل سنبُل خط را گشت از فکر اقصا نمان سخن خود رسان بگوشِ بلخ نیست جزا و بقدرتِ مشوکت لفظ از فکر صائبش معنی	می زند جوش نو بہار سخن میکشم خط پے شمار سخن ساقط از مرکز اعتبار سخن کہ برو آمدہ مدار سخن اندرین عرصہ شہسوار سخن معنی از لفظ ادو نگار سخن
---	---

<p>صید معنی کند شکار سخن کرو در عالم ہشتبار سخن</p>	<p>طفل کج حج زبان لفظ فصیح از بلاغت بلین شد نامش</p>
<p>ایضا اسی ردیف میں باختلاف قافیہ</p>	
<p>خویش را چیدہ ام در بنستان سخن غرضش مستانہ میخوام رستان سخن یا کشم بر صفحہ جدول ز دیوان سخن آشیان را کی ہمی خواہم رستان سخن ختم شد امر و بز نام تو عنوان سخن خامرات شمار دگر افزو در شان سخن</p>	<p>وصف نف کا کل یاد از پریشا خاطران از خار بید ما غی خاطر ہم سرودہ است عمر باد و انتظارش خون دل حل می کنم خانان چون مشت حسن باد و حسرت وادام شد مسلم لاک معنی عزت از زیر نگین اے ترالفظ و معانی ہیچو من حلقہ گوش</p>
<p>آپ خوش اخلاق و عظیم الاشفاق تھے۔ اوصاف پسندیدہ و صفات ستودہ حضور تھے۔ احباب اصحاب کے ساتھ نہایت نیاز مند فی خاکساری سے پیش آتے تھے۔ آپ نے ایک تنوی چند بدن و مہیار کے قصہ میں لکھی ہے۔ تنوی کی ہر ایک شعر فصاحت و بلاغت میں ڈوبا ہوا ہے۔ من ابیات</p>	
<p>پڑانہ عشق سرت سیاب گردید</p>	<p>قلم در خون کش افسانہ عشق بیاساتی کہ دل قیاب گردید</p>
<p>مہیار کے حال میں کہتا ہے مگر جا بجا کرم خوردہ تہا</p>	
<p>قدم منصور سان بردار می رفت قدم بانالہ دل ہمعنان بود فغان قمریش فریاد خلخال</p>	<p>پابر خار می رفت سرشک او متاع کاروان بود روانشہ نو نہال سرو با مال</p>

من الشعاع الفارسی

آشنای گوش نمکینش نشد پیغام ما	گرچه صد محشر ز شوزاله از گنج
که بکام او شده و وصلیت خود کام ما	آنکه نازش بر رخ آئینه مرگان نکرده
که داد آئینه در دست نو بهار مرا	ز حسن خویش در عشقمندشت گاه می
بود آه نارسا چتر سیاه عاشق است	وسعت صحرای حشمت تنگگاه عاشق است
سنگ طفلان و در باش بازگاه عاشق است	به شکوه سلطنت نبود سرو یوانگان
فریاد ز نو بهار بر رخاست	از خلوت آئینه چو بخت است
نالای خوشه بدل گفت صدراعشقت	سرمد آلود نگاه که بداد من بر سید
نمک بزخم دل ماه تاب می ریزد	ز دیده بے تو خون تاب میریزد
قدح بیاد در آغوش مرگان خفته بود	چشم مستقل بخواب ز غلطان فتنه بود
محو رخسار تو شاید در گلستان خفته بود	برگ برگ این چمن آئینه در حیرت است
چون شانه دران زلفت سآه نکریم	تا فرق ته آره جانکاه نکریم
سنگ است نفس ناله دل خواه نکریم	در حسرت فریاد همه بال و پریم خست
از گردش گاهش چنان می تراشم	در دل زیا و پیش میخانه می تراشم
سینه را پیشکش ناخن بازی کردیم	یاد از کاوش مرگان دراز می کردیم
نو بهار گیریم ام طاقت گزار استین	بگسارند از تاراش چون گریبان از جنون
سوج طوفان خیر شد هزار آستین	سیل انشکم چون گذشت از جو بار آستین
سوخت آخر شوق بے پروا کباب تحفه	آتش افروخت در دل اضطراب تحفه
خون ساغر می کشد جان شراب تحفه	کرده ام ترک ستمرا انتخاب تحفه

نقطہ صفر است تجال والفا رسا	دقرو یوانکان وارو حساب تحفہ
نہ سز افش گرفتہ من نہ بوسید لمش	خود بخود می پیچید وارو عتاب تحفہ
دیدہ ام شیرین ادا گلگون شعار طرفہ	تلخ گوئی نیک بد عہدی گار طرفہ
چشم ز گس زلف سبیل چہ کل ششاد	اے جوں نام خدا آید بہار طرفہ
نوبہار جلوہ آید آنداز نیست	صد چمن گل کردہ می آید غبار طرفہ

من الشعر الہندی

سخت پرستیا و اسکو جا کر زبان نہیج	ایک چمن گل ہے اسے ظالم بہائے عینید
نوبہار آئی نفس سے کون پہنچا ہے اب	گل کو عشق و زہر صنفیرن کو دھکے عینید
نین بوس نکو شراب لعل و سناو سفید	سحر میں خون جگر میں و چشم تر سفید
یار فرشتہ الملس زلفت کچھہ دو کار میں	میکشون کو بس ہے ایک ہتھاب کی چادر سفید
ہاں ایک ناک کے نظر سے دیکھو اب غبار گس	خار آلودہ آنکھوں کے برابر ہے کہاں گس
لعل گہر سے کسیر نوبہار انتظار می ہے	یہاں آنکھیں کھلی ہیں یا کے ظالم ہاں گس
ست بوجہ حال نکاحیا کہاں آتش	اشک آہ میرا جوں شمع آب آتش
اُس شعلہ رو کی آنکھیں جسے نظر تری میں	کیساں ہے مجھ کو ساقی جام شراب آتش
سو سے ہے آشیان میں کس نے نہ فصل گلین	مجھ کو عجب ہے بلبل تیرا یہ خواب آتش
ظالم لبون پر تیرے اس گپان کیے دیکھے	ہے سرسنگ حسرت لعل خوش آب آتش
گرمی سے می کہے اسکا چہرہ ہے یار عرق ناک	اعجاز حن دیکھو ایک جا ہے آب آتش

یکدل - میر علیمراد سخنان

یکدل تخلص - میر علیمراد خان نام - آپ سید محمد موسوی والہ کے فرزند ہیں

آپکا مولد و مسقط الرأس شہر حیدر آباد دکن ہے۔ فارسی و عربی کی کتب و رسالہ کا سب سے
 پڑھی۔ ذی استعداد و کامل ہوا۔ حیدر علی خان کے عہد میں بالا گھاٹ ارکاٹ میں گیا
 وہاں ملازم ہوا۔ اپنی نیک کرداری و کارگزاری سے معتد علیہ ہوا۔ چند مدت کے بعد طلب
 والا جاہ پائین گھاٹ میں آیا۔ نواب الا جاہ کے دربار میں باریاب ہوا۔ نواب صاحب نے
 تعظیم و تکریم کی اور سیف الملک بہادر کی تعلیم کے لئے مامور فرمایا۔ موزون الطبع تھے
 کبھی کبھی کلام موزون فرماتے تھے۔ کلام خوبی کے زیور سے آراستہ ہوتا ہے۔ نزاکت
 و لطف سے مملو۔ صاحب یون مین۔ دیوان قصائد و غزلیات سے بہرہ ور ہے۔
 آخر اپنے اسل زفانی سے دارالقرار کی طرف شہر ہجری میں رحلت کی انا للہ
 وانا الیہ راجعون۔ من اللہ عا برک الفارسی

خواستم هر چند پنهان عیبی جزا زم	طفل شك ز بقیاری میکند زیور مرا
چو آسایه تمنائے زرق سرگردان	ولہ نمود گردش این گنبد کبوتر مرا
آئینہ شریع ز روشندی خویش	ولہ عکس جمال دوست بود در کنار مرا
بکے بہر چشم آساید ز بیتابی ہجر	ولہ طفل اشکم از ازل باد انہم خود کردہ است
تا خانہ بدوشم بر اہش ز تجرد	ولہ چون سایہ شب روز وطن ہسرت
گر خضر قصہ از سر زلف تو سر کند	ولہ تا روز حشر نیز بپایان نیرسد
ز بیکسی گلہ نیست در دم کیدل	ولہ گہر ز گرد و قیمیش آبرو دارد
کے توان دید بسوئے دگرے کن ہجرت	ولہ موج اشکم شدہ ز نیر بیائے نگہم

امروز کباب دل من گشتہ نمک سود
 بر بسط میشوخت تو خندان شدہ باشی

یاد۔ مولوی خواجہ حمید الدین

یا مختص۔ خواجہ حمید الدین نام۔ آپ خواجہ عالم کے فرزند ہیں۔ آپ کا مولد و منشاء
 شہر حیدرآباد ہے۔ آپ نے عالم شباب میں فارسی عربی میں لیاقت و استعداد حاصل
 کی۔ شعر گوئی و سخن فہمی سے رغبت تمام کہتے تھے۔ جو کچھ کلام موزون فرماتے تھے
 پسندیدہ ہوتا تھا۔ آپ کو میر عبد الوالی عزالت سے ملد ہے۔ اور آپ ریخ گوئی میں پیش
 اور شطرنج بازی میں بے بدل تھے۔ اس فن کے اساتذہ کے ساتھ فرزند اہل کے
 کہیتے تھے اور بازی لیجاتے طرف ثانی کو مات دیتے تھے۔ درویشانہ و قلندرانہ وضع
 رکھتے تھے۔ آپ شہ عنائیت اللہ خلیفہ رحمت اللہ قدس سرہما کے مرید تھے۔ پیر کی
 توجہ سے صاحب دل و صاف باطن تھے۔ قلیل معاش میں گذراوقات کرتے تھے
 معاہدہ قانع تھے۔ زیادہ طلبی کی ہوس نہیں فرماتے تھے۔ ایک وقت آپ کے ولیم جرمین
 شیفین کی زیارت کا شوق پیدا ہوا۔ فوراً حیدرآباد سے مدراس میں آئے جہاں پر سوار ہو کر
 سبک مقامات میں پہنچے۔ زیارت سے مشرف ہو کر مدراس میں آئیں آئے۔ چند روز کیلئے
 سکونت پائی ہوئے۔ پھر ایک ہر خاستہ خاطر ہو کر وطن النوفہ حیدرآباد میں آئے
 عزت نشین رہے۔ آخرت اللہ ہجری میں فوت ہوئے۔

من کلامہ

یاد علیست در دمن جزر جان من
 ریدہ ام در خواب بد چشم آہوئے کسے
 الفتے دارم بچشم مست ابروئے کسے

یاد علیست در دمن جزر جان من
 ہر کر اربعہ پر سیدم ز من حشت گرفت
 سطر بلاز اشعار جامی ہلالی ہم بگو

تاریخ تولد و وفات حسنین اکبرین

سہر دست حسن ہم دل نجم ست حسین
 جان نجم و دل بدرست کئے از قو لہن

سہر دست حسن ہم دل نجم ست حسین

ہم سرخجہ و سید سوارہ بدان کہ طلوع قمرین بہت غروب مسین
آپ نے اپنی حلت کی تاریخ قبل از مرگ کہی تھی۔ تاریخ سے آپ کی روشندی
وصاف طینتی ثابت ہوتی ہے۔ **تھو جھکا**

خواندہ باشند فاتحہ خلاص
۱۲۱۶

جائے تاریخ بہرائن عاصی

نواب مغل الدولہ احمد یار خان بہادر ممتاز جنگ حیدر آبادی

یار تخلص۔ احمد یار خان نام مغل الدولہ ممتاز جنگ خطاب ہے۔ نواب صفیہ ثانی
کے عہد میں منصب پنج نہاری سے مہر فرائز تھے۔ آپ اب شجاع الدولہ بہادر و لیخان ناظم
حیدر آباد کے خلف اصدق میں اور حیدر آبادی المول۔ والی باجہ کے سایہ عاطفت میں
دکن میں تربیت پرورش پائی۔ نشوونما کے بعد تحصیل علوم فنون میں مشغول ہوئے
چند مدت کے بعد استعداد و لیاقت حاصل کی۔ طبیعت میں مورو فی خدا و ادبی شعور کوئی
شروع کی۔ ذہن وقاد و طبع نقاد کہتے تھے۔ تھوڑے ہی زمانہ میں معصرتین میں شہرہ
کلام میں پختگی و مستحکم معلوم ہونے لگی۔ فارسی و ہندی دونوں زبانوں میں محبت تھی
کچھ ہی نثریں صاحب تخلص چستان شعرا میں لکھتے ہیں کہ نواب صاحب حسن خلق و تواضع
سے موصوف ہیں۔ قریب غریب کے کمال محبت اخلاص سے ملتے تھے۔ فقیر پر ہی نہایت
مہربانی فرماتے ہیں۔ غزل کے کسی ایک شعر میں فقیر کو یاد کیا ہے

اگر چہ سب ہر میں جدا ہیں ولے معنی میں ہیں کیا و حصاب

انتہی کلامہ۔ کچھ ہی نثریں کی تحریر سے معلوم ہوا کہ آپ ۱۱۵۰ھ ہجری میں زندہ تھے۔ یاران
ہم شرب کے ساتھ ہم نوالہ و ہم کاسہ تھے۔ بعد ازاں ۱۱۵۰ھ ہجری میں عالم فانی سے

عالم جاودانی کو روانہ ہوئے۔ بہار و خزان کے مولف نے لکھا کہ بار صاحب تہ جہ
۱۳۰۰ ہجری میں بیرون شہر پناہ اورنگ آباد گھوڑے پر چارہ تھے یکا یک گھوڑے
سے زمین پر گرے چند ہینے ضرب کی سختی میں مبتلا ہے آخر ہم اسی سال سال مذکور
میں فوت ہوئے والد کی مسجد بنا کی ہوئی میں مدفون ہوئے۔ انتہی کلامہ۔ یہ قول مقبرہ

من الشعراء الہندی

بہار گلشن خوبی چمن میں آیا ہے	کہاں ہے جام کہاں ہے شرک شعیثہ
ہمارے ملک باقی خوب روہ و مہ جلاتے ہیں	کہیں تنگدہ کے بھی زمین کو تلاتے ہیں
چمن میں آگ لڑ جاتا ہے پہلو کا خجالت	ترکیلیہ و منہ تیر جب سی سے کہل کہاں
تیر ان کی الفت کا ہمیں آخر کو کیا ہوگا	عبرت سنگین بون سے اپنے دلوں ہم لگاتے ہیں
گر جان چاک مرطعون جہان بذا عالم ہوں	پر خجالت اسطرح کی مائے سوائی کے جینے میں
مجھے پوچھا کہ کہو تم میں ونا ہے کہ نہیں	میں کہا تو کہ تم میں جفا ہے کہ نہیں
یار سے ترش و اوروں سے یہ میٹھی باتیں	کہ مون آرزو تمہارے سے بچا کہ نہیں

کہا میں اس شعلہ کو اکدن جل گیا جی تیری جفا سے
غضب سے تیوری چڑھا کر جھکو کہا میں پہر کیا کروں بلا سے
زبان جرات کو تبت میں نے دراز کر کر کہا کہ سن تو
کہ یہ کون ڈوب ہے جواب نے کاٹتے و سواس کر خدا سے
یہ بات سنتے ہی کہہ ہم کہا خدا سے تو تو ڈرا کر
جفا کے شکوے کو ہم سے کرنا بعید تھا یہ تیری فاس سے
خوشی میں آیا ہے اسکو میں نے کہا کہ صاحب بہلا سنو تو

جو درد و لکونہ کھٹے تمسین تو کب تک بیٹھے جاسے
 صنم نے میرے سخن کو سن لیا کہ اتنا نہ مضطرب ہو
 جو ابتدا کو نہیں سمجھتا تو کیا خبر ہوگی انتہا سے
 یہ راہ میں مشکل ہیں ایسی اہو نہیں کیوں قدم کو رکھائے تینے
 اگر تو واقف نہیں ہے جاو چہ یار جیسے تو مبتلا سے
 یہ عشق کا پتہ سبے نیا را ہے اس میں آنیکا فائدہ کیا
 خوشی میں بیٹھا رہو تو اپنی تجھے غرض کیا وفاد جفا سے

موسم ہولی میں ہونے میں شہید	ولہ	آج دو قاتل بستی پوش ہے
بلبل کہ سسکے تنہا فغان چہین جبین لا	ولہ	گل نے کہا کہ کاغذ تیرے ٹوک اٹھی
کیا گل کے نام میں بھی ہے عجز عیسوی		بلبل موی پڑی ہی سوختے ہی پڑک اٹھی
باغین کہتی تھی بلبل ہائے رات بکلی	ولہ	دل جلا میرا تب اس گل میں ٹہنڈک ہی

ہر ۲۰ شعر ۲ الفاسر سی

چو می بینم کہ جام می بکفت لدا رچی بد		لب لبا ز تو بہائے خویشم استغفار می یاب
برنگ قلقل می نازہ می سازد و انعم را		چو آن میناد من و نگہت گفتار می آید
بادہ شیم و عصیان کشیدہ ایم	ولہ	بشکن ز جام ساتی کوثر خمار ما
در گل زمین شعر بہ نیزگ فکر	ولہ	رشک طاوس بہت دیوان مصلح کا
گفتیم در خیال رخت فیت خواب ما	ولہ	آئینہ دید آن بہت حاضر جواب ما

گلش از راہ وفا از پیے ما می آید
 سگ او میم کہ از راہ وفا می آید

کیدل - محمد انور مراد آبادی

کیدل تخلص - محمد انور زام - آپ شیخ محمد خان مراد آبادی کے فرزند ہیں۔ آپ کے والد ماجد مراد آبادی نواب صفیاء بہادر کی دیوانی کچھری واقع مراد آباد میں داروغہ تھے۔ اس وقت نواب غفران بابا نان حکمران تھے۔ پھر خدمت داروغہ کی سے چند روز کے لئے نیابت یوانی پر مقرر ہوئے۔ نیابت یوانی کے زمانہ میں فوت ہوئے۔ سیان محمد انور جوان صالح و ذی استعداد و لائق تھے۔ آصفیاء ہی مقبرین کے رمرہ میں شریک ہوئے۔ آپ کا حب کمال و ہر دل عزیز ہے۔ پھر نواب صاحب آپ کو باورچینا کا داروغہ مقرر کیا۔ مدت تک اسی خدمت پر مامور رہے۔ جب نواب صاحب حیدر علی بادشاہ ہند دکن سے واپس روانہ ہوئے آپ بھی ہمراہ تھے۔ دلی میں پہنچ کر شاہجہاں میں آخرت کا سفر اختیار کیا۔ شعر گوئی میں لائق و ہوشیار تھے۔ آپ کے اشعار خوب و دلچسپ ہوتے ہیں مضامین شیریں معانی رنگین سے آراستہ و میلرستہ ہوتے تھے۔ خوش دہ و خوش خلاق و ظریف الطبع صاحب آقا تھے۔ اور تماشائے رقص و سرود پر فریفتہ و شیفہ تھے اکثر رقص و سرود کے مجلسوں میں شریک ہوتے تھے۔ اور خود بھی مکان پر جلسے کرتے تھے۔ آپ کے مکان پر ایران ہم شرب کا جلسہ تھا تاہا عیش و عشرت میں زندگی بسر کرتے تھے۔ من اشعار الفارسی

ہر کس شید ذکا لا رب فیہ گفت
قربان او شویم کہ وجہ وجہ گفت
رفیق مرا ز خویش میں رہ ضرور

روئے تو ہر کہ دید بصف مشبہ گفت
عابد ز کعبہ گفت سخن عارف از خوش
از مسلک تمیز رہ عشق و در بود

شب جلوه کرد باوه و زاهد ندید هیچ	وله در آفتاب دید که خفاش کور بود
بے شاه می شود نسق مملکت خراب	شب بے تور قلمرو و دلها فتور بود
صحرائشین نشاء از ضرر اختلاط خلق	مجنون ماه بین چه قدر با شعور بود
ندیدیم راستی ز بس بطبع مردم دنیا	وله وزان رو سلام این گنج از دست چه گزم

الحمد لله والمنة که درین ایام فرخنده انجام خط اول دوم محبوب زمین تذکره
شعراست و کن مولف و والد با جدم مولوی ابوتراب محمد عبد الجبار خان صاحب فی السکایه
الباری الحیدر آبادی با عانت کسب نظام خلد الله ملک الی یوم النقیام
بجشن اہتمام میر فرید علیہ السلام در روز ۱۵ ماه یقین

۱۲۶۹ هجری مطابق
در مطبع رحمانی مطبوع شد
تبعول نظامی عام

ساقم

محمد صدر الاسلام خان ولد مولانا ابوتراب
محمد عبد الجبار خان صدر مدرس سنہ عرف
حیدر آباد کن

